فتاویٰ علماءِ ہند

جلد-۱۸

تیار کردہ

منتخب علماء ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

باہتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔ الہند

فتاویٰ

علماءِ ہند

جلد-۱۸

تیار کردہ

منتخب علماءِ ہند

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیرِ نگرانی

حضرت مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

باھتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔ الہند

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۱۸)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	جولائی ۲۰۱۹ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ و ڈیزائننگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
ناشر	:	**منظمۃ السلام العالمیۃ، ممبائی، الھند**

یہ کتاب ''منظمة السلام العالمية'' کی
طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے
وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

کتاب الزکاۃ

بسم الله الرحمن الرحيم

قال اللّٰہ عزوجل:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾

(سورۃ البقرۃ:۴۳)

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ٥ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

(سورۃ البقرۃ:۲۷۶۔۲۷۷)

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾

(سورۃ التوبۃ:۶۰)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

''بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ''.

(صحیح البخاری،باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ سولمس:بنی الإسلام ...،رقم الحدیث:۸)

عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

''مَا مِنْ رَجُلٍ لاَ يُؤَدِّي زَكَاةَ مَالِهِ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ يَوْمَ القِيَامَةِ فِي عُنُقِهِ شُجَاعًا،ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:﴿وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾(الآيَةَ)وقَالَ مَرَّةً: قَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهُ: سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ القِيَامَةِ وَمَنْ اقْتَطَعَ مَالَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ بِيَمِينٍ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ:﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ﴾(الآيَةَ)

(سنن الترمذی،باب:ومن سورۃ آل عمران،رقم الحدیث:۳۰۱۲)

فہرست عناوین

صفحات	عناوین	نمبر شمار

فہرست مضامین (۵۔۳۴)

زکوٰۃ کے احکام ومسائل (۴۳۔۱۰۰)

زیورات کی زکوٰۃ (۱۴۷-۱۷۴)

مقروض پر زکوٰۃ (۱۷۵-۱۸۰)

مال حرام پر زکوٰۃ (۱۸۱-۱۸۶)

صفحات	عناوین	نمبر شمار

حج کے لیے جمع روپے پر زکوٰۃ (۲۰۵)

کتاب و کاغذات کی زکوٰۃ (۲۰۶-۲۰۸)

حصص وشیئرز کی زکوٰۃ (۲۱۹_۲۲۶)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

مال مضاربت پر زکوٰۃ (۲۲۷-۲۳۰)

نقد اور اُودھار کی زکوٰۃ (۲۳۱-۲۴۰)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

اجتماعی زکوٰۃ (۲۵۹-۲۷۲)

پیشگی زکوٰۃ (۲۷۳-۲۷۴)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

زکوٰۃ کی رقم بھیجنے کا صرفہ (۲۷۵-۲۷۶)

جانوروں کی زکوٰۃ (۲۷۷-۲۸۶)

زکوٰۃ کی رقم قرض میں دینا (۲۸۷-۲۹۶)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

مدرسہ میں زکوٰۃ کا مصرف (۴۱۱-۴۴۱)

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمة الشكر

الحمد للّٰه الذی فرض الزكاة وأوجبها على من كان غنياً من عباده المسلمين، وجعلها من فضله جُزءاً قليلاً ومبلغاً يسيراً تسهيلاً على المؤسرين وتطهيراً للأموال ورفقاً بالضعفاء ومواساةً للفقراء ومساعدةً للمساكين، وأشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شريک له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله،أما بعد!

الحمد للہ فتاوی علمائے ہند کی اٹھارہویں جلد طباعت کے لیے بھیجی جارہی ہے،اس جلد میں تفصیل کے ساتھ زکوٰۃ کے مسائل مذکور ہیں۔

زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم ترین فریضہ ہے،جس کا پورا کرنا ہر صاحب نصاب مسلم پر ضروری ہے،اس فریضہ کے سرانجام دینے پر انعامات کا ملنا سو فیصد یقینی ہے،اس کی فرضیت شریعت کے قطعی دلائل سے ثابت ہے،جن کا انکار کرنا کفر ہے،ایسا شخص دائرۂ اسلام سے اسی طرح خارج ہو جاتا ہے، جیسے نماز کا انکار کرنے والا شخص اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بیان متعدد مقامات پر آیا ہے۔

ہم خدام منظمۃ السلام العالمیہ رب ذوالجلال کے اس بے پایاں فضل واحسان کے شکرگزار ہیں کہ فتاوی علماء ہند کی اٹھارہ جلدیں مکمل ہوگئیں،علماء کرام سے گزارش ہے کہ اس علمی وفقہی خدمت کی قبولیت کے لیے دعا فرمائیں۔ باری تعالی اسے قبول فرما کر ہم سب کے لیے نجات کا ذریعہ بنادے اور تمام معاونین کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین

بندہ شمیم احمد
ناشر فتاویٰ علمائے ہند
خادم منظمۃ السلام العالمیۃ

۲/ذی القعدہ ۱۴۴۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت گرامی:

صاحب المجد والمکرّم حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی متعنا اللّٰہ بطول حیاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

خیریت خواہ بعافیت ہے، آنجناب کی ارسال کردہ کتاب مستطاب ''فتاویٰ علماء ہند'' کی تین جلدیں (جلد:۴/صفحات ۵۲۸، جلد:۵/صفحات:۵۵۷، جلد:۶/صفحات:۵۵۲ کی ضخامت پر مشتمل) بذریعہ اسپیڈ پوسٹ بندۂ ناچیز کو موصول ہوکر ممنونیت کا باعث بنیں۔ (جزاکم اللہ احسن الجزاء) اس مستند مجموعہ فتاویٰ پر کئی لحاظ سے آپ حضرات تہنیت وتبریک اور مبارک بادی کے مستحق ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ فتاویٰ نویسی کوئی معمولی کام نہیں ہے، ہر کوئی (خواہ وہ راسخ فی العلم ہی ہو) انجام نہیں دے سکتا ہے؛ بلکہ یہ اللہ کے احکام کو بیان کرنے کا کام ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے کچھ مخصوص بندوں کو منتخب فرما کر انہیں فتاویٰ نویسی کی توفیق عطا کرتا ہے، جو فانی دنیا کی بہاروں سے صرف نظر کرکے اس مبارک کام کے لیے اپنے کو گھلاتے اور اس میں اپنی زندگیاں کھپاتے ہوئے عالم جاودانی کو روانہ ہوجاتے ہیں، سورۂ قیامہ میں حفاظت قرآن کی اپنی ذمہ داری کو بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا جو منصوبہ اور اپنی سنت کو جاری فرمایا ہے، من جانب اللہ مفتیان کرام اسی الٰہی منصوبے اور خدائی نظام کا حصہ بنائے جاتے ہیں۔

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ٥ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ٥ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ٥ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾(سورة القيامة:١٦-١٩)

ان چار آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو صحیح صحیح پڑھوانے اور یاد کرادینے اور پھر اس کو مسلمانوں کے سامنے اسی طرح پیش کرادینے کی ذمہ خود لے لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ آپ اس غرض کے لیے زبان کو جلدی جلدی حرکت دینے کی زحمت نہ اٹھائیں: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ کا یہ مطلب ہے، پھر فرمایا: ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ یعنی ان تمام آیات کو آپ کے قلب میں جمع کردینا، پھر اسی طرح پڑھوادینا یہ سب ہمارے ذمہ ہے۔ (معارف القرآن:۸/۶۲۱)

قرآن مجید کی حفاظت، تلاوت، افہام وتفہیم، تفسیر وبیان کا کام اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا، پھر صحابہ کی مقدس جماعت سے اور حضرت ابوبکر اور پھر حضرت عثمان کے دور میں اپنے مقبول بندوں کے ذریعہ اللہ نے کتابی شکل میں جمع قرآن کا کام کرایا۔ (فتح الباری:۹/۱۳-۱۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفا اور اصحاب اور پھر قرا، حفاظ، علما اور مفتیان کرام سے قرأت وکتابت، تفسیر وتفصیل اور بیان احکام کا کام کرایا جارہا ہے، وہ سب حفاظت قرآن اور بیان قرآن کے لیے سنت الٰہیہ کے مطابق اس کام کے

لیے موفق ہیں، اسی وجہ سے بیان احکام کی خدمات انجام دینے والوں یعنی مفتیان دین کے سلسلے میں ابن قیم نے فرمایا کہ اللہ کے احکام پر ''مفتی اللہ کی طرف سے دستخط کرنے والا ہوتا ہے''۔ (اعلام الموقعین، ص: ۴-۶، از: فتاویٰ علماء ہند: ۳۵/۵)

یعنی فتویٰ نویسی کا کام کوئی اپنی تعلیمی لیاقت کی وجہ سے نہیں انجام دے سکتا ہے؛ بلکہ وہ من جانب اللہ موفق ہوتا ہے؛ اسی لیے وہ بیان احکام میں اللہ تعالیٰ کی نیابت کرتا ہے، بریں بنایہ کہنے میں بندہ کو کوئی تردد نہیں ہے اس عظیم کام کے لیے اللہ نے آپ حضرات کو منتخب فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو مزید سعادتوں سے مالا مال فرمائے اور بندہ ناچیز کو بھی ان سعادتوں کا وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

دوسری بات: فتویٰ نویسی کامل یکسوئی کے ساتھ جس عزیمت وجانفشانی، جان سوزی اور جانکاہی کا کام ہے، وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے:

''لو ان هذه وقعت على هذه يعني السماء على الأرض وزال كل شيء عن مكانه ماترك العالم علمه ولو فتحت الدنيا على عابد لترك عبادة ربه تبارك وتعالىٰ. (الفقيه والمتفقه: ۲۳۵/۱)

اپنے اپنے زمانے اور محدود حلقہ اثر میں احکام الٰہیہ کو بیان کرنے والا ہر مفتی اس طرح صبر وثبات کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے؛ لیکن مصادر شریعت سے استنباط احکام کے ہمرشتہ دوصدی قبل تک کے بے شمار مفتیان کرام کے مجموعہائے فتاویٰ سے صرف استیناس واستناد نہیں؛ بلکہ ان کی جمع وترتیب کے ذریعہ آئندہ صدیوں میں پورے عالم کو فیضیاب کرنے کا خیال اگر کسی دل ودماغ میں آتا ہے تو اسی کے ساتھ ضرور اپنی جوانی اور ہستی کو اس کام کے لیے قربان کرنے کا جذبہ بھی اس کے اندر پیدا ہوگا۔ آپ (حضرات) کی طرف سے جس عظیم کام کی شروعات ہوئی ہے، وہ اسی نوعیت کا ہے، جس میں دنیاوی جاہ، خودنمائی کا تصور بھی دل ودماغ کے نہاں خانوں سے محو ہوجاتا ہے؛ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بڑے کاموں کے لیے لوجہ اللہ اپنے پتوں کو پانی بنانے والے ایسے باہمت افراد کی اخروی فلاح کے ساتھ اس زمین پر بھی مقبولیت اور عزت وعظمت کے فیصلے آسمان میں ہوتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی نے الدر المختار کی شرح رد المحتار اس انداز میں تصنیف کی ہے کہ علماء کا تجزیہ ہے کہ یہ کتاب تقریباً ۵۰۰ رفقہی کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ (مفتی رضاء الحق، جنوبی افریقہ، تأثر: فتاویٰ علماء ہند: ۳۵/۵)

فتاویٰ شامیہ کو عالم اہل علم کے علاوہ رسوخ فی العلم کے حامل افراد کے درمیان جو مقبولیت حاصل ہوئی، اس سے افتا کا کوئی ادنی طالب علم شاید ناواقف ہو، فتاویٰ علماء ہند پر جس نوعیت سے کام ہو رہا ہے، وہ فتاویٰ شامیہ کی طرح صرف تدریب فی الافتاء یا احکام شریعت سے واقفیت حاصل کرنے والوں کے لیے مفید نہیں ہے؛ بلکہ وہ جید الاستعداد مفتیان کرام کے لیے ان شاء اللہ بہت بڑا اور معتمد مرجع ثابت ہوگی۔ نیز تحقیقی کام کرنے والوں کو بھی ریگستانوں میں ہجوم نخیل کا احساس کرائے گی۔ اس طرح مجھ کوتاہ کے نزدیک یہ کوشش بعض لحاظ سے شامیہ پر فائق ہوگی۔ ان شاء اللہ

تیسری بات: عربی اسلام کی واحد منصوص زبان ہے، عربی کے علاوہ دنیا میں جتنی زبانیں ہیں، وہ سب دعوتی اور ملی مفادات کے لیے اسلام کی دوسری وعارضی زبان بنتی ہیں، مذہب اسلام جس طرح مکمل اور عالمی ودائمی ہے، اسی طرح وہ جس

زبان (عربی) میں ہے، وہ بھی مکمل اور عالمی و دائمی ہے، عربی کے علاوہ دنیا کی کوئی اور زبان مکمل اور ہمیشہ ایک حالت پر باقی رہنے والی نہیں ہے۔ ''عربی زبان کے علاوہ تمام زبانوں میں ادب کے معیارات تیزی سے بدلتے رہتے ہیں اور محاورات واصطلاحات میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں، ظاہر ہے کہ اس میں اردو زبان بھی شامل ہے''۔ (فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم، ابتدائیہ، آسان تفسیر: ۱۴/۱)

ہمارا بہت ہی قیمتی سرمایہ فارسی میں جمع ہے؛ لیکن آج ہندوستان میں براہ راست فارسی سے استفادہ کرنا تقریباً معطل ہے، اسی طرح بنگلہ دیش میں اردو زبان ممنوع قرار دیئے جانے کے بعد وہاں اردو کا بہت بڑا سرمایہ بنگلہ، یا پھر عربی میں منتقل ہوگیا ہے، ہم نے فارسی کو چھوڑنے میں کوئی خاص دکھ کا احساس نہیں کیا، اسی طرح بنگلہ دیش میں اردو سے امتناع ہمارے لیے کسی اذیت کا باعث نہیں بنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی یہ دائمی زبانیں نہیں ہیں، ہندوستان میں دعوتی لحاظ سے اردو بالکل ناکام اور مردہ نعش بن چکی ہے، جسے دین کے نام پر ہم اپنی پشت پر اٹھائے پھرتے ہیں، پچاس سال قبل کی کوئی بھی کتاب (مدارس اسلامیہ کے فیض یافتگان کے استثنا کے ساتھ) اسکول وکالج سے ایم اے تک اردو کے ڈگری یافتہ افراد آج صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ آج جو سرمایہ اردو میں جمع ہو رہا ہے، اسے صرف نصف صدی کے بعد ہی اردو داں افراد علی وجہ البصیرت نہیں سمجھ سکیں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا جو سرمایہ آج اردو میں جمع ہو رہا ہے، پچاس سال بعد اس سرمایہ سے عام لوگوں حتی کہ اردو داں طبقے کا بھی رشتہ منقطع ہو جائے گا؛ اس لیے آپ نے اس عظیم سرمایہ کو عربی میں منتقل کرنے کا جو فیصلہ لیا ہے، وہ غیر معمولی اور دوررس نتائج کا حامل اور اس سلسلہ کی تمام کاوشات کو استمرار ودوام دینے اور اس کی افادیت کو عام وتام بنانے کا یقینی اور مبارک فیصلہ ہے۔

اسی طرح انگریزی دنیا کی وقتی بڑی زبان ہے، انگریزی زبان میں یہ ذخیرہ منتقل ہونے کے بعد اہل اسلام کے علاوہ دنیا کی مختلف قوموں خصوصاً انٹلکچول پرسنس کو اسلام کی صحیح تصویر دکھانے؛ بلکہ اسلام میں داخل کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ (ان شاءاللہ)

آخر میں لجاجت اور عاجزی کے ساتھ معذرت خواہ ہوں کہ اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کی وجہ سے اپنی اس طویل تحریر میں آپ حضرات کی خدمت میں پرشکوہ تعبیرات سے مرصع تہنیتی کلمات نہیں پیش کرسکا، جس کے آپ سب مستحق ہیں۔ اس موقع پر آپ حضرات نیز خاص طور پر مشفق ومکرم، فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم (جن کی ایما پر یہ گراں قدر ہدیہ مجھ جیسے گم نام کو ارسال فرمایا) کے لیے دل کی گہرائیوں سے الفاظ سے عاری بے پناہ شکر و سپاس کے جذبات موجزن ہیں۔

ہزار چشمہ ترے سنگ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کر ضرب کلیم پیدا کر

طالب دعا: محمد اشرف قاسمی
خادم الافتاء، شہر مہد پور، ضلع اجین (ایم پی)
۱۲/ربیع الاول ۱۴۴۱ھ، مطابق ۱۰/نومبر ۲۰۱۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترمی ومکرمی جناب حضرت مولانا اسامہ شمیم صاحب زیدت معالیکم		السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد التسلیم المسنون:

امید کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا اور اللہ تعالیٰ آپ کو تادم آخر بخیر وعافیت، صحیح وسالم رکھیں، یہی بندہ کی دلی دعا ہے۔

بعدہ عرض ایں کہ آپ والا کی زیر نگرانی اکابرین ہند ومفتیان عظام کے فتاویٰ پر ہونے والا محقق، مدلل کام دیکھ کر بڑی شادمانی ہوئی اور ساتھ ہی حیرت کی انتہا نہ رہی؛ کیوں کہ یہ بڑی عرق ریز وجد وجہد اور زر طلب کام ہے، جس کی ہر کس وناکس کو سکت نہیں، یہ محض فضل خداوندی ہے، جسے اللہ رب العزت نے آپ کے مقدر کردیا ہے اور اس سلسلہ میں آپ ﴿**ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء**﴾ کے مصداق نظر آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کام کو بے انتہا قبول فرمائے۔ آمین

الغرض بندہ کا تعلق صوبہ گجرات کے ضلع موربی سے ہے، جو عرصۂ دراز سے تاہنوز ضلالت وجہالت، رسم ورواج، بدعات وخرافات کا دولت کدہ ہے، جہاں چھوٹے بڑے ادارے کا قیام نہ دارد، بندہ نے جامعہ القراءات کفلیتہ سورت سے عالمیت کی تکمیل کے بعد جامعہ حسینیہ راندیر میں حضرت اقدس مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہ العالی (صاحب فتاویٰ دینیہ) کے زیر دست رہ کر تخصص فی الفقہ میں فائز المرام ہوا، اس کے بعد علاقہ کے ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر فقہ وفتاویٰ کی ترویج کا بیڑا اپنے سر لے لیا۔ آج الحمد للہ بزرگوں کی رہبری میں دار الافتاء جاری وساری ہے، جس میں لوگ تقریراً وتحریراً موقع کی مناسبت سے اپنے مسائل حل کرواتے ہیں اور اس سے امت میں علمی بیداری اور جہالت وضلال چھٹتی ہوئی نظر آرہی ہے۔

اسی افتا کی وجہ سے بڑے ادارے حضرات اپنے یہاں کے شائع کردہ کتب فتاویٰ کو ارسال کرتے رہتے ہیں اور الحمد للہ بندہ اس سے خوب استفادہ بھی کرتا ہے؛ لیکن جب بندہ کے کسی متعلق کے بتانے پر ''فتاویٰ علماء ہند'' پر نظر پڑی تو دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ کتاب دستیاب ہوجائے تو فتاویٰ کی دیگر کتابوں کی ضرورت بہت کم محسوس ہوگی۔

اس لیے بصد احترام آپ والا سے مؤدبانہ التماس ہے کہ عنقریب اس دار الافتاء کے لیے بھی آپ مطبوعہ جلدیں عنایت فرمائیں۔ **فقط والسلام مع الاحترام**

بندہ: امتیاز وانکانیری عفی عنہ
دار الافتاء والتحقیق
میسریا، وانکانیز، ضلع موربی، گجرات
۸/ربیع الاول ۱۴۴۱ھ، مطابق ۶/نومبر ۲۰۱۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت اقدس گرامی قدر عالی المرتبت حضرت مولانا اسامہ شمیم ندوی زیدمجدہ　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدالتحیة المسنونة:

امید ہے کہ مزاج عالی بخیر وعافیت ہوں گے!

بندے کے احوال بھی بحمداللہ تعالیٰ لائق صد شکر واحسان ہیں۔ دیگر خدمت بابرکت میں عرض ایں کہ حضرت اقدس مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ایماپر آپ کی طرف سے ارسال کردہ قیمتی تحفہ بشکل ''فتاویٰ علماء ہند'' جلد:۴،۵،۶ موصول ہوا، بندہ اس ذرہ نوازی پر آپ کا بے حد ممنون ومشکور ہے۔

ہدیہ موصول ہوئے، اب تک کافی وقت گزر چکا ہے، حق تو یہ تھا کہ فوری طور پر جواب دے دیا جاتا؛ لیکن امتحانات ششماہی کی مصروفیات اور دیگر مشاغل کی کثرت کی وجہ سے وقت کی تنگ دامنی رہی، جس کی وجہ سے علی الفور جواب نہ دے سکا، جس کا مجھے شدید احساس ہے، اس پر نادم بھی ہوں اور بہت ہی معذرت خواہ ہوں، امید رکرتا ہوں کہ عذر قبول فرما کر محبتوں کا یہ سلسلہ آئندہ کے لیے بھی قائم ودائم رکھیں گے۔

فتاویٰ علماء ہند کا مختلف مقامات سے جستہ جستہ مطالعہ کیا، مختصر لفظوں میں بلا کسی تصنع اور مبالغے کے یہ لکھ رہا ہوں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دوسری صدی ہجری میں جمع احادیث کا جو عظیم کارنامہ انجام دیا تھا، جس کو بعض حضرات مؤرخین نے اس صدی کا تجدیدی کارنامہ قرار دیا ہے، ٹھیک اسی طرح سے پچھلے دوسو سال میں علماء ہند کے دیئے ہوئے فتاویٰ جو مختلف کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں، ان کو ''فتاویٰ علماء ہند'' کے نام سے موسوم کر کے یکجا کرنا اور ان کو منظر عام پر لانا یہ بھی اس صدی کا ایک تجدیدی کارنامہ کہلائے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ آخری دوسو سال کے علماء ہند اور مفتیان عظام کے فتاویٰ کو منتخب کر کے یکجا کرنا ہی ایک بڑا کارنامہ ہے، اس پر مستزاد ان کتب فتاویٰ سے بہترین اور ضروری فتاویٰ کا انتخاب، اس کی ترتیب، اردو اور عربی کتب کے حوالجات سے اس کی تزئین اور پھر تحقیق وغیرہ نے تو اس پر چار چاند لگا دیئے ہیں، جس پر تحقیقی کام اور نگرانی کرنے والے سبھی حضرات قابل مبارک باد ہیں، ذخیرے کو دیکھ اور پڑھ کر دل سے دعائیں نکلیں، اگر یہ کام اسی طرح ہوتا رہا اور تمام جلدیں منظر عام پر آگئیں تو ہند و بیرون ہند کے دارالافتاء اور اس کے طلبہ تا قیام قیامت اس کا احسان فراموش نہیں کر سکتے۔

بقیہ احوال سازگار ہیں، دعوات صالحہ میں یاد فرمائی کی خصوصی درخواست ہے۔ **فقط والسلام**

العارض: محمد اسعد پالن پوری

خادم حدیث وافتا دارالعلوم مرکز اسلامی انکلیشور

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی فرض الفرائض وأحکم الأحکام، وبین الحلال والحرام، وجعل الزکاۃ من أرکان الإسلام، تزکیۃً للمال وتطھیراً للآثام، ومنفعۃ للفقراء والمساکین، ذوی الفاقۃ والحاجۃ والدَّین، وصلی اللّٰہ وسلم علی رسولہ الأمین، خاتم الأنبیاء والمرسلین، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین.

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً ۳۲ مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو ذکر فرمایا ہے۔ جس سے اس کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار احادیث میں زکوٰۃ کی فضیلت، ترغیب اور افادیت کو اجاگر کیا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ زکوٰۃ کو دین میں بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو سخت عذاب کی وعید بتلائی گئی ہے۔ ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔

رب کریم کے لاکھوں فضل وانعامات ہیں، جن کا احاطہ ممکن نہیں محض اپنے لطف وکرم سے اس نااہل ونابلد کو فتاویٰ علمائے ہند کی اٹھارویں جلد کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائی۔ خصوصاً اس جلد میں زکوۃ کے احکام ومسائل بیان کئے گئے ہیں۔

کوشش کی گئی ہے کہ ہر مسئلہ قران وحدیث کے نصوص اور فقہی جزئیات کی عربی عبارات سے مدلل کیا جائے، ان شاءاللہ اس کتاب کے ذریعہ اہل علم اور طالبانِ علمِ دین کو فائدہ پہنچے گا۔

حتی الوسع اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر مسئلہ دلائل وشواہد کے ذریعہ ناظرین کی خدمت میں پیش ہوجائے۔

الحمدللہ رواں سال ۱۴۴۰ھ ماہ رمضان المبارک میں حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تمام مقدس مقامات پر حاضری کا شرف ملا، موسوعہ فتاوی علمائے ہند کی قبولیت کی دعائیں کی گئیں علمائے حجاز سے خصوصی ملاقات کی ترتیب بنائی گئی اور اس علمی وفقہی منصوبے کا تعارف کرایا گیا علمائے حجاز نے اس علمی کاوش پر بڑے اطمینان کا اظہار فرمایا اور خوب دعائیں دیں۔

میں شکرگزار ہوں علماء ومفتیان کرام کا جنھوں نے میری گزارش پر اپنے تاثرات تحریر فرمائے ہمت افزائی فرمائی اور دعائیں دی۔

اللہ تعالی کا احسان ہے کہ فتاوی علمائے ہند کا یہ سلسلہ اہل علم میں خوب مقبول ہو رہا ہے لیکن بہرصورت یہ ایک بشری کاوش ہے جس میں خطا وثواب کا امکان ہے چنانچہ اہل علم سے گزارش ہے کہ متنبہ فرماتے رہیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ازالہ ممکن ہو سکے۔ اے رب کریم! تو اسے قبول فرما کر نجات کا ذریعہ بنادے۔

بندہ محمد اسامہ شمیم الندوی
رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی، ممبئی الھند

یکم اگست ۲۰۱۹ء، ۲۹؍ذی القعدہ ۱۴۴۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیة

الحمدُ للهِ ربِّ العالمين وأفضلُ الصَّلاةِ وأَتَمُّ التسليم على سيدنا محمد وعلى آلهِ وأصحابِه ومَنِ اهتدى بهديه وعملَ بسنته إلى يوم الدِّين. وبعد:

زکوٰۃ بنیادی طور پر صاحب نصاب کے اوپر فرض ہے اور اس کی تقسیم اجتماعی نظام کے تحت ہونی چاہیے؛ اس لیے مسلمانوں کو اپنی زکوٰۃ نکال کر غریبوں تک پہنچانا اور اجتماعی طور پر بیت المال کے ذریعہ زکوٰۃ تقسیم کرنی چاہیے؛ تاکہ ناداروں کی صحیح طور پر کفالت ہوسکے اور شریعت نے جو اجتماعیت کا حکم دیا ہے، اس کی بھی تکمیل ہوجائے؛ کیوں کہ جس طرح نماز باجماعت کی تاکید ہے، اسی طرح زکوٰۃ کے اجتماعی نظام کا بھی حکم ہے، زکوٰۃ نکالنے والوں کو پابندی کے ساتھ نہ صرف یہ کہ زکوٰۃ دینی چاہیے؛ بلکہ زکوٰۃ کے اجتماعی نظام کی بھی فکر کرنی چاہیے اور ایسا ماحول بنانا چاہیے، جس سے نہ صرف مقامی ضرورت مندوں کی ضرورت پوری ہو؛ بلکہ مدارس، یتیم خانے، وقتی حادثات میں راحت رسانی کے کام، مریضوں اور مصیبت زدہ لوگوں کی بھی امداد ہوسکے اور کوشش اس بات کی ہو کہ جو لوگ اپنی حاجت کے لیے مانگتے پھرتے ہیں، اگر وہ واقعی ضرورت مند ہیں تو ان کی مقامی سطح پر مدد کرنی چاہیے؛ تاکہ وہ دوسری جگہ اپنی حاجت کے لیے مانگتے پھرتے نظر نہ آئیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً ۳۲/مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو ذکر فرمایا ہے، جس سے اس کی اہمیت معلوم ہوسکتی ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث میں زکوٰۃ کی فضیلت، ترغیب اور افادیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔ شریعت میں جس مسلمان عاقل و بالغ مرد، یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا، یا ساڑھے باون تولہ چاندی، یا نقدی مال، یا تجارت کا سامان، یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک چیز، یا ان پانچوں چیزوں، یا بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو اور اس پر سال گزر جائے تو ایسے مرد و عورت کو صاحب نصاب کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ہے کہ اس نے **"فتاویٰ علماء ہند"** کی زکوٰۃ کے مسائل سے متعلق "جلد-۱۸" کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائی، اس جلد میں زکوٰۃ کے مسائل اور اس کے مصارف سے متعلق مسائل کو شامل کیا ہے، سابقہ جلدوں کی طرح فتاویٰ علماء ہند کے اس حصہ (۱۸/ویں) میں فتاویٰ کے سوال و جواب کو من وعن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کر دیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔ امید ہے کہ علما، ائمہ، اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے، حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ و تابعین کے آثار و اقوال کا بھی اہتمام کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہوگئے ہیں۔

میں اس موقع سے ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے ارکان و معاونین کا شکر گزار ہوں، جن کی توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ رہا ہے، اللہ ان تمام معاونین و مخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)
چیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، پھلواری شریف، پٹنہ

یکم دسمبر ۲۰۱۹ء

زکوٰۃ کے احکام ومسائل

زکوٰۃ کا حکم کب نازل ہوا:

سوال: زکوٰۃ کا حکم قرآن مجید میں کتنی جگہ آیا ہے؟ کون سن ہجری میں حکم نازل ہوا؟

جس کے پاس مال ہواور اس کی زکوٰۃ نہ نکالتا ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ گار ہے، قیامت کے دن اس پر بڑا عذاب ہوگا۔

مسئلہ: جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی، یا ساڑھے سات تولہ سونا ہواور ایک سال تک باقی رہے تو سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ دینا واجب ہےاور اگر اس سے کم ہوتو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ: کسی کے پاس آٹھ تولہ سونا چار مہینے، یا چھ مہینے تک رہا، پھر وہ گم ہوگیا اور دو تین مہینے کے بعد پھر مل گیا، تب بھی زکوٰۃ دینا واجب ہے، غرض کہ جب سال کے اول وآخر میں مالدار ہوجائے اور سال کے بیچ میں تھوڑے دن کم ہوجانے سے زکوٰۃ معاف نہیں ہوتی۔

مسئلہ: مسئلہ کسی کے پاس آٹھ تولہ سونا تھا؛ لیکن سال گزرجانے سے پہلے جاتا رہا، پورا سال نہیں گزرنے پایا تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر دوسو روپے پاس ہیں اور ایک سو روپے کا قرضدار ہے تو ایک سو روپے کی زکوٰۃ واجب ہے۔

مسئلہ: چاندی کے زیور، برتن اور سچا گوٹہ ٹھپہ سب پر زکوٰۃ واجب ہے، چاہے پہنتی ہو، یا بند رکھے ہوں اور کبھی نہ پہنتی ہو، غرض چاندی سونے کی ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے، البتہ اگر اسی مقدار سے کم ہو، جو اوپر بیان ہوئی، زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

مسئلہ: سونا چاندی اگر کھرا نہ ہو؛ بلکہ اس میں کچھ میل ہو، جیسے چاندی میں رانگا ملا ہے تو دیکھو چاندی زیادہ ہے، یا رانگا؟ اگر چاندی زیادہ ہے تو اس کا وہی حکم ہے، جو چاندی کا حکم ہے اور اگر رانگا زیادہ ہے تو اس کو چاندی نہ سمجھیں گے۔ پس جو حکم پیتل، تانبے، لوہے، رانگے وغیرہ اسباب کا آگے آئے گا، وہی اس بھی حکم ہے۔

مسئلہ: کسی کے پاس نہ تو پوری مقدار ہونے کی ہے، نہ پوری مقدار چاندی کی ہے تو بلکہ تھوڑا سا سونا ہے اور تھوڑی سی چاندی تو اگر دونوں کی قیمت ملاکر ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہوجائے، یا ساڑھے سات تولہ سونے کی برابر ہوجائے تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر دونوں چیزیں تھوڑی تھوڑی ہیں کہ دونوں کی قیمت نہ اتنی چاندی کے برابر ہے، نہ اتنے سونے کے برابر تو زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر سونے اور چاندی دونوں کی پوری پوری مقدار ہے تو قیمت لگانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: کسی کے پاس سو روپے ضرورت سے زائد رکھے تھے، پھر سال پورا ہونے سے پہلے پہلے پچاس روپے اور مل گئے تو ان پچاس روپے کا حساب الگ نہ کریں گے؛ بلکہ اسی سو روپے کے ساتھ اس کو ملادیں گے اور جب ان سو روپے کا سال پورا ہوگا تو پورے ڈیڑھ سو کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور ایسا سمجھیں گے کہ پورے ڈیڑھ سو پر سال گزر گیا۔

مسئلہ: کسی کے پاس سو تولے چاندی رکھی تھی، پھر سال گزرنے سے پہلے دو چار تولے سونا آگیا نو دس تولہ سونا مل گیا، تب بھی اس کا حساب الگ نہ ہوگا؛ بلکہ اس چاندی کے ساتھ ملاکر اس کی زکوٰۃ کا حساب ہوگا، پس جب اس چاندی کا سال پورا ہوجائے گا، اس سب مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مسئلہ: سونے چاندی کے سوا اور چیزیں جتنی ہیں جیسے لوہا، تانبا، پیتل گلٹ رانگا وغیرہ ان چیزوں کے بنے ہوئے برتن وغیرہ اور کپڑے جوتے اور اس کے سوا جو کچھ اسباب ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کو بیچتا اور سوداگری کرتا ہے تو دیکھو وہ اسباب کتنا ہے اگر اتنا ہے کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی، یا ساڑھے سات تولے سونے کے برابر ہے تو جب سال گزرجائے تو اس سوداگری کے اسباب میں زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اتنا نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر وہ مال سوداگری کے لیے نہیں ہے تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، چاہے جتنا مال ہو، اگر ہزاروں روپے کا مال ہو تب بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔==

الجواب

درمختار، شامی میں ہے کہ زکوٰۃ کا حکم کلام مجید میں نماز کے ساتھ ۳۲ رجگہ آیا ہے، نماز کے علاوہ ذکر آیا ہو تو اس کو نہیں لکھا، قرآن شریف دیکھ لیا جائے اور ہجرت کے دوسرے سال میں فرضیت زکوٰۃ ہوئی ہے۔

= = مسئلہ: گھر کا اسباب جیسے پتیلی، دیگچہ، بڑی دیگ، سینی، لگن اور کھانے پینے کے برتن اور رہنے سہنے کا مکان اور پہننے کے کپڑے سچے موتیوں کے ہار وغیرہ ان چیزوں میں زکوٰۃ واجب نہیں خلاصہ یہ کہ سونے چاندی کے سوا اور جتنا مال اسباب ہو اگر وہ سوداگری کا اسباب ہے تو زکوٰۃ واجب ہے، نہیں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ: کسی پاس دس یا پانچ گھر ہیں ان کو کرایہ پر چلاتا ہے تو ان مکانوں پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں، چاہے جتنی قیمت کے ہوں، ایسے ہی اگر کسی نے دو چار سو روپے کے برتن خرید لیے اور ان کو کرایہ پر چلاتا ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

مسئلہ: عورت کے پہننے کے چھڑا او جوڑے جتنے قیمتی ہوں، اس میں زکوٰۃ واجب نہیں؛ لیکن اگر ان میں سچا ہے اور اتنا کام ہے کہ اگر چاندی چھڑائی جائے تو ساڑھے باون تولہ، یا اس سے زیادہ نکلے گی تو اس چاندی پر زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اتنا نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ: کسی کے پاس کچھ چاندی سونا ہے اور کچھ سوداگری کا مال ہے تو سب کو ملا کر دیکھو اگر اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی، یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اتنا نہ ہو تو واجب نہیں۔

مسئلہ: سوداگری کا مال وہ کہلائے گا، جس کو اسی ارادے سے مول لیا ہو کہ اس کی سوداگری کریں گے اگر کسی نے اپنے گھر کے خرچ کے لیے، یا شادی وغیرہ کے خرچ کے لیے چاول مول لے پھر ارادہ ہو گیا کہ لاؤ اس کو سوداگری کر لیں تو یہ مال سوداگری کا نہیں ہے اور اس پر زکوٰۃ بھی واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کسی پر تمہارا قرض آتا ہے تو اس قرض پر بھی زکوٰۃ واجب ہے؛ لیکن قرض کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ نقد روپیہ یا سونا، چاندی کسی کو قرض دیا، یا سوداگری کا اسباب بیچا اس کی قیمت باقی ہے اور ایک سال کے بعد یا دو تین برس کے بعد وصول ہوا تو اگر اتنی مقدار ہو، جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ان سب برسوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر یکشت نہ وصول ہو تو جب اس میں سے گیارہ روپئے ملیں، تب اتنے کی زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اس سے کم ملیں تو واجب نہیں، پھر جب گیارہ روپے اور ملیں تو اس کی زکوٰۃ دے، اسی طرح دیتا رہے اور جب دے تو سب برسوں کی دے اور اگر قرضہ اس سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، البتہ اس کے پاس کچھ اور مال بھی ہو اور دونوں کے ملا کر مقدار پوری ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مسئلہ: اور اگر نقد نہیں دیا اور نہ سوداگری کا مال بیچا ہے؛ بلکہ کوئی اور چیز بیچی تھی جو سوداگری کی نہ تھی، جیسے پہننے کے کپڑے بیچ ڈالے، یا گھر کا اسباب بیچ دیا، اس کی قیمت باقی ہے اور اتنی ہے کہ جتنی میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، پھر وہ کئی برس بعد وصول ہو تو سب برسوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر سب ایک دفعہ کر کے نہ وصول ہو بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے ملے تو جب تک چوّن روپئے بارہ آنے مل جائیں تو سب برسوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔

مسئلہ: تیسری قسم یہ ہے کہ شوہر کے ذمہ مہر ہے، وہ کئی برسوں کے بعد ملا تو اس کی زکوٰۃ کا حساب ملنے کے دن ہے، پچھلے برسوں کی زکوٰۃ واجب نہیں؛ بلکہ اب اگر اس کے پاس رکھا ہے اور اس پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی نہیں تو نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی مالدار آدمی جس پر زکوٰۃ واجب ہے، سال گزرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ دے دے اور سال کے پورا ہونے کا انتظار نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: کسی کے مال پر پورا سال گزر گیا؛ لیکن ابھی زکوٰۃ نہیں نکالی تھی کہ مال چوری ہو گیا، یا اور کسی طرح جاتا رہا تو زکوٰۃ بھی معاف ہو گئی، اگر خود اپنا مال کسی کو دے دیا، یا اور کسی طرح اپنے خیالات سے ہلاک کر ڈالا، جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی تھی، وہ معاف نہیں ہوئی؛ بلکہ دینا پڑے گی۔

مسئلہ: سال پورا ہونے کے بعد کسی نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا، تب بھی زکوٰۃ معاف ہو گئی۔

مسئلہ: کسی کے پاس دو سو روپے تھے، ایک سال کے بعد اس میں سے ایک سو روپے چوری ہو گئے، یا ایک سو روپے خیرات کر دئے تو ایک سو کی زکوٰۃ معاف ہو گئی، فقط ایک سو کی زکوٰۃ دینا پڑے گی۔ (دین کی باتیں، مرتبہ: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

قال فی الدر المختار: قرنها بالصلاة فی اثنین وثمانین موضعًا فی التنزیل دلیل علٰی کمال اتصال بینهما وفرضت فی السنة الثانیة قبل فرض رمضان ولا تجب علی الأنبیاء اجماعاً،إلخ.

قال الشامی: وصوابه اثنین وثلاثین. (۱)فقط واللّٰہ تعالٰی أعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۱/۶)

ایک مسئلہ کی تحقیق:

سوال: غایۃ الاوطار میں لکھا ہے کہ غنی سے مراد یہاں وہ ہے، جو صاحب نصاب ہو؛ یعنی جس کو ستاون (۲) روپے کا مقدور ہو، خواہ اس قدر نقد ہو، یا جنس، چناں چہ باغ، یا زمین، یا رہنے کے مکان کے سوا دوسری حویلی اتنی مالیت کی ہو، ایسے شخص کو نذر کی چیز کھانا جائز نہیں۔ آیا ایسے شخص پر قربانی اور صدقہ فطر واجب ہے، یا نہیں؟ اور یہ مسئلہ صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس میں بھی اختلاف ہے اور یہ جو غایۃ الاوطار میں ہے، امام ابو یوسفؒ کا مذہب ہے اور امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے اور اسی پر فتوی ہے کہ سوائے نقدین کے زمین وغیرہ سے صاحب نصاب نہیں ہوتا۔ (۳)

ضمیمہ: اس سوال کے جواب میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ ''اس میں بھی اختلاف ہے''، یہ اشارہ ہے ایک دوسرے سوال وجواب کی طرف؛ کیوں کہ سائل نے ایک ساتھ پانچ سوال کئے تھے، جن میں سے پانچواں سوال وجواب یہاں درج کیا گیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے اس جواب میں سوالِ اول کے جواب کی طرف اشارہ فرمایا ہے، جو ترتیب فتاویٰ میں کتاب الزکوٰۃ میں نہیں لیا گیا ہے۔ رجسٹر میں مرتب مدظلہ نے اس پر ''اضحیہ'' کا عنوان لگایا ہے؛ یعنی اس سوال وجواب کو کتاب الاضحیہ میں لیا جائے گا؛ مگر یہاں جواب میں کئے گئے اشارہ کو سمجھنے کے لیے اس سوال وجواب کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے؛ اس لیے ذیل میں اس کو درج کیا جاتا ہے۔

سوال: کسی کے پاس سوڈیڑھ سو روپیہ کی زمین زراعتی موجود ہے اور وہ عیال دار بھی ہے، شرعاً وہ شخص صاحب نصاب ہوگا، یا نہیں؟ اور اس پر زکوٰۃ اور قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہوگا، یا نہیں؟ اور وہ نذر کی چیز کھا سکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) رد المحتار، کتاب الزکاۃ: ۲۵٦/۲، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) ستاون روپے غایۃ الاوطار کی تصنیف کے وقت دوسو درہم (۵۲،۱/۲ تولہ چاندی) کے بقدر تھے، اب ۵۲،۱/۲ تولہ چاندی کی جو قیمت ہوگی، اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

(۳) وذکر فی الفتاویٰ فیمن له حوانیت ودور للغلة لکن غلتها لاتکفیه وعیاله أنه فقیر ویحل له أخذ الصدقة عند محمد وعند أبی یوسف لایحل ... سئل محمد عمن له أرض یزرعها أوحانوت یستغلها أودار غلتها ثلاثة آلاف ولا تکفی لنفقته ونفقة عیاله سنة یحل له أخذ الزکوة وإن کانت قیمتها تبلغ الوفا وعلیه الفتویٰ وعند هما لایحل،آه. (ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف، قبیل مطلب فی جهاز المرأة تصیر به غنیة: ۲٦۷/۳، دار الکتاب دیوبند)

الجواب

شرعاوہ شخص صاحب نصاب زکوٰۃ نہیں ہے، زکوٰۃ اس پرواجب نہیں ہے اور امام محمدؒ کے قول کے موافق اس کو زکوٰۃ لینا بھی درست ہے، اور نذر ومنت کی چیز بھی کھانا درست ہے، جبکہ آمدنی اس زمین کی اسکو اور اس کے عیال کو کافی نہیں ہے۔ (کذفی الشامی)(۱)

اور قربانی وصدقۂ فطر اس پرواجب ہونے میں اختلاف ہے، قول مذکور (یعنی امام محمدؒ کے قول) کے مقافق اس پر قربانی وغیرہ واجب نہیں ہے۔ (انتہی الجواب)

اس سوال وجواب کو کتاب الزکوٰۃ میں نہ لینے کی وجہ سے مرتب مدظلہ کو عبارتِ جواب میں تھوڑی ترمیم کرنی پڑی ہے، ہم اب کتاب میں مذکور جواب کو رجسٹر ۱۳۳۸ھ، نمبر سلسلہ ۱۹۳۸ء سے بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔

الجواب

اس میں بھی اختلاف ہے اور یہ جو غایۃ الاوطار میں ہے، امام ابو یوسف کا مذہب ہے اور امام محمد (کا) وہ مذہب ہے، جو پہلے مذکور ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے کہ سوائے نقد کے زمین وغیرہ سے صاحب نصاب نہیں ہوتا۔ فقط

اس کے بعد جاننا چاہیے کہ نصاب تین ہیں:

(۱)**نصاب نامی**: یہ نصاب نقدین (سونا، چاندی،) کرنسی، اموال تجارت اور سائمہ جانوروں سے بنتا ہے، اس کے لیے دین (قرضہ) سے فارغ (بچا ہوا) ہونا شرط ہے، اور اس کی مقدار ہے، دوسو درہم یعنی چھ سو بارہ گرام پندرہ پوئنٹ (۵۲، ۱/۲ تولہ) چاندی، یا اس کی قیمت، یا بیس مثقال سونا یعنی ستاسی گرام پینتا لیس پوئنٹ (۷، ۱/۲ تولہ) سونا، یا اس کی قیمت یہ قدرتِ میسرہ والا نصاب کہا جاتا ہے--- یہ نصاب تمام سالی حقوق کو واجب کرتا ہے یعنی زکوٰۃ، صدقۂ فطر، قربانی، کفارات، نفقۂ اقارب وغیرہ، اور ایسے صاحبِ نصاب کیلئے زکوٰۃ لینا حرام ہے۔

(۲)**نصاب غیر نامی**: یہ نصاب ہر قسم کے اموال سے بنتا ہے اور اس کے لیے دین سے اور ضروریات زندگی سے فارغ ہونا شرط ہے--- ضروریات زندگی سے مراد رہنے کا گھر، گھریلو ضروری سامان، پہننے کے کپڑے، سواری اور خادم وغیرہ ہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک گزارہ کے بقدر زمین، کرایہ پر دیا ہوا مکان اور دکان بھی ضروریات زندگی میں شامل ہے اور شیخین کے نزدیک یہ چیزیں ضروریات زندگی میں شامل نہیں ہیں اور فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے--- اس نصاب کی مقدار بھی دوسو درہم کی مالیت ہے اور اس کو قدرتِ ممکّنہ والا نصاب کہا جاتا ہے، پس جس شخص کے پاس نصاب نامی کے علاوہ دیگر اموال ضروریات زندگی سے زائد دوسو درہم کی مالیت کے بقدر ہوں، وہ نصاب غیر نامی کا مالک ہے۔

(۱) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، قبیل مطلب فی جهاز المرأۃ تصیر به غنیة: ۲۶۷/۳، دارالکتاب دیوبند

ایسے صاحب نصاب پر چار احکام لازم ہوتے ہیں:

(۱) قربانی کا وجوب، (۲) صدقۂ فطر کا وجوب، (۳) غریب محتاج رشتہ داروں کے نفقہ کا وجوب، (۴) اور زکوٰۃ وصدقات واجبہ لینے کی حرمت --- ایسے صاحب نصاب کے لیے نذر کی چیز کھانا بھی جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ نذر صدقۂ واجبہ ہے اور حج کی فرضیت میں بھی ضروریات زندگی سے زائد ہر قسم کے اموال کو شمار کیا جاتا ہے، کیوں کہ حج کا مدار بھی قدرت ممکنہ پر ہے، مثلاً ایک آدمی کے پاس پچاس ایکڑ زمین ہے اور اس زمین میں سے پچیس ایکڑ زمین کی آمدنی اس کے اور اس کے بال بچوں کی ضروریات کے لیے کافی ہے تو زائد پچیس ایکڑ زمین کی مالیت دیکھی جائے گی، اگر وہ بقدر نصاب ہے تو مذکورہ چار احکام اس پر واجب ہوں گے، نیز اگر اس کی مالیت اتنی ہے کہ حج ہوسکتا ہے تو اس پر حج بھی فرض ہوجائے گا۔

(۳) ایک رات دن کے گذارہ بقدر مال: (اس کو بھی مجازاً نصاب کہا جاتا ہے) جس شخص کے پاس اتنا مال ہو، اس کے لیے دوسروں سے سوال کرنا حرام ہے، البتہ اگر کوئی شخص ایسے آدمی کو زکوٰۃ، یا صدقۂ فطر وغیرہ دے تو جائز ہے؛ یعنی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اور ایک شبانہ روز کے مصارف کی مقدار متعین نہیں ہے، لوگوں کے احوال کے اختلاف سے اس کی مقدار مختلف ہوگی، حدیث مرفوع میں اس کی مقدار پچاس درہم کے بقدر آئی ہے؛ مگر اس حدیث پر محدثین نے کلام کیا ہے۔(۱)

اس کے بعد جاننا چاہیے کہ فتاویٰ دار العلوم کے جواب کے آخر میں جو فرمایا گیا ہے کہ ''سوائے نقدین کے زمین وغیرہ سے صاحب نصاب نہیں ہوتا'' یہ اس صورت میں ہے، جب کہ زمین وغیرہ ضروریات میں مشغول ہو، اگر ضروریات سے زائد ہو تو زائد زمین بھی نصاب غیر نامی میں شمار ہوگی، جیسا کہ ج:۱، ص۳۲۴، سوال:۵۸۸ کے جواب میں آرہا ہے کہ ''جن لوگوں کے پاس بقدر پچاس باون روپے؛ یعنی دوسو درہم کی مالیت) کی قیمت کی زمین، یا مکان رہنے کے مکان سے جدا ہو، یا زیور وغیرہ اس قدر رہے، ان کے ذمہ صدقۂ فطر واجب ہے''۔ (ضمیمہ، ص:۳-۵) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۴۱-۴۲)

نابالغ کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں:

سوال: نابالغ کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

---

(۱) عن حكيم بن جبيرعن محمد بن عبد الرحمن بن يزيد عن أبيه عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سأل الناس وله مايغنيه جاء يوم القيامة ومسئلته في وجهه خموشٌ أوخدوشٌ أو كدوحٌ، قيل يارسول الله! وما يغنيه ؟ قال خمسون درهماً أو قيمتهامن الذهب، قال أبوعيسىٰ حديث ابن مسعود حديث حسن وقد تكلم شعبة في حكيم بن جبيرمن أجل هٰذاالحديث. (جامع الترمذي، كتاب الزكاة، باب ماجاء من تحل له الزكاة: ١/١٤١، قديمي)

الجواب

(وشرط افتراضها عقل وبلوغ وإسلام). (الدر المختار)

وفي الرد تحت (قوله: عقل وبلوغ) فلا تجب علىٰ مجنون وصبي؛ لأنها عبادة محضة وليسا مخاطبين بها، إلخ. (۱)

وفي الهداية: وليس على الصبي والمجنون زكوٰة خلافًا للشافعي فإنه يقول هي غرامة مالية فتعتبر بسائر المئون كنفقة الزوجات وصار كالعشر والخراج ولنا أنها عبادة فلا تتأدى إلا بالاختيار تحقيقًا لمعنى الابتلاء ولا اختيار لهما لعدم العقل، الخ. (۲)

عبارات مرقومہ سے واضح ہے کہ نابالغ شرعی کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور نصوص سے صبی کا غیر مکلّف ہونا اور مرفوع القلم ہونا ثابت ہے۔

"قال عليه الصلاة والسلام: رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتىٰ يستيقظ وعن الصبي حتىٰ يبلغ وعن المجنون حتىٰ يفيق. (الحديث) (۳)

اور عدم وجوب صلوٰۃ وصیام وحج وغیرہ جملہ عبادات نابالغ پر بھی دلیل عدم وجوب زکوٰۃ کی ہے، اس پر اور حدیث "حتىٰ لا تأكله الصدقة" باوجود عدم صحت کے مؤول ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۲/۶-۴۳)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكوٰة: ۱۶۲/۳-۱۶۳، ظفير

(۲) الهداية، كتاب الزكوٰة: ۱۶۸/۱، ظفير

(۳) دیکھئے: نصب الراية، كتاب الزكوٰة: ۳۳۳/۲ (عن علي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتىٰ يستيقظ وعن الصبي حتىٰ نشب وعن المعتوه حتىٰ يعقل. (جامع الترمذي، أبواب الحدود، باب ماجاء فيمن لا يجب عليه الحد: ۲۶۳/۱، قديمي)

عن علي رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: رفع القلم عن ثلثة: عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبي حتى يحتلم وعن المجنون حتى يعقل. (سنن أبي داؤد، باب في المجنون يسرق أو يصيب حدا: ۲۵۶/۲، كتاب الحدود، رقم الحديث: ۴۴۰۳/سنن ابن ماجة، باب طلاق المعتوه والصغير والنائم، كتاب الطلاق، ص: ۲۹۲، رقم الحديث: ۲۰۴۲، انيس)

عن ابن عباس قال: لا يجب على مال الصغير زكاة حتى تجب عليه الصلاة. (سنن الدار قطني، باب استقراض الوصي من مال اليتيم: ۹۷/۲، رقم الحديث: ۱۹۶۲، انيس)

عن ابراهيم قال ليس في مال اليتيم زكاة حتى يحتلم. (مصنف ابن ابي شيبة، من قال ليس في مال اليتيم زكوة حتى يبلغ: ۳۷۹/۲، رقم الحديث: ۱۰۱۲۶، انيس)

عن ابن مسعود رضي الله عنه أنه كان يقول أحص ما يجب في مال اليتيم من الزكاة، فإذا بلغ و أؤنس منه رشدا فادفعه إليه، فإن شاء زكاه و إن شاء تركه. (مصنف ابن ابي شيبة، من قال ليس في مال اليتيم زكوة حتى يبلغ: ۳۷۹/۲، رقم الحديث: ۱۰۱۲۵، انيس)

مقدار نصاب کیا ہے اور زکوٰۃ ہر سال ہے، یا صرف ایک مرتبہ:

سوال: زکوٰۃ میں زیور کتنے روپیہ کا، چاندی یا سونا ہو اور ایک مرتبہ زکوٰۃ نکال دینے سے تاعمر معافی ہوگی یا نہیں اور انگریزی سکہ کی رو سے نصاب کتنے روپیہ کا ہوتا ہے، مثلاً چالیس روپیہ کا زیور ہے، اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں، یا اس سے کم میں اور زائد میں ہے یا نہیں؟

الجواب

زیور میں زکوٰۃ واجب ہے، نصاب چاندی کا دوسو درہم؛ یعنی بقدر ساڑھے بارہ تولہ کے سکہ رائج الوقت سے ہے اور نصاب سونے کا ساڑھے ساتھ تولہ سونا ہے اور اگر زیور دونوں طرح کا ہو؛ تو سونے کی قیمت کر کے چاندی میں شامل کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے، زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ دینا واجب ہے؛ یعنی اڑھائی روپیہ سیکڑہ کے حساب سے زکوٰۃ سال بھر کے بعد ادا کرے، (۱) اور زکوٰۃ ہر سال دینی لازم ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۴۴)

جب یہ پتہ نہ ہو کہ کب سے وہ نصاب والا ہے تو کیا کرے:

سوال: ایک صاحب کے والد بزرگوار نے انتقال کیا اور اس کے حصہ میں منجملہ اور اشیاء کے کچھ زیور بھی آیا اور اس قدر تھا کہ جس پر زکوٰۃ فرض نہیں تھی، کچھ روز بعد انہوں نے اور زیور گھڑوا کر اس میں شامل کیا اور کچھ زیور ان کے بچوں کا اس میں شامل ہوا۔ کل ۹۵ تولہ ہوا۔ اور ٹھیک معلوم نہیں کہ دوسال سے یا چار سال سے یہ ۹۵ تولہ ہوا ہے۔ تو آیا اب وہ زکوٰۃ پچھلے سالوں کی بھی ادا کرے یا اسی سال کی؟

الجواب

گمان غالب کے موافق جس وقت سے وہ زیور ۹۵/ تولہ ہو گیا ہے، اسی وقت سے زکوٰۃ اس کی ادا کرنی چاہیے۔ سنین ماضیہ کی زکوٰۃ بھی دی جائے اور گمان غالب سے سوچ لیا جاوے، یا قرائن سے اندازہ لگایا جاوے اور احتیاطاً کچھ

---

(۱) فإذا كانت مائتين وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم ... وليس فيمادون عشرين مثقالاًمن ذهب صدقة فإذا كانت عشرين مثقالاً ففيهانصف مثقال ... وفي تبرا لذهب والفضة وحليهما و أوانيهما الزكاة. (الهداية، باب زكوة المال: ۱/۱۷۶-۱۷۷، ظفير)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا زكوة في مال امرئ حتى يحول عليه الحول. (سنن الدار قطني ،باب وجوب الزكوة بالحول: ۲/۷۶، رقم الحديث: ۱۸۷۰، انيس)

(۲) وتجب على الفور عند تمام الحول، الخ. (الهندية، كتاب الزكوة، ظفير)

ساڑھے باون تولہ چاندی، یا اس کی قیمت نصاب ہے۔ پہلے چوں کہ چاندی سستی تھی؛ اس لیے نصاب عام طور سے کبھی چالیس روپے ہوتے تھے اور کبھی ساڑھے باون روپے؛ مگر اس وقت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تولہ کے حساب سے ہوگی؛ اس لیے کہا جائے گا کہ جس کے پاس حوائج اصلیہ کے علاوہ باقی رہے، وہ صاحب نصاب ہے، اس وقت چالیس روپے کے زیور میں زکوٰۃ واجب ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

زیادہ ہی مدت لگالی جاوے، مثلاً اگر اڑھائی برس کا گمان ہو تو تین برس سمجھ کر تین سال کی زکوٰۃ دی جائے، علیٰ ہذا القیاس۔ کچھ زیادہ ہو جائے تو بہتر ہے، ثواب زیادہ ہے اور کم ہو جانے کی صورت میں خوف عتاب ہے اور زکوٰۃ کل زیور کی جو موجود ہے دی جاوے گی بحساب اڑھائی روپے سیکڑہ کے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۶/۴۴)

دختر کے روپے میں زکوٰۃ:

سوال (۱) دختر کے روپیوں پر جو کسی دوست نے دیئے زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

مال کی ہر قسم کی زکوٰۃ علاحدہ علاحدہ وقتوں میں درست ہے، یا نہیں:

(۲) مال کی سب قسموں کی زکوٰۃ علاحدہ علاحدہ وقتوں میں دینا درست ہے، یا نہیں؟

کتابیں جو مروۃً دی جاتی ہیں، ان پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

(۳) کتابیں کبھی فروخت کرتا ہے اور کبھی مروۃً دی جاتی ہے، ان پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

قرض حسنہ کی زکوٰۃ:

(۴) روپیہ جو کسی کو قرض حسنہ دیا اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔(۲)

(۲) علاحدہ علاحدہ اوقات میں جدا جدا سامان واسباب کی زکوٰۃ دینا درست ہے۔

(۳) اگر دراصل وہ کتب تجارت کے لیے ہیں، گو کسی کو مروۃً بلا قیمت بھی دے دی جاوے تو زکوٰۃ ان پر لازم ہے۔(۳)

(۴) بعد وصول کے اس کی زکوٰۃ ادا کی جاوے گی، اگر قبل وصول زکوٰۃ دے دیوے تو یہ بھی درست ہے۔(۴) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۶/۴۴-۴۵)

---

(۱) (وسببه)أي سبب افتراضها(ملك نصاب حولي) ... (تام) ... (وشروطه)أي شرط افتراض أدائها (حولان الحول) وهو في ملكه، (وثمنية المال كالدراهم والدنانير)،الخ.(الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار، كتاب الزكوٰة:۳/۱۶۹-۱۷۳،دار الكتاب ديوبند،ظفير)

(۲) الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول.(الهداية، كتاب الزكاة:۱/۱۶۷،ظفير)

(۳) وفي عرض تجارة قيمته نصاب ... ربع عشر.(الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار، باب زكوٰة المال: ۲/۲۹۸، دار الفكربيروت)

(۴) (ولو كان الدين على مقرملي) (فوصل إلٰى ملكه لزم زكوٰة ما مضى.(الدرالمختار، كتاب الزكوٰة:۲/۱۲)

جس کے پاس صرف پانچ سو روپیہ ہے، اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: زید کے پاس پانچ سو روپیہ ہے؛ لیکن نہ مکان ہے، نہ مقروض ہے، نہ دیگر جائداد، روزگار کرنا اور گزران کرنا روپیہ مذکور سے مکان بنانے کا ارادہ ہے۔ اس مال کی زکوٰۃ زید پر واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب

زکوٰۃ اس کی واجب ہے، ہر سال بعد ختم سال زکوٰۃ دینا فرض ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۴۵)

مہر مانع زکوٰۃ نہیں ہے:

سوال: ایک شخص کے پاس مثلاً دس ہزار روپے ہیں، اس پر رقم زکوٰۃ اڑھائی سو روپیہ ہوئی؛ مگر زوجہ کا مہر پانچ ہزار قرض ہے؛ اس لیے سوا سو روپیہ زکوٰۃ دے گا، آیا یہ درست رہا، یا کوئی اس میں خلجان ہے؟ دوسری بات اس سے صعب ہے، ادائے زکوٰۃ میں خیال نہ رہا اور پورے دس کی زکوٰۃ دیتا رہا، جو رقم زیادہ دی گئی، اس کو کس طرح وصول کرے، آیا چند سال زکوٰۃ ادا نہ کرے، جب تک پوری وصولی نہ ہو جائے، گویا پیشگی ادا کی گئی، حیلہ کی ضرورت نہیں، مظنہ عقوبت نہ رہے؟

الجواب

مہر مؤجل جیسا کہ اب عموماً ہوتا ہے، صحیح مذہب کے موافق مانع زکوٰۃ نہیں ہے؛ یعنی یہ دین مہر مؤجل روپیہ موجودہ سے وضع نہ کیا جاوے گا؛(۲) بلکہ تمام روپیہ موجودہ کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔ پس جس کے پاس دس ہزار روپیہ مثلاً موجود ہے اور پانچ ہزار کا قرض مہر مؤجل زوجہ کا اس کے ذمہ ہے تو وہ شخص پورے دس ہزار روپیہ کی زکوٰۃ اڑھائی سو روپے ادا کرے گا، لہٰذا جو زکوٰۃ دس ہزار روپے کی وہ دیتا رہا، وہ پوری زکوٰہ ہے اس میں زکوٰۃ سے زیادہ کچھ نہیں دیا گیا، جس کے لیے واپسی کے حیلہ کی ضرورت ہو، یا آئندہ زکوٰۃ نہ دے کر اس کو محسوب کیا جاوے۔

شامی میں دین مہر مؤجل کی بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

”**والصحيح أنه غير مانع**“. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۴۵-۴۶)

---

(۱) **الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذاملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول. (الهداية، كتاب الزكاة: ۱/۱٦٧)**

فإذا كانت مأتين وحال عليه الحول ففيها خمسة دراهم. (الهداية، كتاب الزكوة، باب زكاة المال: ۱/۱۹٤، اقرا بكدبو ديوبند. ظفير)

عن ابن عمر رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا زكوة فى مال امرئ حتى يحول عليه الحول. (سنن الدار قطنى، باب وجوب الزكوة بالحول: ۲/۷٦، رقم الحديث: ۱۸۷۰)

(۲) **(فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد) سواء كان لله كزكاة وخراج أو للعبد ولو كفالة أومؤجلا ولو صداق زوجته المؤجل. (وفى الرد تحته (قوله أومؤجلاً)... و الصحيح أنه غير مانع. (الدرالمختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۳/۱٦٥، دار الكتاب ديوبند)**

(۳) **ردالمحتار، كتاب الزكوة: ۳/۱٦٥، دار الكتاب ديوبند، ظفير**

انگریزی سال کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت:

سوال: چند روز گزرے کہ مخلصی حاجی داؤد یوسف ابوت صاحب نے آخر ماہ دسمبر میں حساب کر کے ادائے زکوٰۃ کے متعلق میرے مشورے سے سہارنپور اور آپ کی خدمت میں سوال بھیجا تھا، جس کے جواب میں جناب نے اس طرح تحریر فرمایا ہے،'' مثلاً: ۲۰؍رمضان تک سال بھر کی زکوٰۃ بارہ روپے ہوتی ہے اور ۳۱؍دسمبر تک ۲۰؍رمضان سے دو ماہ کا فرق ہے تو پہلی بار بجائے بارہ روپے کے چودہ روپے، پھر ہر سال اگر روپیہ ماہوار زکوٰۃ ہو تو سالانہ بارہ روپے پانچ آنے چار پائی ادا کیئے جائیں اور پھر ہر سال کی زکوٰۃ میں اگر ایک روپیہ ماہوار کی زکوۃ آتی ہو تو سال کی زکوۃ میں بارہ روپے پانچ آنے چار پائی ادا کیئے جائیں''۔ اس کے متعلق یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شرعی حکم یہ ہے کہ مثلاً شروع سال زکوۃ میں کسی کے پاس ایک ہزار روپیہ فارغ بصورت نقد وغیرہ ہے اور آخر سال زکوۃ میں دس ہزار روپیہ ہو گیا، یا سو روپیہ رہ گیا تو صورت اول میں دو سو بچاس روپے اور بصورت دیگر ڈھائی روپیہ زکوۃ دینا ہوگی۔ پس اگر انگریزی سال آخر دسمبر کا حساب قائم رکھنے کے لیے ہر سال بحساب سال گزشتہ قمری سن کی زکوٰۃ زیادہ ادا کی جائے تو اس میں یہ خرابی معلوم ہوتی ہے کہ شرعاً یہ دس دن زائد سال آئندہ کے حساب میں آنا چاہیے اور اکثر یہی ہوگا کہ ان دس دنوں کی زکوۃ سال گزشتہ کے اعتبار سے کم، یا زیادہ ہوگی، جس سے قاعدہ شرعیہ کی مخالفت لازم آئے گی، نیز یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ صورت مذکورہ میں پہلے سال سال زکوٰۃ قمری اور آخر دسمبر میں مثلاً دس دن کا فرق ہو جائے گا تو دوسرے سال بیس دن اور تیسرے سال تیس دن کا فرق ہوگا و ہکذا نتیجہ یہ ہوگا کہ بڑھتے بڑھتے سال زکوۃ اور آخر دسمبر میں چھ سات، یا آٹھ ماہ کا فرق مثلاً پڑ جائے گا اور شرعاً یہ چھ سات ماہ زائد آئندہ کے حساب میں آنے چاہئیں؛ لیکن درصورت عمل فتویٰ معلوم گزشتہ کے تابع کرنا پڑیں گے، جو کہ بظاہر تجاوز عن حدود اللہ ہوگا۔

(المستفتی: ۲۶۸۹، مولوی عبدالخالق صاحب رنگون، برما، ۲۴؍شوال ۱۳۶۰ھ، ۱۵؍نومبر ۱۹۴۱ء)

الجواب

انگریزی حساب سے زکوۃ ادا کرنے کا مسئلہ اس طرح ہے کہ جس شخص کا سال یکم محرم سے شروع ہوا اور فرض کیجئے کہ یکم محرم یکم جنوری کے مطابق تھی تو اخیر ذی الحجہ پر قمری سال ختم ہو گیا اور انگریزی سال کے دس، یا گیارہ دن باقی ہوں گے تو جب کہ اس نے اخیر ذی الحجہ کو سال تمام قرار دے کر زکوۃ ادا کر دی تو قمری سال کی زکوۃ ادا ہو گئی، اب دس گیارہ روز کے بعد اس نے دس گیارہ دن کی زکوۃ موجودہ رقم کے حساب سے ادا کر دی (جس کا اسے حق ہے) تو اب ۳۱؍دسمبر کو اس کا ذمہ زکوٰۃ سے بالکل فارغ ہو گیا، اب اس کے سال کی ابتدا آئندہ محرم کی پہلی تاریخ سے نہ ہوگی؛ بلکہ اب اس کا سال ۱۱؍محرم سے شروع ہوگا اور آئندہ دس محرم پر ختم ہوگا، پھر یہ دس محرم تک سال بھر کی زکوۃ دے گا اور بیس محرم کو جواب یکم جنوری کے مطابق ہوگی، دس دن کی زکوۃ ادا کر کے فارغ ہو جائے گا اور اب اس کا سال یکم، یا دس محرم کی جگہ ۲۱؍محرم سے شروع ہوگا، میرے خیال میں تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے اور نہ مرور ایام سے آٹھ دس مہینے

بنتے ہیں؛ بلکہ ہر سال کی ابتدا دس روز بعد سے ہوتی ہے اور ہر سال کے ختم پر یہ دس دن کی زکوٰۃ موجودہ مالیت کے لحاظ سے ادا کر کے سبکدوش ہو جائے گا؛ کیوں کہ ملک نصاب پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور قبل حولان حول ادا صحیح ہے اور صحت ادا فراغ ذمہ کو مستلزم ہے، لہٰذا اب آغاز سال فراغ ذمہ کی تاریخ کے بعد سے ہوگا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۴/۳۰۲-۳۰۳)

نصاب زکوٰۃ کی تحقیق:

سوال: صاحب زکوٰۃ فریضہ کس کو کہتے ہیں اور اس پر کب زکوٰۃ کا حکم دیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ اگر اس کے پاس دوسو درہم ہوں تو اس کو نصاب کہتے ہیں اور اس پر پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہے؛ لیکن یہ یقینی نہیں معلوم ہوا کہ درہم کی کیا قیمت ہے، پھر بعض علما سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۹، یا ۴۰، یا ۵۰، یا ۵۲ ہو، یا اس قدر کی چاندی ہو تو صاحب نصاب ہیا اور پھر ایک روپیہ چار آنہ زکوٰۃ واجب ہے، سکہ مروجہ سے ایک روپیہ چار آنہ ہے،(۲) اور درہموں سے پانچ درہم، نہ معلوم درہم سکہ مروجہ انگریزی سے کتنے بھر ہوتا ہے اور اختلاف مابین علمائے کرام کیوں ہے؟ صحیح قول بالآخر مفتیٰ بہ کون ہے؟ حساب سے الگ الگ کر کے صورت بتلائی جائے، جو کہ ذہن نشیں علی الفور ہو، ایسا ہی سونے کے بارے میں جب دریافت کیا جاتا ہے کہ سونے پر کس قدر زکوٰۃ واجب ہے؟ تو جواب دیا جاتا ہے کہ بیس مثقال سونے پر نصف مثقال، پھر عدم فہم پر سمجھاتے ہیں کہ سات مثقال دس درہم کا ہوتا ہے؛ بلکہ دوسری جگہ ہے کہ "فی کل أربعة مثاقیل قیراطان"، لہٰذا دونوں شقوں کو لکھ دیا جائے کہ پہلی صورت سے کیا مراد ہے؟ اور ثانی سے کیا، وجہ اختلاف کیا ہے؟ حساب کی صورت میں ملا کر تحریر فرمائیے کہ بیس مثقال انگریزی تول کے حساب سے کس قدر ہوگا اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ بیس مثقال ساڑھے سات تولہ کا وزن ہوتا ہے اور اس میں ۲/ماشہ اڑھائی رتی زکوٰۃ نکلتا ہے،(۳) یہ کس حساب کی بنا پر ہے؟ خلاصہ حساب صحیح صحیح تحریر فرما کر ممنون ومشکور فرمایا جائے۔ نیز یہ بھی تحریر کیجئے کہ جتنا وزن زکوٰۃ کا سونا نکلے، بعینہ وہی سونا مخرجہ زکوٰۃ دیا جائے، یا اس کی قیمت دی جائے؟ مدلل اور مصرّح جواب تحریر فرمایا جائے؟ بیّنوا بالدلیل وتوجروا عنداللّٰہ الأجر الجزیل من جناب ربّ الجلیل

الجواب

حساب مذکورہ بالا کی رو سے صاحب مظاہر حق وغیرہ علمائے کرام کے نزدیک چاندی کا نصاب باون (۵۲) تولہ چھ (۶) ماشہ ہے، ہمارے اکابر اسی پر فتویٰ دیتے ہیں، دوسرے اقوال کی بنا وہی اختلاف فی الوزن ہے۔

(۱) بہر حال زکوٰۃ میں اعتبار قمری سال کا ہوگا، چاہے مذکورہ بالا ترتیب سے دیا کرے، یا بجائے یکم جنوری کے ۲۰/دسمبر اور اس کے بعد تیسرے سال، ۱۰/دسمبر اور پھر یکم دسمبر، تب بھی صحیح ہے؛ یعنی ہر سال دس دن پہلے زکوٰۃ نکالا کرے۔ ہندیہ میں ہے:

العبرة فی الزکوة للحول القمری، کذافی القنیة. (الهندیة، کتاب الزکاة: ۱/۱۷۵، ط: کوئتة)

(۲) صحیح حساب سے ایک روپیہ پانچ آنہ ہوتے ہیں۔ مجیب

(۳) صحیح یہ ہے کہ ۲ ماشہ ۲ رتی زکوٰۃ نکلتی ہے۔ مجیب

نوٹ (۱) سونے چاندی میں وزن کا اعتبار ہے، قیمت معلوم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، وہ ہر زمانہ میں بدلتی رہتی ہے، البتہ وزن کے اعتبار سے حساب کرے، پھر اس کی قیمت وقتیہ ادا کردے تو یہ جائز ہے۔

نوٹ (۲) قول فقہاء (في كل أربعة مثاقيل قيراطان) محض تمثیل کے طور پر ہے، یا بیس مثقال سے زائد کا حساب ہے، اس سے یہ مقصود نہیں کہ فقط چار مثقال میں زکوٰۃ واجب ہے۔

کتبہ الاحقر عبدالکریم ۱۳؍جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفاعنہ، ۱۳؍جمادی الاولیٰ ۴۸ھ۔

(امداد الاحکام: ۲۲/۳-۲۴)

زکوٰۃ واجب ہونے کی شرطیں:

سوال: زکوۃ واجب ہونے کی کیا شرطیں ہیں؟ کیا رہن رکھی ہوئی چیز اور قرض میں بھی زکوۃ واجب ہوتی ہے؟

(عادل بن علی، مہاراشٹر)

الجواب

(۱) زکوۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے، جو مسلمان، عاقل اور بالغ ہو، نابالغ بچوں کے مال میں زکوۃ واجب نہیں، پاگل کے مال میں بھی زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔(۱)

(۲) زکوۃ واجب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مالِ زکوۃ مکمل طور پر اس کی ملکیت میں ہو،(۲) رہن رکھی ہوئی چیز پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی،(۳) البتہ امانت رکھی ہوئی چیز میں زکوۃ واجب ہوگی اور اصل مالک اس کی زکوۃ ادا کرے گا،(۴) بینک اور فکسڈ ڈپازٹ میں رکھی ہوئی رقم پر بھی زکوۃ واجب ہوگی۔

(۳) قرض دی ہوئی رقم یا تجارتی سامان کی قیمت کسی کے ذمہ باقی ہو اور جس کے ذمہ باقی ہو، وہ اس کا اقرار بھی کرتا ہو اور بظاہر اس قرض کی وصولی کی توقع ہو تو اس میں زکوۃ واجب ہوگی، فی الحال بھی ادا کرسکتا ہے اور قرض وصول ہونے کے بعد بھی پوری مدت کی زکوۃ ادا کرسکتا ہے، قریب قریب یہی حکم ان بقایاجات کا ہے جو اجرت ومزدوری، کرایہ مکان وسامان، یا رہائشی مکان کی قیمت وغیرہ کے سلسلے میں ہے اور وصولی متوقع ہو، ان پر بھی زکوۃ واجب ہوگی، خواہ ابھی ادا کردے، یا قرض وصول ہونے کے بعد۔(۵)

ایسا قرض کہ جس کی وصولی کی توقع نہ ہو؛ لیکن وصول ہوگیا، یا قرض کسی مال کے بدلہ میں نہ ہو، جیسے مہر اور بدل خلع

(۱) الهداية مع فتح القدير: ۱۱۵/۲
(۲) الفتاوى التاتارخانية: ۲۱۷/۲
(۳) الفتاوى الهندية: ۱۷۲/۱
(۴) فتح القدير: ۲۲۱/۲
(۵) الفتاوى التاتارخانية: ۳۰۱/۲

وغیرہ، مقروض دیوالیہ ہواور وصولی کی امید نہ ہو، قرض کا انکار کرتا ہواور مناسب ثبوت موجود نہ ہو، ان تمام صورتوں میں جب بقایاجات وصول ہوجائیں اور سال گزر جائے، تب ہی زکوۃ واجب ہوگی، اس سے پہلے نہیں ۔(۱)

(۴)　ضروری اور استعمالی چیزوں میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی اور ان کو مستثنیٰ کر کے ہی زکوۃ واجب ہوتی ہے، ایسی ہی اشیا کو فقہ کی اصطلاح میں ''حاجتِ اصلیہ'' کہتے ہیں، رہائشی مکانات، استعمالی کپڑے، سواری کے جانور، یا گاڑی، حفاظت کے ہتھیار، زیبائش کے سامان، ہیرے جواہرات، یاقوت، قیمتی برتن وغیرہ میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی، (۲) صنعتی آلات اور مشینیں جو سامان تیار کرتی ہیں اور خود باقی رہتی ہیں، کرایہ کی گاڑیاں، ان چیزوں میں بھی زکوۃ نہیں، البتہ رنگریز جو کپڑے رنگنے کا پیشہ رکھتا ہو، اس کے پاس محفوظ رنگ میں زکوۃ واجب ہوگی، (۳) البتہ ذکر کی گئی چیزوں میں سے کسی بھی چیز کی تجارت کی جائے تو اس میں زکوۃ واجب ہوگی ۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۲۵۷-۲۵۹)

سال گزرنا:

سوال:　کیا ہر طرح کے مال میں زکوۃ واجب ہونے کے لیے سال گزرنا ضروری ہے؟ سال گزرنے کے سلسلہ میں اصول کیا ہے؟　(فہیم اختر، مصطفیٰ ہلز)

الجواب

مختلف مالوں میں زکوۃ کا جو نصاب شریعت نے مقرر کیا ہے، اس کے مالک ہونے کے بعد سال گذر جائے، تب ہی زکوۃ واجب ہوتی ہے، البتہ اس سے زرعی پیداوار اور پھل مستثنیٰ ہیں، کھیت جوں ہی کٹے اور پھل توڑے جائیں، اسی وقت عشر نکال دینا ضروری ہے۔ (۴) سونا، چاندی، نقد رقم اور تجارتی سامانوں میں اصول یہ ہے کہ اگر اس مال کا کچھ حصہ بھی باقی رہے تو درمیان سال میں کمی بیشی سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اختتام سال پر مقدارِ نصاب، یا اس سے زیادہ جتنا مال موجود ہو، اس کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی ۔ (۵) مثال کے طور پر یکم رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ کو پہلی بار نصابِ زکوۃ کا مالک ہوا، سال کے درمیان رقم گھٹتی اور بڑھتی رہی؛ لیکن اگلے سال کی یکم رمضان المبارک کو پھر اس کے پاس نصاب زکوۃ موجود ہے، یا درمیان سال میں مال کے اضافہ کی وجہ سے وہ دو تین نصاب کا مالک ہو چکا ہے تو اب اسے یہ کرنا ہوگا کہ دوسرے سال یکم رمضان المبارک کو اپنی ملکیت میں موجود سونا، چاندی، نقد رقم، بینک میں محفوظ رقم، دوکان میں موجود تجارتی سامان سب کی مجموعی قیمت جوڑ لے، کچھ قرض اس کے ذمہ باقی ہو تو اس کو منہا کر لے اور بقیہ رقم میں ڈھائی فیصد؛ یعنی ایک ہزار پر پچیس روپے کے لحاظ سے زکوۃ ادا کردے، واضح ہو کہ سال سے قمری؛ یعنی چاند والا سال مراد ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۲۵۹-۲۶۰)

---

(۱)　بدائع الصنائع: ۲/۱۰
(۲)　الفتاوی الهندية : ۱/۱۷۲، الهداية مع الفتح : ۲/۱۱۹
(۳)　فتح القدير: ۱/۱۲۰
(۴)　المغني: ۲/۲۹۷
(۵)　الفتاوی الهندية: ۱/۱۷۳

دَین کی منہائی:

سوال: زکوۃ ادا کرنے والے شخص کے ذمہ دین باقی ہے تو زکوۃ میں اس دین کا کیا اثر پڑے گا؟
(شمشیر عالم، عادل آباد)

الجواب

اگر کسی کا قرض باقی ہو تو اس کو منہا کر کے زکوۃ واجب ہوتی ہے،(۱) البتہ عشر سے دَین منہا نہیں کیا جا سکتا، جتنی پیداوار ہو اس کا عشر ادا کرنا ہوگا، (۲) فی زماننا بیوی کا مہر جو شوہر کے ذمہ واجب ہو، اس کو بھی زکوۃ سے منہا نہیں کیا جائے گا۔ صنعتی اور ترقیاتی قرضے جو سرکاری یا غیر سرکاری اداروں سے حاصل کیے جاتے ہیں اور انہیں طویل مدت؛ یعنی دس بارہ سال میں ادا کرنا ہوتا ہے، اس میں اصول یہ ہے کہ ہر سال قرض کی جتنی قسط ادا کرنی ہے، اس سال اتنی رقم منہا کر کے زکوۃ کا حساب کیا جائے گا، نہ کہ پورے قرض کا۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۲۶۰)

سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنا:

سوال: ایک شخص شوال کے مہینہ میں صاحب نصاب ہوا، اور اگلے رمضان میں جب کہ زکوۃ کے وجوب کے لیے ایک ماہ باقی ہے، اگر زکوۃ ادا کرے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی؟　　(سید محمد مصطفیٰ)

الجواب

تکمیل سال سے پہلے بھی زکوۃ ادا کی جا سکتی ہے؛ اس لیے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ (۳) (کتاب الفتاویٰ:۳/۲۶۴)

زکوٰۃ سے متعلق اہم مسائل:

سوال: (۱) زکوٰۃ کن کن لوگوں پر فرض ہے؟ (۲) کتنے سونے چاندی پر زکوٰۃ واجب الاداء ہے؟ (۳) کتنے سونے چاندی (روپیہ وغیرہ) پر کتنی زکوٰۃ دینی ہوگی؟ (۴) کتنے غلے پر کتنی زکوٰۃ دینی ہوگی (جو حوائج اصلیہ سے فاضل رہ جاتا ہے) (۵) ریشمی کپڑے وغیرہ جو بکس کے اندر بیکار رہیں، کبھی کبھی استعمال کئے جاتے ہیں، ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟ (۶) پیتل، یا تانبا وغیرہ کے ظروف پر جو کہ استعمال میں نہیں آتے، شاید کبھی کبھی سال میں ایک یا دو مرتبہ کام میں لائے جاتے ہیں، ان پر زکوٰۃ ہوگی یا نہیں؟ (۷) زیورات کے اندر لاکھ جس کے نکال دینے سے زیورات کے سونے چاندی کے ناقص ہونے میں کسی طرح سے شک نہیں؛ یعنی زیورات خراب ہو جائیں گے، ایسی حالت میں لاکھ کے زیورات کو وزن کر کے پورا مع لاکھ زکوٰۃ دے سکتے ہیں، یا نہیں؟ (۸) جو زیورات کے نابالغ

(۱) رد المحتار: ۲/۲۰۶

(۲) الفتاوى التاتار خانية: ۲/۲۹۱

(۳) يجوز تعجيل الزكاة بعد ملك النصاب. (قاضي خان على هامش الهندية: ۱/۲۶٤، فصل في تعجيل الزكاة)

لڑکیوں کو ان کے والدین وغیرہ بنوا دیئے ہیں، ان پر زکوٰۃ لازمی ہے، یا نہیں؟ اور کتنے زمانے میں والدین پر زکوٰۃ مال نابالغ پر ادا کرنا ہوگا؟ (۹) مال زکوٰۃ پانے کا حقدار سب سے پہلے کون ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اللہ پاک نے قرآن کریم میں زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کی اہمیت کو مختلف مقامات پر واضح کر کے بتایا اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اس کے کیا فوائد بقیہ مال میں ہوتے ہیں ایک جگہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوتا ہے: ﴿خُذْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ (۱) (آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک وصاف کر دیں گے۔) اسی زکوٰۃ کے ذریعہ اللہ پاک نے باہم صلہ رحمی اور امداد کی تعلیم دی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾ (۲) (اور جن لوگوں کے مال میں سوالی اور بے سوالی سب کا حق ہے۔) اور اس کے نہ کرنے والوں کے لیے وعید وعذاب بھی کھول کر بتا دیا ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (۳) (جو لوگ سونے و چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کے حقوق کو خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتے، ان کو قیامت کے روز دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔) علاوہ اس کے کثرت سے زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لیے وعدے اور نہ ادا کرنے والوں کے لیے وعید موجود ہیں۔ ان آیتوں سے اس کی اہمیت ظاہر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرائط وغیرہ واضح کر کے بتا دیئے ہیں۔ اس تمہید کے بعد نمبر وار سوالوں کے جوابات درج کئے جاتے ہیں:

(۱) ہر وہ مسلمان جو عاقل ہو، بالغ ہو، اس کے پاس مال اتنا موجود ہو جو نصاب تک پہنچ گیا ہو اور سال گذر گیا ہو اور اتنا دین بھی نہ ہو، جو سارے مال کو محیط ہو (یعنی ادائے قرض کے بعد اتنا مال باقی رہے جو نصاب تک پہنچ سکے) اس پر زکوٰۃ فرض ہے، (۴) پھر اس میں بھی سونا چاندی اور روپیہ، مال تجارت اور جانور ہر ایک کے لیے الگ الگ نصاب بنایا ہے۔

(۲) بشرائط مذکورہ اگر کسی کے پاس ہونا ہو تو اس کے متعلق شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۰ ؍مثقال جس کا موجودہ وزن ساڑھے سات تولہ مقرر کیا ہے اور چاندی کے لیے دوسو درہم، جس کا موجودہ وزن ساڑھے باون تولہ

---

(۱) سورة التوبة: ۱۰۳

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لمعاذ بن جبل حين بعثه إلى اليمن: ...أن الله قد فرض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم فترد على فقرائهم. (صحيح البخاری، باب أخذ الصدقة من الاغنياء و ترد فی الفقراء حيث كانوا، رقم الحديث: ١٤٩٦)

(۲) سورة المعارج: ۲۵

(۳) سورة التوبة: ۳٤

(۴) الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذاملک نصاباً ملكا تاماً وحال عليه الحول...ومن كان دين يحيط بماله فلا زكاة عليه...وإن كان ماله أكثرمن دينه زكّى الفاضل إذا بلغ نصاباً. (الهداية، كتاب الزكاة: ١٨٦/١)

مقرر کیا ہے پھر کم از کم اگر ساڑھے سات تولہ سونا ہو تو وہ صاحب نصاب یا صرف ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو وہ بھی صاحب نصاب ہے اور اس کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

(۳) سونا، چاندی روپیہ میں چالیسواں حصہ ادا کرنا فرض ہے، قاضی خان میں ہے:

وزكاة الذهب والفضة ونصابهما ما قال في الكتاب في كل مائتي درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال. (۱)

(۴) ہر وہ زمین جو مسلمان کی ملکیت ہو اور بلا سیرابی صرف آسمانی بارش سے سیراب ہو تو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ اور جس کو سیراب کرنے کی ضرورت پڑے، اس میں بیسواں حصہ ادا کرنا فرض ہے، بلا شرط اس کے کہ کس مقدار میں پیداوار ہوئی اور بلا لحاظ اس کے کہ حاجت ضروری سے فارغ ہے، یا نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

قال أبو حنيفة في قليل ما أخرجته الأرض وكثيره العشر سواء سقي سيحاً وسقته السماء ...وما سقي بغرب أو دالية أو سانية ففيه نصف العشر. (۲)

(۵) کپڑے اگر تجارت کے نہ ہوں، گرچہ وہ گاہے گاہے استعمال کئے جائیں، ان پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ (۳)

(۶) علیٰ ہذا اگر اثاث بیت سونے چاندی کے نہ ہوں تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں۔ (۴)

(۷) سونے چاندی کو لاکھ سے بلا الگ کئے اگر وزن معلوم ہو جائے تو باعتبار وزن ورنہ اس کی قیمت لگا کر سونے چاندی کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ اس میں لاکھ کی قیمت کو دخل نہ ہوگا۔

(۸) اگر والدین نے نابالغہ کو ہبہ کر دیا ہے اور مالک بنا دیا ہے تو اس کے مال پر زکوٰۃ فرض نہیں، (۵) اور اگر عاریۃً دیا ہے تو والدین پر زیورات کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

(۹) قرآن کریم نے زکوٰۃ کے مصارف بتا دیئے ہیں، جن میں سب سے پہلے فقرا و مساکین کو بتایا ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ (۶) اس لیے پہلے اپنے قریب ورشتہ دار کو جو فقرا و مساکین ہوں، دینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۵/۶/ ۱۳۶۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳/۲۱-۲۳)

---

(۱) قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهندية: ۱/۲۴۹

(۲) الهداية، باب زكاة الزروع والثمار: ۱/۲۰۱

(۳،۴) (لا زكاة على مكاتب... (ولا في ثياب البدن)... (واثاث المنزل) (تنوير الابصار متن الدر المختار: ۲/۷-۸)

(۵) اس لیے کہ فرضیت زکوٰۃ کے لیے بلوغ شرط ہے۔

و(شرط) افتراضها (عقل وبلوغ وإسلام وحرية). (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۲/۴)

(۶) سورة التوبة: ۶۰

سمع أبا هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خير الصدقة ما كان عن ظهر غني وابدأ بمن تعول. (صحيح البخاري، باب: لا صدقة إلا عن ظهر غني، رقم الحديث: ۱۴۲۶، انيس)

نصاب زکوٰۃ مفتی بہ کیا ہے:

سوال: نصاب زکوٰۃ میں اختلاف ہے قول مفتی بہ کیا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــ

حساب وزن سبعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کا نصاب ہے؛ کیوں کہ دوسو درہم بوزن سبعہ اسی قدر ہوتے ہیں۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۶/۶)

صاحب مال کی زکوٰۃ خود اس کے ذمہ ہے، دوسرے کے ذمہ پر نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمر نے زید کو کاروبار کے لیے رقم دی ہے، سال بھر گزرنے کے بعد زید اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے؛ لیکن عمر زکوٰۃ نہیں دیتا جبکہ وہ بھی صاحب نصاب ہے، اس صورت میں عمر کے مال کی زکوٰۃ زید کے ذمہ ہے، یا صرف اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حاجی رئیس خان عادل مارکیٹ بنوں، ۱۶/رمضان ۱۴۰۲ھ)

الجواب ـــــــــــــــــ

اگر عمر نے زید کو یہ رقم بطور قرض دی ہو تو مقدار قرض کی زکوٰۃ عمر کے ذمہ واجب ہے،(۲) اور اس سے زائد آمدنی کی زکوٰۃ زید کے ذمہ واجب الادا ہے اور اگر عمر نے زید کو یہ رقم بطور مضاربت یا بطور شرکت کے دی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ عمر پر اس رقم کے حصہ آمدنی کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (ماخوذ از ردالمحتار والہندیۃ)(۳) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۷۰/۳)

مسئلہ وجوب زکوٰۃ:

سوال: فرض کیا زید کے پس سو روپے ہیں، اس نے سال کے آخر میں جب یہ دیکھا کہ یہ سو روپے اس کے خرچ سے بچ رہا ہے تو اس نے ڈھائی روپے زکوٰۃ دے دی؛ لیکن یہی ساڑھے ستانوے روپے جو اسی سو روپے میں ڈھائی

---

(۱) (نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتادرهم، كل عشر) دراهم وزن سبعة مثا قيل. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب زكوٰة المال: ۳۸/۲، ظفير)

(۲) قال العلامة الحصكفي: اعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ۳۸/۲، باب زكاة المال)

(۳) قال الحصكفي: وان تعدد النصاب تجب اجماعاويترا اجعان بالحصص وبيانه فى الحاوى فان بلغ نصيب احدهما نصابا زكاه دون الآخر. قال الشامي: صورته ان يكون لهما مائة وثلاث وعشرون شاة لاحدهما الثلثان وللآخر الثلث فالواجب شاتان فيأخذ من كل منهما شاة فيرجع صاحب الثلثين بالثلثين من الشاة التى دفعها صاحب الثلث ويرجع صاحب الثلث بالثلث من شاة دفعها صاحب الثلثين الخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳۸/۲، قبيل مطلب فى وجوب الزكاة فى دين المرصد)

روپے زکوٰۃ دینے کے بعد بچا ہے پھر تمام کے اخراجات کے بعد بچ گیا تو کیا اس ساڑھے ستانوے روپے کی بھی زکوٰۃ دی جاوے، یا وہی اڑھائی روپے جو روپے کا زکوٰۃ تھا، اس رقم کے لیے کافی تھا۔ غرض یہ کہ وہی سو روپیہ کی رقم رکھی ہے، نہ اس میں شامل کوئی رقم کی گئی، نہ اس میں سے کوئی رقم لی، اس کی زکوٰۃ کے بارے میں کیا ہے؟

الجواب

دو روپیہ آٹھ آنہ تو ایک سال کی زکوٰۃ ہے، دوسرے سال اگر یہ روپیہ رہ گا تو اس کی زکوٰۃ دوبارہ دینی پڑی گی، اسی طرح آئندہ بھی ہر سال موجودہ رقم کا چالیسواں حصہ دینا چاہیے، جب تک کہ مقدار نصاب ہے اور جب مقدار نصاب نہ رہے تب واجب نہ رہے گی۔

احقر عبدالکریم عفی عنہ، ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ، ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ۔

(امداد الاحکام: ۲۴/۳)

مسئلہ وجوب زکوٰۃ:

سوال: زید کے پاس دس ہزار روپے کی مالیت کی زمین ہے اور اس زمین کا کچھ حصہ بعوض پانچ ہزار رہن ہے اور شخص مذکور کے پاس پانچ سو روپے کی مالیت کا زیور ہے۔ اس زیور پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس زیور پر زکوٰۃ واجب ہے۔

عبدالکریم عفا عنہ، ۷/ جمادی الثانیہ ۱۳۴۸ھ۔ الجواب صحیح، ظفر احمد عفا عنہ، ۷/ جمادی الثانیہ ۱۳۴۸ھ۔ (امداد الاحکام: ۲۵/۳)

بیوی کے صاحب نصاب ہونے سے شوہر صاحب نصاب نہیں ہوتا:

سوال: بیوی اگر صاحب نصاب ہو تو اس کی وجہ سے شوہر بھی صاحب نصاب سمجھا جاوے گا، یا نہیں؟ اور زکوٰۃ اور قربانی کس کے ذمہ ہے؟

الجواب

بیوی کے صاحب نصاب ہونے سے شوہر صاحب نصاب نہیں ہوتا اور قربانی وغیرہ اس کے ذمہ واجب نہیں ہوتی۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰/۶)

انگریزی روپے سے نصاب کی مقدار کیا ہے:

سوال: اس روپیہ انگریزی سے نصاب کی صحیح مقدار کیا ہے؟

(۱) الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول. (الهداية، كتاب الزكاة: ١٦٧/١، ظفير)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

دوسو درہم مقدار نصاب ہے، انگریزی روپیہ سے چون روپے دوآنے تقریباً ہوتے ہیں۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۴۷)

صاحب نصاب ہونے کے بعد سال کے آخر میں بقیہ رقم پر وجوب زکوٰۃ:

سوال: حامد ۳۰/شعبان ۱۳۸۷ھ کو صاحب نصاب تھا اور یکم رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ کو بھی صاحب نصاب ہے؛ لیکن فرق یہ ہے کہ شعبان میں اس کے پاس پانچ سو روپئے تھے اور یکم رمضان المبارک کو تین سو روپئے ہیں۔ اب کس قدر روپیہ زکوٰۃ لگائے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

مالک نصاب ہونے کے بعد سال پورا ہونے پر جتنے مال کا وہ مالک ہے، اس کی زکوہ لازم ہوگی، مثلاً صورت مسئولہ میں اس کے پاس سال پورا ہونے پر صرف تین سو روپیہ ہے تو بس اسی مقدار پر زکوٰۃ (ساڑھے سات روپے) لازم ہوگی۔(۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۹/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۱۳)

حولان حول میں قمری سال کے اعتبار سے حساب میں دشواری ہو تو کیا کیا جائے:

سوال: بندہ سابقہ رمضان المبارک کی کسی تاریخ میں اپنے مال کا حساب کر کے زکوٰۃ ادا کر دیا کرتا تھا، اس کے بعد سال تمام کے رمضان المبارک کی بیس تاریخ معی کر کے زکوۃ ادا کرنے لگا؛ لیکن اب تجارت میں شرکت کی وجہ سے رمضان شریف میں حساب کرنا بہت دشوار ہے، دشواری اس لیے بھی ہے کہ سرکاری انکم ٹیکس وغیرہ کا حساب انگریزی سال سے ہوتا ہے؛ اسی لیے تمام کمپنیوں وغیرہ میں انگریزی سال تمام تر لاکھوں روپیہ کے آمد وخرچ وقرض اور موجود مال وغیرہ کا حساب کیا جاتا ہے، جس کے لیے کافی وقت کی ضرورت ہے اور یہ حساب کا کمائی شرکاء کمپنی میں سے صرف ایک کی مرضی پر نہیں ہوسکتا ہے۔ پس ارشاد ہے کہ آیا شرعاً اس کی گنجائش ہے کہ ہمیشہ آخر دسمبر میں حساب کے بعد اس کے مطابق زکوۃ ادا کیا کریں؟ اسلامی سال تقریباً ۳۶۰/دن کا اور انگریزی سال ۳۶۷/دن کا ہوتا ہے، پس گنجائش

---

(۱) آج کل دوسو درہم کی قیمت (اگر چاندی تین روپے بھر ہے تو) ایک سو ساڑھے ستاون ہوگی، اتنی بات ذہن نشین رہے کہ دوسو درہم کا وزن ساڑھے باون تولہ چاندی ہے، چاندی کی قیمت کے گھٹنے بڑھنے سے روپے کا نصاب بدلتا رہے گا۔ واللہ اعلم (ظفیر)

یہ ۱۳۳۵ھ کی بات ہے، اب چاندی گراں ہے۔ ظفیر

(۲) قال حسن بن عمار بن علي: وشرط وجوب أدائها حولان الحول على النصاب الأصلي. (مراقی الفلاح، ص: ٧١٤، کتاب الزكاة، قديمي)

ہونے کی حالت مین انگریزی سال کے سات دن زائد کا حساب کس طرح کیا جائے؟ نیز یہ کہ ہمیشہ ۲۰؍رمضان کو حساب کیا کرتا تھا اوراب اس کے بعد آخر ماہ دسمبر میں حساب کرنے کی حالت میں ڈیڑھ دو ماہ اور ہو جائیں گے، پس اس ڈیڑھ دو ماہ زائد مدت کا شرعاً کیا حکم ہے؟ فقط والسلام

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

"فی القنیة: العبرة فی الزکاة للحول القمری". (۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شرعا زکوۃ میں قمری سال کا اعتبار ہوتا ہے لہٰذا مدار واجب میں تو قمری سال ہی کا اعتبار کیا جائے، البتہ ادائے زکوہ میں تقدیم وتاخیر کی بھی گنجائش ہے، مثلا کی ۲۰؍رمضان کو واجب ہو چکی تھی؛ مگر اس کی ادائیگی اب ہوئی۔ یہ روپیہ کچھ عرسہ پہلے ہی مل گیا ہوتا تو زکوۃ پہلے ہی ادا کر دی جاتی ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ ۲۰؍رمضان کو بہرصورت زکوۃ ادا کردی جائے اور حساب ہونے پر ۲۰؍رمضان کی مالیت کو دریافت کر کے کمی بیشی کے فرق کو پورا کر دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم، ۱۳۶۰/۲/۶ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۱۴/۹-۳۱۵)

وسط سال کی آمدنی بھی سال تمام کی آمدنی کے تابع ہوگی:

سوال: زید ہر سال شعبان میں زکوۃ نکالتا ہے، یکم شعبان کے بعد اس کے پاس جو روپیہ آیا، اس پر تو حولان حول نہیں ہوا۔ اب جو اگلا شعبان آئے گا تو اس وقت درمیانی سال والے روپیہ جس پر سال نہیں گزرا ہے، اس کی زکوٰۃ نکالے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جس روپیہ پر سال گزر چکا ہے، اس کے تابع یہ روپیہ ہوکر مجموعہ پر زکوہ واجب ہوگی۔ (۲) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۳۱۵/۹)

مال زکوہ سال گزرنے سے دوبارہ زکوٰۃ واجب ہوگی، یا نہیں:

سوال: ایک شخص صاحب نصاب نے زکوٰۃ، یا خیرات کی مد میں کچھ روپیہ نکال کر رکھ دیا اور تقسیم غربا کے بعد اس

---

(۱) البحر الرائق: ۳۵۶/۲، کتاب الزکاة، رشیدیة

ومنها حولان الحول علی المال، العبرة فی الزکاة للحول القمری، کذا فی القنبة. (الفتاوی الهندیة: ۱۷۵/۱، الباب الأول فی تفسیرها وصفتها، إلخ، رشیدیة)

(قوله: هو نسبة للحول): أی الحول القمری لا الشمسی. (ردالمحتار: ۲۵۹/۲، کتاب الزکاة، سعید)

(۲) المستفاد فی أثناء الحول، فیضم إلٰی مجانسه ویزکی بتمام الحول الأصلی" (مراقی الفلاح، ص: ۷۱۴، کتاب الزکاة، قدیمی)

رقم میں سے کچھ روپیہ آئندہ پورے ایک ال تک بچار کھا رہا تو کیا سال آئندہ اس بچے ہوئے روپیہ پر بھی زکوۃ واجب ہوگی، یا یہ کہ یہ رقم زکوۃ مستثنی ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر یہ رقم فقراء یا ان کے کسی وکیل کی ملک اور قبضہ میں نہیں پہونچی ہے؛ بلکہ صاحب نصاب ہی کی ملک میں رہی، گو سال پھر گزر جانے سے اس دوسری مملوک رقم کی طرح زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، گو محض علاحدہ رکھ دینے سے یہ رقم نہ اس کی ملک سے خارج ہوئی، نہ فقرا کے ملک میں داخل ہوئی، (۱) آئندہ سال اس رقم کو ہٹا کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے اور اس رقم کو گزشتہ زکوہ واجبہ شمار کر کے مستقلاً ادا کیا جائے۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۲/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، یکم/ربیع الاول۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۳۱۵-۳۱۶)

مقدار نصاب اور دین اور مال صبی میں زکوہ کا حکم:

سوال: کاشتکار جو کہ سرکاری لگان بھی دیتا ہے، کیا اس پر بھی زکوۃ واجب ہے لگان جبرا ناجائز طور پر لے جاتی ہے، اگر ہے تو کتنا اور کس مقدار میں اور کتنے غلہ پر وجوب ہوتا ہے؟ اگر ایک شخص نوکری کرتا ہے اور ہمیشہ پچاس روپے ملتے ہیں تو زکوۃ واجب ہے، یا نہیں؟ اور صدقۃ الفطر اور قربانی ایسے شخص پر واجب ہوگی، یا نہیں؟

زیور اگر ہو تو اس کا وزن وجوب کے لیے کتنا ہونا چاہیے، اگر بعضے زیور غالب چاندی نہ ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ اور وہ ایک شخص کے ہوں؛ مگر وہ یہ کہتا ہے کہ ابھی بہو کو دے دیا ہے، حالاں کہ ابھی اس کے لڑکے کی شادی بھی نہیں ہوئی، یا کہتا ہے کہ چھوٹی لڑکی کو دے دیا اور رکھتا ہے اپنے ہی پاس تو واجب ہوگی، یا نہیں؟ نقود مروجہ کو چاندی کا حکم ہے، یا عروض کا، یا کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر کریں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جو غلہ غیر عشری زمین میں پیدا ہوتا ہے، اس میں عشر نہی ہوتا، غلہ میں عشر ہوتا ہے، زکوہ نہیں ہوتی، بشرطیکہ عشری زمین میں سے ہو، (۳) اور جس شخص کے پاس مقدار نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی، یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو، یا اتنی

(۱) چوں کہ یہ فقرا کا حق ہے اور وہ اب تک مالک نہیں بنے اور ان پر زکوہ نہیں۔ وسببه: أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي. (الدر المختار) وفي رد المحتار: 'فلا زكاة في سوائم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملك. (كتاب الزكاة: ۲/۲۵۹، سعيد)

(۲) وشرطه صحة أدائها ... أومقارنة بعزل ما وجب كله أوبعضه، ولايخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء، إلخ. (الدر المختار: ۲/۲۷۰، كتاب الزكاة، سعيد)

(۳) وأما شرائط المحلية: فأنواع: منها أن تكون الأرض عشرية، وإن كانت خراجية، يجب فيها الخراج". (بدائع الصنائع: ۲/۱۰۵، فصل في شرائط المحلية، دار الكتب العلمية، بيروت)

قیمت کا تجارتی مال ہو، اس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے، بشرطیکہ سال پورا گزر جائے،(۱) پس اگر ماہوار ہی تنخواہ ختم کر دیتا ہے تو اس پر زکوۃ واجب نہیں اور اگر کچھ مقدار نصاب کے پورا نصاب موجود ہو،(۲) جو جائیداد پیسے سے خریدی ہے، اس پر زکوۃ نہیں ہے۔ رہن کی صورت میں قرض جو روپیہ دیا گیا ہے، اس پر زکوۃ ہے؛ مگر اس کی ادائیگی بدوصولی ہے،(۳) بقدر ضرورت اگر جائیداد ہے تو اس سے صاحب نصاب نہیں ہوتا، نہ اس پر زکوۃ وصدقہ وقربانی واجب ہوئی ہے۔

زیور کا نصاب بھی وہی ہے، جو پہلے بتلایا گیا ہے، جس زیور میں چاندی غالب ہو، وہ چاندی کے حکم میں ہوگا، ورنہ جو چیز غالب ہوگی، اس کے حکم میں ہوگا۔ نقود مروجہ جن میں چاندی غالب ہے، وہ چاندی کے حکم میں ہیں، ورنہ وہ مستقبل اپنا حکم رکھتے ہیں،(۴) جب بہوا ابھی تک موجود نہیں ہے تو اس کے لیے وہ ہبہ نہیں ہوا، اس کی زکوۃ دینی واجب ہے، چھوٹی لڑکی کو اگر دے دیا ہے، خواہ اپنے پاس رکھے تو زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔(۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۱۶/۹-۳۱۸)

دین مہر کیا مانع وجوب زکوٰۃ ہے:

سوال: زوجہ کا مہر زوج کے لیے مانع زکوۃ ہوتا ہے، یا کہ نہیں؟ مہر مؤجل ومعجّل ہر دو کا حکم بیان فرمادیں؟

کیا عورت کے دین مہر پر زکوٰۃ لازم ہے:

سوال: مہر کو مانع زکوۃ نہیں تو زوجہ کے ذمہ اس مہر کی زکوۃ لازم ہوگی، یا کہ نہیں؟ دین کی زکوۃ دین دینے والے ہوتی ہے، یہ حکم یہاں اس صورت میں لگے گا، یا کہ نہیں؟ جب کہ دین مہر کو زوج نے دین مستغرق نصاب قرار دیا ہے؟

مسائل مذکورہ میں الجھن کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دیار میں دین مہر کو مانع زکوۃ نہیں کرتے ہیں؛ اس لیے زوجہ کے ذمہ مہر کی زکوۃ قبل قبض نہیں سمجھتے ہیں۔

---

(۱) ونصاب الذهب عشرون مثقالاً، والفضة مائتا درهم كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل. (الدر المختار: ۲۹۵/۲، باب زكاة المال، سعيد)

(۲) ويضم مستفاد من جنس نصاب إلى النصاب في حوله وحكمه: أي في حكم المستفاد أو الحول، وحكم الحول وجوب الزكاة أيضاً، فمن ملك مائتي درهم وحال الحول وقد حصلت في أثنائه أو في وسطه مأة درهم يضمها إليه ويزكي عن الكل. (مجمع الأنهر: ۲۰۷/۱، زكاة الذهب والفضة، دار إحياء التراث، بيروت)

(۳) قسم أبو حنيفة الذي علىٰ ثلاثة أقسام: قوي: وهو بدل القرض ومال التجارة، ومتوسط ففي القوي تجب الزكاة إذا حال الحول ويتراخى القضاء إلىٰ أن يقبض أربعين درهماً، الخ. (البحر الرائق: ۳۶۳/۲، كتاب الزكاة، رشيديه)

(۴) ويكمل نصاب الذهب، ونصاب الذهب بنصاب القضة، وبعروض التجارة أيضاً، لاعند أبي حنيفة يكمل نصاب الفضة بنصاب الذهب باعتبار القيمة. (فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۰۵ ٤، فصل في مال التجاة، رشيدية)

(۵) وشرط افتراضها عقل، وبلوغ، وإسلام، وحرية. (تنوير الأبصار مع الدر المختار على صدر رد المحتار: ۲۵۸/٤، كتاب الزكاة، سعيد)

اصول الشاشی میں ہے:

وفرع محمد علٰى هٰذا فقال: إذا تزوج امرأة علٰى نصاب،وله نصاب من الغنم ونصاب من الدراهم،يصرف الدين إلى الدراهم،حتٰى لوحال عليها الحول تجب الزكاة عنده فى نصاب الغنم، ولاتجب على الدراهم".

بین السطور میں ہے:

"لكونها مستغرفة بالدين".

اورحاشیہ پر ہے:

"وهو نص علٰى أن دين المهر يمنعه،معجلاً كان أومؤجلا". (۱)

اس قاعدہ سے کہ وہ دین جس کا مطالبہ عبد جانب سے ہو، مانع زکوۃ ہے'' مہر کو مانع زکوۃ ہونا چاہیے؛ کیوں کہ زوجہ کو حق مطالبہ ہے اور جب مہر مانع زکوہ ہے تو زوجہ کے ذمہ اس کی زکوۃ ہونی چاہیے، حالاں کہ فقہائے کرام دین کو دین ضعیف قرار دیتے ہیں، حضرت امام صاحب اس کا حکم یہ بیان کرتے ہیں کہ بعد قبض حالان حول ہرنے پر ہر کی زکوٰۃ عورت ادا کرے۔ امید کہ جواب شافی سے مطلع فرمائیں گے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

(۱) زوج کے ذمہ دین مہر واجب ہے، اگر وہ معجّل ہے؛ یعنی جس وقت بھی زوجہ طلب کرے، اس کا ادا کرنا ضروری ہے، یا مؤجل ہے؛ لیکن زوج خود ہی اس کو ادا کرنے کی فکر اور سعی میں لگا ہوا ہے اور جمع کرر ہا ہے؛ تا کہ ادا کرے تو ایسا دَین مانع عن وجوب زکوۃ ہے، اس مقدار دینے کے علاوہ اس کے پاس بقدر نصاب مال ہوگا تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو، ورنہ نہیں، اگر زوج ادا کرنے کی فکر وسعی میں لگا ہوا نہیں؛ بلکہ اس کو اطمینان ہے کہ ادا نہیں کرنا ہے تو ایسا دین مانع عن وجوب زکوۃ نہیں ہے۔ (كذا فى الطحطاوى على الدر المختار)(۲)

(۲) شوہر کے ذمہ دین مانع ہو، یا نہ ہو، بہر صورت زوجہ پر اس کی زکوہ لازم نہیں، وجوب زکوٰۃ کے لیے ملک لازم ہے اور دین مہر پر ابھی ملک ہی زوجہ کی متحقق نہیں ہوئی ہے، جب وصول ہوکر اس کی ملک ثابت ہو جائے گی اور

---

(۱) أصول الشاشي مع الحواشي،بحث الحقيقة والمجاز،ص: ۳۱،المكتبة الغفورية العاصمية، كراتشي

(۲) "(قوله: المؤجل) وقيل: المهر المؤجل لايمنع؛لانأ غير مطالب به عادة ،بكلاف المعجل،وقيل،إن كان الزوج عزم على الأداء منع،وإلافلا ".(حاشية الطحطاوى على الدرالمختار: ۲۹۱/۱،دار المعرفة بيروت)

"فإن كان عنده مال آخر للتجارة،يصيرة المقبوض من الدين الضعيف مضموناً إلٰى عنده،فتجب الزكٰوةوإن لم يبلغ نصاباً،لاولى أن يقول،الخ".(الطحطاوى على الدرالمختار: ۴۱۱/۱ ،دارالمعرفة بيروت)

"المهرالمؤجل لا يمنع؛لأنه غيرمطالب به عادة،بخلاف المعجل،وقيل:مس كا الزوج عزم على الأداء منع، وإلا فلا؛ لأنه لابعد دينا،كذا فيغاية البيان".(البحرالرائق: ۳۵۷/۲،كتاب الزكاة،رشيدية)

اس پر سال بھر گزر جائے گا، تب زوجہ کے ذمہ زکوٰۃ لازم ہوگی، (۱) محض نکاح ہو جائے سے مہر پر ملک زوجہ ثابت نہیں ہوجاتی ہے، صرف استحقاق ثابت ہوتا ہے، وہ ابھی معرض زوال میں رہتا ہے، مثلاً اگر خلوت صحیحہ سے قبل شوہر طلاق دیدے، تو نصف مہر کا استحقاق بھی ختم ہوجاتا ہے اور زوجہ کی ناشائستہ حرکت کی وجہ سے حرمت وتفریق ہوجاوے تو کل مہر ساقط ہوجاتا ہے، یہ شواہد ہیں کہ ابھی زوجہ کی ملک تو کیا ثابت ہوتی؟ استحقاق بھی مؤکد نہیں ہوا۔

اور جب کہ فقہا نے دین کی تین قسمیں لکھ کر دین مہر کا حکم لکھ دیا ہے، وہ وصول ہونے کے بعد سال بھر گزر جائے، تب اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی تو یہ مسئلہ بے غبار ہوگیا، وہاں اس میں بحث ہے کہ جس کا دین مہر زوج پر لازم ہے اور ہو بقدر نصاب ہے تو آیا وہ مصرف زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟ جب کہ اس کے بعد پاس فی الحل مقدار نصاب مانع عن أخذ زکوٰۃ موجود نہیں ہے۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

”وفي فتح القدير: ولو دفع إلیٰ فقيرة لها مهر دين علیٰ زوجها يبلغ نصاباً، وهو موسر بحيث لو طلبت، لأن ما تعرف تأجيله، فهو دين مؤجل لايمنع أخذ الزكاة، ويكون في الأول عدم أعطائه بمنزلة اعساره، ويفرق بينه وبين سائر الديون بأن رفع الزوج للقاضي مما لاينبغي للمرأة بخلاف غيره، لٰكن في البزازية: وإن كان موسوراً والمعجل قدر النصاب، لايجوز عندهما، وبه يفتي للحتياط، وعند الإمام يجوز مطلقاً“. (البحر الرائق، المصرف) (۲)

دین مہر اور دیگر دیوں میں کچھ فرق بھی ہے، جس کو عبارت بالا بیان کر دیا گیا ہے، دین مہر کے بحق زوج مانع عن وجوب الزکوۃ ہونے اور بحق زوجہ موجب الزکوۃ ہونے میں تلازم نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۵/۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۱۸/۹-۳۲۱)

روپے کے عوض اٹھنی چونی دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے:

سوال: ایک شخص کے ذمہ پانچ روپے زکوٰۃ کے واجب ہیں، اس نے ادائے زکوٰۃ میں، مثلاً دس اٹھنی، یا بیس چونی نکال کر دی تو زکوٰۃ ادا ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۳/۶)

---

(۱) اعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة ... وعند قبض مائتين مع حولان الحول بعده: أي بعد القبض من دين ضعيف، وهو بدل غير مال كمهر ودية وبدل كتابة وخلع، الخ“. (الدر المختار: ۳۰۶/۲، زكاة المال، سعيد)

(۲) البحر الرائق: ۴۲۹/۲، باب المصرف، رشيدية

(۳) جس طرح روپیہ سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے، اٹھنی چونی سے بھی ہوتی ہے؛ اس لیے کہ یہ بھی رائج الوقت سکہ کے حکم میں ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

نوٹ کے بارے میں وجوب اور ادائیگی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے:

سوال: نوٹ کے بارے میں وجوب وادائے زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب

نوٹ جب کہ بقدر نصاب ہوں، زکوٰۃ واجب ہے اور زکوٰۃ روپیہ سے ادا ہوگی، اگر نوٹ زکوٰۃ میں دیا گیا تو جس وقت وہ شخص اس کو روپیہ سے بدل لے گا، اس وقت زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸۳/۶)

زکوٰۃ کی رقم چوری ہوگئی تو کیا دوبارہ زکوٰۃ نکالے:

سوال: ایک شخص نے زکوٰۃ مال کی نکالی اور مال زکوٰۃ ایک جگہ رکھ دیا، وہاں سے کسی چور نے چرالیا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں زکوٰۃ اس کی ادا نہیں ہوئی، پھر زکوٰۃ دینی چاہیے۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸۴/۶)

جو قرض تھوڑا تھوڑا آتا رہا، اس کی زکوٰۃ کس طرح دی جائے:

سوال (۱) زکوٰۃ اس قرض کی جو وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا آتا رہا ہے، کس طرح دیا جائے اور اگر دوسو میں سے پچاس وصول ہوئے بعد دو سال کے اور ۲۵/ تین سال کے بعد تو پچاس کی دو سال کی اور ۲۵/ کی تین سال کی علیٰ ہذا القیاس، اسی طرح ادا کی جائے، یا کس طرح اور اگر مقروض نے روپیہ کے بدلہ میں غلہ وغیرہ دے دیا اور وہ اشیا گھر میں خرچ ہوگئی تو ان کی قیمت کی زکوٰۃ اسی طرح دو سال، یا تین سال کی بھی دی جاوے، یا کس طرح اور اگر قرض میں زمین دی گئی تو زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

زکوٰۃ میں گھر کا کپڑا وغیرہ دینا کیسا ہے:

(۲) زکوٰۃ میں بجائے روپے غلہ، یا کپڑا اپنے گھر سے دیوے بازار کے بھاؤ سے تو زکوٰۃ ادا ہوئی، یا کیا؟ اور اگر بازار سے خرید کر دے، تب کیا حکم ہے؟

---

(۱) ہمارے اس دور ۱۹۶۶ء میں نوٹ گو قانوناً حوالہ، یا وثیقہ ہے، مگر عملاً اور عرف عام میں سکہ اور ثمن خلقی کے حکم میں ہے؛ اس لیے کہ روپے کی کئی سال سے صورت بھی دیکھنے میں نہیں آئی، سارا کاروبار اور سارے معاملات انھی نوٹوں سے انجام پاتے ہیں، لہٰذا خاکسار کی ذاتی رائے یہ ہے کہ نوٹوں سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، کوئی دس روپے کے نوٹ کے دس روپے تلاش کرے تو اسے اس وقت نہیں مل سکتے ہیں۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۲) ولایخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء. (الدر المختار)

وفي الرد: تحته فلو ضاعت لاتسقط عنه الزكاة ولو مات كانت ميراثاً عنه. (الدر المختار علىٰ رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/ ۲۷۰، دار الفكر بيروت، ظفير)

الجواب

(۱) جس وقت جس قدر قرض وصول ہوتا جاوے، اس وقت تک کی مع پچھلے سالوں کے زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے، اگر قرض کے عوض غلہ وصول ہوا تو گذشتہ سالوں کی اصل قرض کی، جس کے بدلہ میں غلہ آیا ہے، زکوٰۃ دیوے۔(۱) آئندہ کو غلہ خوردنی پر زکوٰۃ نہیں ہے اور اگر زمین قرض میں آئی تب بھی قرض وصول ہوگیا، گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ لازم ہوگی۔(۲)

(۲) دونوں صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہوگئی، خواہ گھر سے غلہ وکپڑا وغیرہ حساب کرکے دیوے، یا بازار سے خرید کر دیوے۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸۴/۶-۸۵)

مدرسہ کے مہتمم کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال: مدرسہ دیوبند میں، یا کسی اور اسلامی انجمن میں جب زکوٰۃ کا روپیہ بھیجا جاتا ہے، اس پر کسی مسکین مستحق کا قبضہ نہیں ہوتا؛ بلکہ مہتمموں کے قبضہ میں دی جاتی ہے اور وہ مہتمم بھی مسکین نہیں ہوتے۔ اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہ؟

الجواب

مدارس میں جو رقم زکوٰۃ کی آتی ہے، اس میں مہتمم مدرسہ ایسی صورت کر لیتے ہیں، جس سے معطی کی زکوٰۃ ادا ہونے میں کچھ شبہ نہ رہے، وہ یہ کہ اس رقم زکوٰۃ کو اول کسی مسکین کو جو مصرف زکوٰۃ ہو، دے دی جاتی ہے اور اس کی ملک کر دی جاتی ہے، پھر وہ شخص مدرسہ کے مصارف کے لیے مہتمم مدرسہ کو دے دیتا ہے، چوں کہ زکوٰۃ میں تملیک مسکین ضروری ہے؛(۴) اس لیے طریقۂ مذکورہ پہلے ہی کر لیا جاتا ہے؛ تاکہ کچھ شبہ نہ رہے، علاوہ بریں طلبہ ومساکین عمدہ مصرف زکوٰۃ

(۱) اعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة قوی متوسط وضعيف(فتجب) زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول لكن لافوراً بل (عند قبض أربعين درهماً من الدين) القوی كقرض وبد مال تجارة) فكلما قبض أربعين درهماً يلزمه درهم. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكٰوة المال: ۴۷/۲ -۴۸، ظفير)

(۲) لو كان الدين علىٰ مقر مليئ (فوصل إلىٰ ملكه لزم زكٰوة مامضىٰ). (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۱۲/۲، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۳) وجاز دفع القيمة فی زكٰوة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۱۹۵/۳، ظفير)

(۴) ويشترط أن يكون الصرف (تمليكاً) لا اباحة. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲۶۳/۳، دار الكتاب ديوبند)

وحيلة التكفين بها التصدق علىٰ الفقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا فی تعمير المسجد. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكٰوة: ۱۷۷/۲، دار الكتاب ديوبند، ظفير)

کے ہیں، ان کی خوراک و پوشاک میں رقم زکوٰۃ صرف کرنا بلاشبہ درست ہے اور مدارس میں زکوٰۃ کا روپیہ طلبہ ومساکین کے مصارف میں صرف ہوتا ہے، بہرحال آپ کچھ تردد نہ کیجئے، بے تکلف رقم زکوٰۃ سے امداد فرمائیے کہ اس میں اجر مضاعف ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۸۵-۸۶)

نوٹ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال: نوٹ چونکہ مال نہیں ہے، اس بنا پر شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جس کے پاس صرف نوٹ ہی ہوں، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہونی چاہیے اور اگر نوٹ زکوٰۃ میں ادا کیا جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہو اور اگر زکوٰۃ کا روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کیا اور اس پر مرسل الیہ کو نوٹ ملے تو زکوٰۃ ادا نہ ہونی چاہیے؟

الجواب

زکوٰۃ اس وجہ سے واجب ہے کہ ان نوٹوں کی رقوم کا روپیہ خزانہ سرکاری میں موجود ومودع ہے، جیسا کہ کسی کا روپیہ خزانہ میں ہو، زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، (۱) اور نوٹ جو زکوٰۃ میں دیا جائے، جس وقت اس کا روپیہ کر کے روپیہ پر قبضہ کرلیا گیا ہو تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، علی ہذا جس کو بذریعہ منی آرڈر بھیجا جاوے اور مرسل الیہ کو نوٹ وصول ہو تو جس وقت مرسل الیہ اس نوٹ کا روپیہ بھنالیوے گا، زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی، غرض نوٹ وثیقہ ہے روپے کا۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۸۷)

زکوٰۃ کی رقم الگ کردی تھی، کچھ تقسیم کی اور کچھ چوری ہوگئی، کیا حکم ہے:

سول: ایک شخص نے زکوٰۃ نکالی اور نیت کر لی اور تقسیم کرنا شروع کیا، کچھ روپیہ تقسیم کر دیا تھا اور کچھ چوری ہوگیا۔ اب اس کی زکوٰۃ ادا ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

جس قدر روپیہ چوری ہوا، اس قدر روپیہ پھر دینا چاہیے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۸۷)

---

(۱) وكذا الوديعة عند غير معارفه. (الدر المختار)

وفي الرد تحت: (قوله عند غير معارفه) أي عند الأجانب، تجب الزكاة. (الدر المختار مع رد المحتار كتاب الزكاة: ۲/۲٦٦، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۲) ويشترط أن يكون الصرف (تمليكاً) لا اباحة. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳/۲٦۳، دار الفكر بيروت، ظفير)

موجودہ وقت میں نوٹ کو روپیہ کی جگہ تسلیم کر لینا چاہیے؛ اس لیے کہ اب روپے کا رواج نہیں رہا، بھنانے کی شرط اس دور میں لگانا بے سود ہے، عرف عام نے نوٹ کو اندرون ملک روپیہ تسلیم کرلیا ہے۔ ظفیر

(۳) ومقارنته بعزل ما وجب) كله أو بعضه ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء. (الدر المختار)

في الرد تحته: فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكوٰة. (رد المحتار كتاب الزكاة: ۲/۱۵، ظفير الصديقى)

حدیث کی کتابوں پرزکوٰۃ ہے، یانہیں:

سوال: حدیث کی کتابیں جو ہزار پانچ سو روپیہ کی ہوں۔زکوٰۃ واجب ہے، یانہیں؟

الجواب

جو کتابیں تجارت کے لیے نہ ہوں؛ بلکہ پڑھنے اور دیکھنے اور مطالعہ کے لیے ہوں، ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸۸/۶)

زکوٰۃ کی رقم بذریعہ رجسٹری بھیجی گئی؛ مگر موصول نہ ہوئی کیا کیا جائے:

سوال: مبلغ دس روپے کا نوٹ مدزکوٰۃ سے برائے امداد مظلومین سمرنا بصیغہ رجسٹری بھیجا گیا، جب عرصہ تک رسید نہ آئی تو مکتوب الیہ کو بطور یاددہانی لکھا گیا، وہاں سے جواب آیا کہ مجھ کو یاد نہیں کہ بذریعہ رجسٹری تمہارا کوئی نوٹ آیا ہے، مکتوب الیہ بہت بڑے اور معتبر آدمی ہیں، ایسی حالت میں زکوٰۃ ادا ہوگئی، یا دوبارہ دس روپے جمع کرنے ہوں گے؟

الجواب

اس صورت میں وہ زکوٰۃ، یعنی دس روپے کی رقم پھر دینی چاہیے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸۸/۶-۸۹)

بیوہ کا قرض اس نیت سے ادا کرنا کہ زکوٰۃ میں وضع کرلوں گا کیسا ہے:

سوال: ایک عورت بیوہ مستحق زکوٰۃ ہے، اگر کوئی شخص اس عورت کا قرض اس نیت سے ادا کردے کہ آئندہ زکوٰۃ میں اس روپے کو وضع کرتا رہے گا۔ جائز ہے، یانہیں؟

الجواب

اس طرح سے قرض ادا کردینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی؛ بلکہ ادائے قرض کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ جس قدر روپیہ دینا ہو، وہ روپیہ اس بیوہ کو دے کر اس کی ملک کردی جاوے، پھر اس سے لے کر اس کے قرض میں دے دیا جاوے، اس طرح زکوٰۃ بھی ادا ہوجاوے گی اور قرض بھی ادا ہوجاوے گا۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸۹/۶)

---

(۱) (فلازكاة علىٰ مكاتب) ... (وأثاث المنزل ودورالسكنىٰ ونحوها) ولا في ثياب البدن ... وكذا الكتب وإن لم تكن لأهلها إذا لم تنوللتجارة غيرأن الأهل له أخذ الزكٰوة وإن ساوت نسباً إلا أن تكون غيرفقه وحديث وتفسير... وفي الأشباه الفقيه لايكون غنيا بكتبه المحتاج إليها.(الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الزكٰوة:۱۰/۲-۱۱، ظفير)

(۲) ولايخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء.(الدرالمختار)

فلوضاعت لاتسقط عنه الزكاة.(الدرالمختارمع رد المحتار، كتاب الزكاة:۱۵/۲، دارالفكر بيروت، ظفير)

(۳) وحيلة الجوازأن يعطى مديونه الفقيرزكٰوته ثم يأخذها عن دينه.(الدرالمختار)وفي الردتحت: قوله حيلة الجوازأى فيما إذا كان له دين علىٰ معسرالخ.(رد المحتار، كتاب الزكاة:۱۶/۲، ظفير)

بلاطلب دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے، یانہیں:

سوال: کوئی شخص زکوٰۃ کا روپیہ کسی مستحق کو بلااس کے طلب کرنے اور کہنے کے دے دے تو زکوٰۃ ادا ہوگی، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؛ کیوں کہ جس کو زکوٰۃ دی جاوے، اس پر ظاہر کردینا ضروری نہیں ہے، البتہ وہ محل اور مصرف زکوٰۃ ہونا چاہیے۔(۱)فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۹۰)

جس قرض کے وصول کی امید نہ تھی دفعۃً مل گیا تو کیا کرے:

سوال: اگر قرض کے وصول کی امید نہ رہی ہو اور پھر مثلاً دس برس کے بعد وصول ہوجاوے تو پچھلے سالوں کی زکوٰۃ بھی واجب ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

جس وقت قرضہ وصول ہوجاوے، اس وقت پچھلے سالوں کی زکوٰۃ بھی دینا واجب ہے اور جس سے وصول نہ ہو، اس کی زکوٰۃ اس وقت واجب نہیں؛ لیکن اگر کبھی وصول ہوگیا تو پچھلے برسوں کی بھی زکوٰۃ دیناواجب ہے۔(۲)فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۹۰)

مشین کی قیمت پر زکوٰۃ ہے، یانہیں:

سوال: زید نے یک صدروپے کی مشین خریدی۔اس پر زکوٰۃ دینی چاہیے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اس کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

”فليس فی دورالسكنٰی وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة وكذاطعام أهله وما يتجمل به من الأوانی إذا لم يكن من الذهب والفضة ... وكذا آلات المحترفين. (۳)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۹۰)

(۱) (وشرط صحة أدائها نية مقارنة له)للأداء.(الدرالمختار)

وفی الرد تحت (قوله: مقارنة) ... والمراد مقارنتها للدفع إلى الفقير.(الدرالمختارمع رد المحتار،كتاب الزكاة:۲/۲۶۸،دارالفكربيروت، ظفير)

(۲) (ولوكان الدين علٰى مقرملی أو)علٰى (معسرأومفلس) ... (فوصل إلٰى ملكه لزم زكاة ما مضٰى.(الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار ،كتاب الزكاة:۲/۲۶۶-۲۶۷،دار الفكربيروت،ظفير)

(۳) الفتاوٰی الهندية، كتاب الزكاة،الباب الأول فی تفسيرها وصفتها: ۱/۱۷۲،ظفير

لڑکا باپ کی طرف سے زکوٰۃ ادا کردے تو کیا حکم ہے:

سوال: جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اور اس کو ادا کرنا ناگوار ہے اور اس کا ایک لڑکا بالغ ہے، وہ باپ کے پاس سے بذریعہ منی آرڈر منگا کر زکوٰۃ ادا کردے، باپ کی طرف سے تو زکوٰۃ ادا ہوجاوے گی، یانہیں؟

الجواب

اس صورت میں باپ کی زکوٰۃ کے ادا ہونے کی یہ صورت ہے کہ لڑکا باپ سے اجازت لے لے کہ میں تمہاری طرف سے زکوٰۃ ادا کردیا کروں، یا یہ کہ روپیہ منگانے کے بعد، یا پہلے اس کو اطلاع کردے اور اجازت لے لے اور اگر روپیہ منگانے سے پہلے اجازت طلب کرنے میں احتمال ہو کہ باپ شاید اجازت نہ دے تو روپیہ منگانے کے بعد اس کو اطلاع کرے اور اجازت طلب کرے کہ میں آپ کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرتا ہوں، اس کے بعد محتاجوں کو باپ کی طرف سے زکوٰۃ کی نیت سے وہ رقم دے دیوے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۹۱-۹۲)

زکوٰۃ نکال کر علاحدہ کردے اور بتدریج خرچ کرے تو کیا حکم ہے:

سوال (۱) اگر زکوٰۃ نکال کر علاحدہ رکھ لی جائے بطور امانت کے اور پھر اس کو آہستہ آہستہ مستحق اشخاص کو دیتا رہے یہ جائز ہے، یانہیں؟

اگر زیادہ خرچ ہوجائے تو زیادہ آئندہ کی زکوٰۃ میں محسوب ہوگا، یانہیں:

(۲) اگر اس رقم سے زائد خرچ ہوجاوے تو اس زیادہ خرچ شدہ رقم کو آئندہ سال کی زکوٰۃ میں محسوب کرسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب

(۱) یہ جائز ہے۔(کذا فی الدرالمختار)(۲)

(۲) اگر زاید رقم بہ نیت زکوٰۃ دی گئی تو وہ سال آئندہ کی زکوٰۃ میں محسوب ہوجاوے گی۔(کما فی الدرالمختار)(۳)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۹۲-۹۳)

---

(۱) (وشرط صحة أدائها نية مقارنة له) أى للأداء (ولو) كانت المقارنة(حكماً) كما لو دفع بلانية ثم نوىٰ والمال قائم فى يد الفقير أو نوىٰ عند الدفع للوكيل ثم دفع الوكيل بلا نية.(الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكوٰة:۲/۲۶۸،دار الفكر بيروت،ظفير)

(۲) (أومقارنة بعزل ما وجب) كله أو بعضه ولايخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء.(الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة:۲/۲۶۹،دار الفكر بيروت)

(۳) (ولوعجل ذونصاب) زكاة لسنين أولنصب صح.(الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار،باب زكوٰة الغنم: ۲/۲۹۳، دار الفكر،بيروت)

قرض کی زکوٰۃ اگر ادا کرتا رہے تو ادا ہوگی، یا نہیں:

سوال: زید نے بکر کو پانچ سو روپیہ قرض دیا اور اس کی زکوٰۃ سالانہ ادا کرتا ہے، کیا زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، یا وصول ہونے پر کل مدت کی زکوٰۃ لازم ہوگی؟

الجواب

ادا ہو جاتی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۹۳/۶)

جھوٹی دلالی سے جو مال جمع کیا، اس پر زکوٰۃ ہوگی، یا نہیں:

سوال: زید نے عمر سے کہا کہ بکر کا مال ہے، خالد اس کے بیس روپے دیتا تھا؛ مگر میں نے اس کو نہیں دیا، درحقیقت خالد پندرہ روپے دیتا تھا، عمر نے اس ترغیب سے مال خرید لیا اور ۴/ دلالی کے دیدیئے، زید کے پاس اسی طریقہ سے قابل زکوٰۃ کے مال جمع ہو گیا تو زید کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب

واجب ہے۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۹۴/۶،۹۵)

ایک چیز کی قیمت لگا کر زکوٰۃ میں دی بعد میں قیمت زیادہ لگی؛ تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے ایک کرتہ زکوٰۃ میں دیا اور اس کی قیمت دینے کے وقت آٹھ آنے لگائے دینے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی قیمت بارہ آنے ہے تو اس صورت میں بارہ آنے زکوٰۃ میں محسوب ہو سکتے ہیں، یا نہ؟

الجواب

ظاہر ہے کہ اگر وہ کرتہ معطیٰ لہ کے پاس موجود ہو تو بارہ آنے زکوٰۃ میں شمار کر سکتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۹۵/۶)

ڈگری کے ذریعہ جو مال ملے، اس کی زکوٰۃ کب سے واجب ہوگی:

سوال: زید ایک موضع کا ملک وقابض ومتصرف تھا، حاکم وقت نے کسی وجہ سے وہ موضع زید سے چھین کر عمر کو

---

(۱) (ولو عجل ذو نصاب) زکوٰته لسنين أو لنصب) صح لوجود السبب. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲۹۳/۲، دار الفكر بيروت)

ولو كان الدين على مقر ملئ أو) علیٰ (معسر أو مفلس) أی محكوم بإفلاسه (أو) علیٰ (جاحدٍ بينة) ... فوصل إلیٰ ملكه لزم زکوٰة مامضیٰ. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲۶۶/۲، دار الفكر بيروت)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ سال بسال دیتا رہا تو مزید دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۲) الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً تاماً وحال عليه الحول. (الهداية، كتاب الزكاة: ۱۸۵/۱، اقرا بک دبو دیوبند، ظفیر)

دیدیا، عمر نے زید کو کسی قدر زمین کا پٹہ کاشت کے لیے اسی سالہ کر دیا، بعدہ اس کی اولاد کاشت کرتی رہی، پھر عمر نے اولاد زید کو بے دخل کرادیا اور کئی سال تک اس کی پیداوار کھاتا رہا، بالآخر ورثہ زید نے اپنی ملکیت قدیم اور پٹہ کے قدیم ہونے کا ثبوت عدالت میں دیا اور اسی قدر اراضی کی ملکیت کی ڈگری پائی۔ نیز جتنے سال عمر کا قبضہ رہا اور وہ پیداوار اراضی کھاتا رہا، اس کے زرواصلات کی ڈگری بھی ورثہ زید کو ملی، من جملہ ورثاء زید کے مسماۃ بیوہ ہے، جو صاحب نصاب نہیں اور مصرف زکوٰۃ ہے، اس کو بہت سا حصہ اراضی اور زرواصلات کا ملنے والا ہے، جو اجراء ڈگری پر غالباً مل جاوے گا۔ اب یہ امر قابل استفسار ہیں:

(الف) زرواصلات مسماۃ کو مقدار نصاب سے بہت زیادہ وصول ہوگا، پس اس کی زکوٰۃ مسماۃ مذکورہ پر روز وصول زر سے واجب ہوگی، یا گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی دینا چاہیے؟ اور چوں کہ پیداوار اراضی سے یہ کل رقم مسماۃ کو یکمشت نہ ملتی؛ بلکہ فصل فصل پر، یا سالانہ پس سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ اسی حساب سے دیوے کہ جس قدر رقم پر جس قدر مدت روز وصول رقم سے متصور ہو سکے، یا کس طرح؟

(ب) ایسی صورت میں ہر میعاد اجرائے ڈگری کے تین سال ہیں اور نہیں معلوم کہ کل حصہ وصول ہو، یا جز، یا بالکل نہ ہو۔ مسماۃ مصرف زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب

(الف) جس وقت سے ڈگری ہوئی مسماۃ کے ذمہ زکوٰۃ روپیہ واجب شدہ کی اسی وقت سے لازم ہوگی اور ادائے زکوٰۃ بعد وصول روپیہ لازم ہوگی۔

(ب) اور وہ مسماۃ بعد ڈگری محل زکوٰۃ نہیں رہی، اگر ضرورت ہو قرض لیوے بعد وصول روپیہ قرض ادا کر دیوے اور بقدر قرض میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

قال فی الدرالمختار: (ومغصوب[أی ولاتجب فی مغصوب]لابینة علیه فلوله بینة تجب لما مضٰی.

وفی رد المحتار تحته: أی تجب الزکاة بعد قبضه من الغاصب لما مضٰی من السنین قال: وینبغی أن یجری هناما یأتی مصحّحا عن محمد من أنه لازکاة فیه؛لأن البینة قد لاتقبل فیه،آه.(۱)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۹۸-۹۹)

گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ضروری ہے، یا نہیں:

سوال (الف) پچھلے سالوں کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے، یا نہیں؟

(ب) رہنے کے گھر کے علاوہ دوسرے دو تین مکان ہیں ان کی زکوٰۃ دینا چاہیے، یا نہیں؟ اور دی جائے تو کس حساب سے؟

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الزکاة: ۲/۲۶۶، دارالفکر، بیروت

(ج) قرضہ جو وصول ہوتا ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

(د) ایک شخص نہ نماز پڑھتا تھا، نہ زکوٰۃ دیتا تھا، اب وہ زکوٰۃ دینا چاہتا ہے، کیوں کردے؟ اور سال گزشتہ کی زکوٰۃ کس طرح ادا کرے؟

الجواب

(الف) پچھلے سالوں کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔

(ب) ان مکانوں کی قیمت میں زکوٰۃ نہیں ہے، اگر کرایہ بقدر نصاب حاصل ہوکر اس پر سال بھر گزر جاوے، اس روپے پر زکوٰۃ آوے گی۔

(ج) قرضہ جب وصول ہو، اس کی زکوٰۃ دینی چاہیے۔

(د) جب کہ اس کے مال پر سال گزر چکا ہو اور مال بقدر نصاب ہے تو فوراً زکوٰۃ دینا چاہیے اور پچھلے سالوں کی بھی جب سے مال ہے، زکوٰۃ دینا لازم ہے۔ فقط

(الف) فإنه دين في ذمته.

قال في الدرالمختار (٦/٢) علٰى هامش الشامي، في بيان شرائط وجوب الزكاة: (فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد) سواء كان لله كزكاة وخراج. (۱)

(ب) ومنها: (أى من شرائط وجوب الزكاة) كون النصاب نامياً. (۲)

(ج) (ولو كان الدين علٰى مقرملئ أو) على (معسر) ... فوصل إلٰى ملكه لزم زكٰوة ما مضٰى. (۳) (فتاویٰ دار العلوم: ۶/۹۹-۱۰۰)

رمضان کے علاوہ مہینوں میں زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں:

سوال: رمضان شریف کے علاوہ مہینوں میں بھی زکوٰۃ نکال سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

رمضان شریف کے علاوہ اور مہینوں اور دنوں میں زکوٰۃ دینا درست ہے۔ رمضان شریف کی اس میں کچھ تخصیص نہیں ہے؛ بلکہ جس وقت بھی سال مال پر پورا ہوا سی وقت زکوٰۃ دینا بہتر ہے، البتہ جن کا سال رمضان شریف میں پورا ہو، رمضان شریف میں دیویں، یہ ضرور ہے کہ رمضان شریف میں زکوٰۃ دینے میں ثواب ستر گونا زیادہ ہوتا ہے اس لئے اکثر لوگ اپنا حساب سال کا رمضان شریف میں ہی کرتے ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۱۰۱)

---

(۱) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ٢/٢٦٠، دار الفكر بيروت

(۲) الفتاوٰى الهندية، كتاب الزكاة، الباب الأول فى تفسيرها وصفتها وشرائطها: ١/١٧٤

(۳) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ٢/٢٦٦-٢٦٧، دار الفكر بيروت

گھر کے آدمی نے زکوٰۃ کی نیت سے خیرات کردی تو زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں:

سوال: جس شخص کو زکوٰۃ دینی ہو اگر اس کے گھر کے آدمی کچھ بہ نیت زکوٰۃ کسی کو دیں اور مالک کو اطلاع دیں تو چونکہ وہ لینے والے کے ہاتھ سے خرچ ہو چکا ہوگا بوقت اطلاع مالک کے وہ زکوٰۃ میں محسوب ہوسکتا ہے، یا نہ؟ اور گھر والوں نے کسی کو کچھ قرض دیا اور مالک نے بوقت اطلاع اس میں زکوٰۃ کی نیت کرلی تو وہ زکوٰۃ میں محسوب ہوگا، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر مالک نے پہلے سے اپنے گھر کے آدمیوں کو اجازت دے رکھی ہے، زکوٰۃ کے ادا کرنے کی، تب تو جس وقت اس کے گھر کے آدمیوں نے بہ نیت زکوٰۃ کسی کو کچھ دیا، زکوٰۃ ادا ہوگئی اور اگر ایسا نہیں تو پھر مالک کے اجازت دینے تک اگر وہ روپیہ اس کے پاس موجود ہو، جس کو دیا گیا تو نیت زکوٰۃ صحیح ہوگی اور زکوٰۃ ادا ہوگی اور اگر خرچ ہوگیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور قرض دیئے ہوئے روپیہ میں نیت زکوٰۃ کی صحیح نہیں ہے، ایسی صورت میں فقہا نے لکھا ہے کہ اس سے وصول کر کے پھر بہ نیت زکوٰۃ اس کو دے دے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۰۱/۶)

زکوٰۃ کی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے سے زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں:

سوال: زید مدرسہ عالیہ دیو بند کو مبلغ چار روپے بمد زکوۃ دینا چاہتا ہے، اگر بذریعہ منی آرڈر بھیجے تو اداء زکوٰۃ میں کچھ خرابی تو نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

بذریعہ منی آرڈر بھیج دینے میں کچھ حرج نہیں ہے، مہتمم صاحب کو لکھ دیوے کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۰۱/۶)

حیلۂ عدم وجوب زکوٰۃ:

سوال: کوئی شخص سال آنے پر اپنا مال انے لڑکے کو ہبہ کردے، پھر جب دوسرا سال آنے لگے تو بیٹا باپ کو ہبہ کردے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اور کیا یہ بھی حیلہ بازی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ زکوۃ فرض نہ ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

”وإذا علہ حیلة لدفع الوجوب کأن استبدل نصاب السائمة بآخر أو اکرجه عن ملکه، ثم

---

(۱) وشرط صحة أدائها نية مقارنة له) أی للأداء (ولو) کانت المقارنة (حکماً) کما لو دفع بلانية ثم نوی والمال قائم فی ید الفقير أو نویٰ عند الدفع للوکيل ثم الوکيل بلا نية. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الزکوٰة: ۲۶۸/۲، دار الفکر بيروت، ظفير)

أدخله فيه،قال أبويوسف:لايكره؛لأنه امتناع عن الوجوب،لا إبطال حق الغير،وفى المحيط:إنه الأصح،وقال محمد رحمه الله :يكره،واختاره الشيخ حميد الدين الضرير؛لأنه فيه إضرارا بالفقراء، وإبطال حقهم مآلا،وكذا الخلاف فى حيلة دفع الشفعة قبل وجوبها، وقيل:الفتوىٰ فى الشفعة علىٰ قول أبى يوسف رحمه الله تعالىٰ،وفى الزكاة علىٰ قول محمد رحمه الله تعالىٰ، وهٰذا تفصيل حسن،شرح درر البحار". (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۳۴۰)

زکوٰۃ واجب نہ ہونے کا حیلہ:

سوال: زکوۃ سے بچنے کے لیے حیلہ کرنا کہ سال ختم ہونے سے پہلے اپنا مال دوسرے کی طرف منتقل کردے، کسی امام کے نزدیک جائز ہے اور آیا امام شافعی، یا ان کے علما نے امام مذکور بالا پر لعن طعن کی ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس مسئلہ میں امام صاحب کی جو اس کے جواز کے قائل نہیں، تکذیب کرے تو اس کا فعل کیسا ہے؟ نیز تکذیب کے کیا معنی ہیں؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

"قال فى البحر:اعلم أنه لووهب النصاب فى خلال الحول،ثم تم الحول وهوعند الموهوب له، ثم رجع الواهب بعد الحول بقضاء أوبغيره،فلا زكوٰة علىٰ واحد منهما، كما فى الخانية،وهى من حيل اسقاط الزكوٰة قبل الوجوب،وفى المعراج:ولوباع السوائم قبل تمام الحول يوم فراراً عن الوجوب قال محمد رحمه الله تعالىٰ :يكره،وقال أبو يوسف رحمه الله تعالىٰ:لايكره ،وهو الأصح،ولو باعها للنفقة،لايكره بالاجماع،آه". (طحطاوى،ص:٤٢٢)(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض مجتہدین کے نزدیک بعض صورتوں میں حیلہ درست ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض صورتوں میں سب کے نزدیک درست ہے اور بعض صورتوں میں سب کے نزدیک مکروہ ہے۔ لعنت کرنا کسی مسلمان پر درست نہیں۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے ارفع ہے۔ اگر تکذیب کا مطلب یہ ہے کہ بعض مجتہدین کی طرف اس مسئلہ کا انتساب غلط ہے، تب تو یہ ناواقفیت پر مبنی ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ یہ مسئلہ ہی غلط

(۱) ردالمحتار، كتاب الزكاة،باب زكاة الغنم: ٢/٢٨٤،سعيد

قال العلامة الحصكفى:ومنها أن يهبه لطفله قبل التمام نيوم". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين:هٰذه المسئلة من حيل اسقاط الزكوٰة،بأن يهب النصاب قبل الحول بيوم مثلاً،ثم يرجع فى هيئه بعد تمام الحول، والظاهر أنه لورجع قبل تمام الحول يسقط عنه الزكوٰة أيضاً،لبطلان الحول بزوال الملك،تأمل،وقدمنا الاختلاف فى كراهية الحيلة عند قوله: ولا فى هالک بعد وجوبها بخلاف المستهلک.(ردالمحتار، كتاب الزكاة ، باب زكوة المال، مطلب فى وجوب الزكوة فى دين المرصد:٢/٣٠٨،سعيد)

(۲) حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح،ص:٧١٨، كتاب الزكاة، قديمى

ہے؛ یعنی حیلہ بعض صورتوں میں ناجائز ہے تو یہ بعض مجتہدین کے قول کے موافق صحیح ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ کسی صورت میں حیلہ درست نہیں تو غلط ہے؛ کیوں کہ بعض صورتوں میں بالاجماع ایسا کرنا درست ہے۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۲۶/۷/۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۴۱-۳۴۲)

کیا اولاد کا نکاح حوائج اصلیہ میں ہے:

سوال: کیا ارشاد ہے علمائے کرام کا اس مسئلہ میں کہ:

ایک آدمی کے پاس نصاب شرعی نقد روپیہ موجود ہے؛ مگر اس کی اولاد کا نکاح نہیں ہوا ہے، زمانہ موجودہ کے لحاظ سے اگر لڑکی کے والدین اپنی دختر کو سفید ہاتھوں بیاہ دیں تو دولہا اور اس کی قوم کی نگاہوں میں وہ لڑکی کس قدر ذلیل وخوار ہوتی ہے؛ بلکہ تمام عمر لڑکی کی زندگی برباد ہوتی ہے اور نیز ترینہ اولاد کے واسطے ظاہری اسباب معاش بھی نہیں ہیں۔غالباً کسی صحیح حدیث شریف کا مضمون بھی ہے کہ اولاد کو لوگوں کا دست نگر نہ چھوڑو۔(۱)

ضروریات مذکورہ بالا حوائج اصلیہ میں داخل ہیں، یا نہیں؟ بحوالہ آیت مقدسہ، یا صحیح حدیث شریف، یا روایات فقہیہ حنفیہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اولاد اگر بالغ ہے تو اس کا نکاح باپ کے ذمہ فرض نہیں؛ بلکہ نکاح کی ذمہ داری شرعاً اولاد پر خود ہے، اگر اولاد نابالغ ہے تو اس کے نکاح کا شرعاً ضروری نہ ہونا بالکل ظاہر ہے، اولاد کا نکاح حوائج اصلیہ میں داخل نہیں، صرف عدم بلوغ کی حالت میں باپ کے ذمہ نفقہ واجب ہوتا ہے، وہ بھی جب کہ خود اولاد کی ملک میں اتنا مال نہ ہو کہ جس کے ذریعہ سے نفقہ پورا ہو سکے، اگر اولاد کی ملک میں مال ہے تو نفقہ باپ کے ذمہ نہیں؛ بلکہ اس مال سے دیا جائے گا۔

”تجب النفقة والكسوة عليه لأولاده الصغار الفقراء، لقوله تعالىٰ: ﴿وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف﴾ والمولود له هو الأب، فأوجب علىٰ رزق النساء لأجل الأولاد، فلأن تجب عليه نفقة الأولاد بالطريق الأولىٰ ... ويقيده بالطفل والفقير يفيد عدم وجوبها إذا كان الولد غنياً أو كبيراً، وهٰذا صحيح، آه“. (الزيلعي: ۶۲/۳)(۲)

حدیث شریف کا یہ مطلب نہیں کہ اولاد کی تمام عمر کا انتظام کر کے مرو اور صدقات وجبہ بھی ادا نہ کرو؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر اولاد کے پاس مال نہیں ہے اور یہ احتمال قریب ہے کہ تمہارے بعد وہ دوسروں کے سامنے دست سوال دراز

---

(۱) قال النبي صلى الله عليه وسلم: ”إنك إن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عالة يتكفون الناس“. (الحديث) (مشكوٰة المصابيح، باب الوصايا، الفصل الأول: ۲۶۵/۱، قديمي)

(۲) تبيين الحقائق: ۳۲۵/۳، باب النفقة، دار الكتب العلمية، بيروت

کرے گی تو تمہارے لیے صدقات نافلہ میں خرچ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنی اولاد کے لیے رہنے دو اور یہ بھی اس وقت ہے، جب کہ اولاد صالح ہو، اگر یہ خیال ہو کہ بعد میں اولاد فسق وفجور اور معصیت میں خرچ کرے گی تو اپنی زندگی میں تمام مال مصارف خیر پر صرف کرے تو بہتر ہے۔

"ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله إلىٰ وجوه الخيره ويحرمه من الميراث، هٰذا خير منتركه، كذا في الخلاصة". (۱)

اور صورت میں مسئولہ میں اگر اس نقد روپیہ پر ایک سال پورا گزر چکا ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

"أنه كان تجب في النفقة كيفما أمسكه للنماء أو النفقة". (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۱/۵۴ ۱۳ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۲/۹-۳۴۴)

حکومت پاکستان کی طرف سے انتالیس سوالات پر مشتمل استفتا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیسا کہ آپ جناب کو علم ہوگا کہ حکومت پاکستان نے ایک زکوٰۃ کمیٹی مقرر کی ہے، جو زکوٰۃ کی وصولی اور خرچ کے مسئلے پر غور کر رہی ہے۔ زکوٰۃ کمیٹی نے ایک سوالنامہ مرتب کیا ہے، جس کی ایک نقل ارسال خدمت ہے، کمیٹی شکر گزار ہوگی، اگر آپ اپنے قیمتی وقت میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر سوالنامے کا جواب عنائت فرمائیں گے، چوں کہ کمیشن کو اپنی رپورٹ جلد از جلد حکومت کو پیش کرنا ہے، لہٰذا درخواست ہے کہ آپ جناب ۳۱/اگست ۱۹۴۹ء سے پہلے اپنا جواب مرحمت فرمائیں۔ والسلام

(وقار احمد، سکریٹری زکوٰۃ کمیشن، وزارت مالیات، حکومت پاکستان)

زکوٰۃ کی تعریف:

(۱) زکوٰۃ کی تعریف کیا ہے؟

زکوٰۃ کن کن لوگوں پر واجب ہے:

(۲) کن کن لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں عورتوں، نابالغوں، مسافروں، فاتر العقل افراد، مستأمنوں؛ یعنی غیر ملک میں مقیم لوگوں کی کیا حیثیت ہے؟

---

(۱) الفتاویٰ الهندية: ٣٩١/٤، الباب السادس في الهبة للصغير، رشيدية

(۲) ردالمحتار: ٢٦٢/٢، كتاب الزكاة، سعيد

وجوب زکوٰۃ کے لیے کتنی عمر ہے:

(۳) زکوۃ کی ادائیگی واجب ہونے کے لیے کتنی عمر کے شخص کو بالغ سمجھنا چاہیے؟

وجوب زکوۃ کے لیے عورت کے زیور کی حیثیت:

(۴) زکوۃ کی ادائیگی واجب ہونے کے لئے عورت کے ذاتی استعمال کے زیور کی حیثیت کیا ہے؟

زکوۃ کمپنی پر ہے، یا فرداً فرداً تمام حصہ داروں پر:

(۵) کیا کمپنیوں کو زکوۃ ادا کرنی چاہیے، یا ہر حصہ دار کو اپنے اپنے حصہ کے مطابق فردا فردا زکوۃ ادا کرنے کا مجاز ٹھہرایا جائے؟

اداروں پر زکوۃ:

(۶) کارخانوں اور تجارتی اداروں پر زکوۃ کے وجوب کے حدود بیان کیجئے؟

قابل انتقال حصول والے کمپنیوں کے خریدکنندہ پر زکوۃ ہے، یا بیچنے والے پر:

(۷) جن کمپنیوں کے حصے قابل انتقال ہیں، ان کے سلسلے میں تشخص زکوۃ کے وقت کس پر ادائیگی زکوۃ واجب ہوگا، خریدکنندہ پر، یا بیچنے والے پر؟

کن کن چیزون پر کن کن حالات میں زکوٰۃ واجب ہے:

(۸) کن کن اثاثوں اور چیزوں پر اور موجودہ سماجی حالات کے پیش نظر کن کن حالات میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ بالخصوص ان چیزوں کے بارے میں، یا ان (مندرجہ ذیل) سے پیدا شدہ حالات میں کیا صورت ہوگی:

(الف) نقدی سونا، چاندی، زیورات اور جواہرات۔

(ب) دھات کے سکے (جن میں طلائی، نقرئی اور دوسری دھاتوں کے سکے شامل ہیں) اور کاغذی سکے۔

(ج) بینکوں میں بقایا امانت، یا کسی دوسری جگہ رکھی ہوئی چیزیں، لیے ہوئے قرضے اور دیئے ہوئے قرضے، مرہونہ جائیداد اور ایسی جائیداد جو قابل ارجاع نالش ہو۔

(د) عطیات۔

(ہ) بیمے کی پالیسیاں اور پراویڈنٹ فنڈ کی رقمیں۔

(و) مویشی، شیر خانہ کی مصنوعات، زرعی پیداوار مع اناج، سبزیاں، پھل اور پھول۔

(ز) معدنیات۔

(ح)　برآمد شدہ فینہ۔

(ط)　آثار قدیمہ۔

(ی)　جنگلی، یا پالتو مکھی کا شہد۔

(ک)　مچھلی، حوض اور پانی سے نکلنے والی دوسری چیزیں۔

(ل)　پیٹرول۔

(م)　درآمد، برآمد۔

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے املاک زکوٰۃ پر خلفائے راشدین کا اضافہ:

(۹)　رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ میں جن املاک پر زکوٰۃ واجب تھی، کیا خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم) نے ان کی فہرست میں کوئی اضافہ کیا؟ اگر کوئی اضافہ، یا تبدیلی کی تو کن اصولوں پر؟

نکل، سونے چاندی کے علاوہ منسوخ شدہ سکوں پر زکوۃ:

(۱۰)　کیا نکل کے سکوں اور سونے چاندی کے سوا دوسری دھاتو کے رائج الوقت سکون پر زکوۃ واجب ہوگی؟ جو سکے رائج نہیں رہے، جو خراب ہیں، یا جو حکومت نے واپس لے لیے ہیں، یا جو دوسرے ملکوں کے سکے ہیں، ان کا بھی اس سلسلے میں شمار ہونا چاہیے، یا نہیں؟

مال ظاہر و مال طابن کی تعریف اور بینک کی رقم پر زکوۃ:

(۱۱)　مال ظاہر اور باطن کی کیا تعریف ہے؟ اس سلسلہ میں بینکوں کے اندر جمع شدہ قوم کی کیا حیثیت ہے؟

مال نامی کے حدود:

(۱۲)　اعراض زکوۃ کے لیے مال نامی (نمود پذیر) کے حدود بیان کیجئے؟ کیا صرف مال نامی پر زکوۃ واجب ہوگی؟

مکان، زیورات اور کرایہ کے اشیاء پر زکوۃ کے قواعد:

(۱۳)　جو مکان، زیوارات، دوسری چیزیں کرایہ پر دی جائیں، ان پر اور ٹیکسی گاڑی موٹر وغیرہ زکوٰۃ لگانے کے کیا قاعدے ہیں؟

کن کن مملوکہ جانوروں پر کتنی مقدار اور کن حالات میں زکوۃ واجب ہے:

(۱۴)　کسی آدمی کے کن کن مملوکہ جانور پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟ اس سلسلہ میں بھینسوں، مرغیوں دوسرے پالتو اور شوقیہ پالے ہوئے جانوروں کی حیثیت کیا ہے؟ کیا ان کی زکوہ نقدی کے شکل میں، یا جنس کی صورت میں، یا دونوں

طرح دی جاسکتی ہے؟ کسی آدمی کے مختلف مملوکہ جانوروں کی کتنی مقدر پر اور کن حالات میں زکوہ واجب ہونی چاہیے؟

اموال زکوہ پر زکوہ کی شرح:

(۱۵)　جن مختلف سامانوں اور چیزوں پر زکوۃ واجب ہوتی ہے، ان پر زکوۃ کس شرح سے لی جائے؟

کیا دور خلفائے راشدین میں بعض اموال زکوٰۃ کی شرح میں تبدیلی ہوئی:

(۱۶)　خلفائے راشدین کے دور میں نقدی سکوں، مویشیوں، سامان تجارت زرعی پیداوار پر زکوٰۃ کی شرح میں کوئی تبدیلی کی گئی ہے؟ اگر ایسا ہو تو سند کے ساتھ تفصیلی وجوہ بیان کیجئے؟

دوسو نقرئی درہم، بیس طلائی مثقالی کے حساب سے پاکستانی روپے پر زکوٰۃ:

(۱۷)　نقدی کی صورت میں اگر زکوہ دوسو نقرئی درہم اور بیس طلائی مثقال میں واجب ہو تو یہ سکے کتنے پاکستانی روپوں کے برابر ہوں گے، اناج کی صورت میں (صاع ووسق) پاکستان کے مختلف علاقوں میں کن مروجہ اوزان کے برابر ہوں گے؟

موجودہ حالات کے پیش نظر شرح زکوٰۃ میں تبدیلی:

(۱۸)　کیا موجودہ حالات کے پیش نظر نصاب (وہ کم از کم سرمایہ جس پر زکوہ واجب ہوتی ے) اور زکوۃ کی شرح میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی؟ اس مسئلے پر اپنے خیالات دلائل کے ساتھ پیش کریں۔

مختلف اثاثوں پر وجوب زکوۃ کی مدت:

(۱۹)　مختلف اثاثوں اور سامانوں پر کتنی مدت گزرنے کے بعد زکوۃ واجب ہے؟

کیا سال میں کئی فصلوں پر ایک زکوۃ ہے:

(۲۰)　اگر ایک سال میں کئی فصلیں ہوں تو کیا سال میں صرف ایک بار زکوہ ادا کی جائے، یا ہر فصل پر؟

ادائے زکوۃ میں شمسی وقمری مہینوں کا اعتبار اور کسی ایک مہینہ کی تعیین:

(۲۱)　زکوہ قمری سال کے حساب سے واجب ہونی چاہیے، یا شمسی سال کے حساب سے؟ کیا زکوٰۃ کی تشخیص اور وصولی کے لیے کوئی مہینہ مقرر رہنا چاہیے؟

زکوۃ کے مصارف:

(۲۲)　زکوۃ کی رقم کن مصارف میں خرچ ہونی چاہیے؟

مصارف کے حدود اور ''فی سبیل اللہ'' کا مفہوم:

(۲۳)　قرآن حکیم میں جن مختلف مصارف میں زکوۃ خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ان کی حدود بیان کیجئے؟ بالخصوص اصطلاح ''في سبيل الله'' کے معنی ومفہوم کی وضاحت کیجئے؟

تمام زکوہ کو تمام مصارف میں، یا متعین حصہ متعین مصرف میں صرف کیا جائے:

(۲۴)　کیا یہ لازمی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کا ایک حصہ ان مصارف میں سے ہر ایک مصرف پر خرچ کرنے کے لیے الگ رکھا جائے، جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے، یا زکوٰۃ کی پوری رقم قرآن مجید میں بتائے ہوئے تمام مصارف پر خرچ کرنے کی بجائے ان میں سے کسی ایک، یا چند مصارف میں بھی خرچ کی جاسکتی ہے؟

مستحقین زکوۃ کے استحقاق کے حالات اور بنی ہاشم کو زکوۃ کا حق:

(۲۵)　مستحقین زکوٰۃ کے ہر طبقے میں کسی فرد کو کن حالات میں زکوۃ لینے کا حق پہنچتا ہے۔ پاکستان کے مختلف حصوں میں جو حالات پائے جاتے ہیں، ان کی روشنی میں اس امر کی وضاحت کی جائے کہ سیدوں بنی ہاشم سے تعلق رکھنے والے دوسرے افراد کو زکوۃ لینے کا کہاں تک حق پہنچتا ہے؟

مصرف زکوۃ افراد ہیں، یا ادارے:

(۲۶)　کیا زکوہ صرف افراد کو دی جاتی ہے، یا ادروں کو (مثلاً تعلیمی اداروں، یتیم خانوں اور محتاج خانوں) کو بھی دی جاسکتی ہے؟

غریب مسکین، بیوہ اور گزارہ الاؤنس والے معذوروں کے لے زکوۃ:

(۲۷)　کیا زکوٰۃ کی رقم میں سے مستحق غریبوں، مسکینوں، بیواؤں اور ان لوگوں کو جو اپاہج، یا ضعیف ہونے کی وجہ سے روزی کمانے سے معذور ہوں عمر بھر کی پنشن کے طور پر گزارہ الاونس دیا جاسکتا ہے؟

زکوۃ رفاہ عامہ کے کاموں میں صرف کرنا:

(۲۸)　کیا زکوۃ کی رقم رفاہ عامہ کے کاموں مثلا: مسجدوں، ہسپتالوں، سڑکوں، کنوؤں اور تالابوں وغیرہ کی تعمیر پر خرچ کی جاسکتی ہے؟ جس سے ہر آدمی بلالحاظ مذہب وملت فائدہ اٹھاسکے۔

زکوۃ کی رقم بطور قرض دینا:

(۲۹)　کیا زکوٰۃ کی رقم کسی شخص کو قرضۂ حسنہ، یا قرض بلاسود کے طور پر دی جاسکتی ہے؟

مصرف زکوہ اپنا علاقہ ہے یا دیگر علاقوں میں مصیبت زدگان بھی ہیں:

(۳۰) کیا یہ ضروری ہے کہ زکوۃ جس ولا وقہ سے وصول کی جائے، اسی میں صرف کی جائے، یا اس علاقے سے باہر، یا پاکستان سے باہر تالیف قلوب کے لیے، یا آفات ارضی وسماوی مثلاً زلزلہ، سیلاب وغیرہ کے مصیبت زدگان پر خرچ کی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ اس سلسلہ میں آپ کے نزدیک علاقہ کی تعریف کیا ہے؟

ترکہ میت سے زکوۃ لینا:

(۳۱) متوفی کے ترکہ سے زکوہ وصول کرنے کا کیا طریقہ ہونا چاہیے؟

عدم وجوب سے زکوۃ کے حیلہ سے لوگوں کو روکنے کی تدابیر:

(۳۲) ایسی کیا احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں کہ لوگ زکوۃ کی ادائیگی سے بچنے کے لیے حیلے نہ کرسکیں؟

تحصیل زکوہ مرکز کے زیر انتظام ہو، یا صوبوں کے:

(۳۳) زکوۃ کی تحصیل اور اس کا انتظام مرکز کے ہاتھ میں ہونا چاہیے، یا صوبوں کے ہاتھ میں، اگر مرکز جمع کرے تو اس میں صوبوں، یا دوسرے علاقوں کے حصے مقرر کرنے کے کیا اصول ہیں؟

زکوٰۃ کے نظم ونسق کا طریقہ اور وصول زکوٰۃ کے لیے الگ محکمہ:

(۳۴) آپ کی نظر میں زکوٰۃ کے نظم نسق کو چلانے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟ کیا زکوۃ جمع کرنے کے لیے کوئی الگ محکمہ قائم کیا جائے، یا حکومت کے موجودہ محکموں میں سے ہی کام لیا جائے؟

زکوٰۃ سرکاری محصول ہے، یا سرکار صرف ذمہ دار ہے:

(۳۵) کیا زکوۃ کو سرکاری محصول قرار دیا جائے، یا وہ کوئی ایسا محصول ہے کہ حکومت محض اس کی وصولی اور انتظام کی ذمہ دار ہے؟

دور خلفائے راشدین میں اغراض عامہ کے لیے زکوٰۃ وغیرہ:

(۳۶) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں، یا خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور حکومت میں اغراض عامہ کے کاموں کے لیے زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی سرکاری محصول وصول کیا گیا ہے، اگر کیا گیا ہے وہ کیا تھا؟

اسلامی ممالک میں وصولئ زکوۃ کا طریقہ:

(۳۷) اسلامی ملکوں میں زکوٰۃ کی وصولی اور انتظام کرنے کا کیا طریقہ تھا اور اب کیا ہے؟

انتظام زکوۃ صرف حکومت کے پاس ہو، یا کسی مجلس کے پاس:

(۳۸) کیا زکوۃ کی وصولی اور خرچ کا انتظام صرف حکومت کے پاس رہنا چاہیے، یا کوئی مجصل امناء مقرر ہو کر اس کا انتظام حکومت اور عوام کی مشترکہ نگرانی میں ہونا چاہیے؟

منتظمین زکوٰۃ کی تنخواہوں اور فنڈ کی شرائط:

(۳۹) زکوۃ جمع کرنے اور اس کا انتظام کرنے کے لیے جو عملہ رکھا جائے، ان کی تنخواہیں، الاؤنس، پنشن، پراویڈنٹ فنڈ اور شرائط ملازمت کیا ہیں؟ (۱)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم:

(۱) مال مخصوص (نصاب کا چالیسواں حصہ، یا جو شرعاً اس کے قائم مقام ہو، جیسے جانوروں میں زکوٰۃ کا متعینہ حصہ) کا شخص مخصوص (مصرف) کو مالک بنا دینا اور اس میں اپنی کوئی منفعت نہ ہو، محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔

"ھی تملیک مال مخصوص وھو ربع عشر النصاب أوما یقوم مقامه من صدقات السوائم لشخص مخصوص، آه". (۲)

"أی مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ، آه". (۲)

(۲) جو شخص عاقل، بالغ مسلم، حر (آزاد) ملک نصاب نامی ہو (جس پر سال بھر گزر چکا ہو اور وہ حاجب اصلیہ سے زائد اور دیون انسانی سے فارغ ہو) اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ عورتوں، قیدیوں، مسافروں، مستأمنوں میں اگر یہ صفات موجود ہوں تو ان کی بھی فرض ہے، نابالغوں پر فرض نہیں۔ وہ مجنوں جس کو افاقہ نہ ہو، اس پر فرض نہیں۔ جس کو افاقہ بھی ہوتا ہو، اس میں تفصیل ہے، کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔ فاتر العقل؛ یعنی کم عقل پر حسب شرائط فرض ہوگی:

"وشرط افتراضها عقل، وبلوغ، وإسلام، وحریة والعلم به ولو حکماً لکونه فی دانا، وسببه: أی سبب افتراضها ملک نصاب حولی، تام، فارغ، عن دین له مطالب من جهة العباد، وعن حاجته الأصلیة، آه، (قوله: عقل وبلوغ) فلا تجب علیٰ مجنون وصبی، آه". (شامی) (۴)

---

(۱) نوٹ: حکومت پاکستان نے ۳۹ سوالات پر مشتمل استفتاء دارالافتاء مظاہر علوم میں بھیجا، حضرت والا دامت برکاتہم نے جوابات تحریر فرمائے؛ مگر افسوس کہ سوالات دستیاب نہ ہو سکے؛ اس لیے جوابات کو درج کیا جا رہا ہے۔ (الحمدللہ! ہمیں خیر الفتاویٰ سے وہی سوالات مل گئے اور شروع میں منسلک کر دیئے ہیں)

(۲) حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۷۱۳، کتاب الزکاة، قدیمی

(۳) الدر المختار: ۲/۲۵۶، کتاب الزکاة، سعید

(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۵۸، کتاب الزکاة، سعید

(۳) پندرہ سال کی عمر ہونے پر بلوغ کا حکم ہوجائے گا، اس سے قبل اگر علامات بلوغ ظاہر ہوں تو علامات کے ظہور کے وقت سے بالغ تصور کیا جائے گا۔

"بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والانزال، والجارية بالاحتلام والحيض والحبل، فإن لم يوجد فيهما شئ، فمتىٰ يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى، آه". (۱)

(۴) سونے چاندی کے زیورات میں اور ان میں جن میں سونا چاندی غالب ہو، زکوۃ فرض ہوگی، جب کہ وہ بقدر نصاب ہوں، اگرچہ ذاتی استعمال کے لیے ہوں۔

"ولو كانت الفضة أو الذهب حلياً أو غيره، تضب فيهما الزكاة، آه". (۲)

"واللازم فى كل منهما معموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً مباح الاستعمال أولا، ولو للتحمل، والنفقة ربع عشر، آه". (الدر المختار بحذف)

"(قوله: أو حلياً) ما تتحلى به المرأة من ذهب أو فضة. (قوله: أولا) كخاتم الذهب للرجال والأوانى مطلقاً ولو من فضه. (قوله: ولو للتحمل): أى التزين بهما فى البيوت من غير استعمال، آه". (۳)

(۵) اگر حصہ داروں نے کمپنی کو ادائے زکوٰۃ کا وکیل بنادیا ہے تو کمپنی ادا کردے، ورنہ حصہ داران ادا کریں۔ (۴)

(۶) جس کا حصہ خود، یا اس کے دوسرے مال زکوٰۃ کے ساتھ مل کر مقدار نصاب ہو، اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی؛ لیکن مشینری اور سامان جو کارخانہ چلانے کے لیے ہے، تجارت کے لیے نہیں، اس میں زکوۃ نہیں۔

"شرطه حولان الحول وثمنية المال كالدراهيم والدنانير أو السوم أو نية التجارة فى العروض إما صريحا ولابد من مقارنتها العقد التجارة، أو دلالة بأن يشترى عيناً بعض التجارة، آه". (۵)

(۷) اگر مالک نے سال بھر گزرنے پر فرخت کیا ہے تو فروخت کرنے والے پر زکوۃ فرض ہوگی، اگر اس سے پہلے فروخت کیا ہے تو اس پر فرض نہیں؛ بلکہ خریدنے والے پر فرض ہوگی، جب کہ اس کی ملک میں سال بھر پورا ہوجائے، یا اس کے پاس کوئی اور مال بقدر نصاب ہو تو اس مال سابق کا سال پورا ہونے پر اس کے ساتھ اس خرید کردہ حصہ پر بھی زکوٰۃ ہوگی۔ (۶)

---

(۱) الدر المختار: ۱۹/۲، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت

(۲) تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۸۲/۲، دار الكتب العلمية، بيروت

(۳) الدر المختار: ۲۹۸/۲، باب زكاة المال، سعيد

(۴) "وشرط صحة أدائها نية مقرنة له: أى للأداء، ولو كانت المقارنة حكما". (الدر المختار)
"وأما المقارنة للدفع إلى الوكيل فهى من الحكمية". (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲٦۸/۲، سعيد)

(۵) الدر المختار: ۲٦۷/۲، كتاب الزكاة، سعيد

(۶) ولا فى هالك بعد وجوبها ... والمستفاد ولو بهبة او إرث وسط الحول، يضم إلىٰ نصاب جن جنسه، فيزكيه بحول الأصلى، الخ". (الدر المختار: ۲۸۸/۲، فصل فى زكاة الغنم، سعيد)

سونا چاندی رائج الوقت سکے، سوائم، زمین کی پیداوار:

(الف) نقدی سونا چاندی کے زیورات، وہ زیورات جن میں سونا چاندی غالب ہو، ان میں بہرصورت زکوٰۃ فرض ہوگی، خواہ یہ تجارت کے لیے ہوں، خواہ کسی اورغرض کے لیے ہوں،(۱) جواہرات اگر تجارت کے لیے ہوں تو زکوٰۃ ہوگی، ورنہ نہیں۔

"لازكاة فی اللالی والجواهر وإن ساوت ألفاً اتفاقاً،إلا أن تكون للتجارة،والأصل أن ما عدا الحجرين والسائم إنما يزكی بنية التجارة،آه". (۲)

(ب) جن سکوں میں سونا چاندی غالب ہواور دوسری دھات مغلوب ہو، وہ خالص چاندی سونے کے حکم میں ہے اور جو سکے دوسری دھات کے ہوں، یا ان میں دوسری دھات غالب ہو، ان میں قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ فرض ہوگی؛ یعنی اگر ان کی قیمت سونے، یا چاندی کے نصاب کو پہونچ جائے تو زکوٰۃ ہوگی، ورنہ نہیں اور نوٹ میں اس کے روپیوں کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

"غالب الفضة والذهب فضة و ذهب،آه". (الدر المختار)

"الفلوس إن كانت اثمانا رالجة أو سلعة للتجارة،تجب الزكاة فی قيمتها،وإلا فلا،آه". (۳)

(ج) جو امانت بینک، یا کسی دوسری جگہ محفوظ ہو، اس میں بھی زکوہ واجب ہوگی، جو قرض کسی سے لیا ہو، اس پر زکوٰۃ نہیں، جو قرض کسی کو دیا ہو، اس پر واجب ہے؛ مگر وصول سے پہلے ادا کرنا واجب نہیں۔(۴) مرہونہ جائیداد کی زکوۃ واہن پر نہیں۔(۵) متنازعہ فیہ جائیداد کا فیصلہ جس کے حق میں ہوگا، اس پر زکوٰۃ ہوگی، بشرطیکہ وہ اموال زکوٰۃ میں سے ہو، زمین کاشت پر زکوۃ نہیں۔ اگر عطیات ان اموال میں سے ہوں، جن میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور معطی لہ کو مالک بنادیا گیا ہوتو شرائط زکوٰۃ کے مطابق زکوہ واجب ہوگی، ورنہ نہیں۔(۶)

---

(۱) "والـلازم فيـمضروب كل منهما معموله ولو تبراً أو حلياً ... غالب الذهب والفضة فضة وذهب ما غلب غشه بقوم كا لعروض، الخ". (الدرالمختار مع رد المحتار: ۲۹۸/۲، باب زكاة المال، سعيد)

(۲) الدر المختار: ۲۷۳/۲، كتاب الزكاة، سعيد

(۳) "والـلازم فيـمضروب كل منهما معموله ولو تبراً أوحلياً ... غالب الذهب والفضة فضة وذهب ما غلب غشه بقوم كا لعروض،إلخ" (الدرالمختارمع رد المحتار: ۲۹۸/۲، باب زكاة المال،سعيد)

(۴) فتجب زكاتها إذا تم نصاباً أوحال الحول،لكن لا فوراً بل عند قبض أربعين درهماً من الدين القوى كفرض وبدل التجارة ،الخ". (الدرالمختارمع ردالمحتار: ۳۰۵/۲، كتاب الزكاة،سعيد)

(۵) "ومـن مـوانـع الـوجـوب الـرهـن إذا كـان فـی يـد الـمـرتهـن لعدم الملک إليه". (البحرالرائق شرح كنز الدقائق: ۳۵۵/۲، كتاب الزكاة ،رشيدية)

(۶) الزكاة واجبة عـلـى الـحر العاقل البالغ المسلم إذا بلغ نصاباً ملكاً تاماً،وحال عليه الحول،الملک التام أن يـكـون مـلـكـه ثـابتـاً مـن جـمـيـع الـوجـوه،ولايتـمـكـن الـنقصافيه بوجه كما فی المديون والمكاتب،إلخ". (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۱۷/۲، كتاب الزكاة ،إدارة القرآن كراچی)

(ہ) پراویڈنٹ فنڈ میں جوحصہ تنخواہ سے جمع کیا جاتا ہے، اس کی زکوۃ شرائط کے مطابق واجب ہوگی اور جو گورنمنٹ خود جمع کرتی ہے، اس پر ابھی واجب نہیں، وصول ہونے کے بعد شرائط کے مطابق واجب ہوگی۔(۱) بیمہ پالیسیاں کی ہمیں تحقیق نہیں کیا ہے۔(۲)

(و) سائمہ جانور اور تجارتی اشیا پر زکوٰۃ واجب ہے، شیر خانہ کی مصنوعات جو تجارتی ہوں، ان میں ان کی

---

(۱) یہ ظاہر ہے کہ رقم جو ملازم کی تنخواہ سے وضع کی جاتی ہے، ملازم کی خدمت کا معاوضہ ہے، جو ابھی اس کے قبضہ میں نہیں آیا، لہٰذا وہ محکمہ کے ذمہ ملازم کا ''دین'' ہے، زکوۃ کے معاملہ میں فقہانے دین کی تین اقسام کی ہیں، جن میں سے بعض پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور بعض پر نہیں ہوتی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دین کی کون سی قسم کا ہے؟ اس کے بعد ہی اس مسئلہ کا فیصلہ ہوسکتا ہے کہ اس دین پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، یا نہیں؟ دین کی تین قسمیں فقہا کی تصریح کے مطابق یہ ہیں:

دین قوی: وہ دین ہے، جو کسی مال تجارت کے بدلہ میں کسی پر واجب ہو، مثلاً زید نیک چھ سامان تجارت عمرو کے ہاتھ فروخت کیا۔ عمر کے ذمہ اس فروخت کیا۔ عمرو کے ذمہ اس کی قیمت واجب ہوگئی، یہ قیمت جب تک وصول نہ ہو، عمرو کے ذمہ زید کا دین قومی ہے۔ اس دین کا حکم یہ ہے کہ اس کی زکوٰۃ دائن پر واجب ہوتی ہے؛ یعنی جب یہ رقم اسے وصول ہوجائے گی، اس وقت اس پر اس تمام عرصہ کی زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب ہوگا، جس میں وہ مدیون کے ذمہ دین تھی، نقد رقم جو کسی کو قرض دی گئی ہو، اس کا حکم بھی یہی ہے۔

دین متوسط: وہ دین ہے، جو کسی غیر تجارتی مال کے بدلہ میں کسی پر واجب ہوا ہو، مثلاً زید نے اپنے استعمال کے کپڑے عمر کو بیچ دیئے، اس کی قیمت جب تک وصول نہ ہو، عمرو کے ذمہ دین متوسط ہے۔ اس دین کے بارے میں امام ابوحنیفہ سے دو روایتیں ہیں:

صاحب بدائع وغیر نے ترجیح اس کو دی ہے کہ یہ رقم جب تک دائن کو وصول نہ ہوجائے، اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور جتنے عرصہ یہ وصول نہیں ہوئی، اس عرصہ کی زکوٰۃ وصول یابی کے بعد بھی دینی نہیں پڑے گی۔ (كما هو مصرح في آخرى عبارة البدائع الآتية)

دین ضعیف: اس دین کو کہتے ہیں، جو یا تو کسی چیز کا معاوضہ ہی نہ ہو، جیسے وراثت، یا وصیت کے ذریعہ حاصل ہونے والا مال، یا معاوضہ تو ہو؛ لیکن کسی مال کا معاوضہ نہ ہو، جیسے عورت کا دین مہر اور بدل خلع وغیرہ۔ اس دین کا حکم بھی یہ ہے، جتنے عرصہ ہی رقم وصول نہیں ہوئی، اس عرصہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ یہ تین قسمیں علامہ کاسانی نے بدائع الصنائع میں زیادہ تفصیل سے بیان کی ہیں، آہ۔

خلاصہ: اس بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ پراویڈ ینٹ فنڈ میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ وہ دین متوسط ہو اور دوسرے یہ کہ اسے دین ضعیف قرار دیا جائے اور دین ضعیف ہونے کا احتمال راجح ہے، لہٰذا اس راجح احتمال کی بنیاد پر تو اس پر زکوٰۃ واجب ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں اور اگر اسے دین متوسط قرار دیا جائے، تب بھی امام کرخیؒ، صاحب بدائع اور صاحب غایۃ البیان کی تصریح کے مطابق اصح روایت یہی ہے کہ اس پر سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ علامہ شامی کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ شامی: ۳۶/۲، ومنحۃ الخالق: ۲۳۲/۲، البتہ صاحب بحر نے دین متوسط پر زکوہ کے وجوب کو ترجیح دی ہے؛ لیکن اجرت عبد کے سلسلہ میں انہوں نے ہی یہ تصریح بھی کردی ہے کہ اگر عبد کی اجرت پر انہوں نے یہ حکم لگایا ہے تو پھر خدمت حر پر یہ حکم بطریق اولیٰ ثابت ہوگا، لہٰذا امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق پراویڈ ینٹ فنڈ پر زکوۃ سالہائے گزشتہ کی واجب نہیں ہوتی''۔ (پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ اور سود کا مسئلہ، تالیف مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، عنوان: پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا مسئلہ، ص: ۴، ۵، دارالاشاعت، کراچی)

(۲) دیکھئے رسالہ: بیمہ زندگی، مؤلف مولانا مفتی محمد شفیع

''وسببه: أي سبب افراضها ملك نصاب حولي''. (الدر المختار).

فلا زكوة في سوائم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملك''. (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲۵۹/۲، سعيد)

قیمتوں کا اعتبار ہوگا۔ زرعی پیداوار اور پھلوں میں عشرہ، یا نصف عشر، بشرطیکہ زمین عشری ہو۔ سبزیات اور پھلوں کی تفصیلات کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائی جائیں، بعض میں عشر ہے، بعض میں نہیں۔

"ویجب العشر فی ثمرة جبلوفی مسقی سماء وسیح بلا شرط نصاب وبقاء،آه". (۱)

(ز)　جو چیز پگھلنے، ڈھلنے والی ارض خراجی، یا عشری سے ملے، اس میں خمس؛ یعنی پانچواں حصہ واجب ہوگا۔

"وجدمسلم أوذمی معدن نقد وحدید فی أرض خراجیة أوعشریة،خمس،آه". (۲)

(ح)　جس دفینہ پر اسلام کی علامت نہ ہو، اس میں بھی خمس ہے اور جس پر اسلامی علامت ہو، وہ لقطہ ہے۔

"لووجد دفین الجاهلیة خمس، وما علیه سمة الاسلام من الکنوز فلقطة،وما علیه سمة الکفر خمس". (۳)

(ط)　اس کا مفہوم واضح نہیں ہوا۔

(ی)　اس میں بھی عشر ہے، جب کہ خراجی زمین نہ ہو۔

"یجب العشر فی عسل أرض غیرالخراج، آه". (۴)

(ک)　ان میں عشر نہیں البتہ موتی وغیرہ تجارت کے لیے ہوں تو حسب شرائط زکوہ واجب ہوگی۔

ولا فی لؤلؤ وغیره،وکذا جمیع ما یستخرج من البحر،آه". (۵)

(ل)　اس میں عشر نہیں، اگر تجارت کے لیے ہوتو شرائط کے موافق زکوۃ ہوگی۔

"ولا فی عین قبرونفط،آه". (۶)

(م)　مسلمان تاجر سے زکوۃ لی جائے گی اور ذمی سے نصف عشر لیا جائے گا اور غیر ملکی کافروں سے ان کے ملک کا معاملہ دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا؛ یعنی وہ جتنا مسلمان سے لیتے ہیں، اسی قدر لیا جائے گا؛ مگر کل مال نہیں لیں گے، ہمارا معاملہ بہر حال بہتر ہونا چاہیے۔ (۷)

(۹)　اموال زکوۃ کی تفصیل احادیث مرفوعہ میں موجود ہے، خلفائے راشدین نے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔ (۸)

(۱-۴)　الدرالمختار: ۳۲۵/۲، کتاب الزکاة، باب العشر، سعید

(۵)　الدرالمختار: ۳۲۲/۲، کتاب الزکاة، سعید

(۶)　الدرالمختار: ۳۳۱/۲، کتاب الزکاة، سعید

(۷)　"وأما القدر المأخوذ مما یمربه التاجر علی العاشر، فالمار لا یخلو: إما إن کان مسلماً أوذمیاً أو حربیاً، فإن کان مسلماً یؤخذ منه فی أموال التجارة ربع العشر؛ لأن المأخوذ منه زکاة، فیوخذ علیٰ قدر الواجب، وأصله ما روینا عن عمر رضی اللّٰه عنه أنه کتب إلی العشاء فی الطراف إن خذوا من المسلم ربع العشر، ومن الذمی نصف العشر، من الحربی العشر، إلخ" (بدائع الصنائع: ۴۵۵/۲، فصل فی بیان القدر الماخوذ مما یمربه، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۸)　"أموال الزکاة أنواع ثلاثة: أحدهما: الأثمان المطلقة، وهی الذهب والفضة، والثانی: أموال التجارة، وهی العروض المعدة للتجارة، والثالث: السوائم". (بدائع الصنائع: ۴۰۵/۲، کتاب الزکاة، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۱۰) سونے چاندی کے سکے، یا وہ سکے جن مین سونا چاندی غالب ہے، ان کی زکوہ واجب گی، خواہ وہ رائج ہوں، یا نہ ہو؟ یا کسی دوسری حکومت کے ہوں، سب کا ایک ہی حکم ہے، ایسے سکوں کے علاوہ دوسرے سکے اگر رائج ہوں تو قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ ہوگی، اگر رائج نہ ہوں تو زکوۃ نہیں، **کمامر**.(۱)

(۱۱) مال ظاہر کہتے ہیں گائے، بکری وغیرہ بقدر نصاب کو اور اس مال تجارت کو جس کو تاجر لے کر عشر پر گزرے، مال باطن جو اس کے علاوہ ہو، جیسے سونا چاندی اور وہ مال تجارت جو مکان، یا دکان میں ہو، بینک میں جمع شدہ رقوم مال باطن کے حکم میں ہیں۔

"مال الزکوٰة نوعان: ظاهر: وهو المواشي وما يمر به التأجر على العاشر، وباطن: وهو الذهب و الفضة وأموال التجارة فی مواضعها، آه".(۲)

(۱۲) صرف مال نامی پر زکوۃ واجب ہوگی، نامی کے معنی بڑھنے والا، اس کی دو صورتیں ہیں: ایک حقیقۃً جیسے مویشی کہ ان کی نسل بڑھتی ہے اور مال تجارت۔ دوسرے تقدیراً، اس کا مصداق سونا چاندی اور وہ سکہ جو رائج ہو۔

قال ابن عابدين: النمأ فی اللغة: الزيادة، وفی الشرع: هو نوعان: حقيقی وتقديری، فالحقيقی الزيادة بالتوالد والتناسل والتجارات، والتقديری تمكنه من الزيادة بكون المال فی بده أويد نائبه، آه".(۳)

"هو قسمان: خلقی وفعلٰی، فالخلقی الذهب والفضة؛ لأنها تصلح للنتفاع بأعيانها؛ أی فی دفع الحوائج، فلاحاجة إلى الأعداد من العبد للتجارة فيه بالنية إذا كانت عروضاً أوبنية الاسامة إن كانت سالمة، آه. (الطحطاوی)(۴)

(۱۳) سونے چاندی کے زیورات پر بہرصورت زکوٰۃ ہے، کرایہ کو دخل نہیں، دوسری کرایہ کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں، اگر وہ کرائے کے لیے ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہوگی، جو چیزیں کرائے پر چلتی ہیں، ان کی آمدنی پر شروط کے موافق زکوٰۃ ہوگی۔(۵)

(۱۴) جو جانور تجارت کے لیے ہوں، ان پر زکوۃ ہوگی، جو جانور شوقیہ نسل، یا دودھ کے لیے ہوں، ان میں سے

---

(۱) **"وغالب الفضة والذهب فضة وذهب، وما غلب غشه منهما يقوم كالعروض، ويشترط فيه النية، إلا إذا كان يخلص منه ما يبلغ نصاباً أوأقل، ونده ما يتم به أوكانت إثمانا رائجة وبلغت نصاباً من أدنٰى، فقد تجب زكاته فتجب، وإلا لا". (الدرالمختار: ۳۰۰/۲، باب زكاة المال، سعيد)**

(۲) **ردالمحتار: ۳۱۰/۲، باب العاشر، سعيد**

(۳) **ردالمحتار: ۲٦۳/۲، باب العاشر، سعيد**

(۴) **حاشية الطحطاوی على الدرالمختار: ۳۹۱/۱، كتاب الزكاة، دارالمعرفة، بيروت**

(۵) **ولا (زكاة) فی ثياب البدن ... ودورالسكنٰى ونحوها: أی كثياب البدن الغير المحتاج إليها كالحوائيت والعقارات". (الدرالمختارمع رد المحتار: ۲٦٤/۲، كتاب الزكاة، سعيد)**

اونٹ گائے م بھینس، بھیڑ، بکری، دنبہ پر زکوۃ ہوگی جب کہ یہ جانور سال کا اکثر حصہ منگل میں چرنے پر اکتفا کرتے ہوں، بقیہ مرغیوں وغیرہ پر زکوۃ نہیں۔ تجارتی جانوروں کی زکوۃ قیمت لگا کر چالیسواں حصہ ادا کردی جائے، نسل کے جانوروں کی زکوۃ کا طریقہ تفصیل سے کتب فقہ میں مذکور ہے، ایسے جانوروں کا کم از کم نصاب یہ ہے: اونٹ پانچ، گائے بھینس تیس، بکری چالیس۔(۱)

(۱۵) سونے چاندی کے نصاب سے چالیسواں حصہ واجب ہوتا ہے، یہی حساب مال تجارت کی زکوٰۃ کا ہے،(۲) جانور کی زکوہ میں بہت تفصیل ہے۔ زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ بعض صورتوں میں دسواں حصہ ہے، بعض میں بیسواں، یہ سب تفصیلا کتب فقہ میں مذکور ہیں۔(۳)

(۱۶) کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، جو احکام نبی کریم صلی اللہ وعلیہ وسلم نے صاف صاف بیان فرما دیئے، خلفائے راشدین نے ان پر عمل کر کے مستحکم کر دیا، احکام منصوصہ بالخصوص مقادیر میں تبدیلی ہو بھی نہیں سکتی۔(۴)

(۱۷) نہ سکوں کی تفصیل معلوم، نہ اوزان کی، لہٰذا جواب سے معذوری ہے۔

(۱۸) کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی؛ کیوں کہ مقادیر توقیفی ہیں، اجتہادی اور قیاسی مسائل پر ان کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، کسی کو یہ حق نہیں کہ احکام وحی کو منسوخ کر سکے۔

﴿**اليوم أكملت لك دينكم**﴾(الآية)(۵)

(۱۹) ہر قسم کے مال زکوٰۃ پر سال بھر گزرنے سے زکوٰۃ ہوگی۔"**لا زكاة في المال حتى يحول عليه الحول**".(۶) زمین کی پیداوار معدنیات کے لیے سال گزرنا شرط نہیں۔

(۲۰) اگر زمین پر خراج موظف ہے تو وہ صرف ایک مرتبہ واجب ہوگا، اگر خراج مقاسمہ ہے، یا عشر ہے تو وہ ہر فصل پر واجب ہوگا۔

"**ولا يتكرر خراج الوظيفة بتكرار الخارج، بخلاف خراج المقاسمة والعشر؛ لأنهما يتكرران، آه**".(۷)

---

(۱) ردالمحتار: ۲/۲۷۵-۲۹۵، كتاب الزكاة، سعيد

(۲) "نصاب الذهب عشرون مثقالاً، والفضة مائتا درهم كل عشرة ... أو في عرض تجارة قيمة نصاب من ذهب وورق مقوماً بأحدهما، إلخ". (الدر المختار: ۲/۲۹۵، باب زكاة المال، سعيد)

(۳) يجب العشر في ثمرة جبل أو مفازة ... وتجب في مسقى سماء سيح كنهر بلا شرط نصاب وبلا شرط بقاء ... يجب نصفه في مسقى غرب ودالية، الخ" (الدر المختار: ۲/۲۲۵-۲۲۸، باب العشر، سعيد)

(۴) "بأن نصب المقادير بالرای، لا يجوز". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب اللعان: ۳/۴۹۱، سعيد)

(۵) سورة المائدة: ۳

(۶) الهداية: ۱/۸۵، كتاب الزكاة، مكتبة شركة علمية ملتان

() مجمع الانهر: ۱/۶۶۹، باب العشر والخراج، دار إحياء التراث العربي بيروت

(۲۱) قمری سال متعین ہے، کسی خاص مہینہ کی تعیین نہیں؛ بلکہ جس وقت سے نصاب کا ملک ہوا ہے، اسی وقت سے سال بھر پورا ہونے پر زکوٰۃ پوری ہوگی۔

"ولایتکرر خراج الوظیفة بتکرار الخارج، بخلاف خراج المقاسمة والعشر؛ لأنهما یتکرران، آه". (۱)

(۲۲) مسلم فقیر، مسکین، عامل، مکاتب، غارم، فی سبیل اللہ، ابن السبیل، لقوله تعالیٰ ﴿إنما الصدقات للفقراء﴾ (الآیة) بشرطیکہ یہ لوگ ہاشمی نہ ہوں اور جس مسافر کے ساتھ مال نہ ہو، اس کو بقدر حاجت زکوٰۃ دی جائے، (۲) غیر مسلم زکوٰۃ کا مصرف نہیں۔ (۳)

(۲۳) فقیر: جو قدر نصاب سے کم، یا اس کے ملک میں کچھ نہ ہو۔

عامل: جس نے اپنے نفس کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے فارغ کرلیا ہو، جیسے عاشر اور ساعی، بقدر عمل اس کو زکوٰۃ دی جائے۔

مکاتب: جس غلام کا مولیٰ سے معاملہ ہوگیا ہو کہ اتنی مقدار ادا کردو، آزاد ہو جاؤ گے، بشرطیکہ اس کا مولی ہاشمی نہ ہو۔

غارم: مقروض جس کے پاس اتنا نہ ہو کہ قرض ادا کر کے بقدر نصاب بچ جائے۔

فی سبیل اللہ کے مصداق تین ہیں: ۱۔ منقطع الغزاۃ، ۲۔ منقطع الحاج، ۳۔ طلبہ علم دین۔

ابن السبیل: جس کے ساتھ مال نہ ہو، اگرچہ وطن میں مال ہے۔ (کذا فی الشامی) (۴)

(۲۴) کسی ایک بھی خرچ کی جاسکتی ہے، تمام مصارف پر صرف کرنا ضروری۔

"ویصرف علیٰ کلهم وبعضهم ولو واحد من أی صنف کان، آه". (۵)

کسی مصرف کو اس قدر زکوۃ دینا مکروہ ہے، جس کہ وہ خود صاحب نصاب ہوجائے۔ (۶)

---

(۱) مجمع الأنهر: ۶۶۹/۱، باب العشر والخراج، دار إحیاء التراث العربی بیروت

(۲) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها﴾، الخ. (سورة التوبة: ۶۰)

"مصرف الزکاة والعشر هو الفقیر، وهو من له أدنیٰ شئ: أی دون صاحب نصاب أو قدر نصاب غیر نام، مستغرق فی الحاجة، ومکسین من لاشئ له، وعامل فیعطی ولو غنیاً، لاهاشمیا، بقدر عله، ومکاتب، ومدیون لایملک نصاباً فاضلاً عن دینه وفی سبیل اللّٰه وابن السبیل، الخ". (الدر المختار: ۳۳۹/۲-۳۴۴، باب المصرف، سعید)

(۳) "ولا تدفع إلیٰ ذمی لحدیث معاذ". (الدر المختار: ۳۵۱/۲، باب المصرف، سعید)

(۴) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها﴾ (سورة التوبة: ۶۰)

"مصرف الزکاة والعشر هو الفقیر، وهو من له أدنیٰ شئ: أی دون صاحب نصاب أو قدر نصاب غیر نام، مستغرق فی الحاجة، ومکسین من لاشئ له، وعامل فیعطی ولو غنیاً، لاهاشمیاً، بقدر عله، ومکاتب، ومدیون لایملک نصاباً فاضلاً عن دینه وفی سبیل اللّٰه وابن السبیل، الخ". (الدر المختار: ۳۳۹/۲-۳۴۴، باب المصرف، سعید)

(۵) الدر المختار: ۳۴۴/۲، باب المصرف، سعید

(۶) "وکره اعطاء فقیر نصاباً أو أکثر، إلا إذا کان المدفوع إلیه مدیوناً، أو کان صاحب عال لو فرقة علیهم لایخص کلام، الخ". (الدر المختار: ۳۵۳/۲، باب المصرف، سعید)

(۲۵) مصارف زکوۃ کے ہر طبقہ اور ہر فرد کو زکوۃ دی جاسکتی ہے، بنو ہاشم اور ان کے موالی کو لینا جائز نہیں، ایسے حضرات کی خدمت غیر زکوۃ سے کی جائے، حکومت اسلام کو چاہیے کہ احترام کے ساتھ بیت المال کے دوسرے مدات سے ان کی خدمت کرتی رہا کرے اور اس کا خاص طور پر اہتمام رکھے۔

”لا إلٰى بنی هاشم و مواليهم، آه“. (۱)

مزکی کو اختیار ہے کہ حسب صواب دید جس کو چاہیے، دے۔

(۲۶) زکوٰۃ کے لیے تملیک ضروری ہے، اگر اداروں کے منتظمین کو زکوٰۃ دی جائے اور وہ مصاف زکوۃ پر تملیکاً صرف کردیں تو زکوۃ ادا ہوجائے گی، اگر تعمیر وغیرہ دوسرے مصارف پر صرف کریں تو جائز نہیں۔

”لایصرف إلٰى بناء نحو مسجد كبناء القناطير والسقاية وإصلاح الطرفات وكزى الأنهار و الحج والجهاد، وكل مالايمليک فيه، آه“. (۲)

(۲۷) دیا جاسکتا ہے، جب تک وہ مصرف رہیں۔

(۲۸) ایسے موقع میں خرچ کرنا درست نہیں، لما مر من أنه لا تمليک فيها.

(۲۹) نہیں دی جاسکتی۔ (۳)

(۳۰) بہتر یہ ہے کہ جس بستی کی زکوہ ہو اسی بستی میں خرچ کی جائے، بلاضرورت دوسری بستی میں بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے؛ لیکن اگر دوسری بستی میں زیادہ حاجت مند ہوں، یا لڑکی کے رشتہ دار ہوں، یا زیادہ دیندار ہوں، یا طلبائے علم دین ہوں تو مکروہ نہیں۔

”وكره نقلها من بلد إلٰى بلدٍ آخرٍ إلا إلٰى ذی قرابة أوأحوج أوأصلح أوأورع“. (۴)

پاکستان سے باہر بھی بوقت حاجت بھیجنا درست ہے، بشرطیکہ مصرف میں خرچ کی جائے۔

(۳۱) متروکہ سے جبراً زکوٰۃ وصول نہیں کی جاسکتی، البتہ اگر متوفی نے وصیت کی ہے اور مال ظاہری کی زکوٰۃ ہے تو وصول کی جاسکتی ہے، ورنہ نہیں۔ اگر مال باطن ہو اور وصیت کی ہو تو حسب شرائط ورثہ اس وصیت کو پورا کریں۔ (۵)

---

(۱) الدرالمختار: ۳۳۲/۲، باب فی بيان المصارف، دارالكتب العلمية بيروت

(۲) الدرالمختار: ۲٤۲/۲، باب المصرف، سعيد

(۳) ”رجل دفع إلٰى رجل عشرة دراهم، وأمره أن يتصدق بها، فانفقها الوكيل، ثم تصدق عن الأمربعشرة دراهم من ماله، لايجوز ويكون ضامنا للعشرة، ولو كانت الدراهم قائمة، فأمسكا الوكيل وتصدق من عنده بعشرة، جاز استحساناً“. (الفتاوٰی الهندية، كتاب الوكالة، الباب العاشرفی المتفرقات: ٦٤٤/۳، رشيدية)

(۴) الدر المختار: ۳٥۳/۲، باب السابع فی المصارف، سعيد

(۵) إذا مات من عليه زكاة، سقطت الزكاه عنه بموته، حتٰى أنه إذا مات عن ذكاة سائمة، فالساعی لايجبر الوارث علٰى الأداء ... ولو أوصٰى بأدائها، لاتسقط بالانفاق، ولو أوصٰى بأداء الزكاة يجب تنفيد الوصية من للث ماله. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۹٦/۲، من جملة الأسباب المسقطة للزكاة، إدارة القرآن، كراتشی)

(۳۲) زکوٰۃ کے فضائل اور ترک زکوٰۃ کی وعید کی تدریس، تعلیم، تذکیر کا اہتمام انا ءاللہ مفید ہے، جائز تدابیر بھی اختیار کی جاسکتی ہیں۔

(۳۳) مقامی اہل علم اہل اصلاح وورع کے مشورہ سے مرکز انتظام کرے اور حسب ضرورت دوسرے صوبوں اورعلاقوں میں صرف کا انتظام کیا جائے؛ مگر یہ انتظام ان ہی اموال کے متعلق ہے، جن کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حکومت کو حق ہے۔

(۳۴) بیت المال کا محکمہ علاحدہ ہونا چاہیے، جس میں دیندار، اہل تقویٰ مسائل زکوٰۃ وغیرہ سے واقف کام کرنے والے ہوں اور یہ شعبہ کسی مخصوص شیخ الاسلام کے تحت ہو۔

(۳۵) زکوٰۃ حق فقرا ہے، حق حکومت نہیں، حکومت کی ذمہ داری تنی ہی ہے کہ اغنیا سے وصول کر کے مستحقین پر اپنے انتظام سے صرف کردے اور وہ بھی اموال پر اموال باطنہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جبراً کرسکتی ہے۔ ہاں اہل اموال کے ذمہ خود ادا کرنا از بس ضروری ہے۔ زکوٰۃ سرکاری محصول نہیں، یہ حق فقرا ہے۔(۱)

(۳۶) وقتی ضروریات وحوادث کے لیے چندہ کی ترغیب دی گئی ہے، بطور محصول کوئی چیز وصول نہیں کی گئی، بعض دفعہ کسی مالک کی ضرورت سے زائد مال بطور عاریت لیا گیا ہے، مثلاً کسی کے پاس دوگھوڑے ہیں تو جہاد کے لیے اس کا ایک گھوڑا مستعار لیا گیا، جو پھر واپس کردیا گیا، باقی ضروریات عامہ جزیہ خراج وغیرہ سے پوری کی جاتی تھیں۔

”ومصرف الجزية والخراج ومال التغلبي وهديتهم للإمام، وما أخذ منهم بلاحرب مصالحنا كسد تغور، وبناء القنطرة، والجسور، وكفاية العلماء، والمتعلمين، والقضاة، ورزق المقاتلة، وذراريهم، آه“. (۲)

(۳۷) پہلے زمانے میں عامل، ساعی، عاشر، مصدق مقرر تھے، ان کے ذریعہ سے صدقات وصول کئے جاتے تھے اور ارباب اموال کے اموال کی حفاظت کی جاتی تھی، بیت المال کی حدود مقرر تھیں، ان کے مصارف مقرر تھے۔ موجودہ حکومتوں کا حال حکومت پاکستان معلوم کرسکتی ہے۔(۳)

(۳۸) اس کا جواب نمبر:۳۳و۳۴ سے واضح ہے۔

(۳۹) تنخواہ مدزکوٰۃ سے اس محکمہ کو دی جاسکتی ہے، جب کہ وہ ہاشمی نہ ہوں۔ سب سے اعلیٰ شرط دیانت داری

---

(۱) صحح الولوالجي عدم الجواز في الأموال الباطنة، قال: وبه يفتي؛ لأنه ليس للسلطان ولاية الزكاة في الأموال الباطنة، فلم يصح الأخذ، اهـ“. (البحرالرائق: ۳۹۰/۲، فصل في الغنم، رشيدية)

(۲) الدرالمختار: ۲۱۷/٤، مطلب في مصارف بيت المال، سعيد

(۳) عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لمعاذبن جبل حين بعثه إلى اليمن: ”إنك ستاتي قوماً أهل الكتاب، فإذا جئتهم ... إن الله قد افتراج عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم، وترد علىٰ فقرايهم، فإن هم أطاعوا لك بذلك، الخ“. (صحيح البخاري: ۲۰۳/۱، باب أخذ الصدقة من أغنيائهم، قديمي)

سے کام کرنا ہے، بقدر عمل تنخواہ دی جائے، جو عامل کو اوراس کے اہل وعیال کو توسط کے ساتھ کافی ہو، جس میں حسب عمل وضرورت کمی بیشی ہوتی رہے گی اور جب خیانت کا ثبوت ہو جائے علاحدگی لازم ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۵/ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ۔ جوابات صحیح ہیں: بندہ منظور احمد عفی عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۲۵/ذی قعدہ/۱۳۶۹ھ۔ مجھے ان جوابات سے ماکل اتفاق ہے: محمد اسعد اللہ غفرلہ۔الجواب صحیح: زکریا کاندھلوی۔ صحیح: جمیل احمد تھانوی، مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔(فتاویٰ محمودیہ:۹/۳۶۶-۳۶۷)

واجب الزکوٰۃ چیز پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہے:

سوال: ایک رقم، یا شئی واجب الزکوٰۃ پر زکوٰۃ صرف ایک مرتبہ دینی چاہیے، یا جب تک وہ شے، یا رقم مالک کے پاس رہے، ہر سال برابر اس کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے، مثلاً زید کے پاس یکم جنوری ۱۹۳۰ء کو سو روپے کی رقم، یا سو روپے کا زیور فراہم ہوا، ۳۱/دسمبر ۱۹۳۰ء کو ایک سال ختم ہونے پر اس نے اس روپے، یا زیور کی زکوٰۃ ادا کردی، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر یہ روپیہ یا زیور دس سال تک بدستور زید کے پاس رہے اوراس میں اضافہ مطلق نہ ہو تو ان تمام سالوں میں اس پر زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے، یا صرف ایک ہی مرتبہ؟ اگر دسوں سال دی جائے گی تو اس تمام مدت میں رقم قابل زکوٰۃ سو روپے ہی رہے گی، یا جس قدر رقم زکوٰۃ کی ادا ہو چکی ہے، وہ اس میں سے مجرا کرکے بقیہ رقم قابل زکوٰۃ متصور ہوگی، دسوں سال دینے کی صورت میں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ ہر سال رقم گھٹتی رہے گی اور مالک کے لیے نقصان کا باعث ہوگی، درآں حالے کہ زکوٰۃ ایسی چیز نہیں جو کمی رقم اور مالک کے لیے نقصان کا باعث ہو۔

(المستفتی:۶۹۲، مسعود حسن صدیقی (علی گڑھ) ۲۳ رمضان ۱۳۵۴ھ، ۲۴ دسمبر ۱۹۳۵ء)

الجواب

ہر سال زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، (۲) اوراگر ہر سال تمام پر پوری رقم موجود ہوگی تو موجودہ رقم (یعنی پورے سو روپے) کی زکوٰۃ دینی ہوگی البتہ اگر ایک مرتبہ سو روپے کی زکوٰۃ (مثلاً ۸/۱) ادا کرنے کے بعد سو روپے نہ رہیں اور دوسرے

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها﴾ (سورة التوبة: ٦٠)

"مصرف الزكاة والعشر هو الفقير، وهو من له أدنىٰ شئ: أى دون صاحب نصاب أو قدر نصاب غير نام، مستغرق فى الحاجة، ومكسين من لاشئ له، وعامل فيعطي ولو غنيا، لا هاشمياً، بقدر عله، ومكاتب، ومديون لايملك نصاباً فاضلاً عن دينه وفى سبيل الله وابن السبيل، الخ". (الدر المختار: ۲/۳۳۹-۳۴۴، باب المصرف، سعيد)

(۲) وشرطه أى شرط إفتراض أدائها حولان الحول، وهو فى ملكه، وثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعيينهما التجارة بأصل الخلقة، فتلزم الزكاة كيفما أمسكهما إلخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲/۲۶۷، سعيد)

سال کے ختم پر ۸؍رہ جائیں تو ۸؍کی زکوٰۃ واجب ہوگی؛لیکن اگر سوروپے پر ہی پھر سال گزرا تو روپے کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور روپیہ حقیقۃً رکھنے کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ کام کے بڑھانے کے لیے ہے،اس کو بیکار محفوظ رکھنا اصل کے خلاف ہے؛اس لیے اس کے رہنے اور رکھنے میں زکوٰۃ ساقط نہیں ہوسکتی۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۲۵۸/۴-۲۵۹)

ماہانہ بچت پر سال ختم ہونے کے بعد حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے:

سوال: کسی شخص کو ہفتہ وار، یا ماہوار ساٹھ روپے کی بچت ہو اور کسی ماہ، یا ہفتہ کم وبیش ہو تو سال کے بعد وہ کیسے زکوٰۃ دے؟ حساب باقاعدہ اس کے پاس نہیں ہے؟

(المستفتی:۸۶۲،علی محمد صاحب (ڈنڈی،اسلات لینڈ) ۲۲؍محرم ۱۳۵۵ھ،۱۵؍اپریل ۱۹۳۶ء)

الجواب

ختم سال پر جس قدر مالیت موجود ہو،جس میں اصل اور نفع سب شامل ہوگا،اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، مثلاً: ابتدائے سال میں دو ہزار روپے تھے اور سال ختم ہونے پر دو ہزار پانچ سو کی مالیت تھی تو دو ہزار پانچ سو کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے،خواہ نفع کا ماہواری حساب اور مقدار معلوم ہو، یا نہ ہو۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۲۶۱/۴)

امانت پر زکوٰۃ:

سوال: زید کے پاس یتیم ،نابالغ کی امانت بصورت روپیہ اور سونے کے ہے،زید نے امانت بجنسہ اپنے پاس رکھی ہے،اسے اپنے کاروبار میں کبھی نہیں لگایا، کیا امانت کے مال پر زید کا فرض ہے کہ زکوٰۃ ادا کرے؟

(المستفتی:۱۲۵۲،شیخ محمد صدیق صاحب، دہلی، رمضان ۱۳۵۵ھ،مطابق ۱۲؍دسمبر ۱۹۳۶ء)

---

(۱) فی الدرالمختار:نام ولو تقديرًا بالقدرة على الإستنماء ولوبنائبه. وفی الشامية،قوله:نام ولوتقديرًا،النماء فی اللغة ... وفی الشرع ،هونوعان،حقيقى،وتقديرى،فالحقيقى هو الزيادة بالتوالد ،والتناسل،والتجارات،والتقديرى تمكنه من الزيادة بكون المال فی يده،أويد نائبه.(رد المحتار،كتاب الزكاة: ٢٦٣/٢ ،طبع سعيد)

(نوٹ ازمبوب) زکوٰۃ حساب کرنے کے لیے قمری سال کا اعتبار ہوگا۔

(ومنها حولان الحول علىٰ المال،العبرة فی الزكاة للحول القمرى،كذا فی القنية.(الفتاویٰ الهندية،كتاب الزكاة، الباب الأول: ١٧٥/١ ،مكتبة رشيدية، كوئٹة)

(۲) ومن كان له نصاب فاستفاد فی أثناء الحول مالاً من جنسه ضمه إلىٰ ماله،وزكاه سواء كان المستفاد من نمائه،أولا،وبأی وجه إستفادضمه إلخ.(الهندية،كتاب الزكاة: ١٧٥/١ ،رشيدية)

الجواب

نابالغ کے مال پر زکوٰۃ فرض نہیں، زید امین ہے، مالک نہیں ہے، مالک نابالغ غیر مکلّف ہے؛ اس لیے نہ امین پر اور نہ مالک پر کسی پر بھی زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۶۱/۴)

زکوٰۃ سال گزرنے کے بعد واجب ہوتی ہے:

سوال: زید کے پاس چاندی سونے کی کوئی چیز نہیں اور گزشتہ سال زید مقروض تھا، اس سال آٹھ ماہ کے اندر زید کے پاس یک صد سے کم روپے ہیں، ابھی مال مذکور پر ایک سال نہیں گزرا، ایسی صورت میں تو زید پر زکوٰۃ واجب نہیں؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی)

الجواب

ہاں: ابھی واجب نہیں سال پورا ہوا اور رقم موجود رہے تو زکوٰۃ واجب الادا ہوگی۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۶۲/۴)

امدادی فنڈ پر زکوٰۃ:

سوال: متعلقہ زکوٰۃ امدادی فنڈ؟

الجواب

محلے کا وہ روپیہ جو جماعت کا مشترک روپیہ ہو اور لوگوں کے کام آنے کے لیے جمع ہو، یا مسجد کا روپیہ ہو، اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جو روپیہ کسی کی ملکیت ہو، اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۶۵/۴)

---

(۱) (قوله: عقل، وبلوغ، إلخ) فلا تجب على مجنونٍ، وصبي، لأنها عبادة محضة، وليسا مخاطبين بها، إلخ. (رد المحتار، كتاب الزكاة، مطلب في أحكام المعتوه: ۲/ ۲۵۸، سعيد)

(۳،۲) وسببه أى سبب إفتراضها ملك نصاب حولي.

وفي الشامية: (قوله: ملك نصاب) فلا زكاة في سوائم الوقف، والخيل المسبلة، لعدم الملك. (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲/ ۲۵۹، سعيد)

ومنها حولان الحول على المال، العبرة في الزكاة للحول القمري، كذا في القنبة. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۷۵، الباب الأول في تفسيرها وصفتها، إلخ، رشيدية، انيس)

عن ابن عمر رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا زكوة في مال امرئ حتى يحول عليه الحول. (سنن الدار قطني، باب وجوب الزكوة بالحول: ۲/ ۷۶، رقم الحديث: ۱۸۷۰، انيس)

جہیز کی زکوٰۃ اور قربانی بیوی پر ہے:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۲۵ء)

سوال: دستور دنیاوی کے مطابق بیوی کو جہیز میں زیورات ملتے ہیں، وہ خود کوئی روپیہ نہیں کما سکتی، اس حالت میں زیور کی زکوٰۃ کس پر عائد ہوتی ہے، بیوی پر یا خاوند پر؟ اگر ایسے زیور کی زکوٰۃ خاوند نہ دے تو کیا وہ گناہ گار ہوگا؟ اگر خاوند جہیز کے مال اور اپنے کمائے ہوئے روپے سب کی زکوٰۃ خود ادا کرے تو عید الاضحیٰ کی قربانی اسے دو شخصوں کی طرف سے علاحدہ علاحدہ کرنی چاہیے، یا ایک شخص؛ یعنی اپنی طرف سے کرنی کافی ہوگی؟

الجواب

عورت اپنے زیور اور جہیز کی مالک ہوتی ہے اور اسی کے ذمہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، (۱) اور چونکہ اس کے پاس زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے روپیہ نہیں ہوتا اس لئے خاوند سے لے کر ادا کرتی ہے، یا اس کے امر واجازت سے خاوند ادا کر دیتا ہے، اگر خاوند ادا نہ کرے، نہ روپیہ دے تو عورت پر واجب ہوگا کہ وہ اپنا سامان بیچ کر ادا کرے؛ کیوں کہ واجب اسی کے ذمہ ہے، اسی طرح جب کہ عورت مالک نصاب ہو تو اس پر علاحدہ قربانی واجب ہوگی، ایک قربانی دونوں کے لیے کافی نہ ہوگی۔ (۲)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۴/ ۲۶۵-۲۶۶)

زکوٰۃ کن چیزوں پر ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۴ر ستمبر ۱۹۳۱ء)

سوال: زکوٰۃ کن چیزوں پر ہے، کیا جائیداد پر بھی ہے؟

---

(۱) ”الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصابًا ملكًا تامًا وحال عليه الحول، إلخ“. (الهداية، كتاب الزكاة: ۱/ ۱۸۵، مكتبة، شركت علمية، ملتان)

(وسببه) أي سبب افتراضها (ملك نصاب حولي) ... (تام) ... (وشروطه) أي شرط افتراض أدائها (حولان الحول) وهو في ملكه (وثمنية المال كالدراهم والدنانير). (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكٰوة: ۳/ ۱۶۹-۱۷۳، دار الكتاب ديوبند، انيس)

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لمعاذ بن جبل حين بعثه إلى اليمن: ...أن الله قد فرض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم فترد على فقرائهم. (صحيح البخاري، باب أخذ الصدقة من الاغنياء و ترد في الفقراء حيث كانوا، رقم الحديث: ۱۴۹۶، انيس)

(۲) قال: الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسر في يوم الأضحى عن نفسه، وعن ولده الصغار. (الهداية، كتاب الأضحية: ۴/ ۴۴۳، شركة علمية، ملتان)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

چاندی سونے اور مال تجارت پرزکوٰۃ فرض ہے،(۱) جائیداد جوتجارت کے لیے نہ ہو،اس پرزکوٰۃ فرض نہیں ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی: ۲۶۶/۴)

زکوٰۃ میں حوائج اصلیہ کی تشریح:

سوال (۱) ایک مولوی صاحب جوشرعاً غریب ہیں، اُن کے پاس مکان بنانے کے لیے کہیں سے زکوٰۃ کی رقم آئی تواِس زکوٰۃ کی رقم پر بعد حولانِ حول زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

(۲) حاجتِ اصلیہ میں کون کون سی اشیاء داخل ہیں؟

(۳) حاجتِ اصلیہ کی حد کتنے زمانہ تک کی ہے؟

(۴) اگرزکوٰۃ کی رقم پرزکوٰۃ واجب ہوتو پھراب وہ شرعاً مالدار ہے، لہذا اب اُس کے لیے مکان وغیرہ حاجتِ اصلیہ کے لیے اخذِ زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

(۵) اگرکسی (اہلیہ وغیرہ) کو مالک بنا کراخذِ زکوٰۃ کرےتو شرعاً کیا حکم ہے؟

(۶) مکان کے لیے جمع کی گئی رقم کا شمار حاجتِ اصلیہ میں، یا نہیں؟ جب کہ حاجتِ اصلیہ میں سے اُن کا مکان مستقل نہیں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

(۱) واجب ہے۔

إن الزكاة تجب في النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة.(ردالمحتار:۶/۲)

(۲) حاجتِ اصلیہ سے مراد وہ اشیا ہیں، جن کے ذریعہ آدمی اپنی ذات سے ہلاکت دور کرتا ہو۔

وفسره ابن ملك بما يدفع عنه الهلاك، تحقيقاً كثيابه، أو تقديراً كدَينه. (الدرالمختار علیٰ هامش الشامي: ۶/۲)

اِس میں رہائشی مکان، استعمالی کپڑے اور گھریلو ضروری سامان، سورای کا جانور، خدمت کے غلام اور ضروری ہتھیار داخل ہیں۔

---

(۱) نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم ...أو في عرض تجارة قيمته نصاب.(تنوير الأبصار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/ ۲۳۵ـ۲۹۸، سعيد)

(۲) ولا في ثياب البدن المحتاج، إليها لدفع والبرد، ابن ملك، وأثاث المنزل، ودور السكنٰى، ونحوها ... إذا لم تنو للتجارة.(الدرالمختار، كتاب الزكاة : ۲/ ۲۶۴ـ۲۶۵، سعيد)

کلام الهداية مشعر بأن المراد نفس الحوائج،فإنه قال:وليس في دورالسكنٰى وثياب البدن وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة؛لأنها مشغولة بحاجته الأصلية ،وليست بنامية أيضا،آه.(رد المحتار: ٦/٢)

(۳) جب تک آدمی زندہ ہے اِس کی حاجت باقی ہے، كما هو ظاهر.

(۴) اُس کے پاس آنے کے بعداب وہ اُس کی مِلک ہوگئی، زکوٰۃ کی رقم نہیں رہی اور اِس کا حکم عبارتِ منقولہ نمبر(۱) کے مطابق ہوگیا؛ اِس لیے اب وہ صاحبِ نصاب ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔

(۵) اُس رقم کو اپنی ملکیت سے نکال دینے کے بعد وہ صاحبِ نصاب نہیں رہا تو اپنی ضرورت کے لیے(کوئی دے تو) زکوٰۃ لے سکتا ہے،سوال پھر بھی نہ کرے۔

(۶) خود مکان حاجتِ اصلیہ میں داخل ہے۔نقد رقم اِس مقصد کے لیے جمع کر رکھی ہے تو اُس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، بشرطیکہ بقدرِ نصاب ہو۔ كما تدل عليه عبارة الهداية المنقولة عن الشامي.(۱)

آپ ایسا کیجیے کہ جوں جوں رقم آتی رہے، اُس کو جمع کرنے کے بجائے مکان کا سامان (لکڑی، اینٹ وغیرہ) خریدنے میں صَرف کرتے رہیے تو کوئی اشکال نہیں رہے گا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ:۲/۲۳-۲۴)

تجارت کی زکوٰۃ اوراس رقم کی زکوٰۃ ،جس سے زمین خریدی:

سوال: جو روپیہ تجارت میں لگایا جائے، اس پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے اور جو روپیہ خرید اراضی پر صرف کیا جائے۔ اس پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں:

الجواب

جو روپیہ تجارت میں لگا ہوا ہے اور سامان تجارت اس سے خریدا گیا ہے، اس تمام پر زکوٰۃ واجب ہے، جب کہ وہ نصاب کو پہنچ جاوے اوو سال گزر جاوے۔(کذا فی عامۃ کتب الفقہ) اور زمین ومکان بھی اگر تجارت کے لیے خریدا جائے ،مثلاً زمین ومکان کرایہ پر دیا جائے ،اس کے کرایہ کی آمدنی پر بعد پورا ہونے نصاب کے زکوٰۃ ہے اور تفصیل ان مسائل کی کتب فقہ میں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۶/۱۴۲)

---

(۱) وليس فى دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة.(مختصر القدوری،كتاب الزكاة،ص: ٥١،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

وليس فى دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة أنها مشغولة بالحاجة الأصلية وليست بنامية أيضا.(الهداية،كتاب الزكاة: ٩٦/١،دار إحياء التراث العربى بيروت،انيس)

فَلَا يَلْزَمُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِدُورِ السُّكْنَى وَثِيَابِ الْبَدَنِ وَالْأَثَاثِ وَالْعُرُوضِ الَّتِي لَا يَقْصِدُ بِهَا التِّجَارَةَ وَالْعَوَامِلَ وَأَرْضَ الْخَرَاجِ؛ لِأَنَّهُ لَا زَكَاةَ فِيهَا.(بدائع الصنائع،باب بيان ركن النذر: ٨٦/٥،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

سونا، چاندی اور نقد کی زکوٰۃ

سونے چاندی کے نصاب کی تحقیق:

سوال: چاندی وسونے کی زکوٰۃ کا کیا نصاب ہے؟ حضرت مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے ''عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح الوقایۃ'' میں نصاب چاندی ۔۔۔۔تولے ساڑھے پانچ ماشےاور نصاب سونا پانچ تولے ڈھائی ماشے تحریر فرمایا ہے،(۱) اور مولانا قطب الدین صاحب مرحوم نے مظاہر حق میں ساڑھے باون تولے چاندی اور ساڑھے سات تولے سونا ارقام فرمایا ہے،(۲) اور آنجناب نے تعلیم الاسلام میں چون تولے، دو ماشے چاندی کا نصاب اور سات تولے، ساڑھے آٹھ ماشے سونے کا نصاب تحریر فرمایا ہے۔(۳) ان میں سے کون سا قول اصح ہے؟ اور علامہ شامی کی یہ عبارت:'' **إن الدرهم المتعارف أكبر من الشرعي**''.(۴) کس کی تائید کرتی ہے؟

(المستفتی: ۲۰۹۷، محمد یسین صاحب اعظم گڑھ، ۹/ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۹/ جنوری ۱۹۳۸ء)

الجواب

مولانا عبدالحئی صاحبؒ کی یہ تحقیق کہ چاندی کا نصاب تولے ساڑھے پانچ ماشے ہے، اس نظریہ پر مبنی ہے کہ انہوں نے رتی کو احمر قرار دے کر چار ''جو'' کو فرض کرلیا ہے،(۵) یہ ایک محض فرضی نظریہ ہے، ورنہ آپ کسی احمر (گھونگچی)

---

(۱) إعلم أن الوزن المعروف في بلادنا مهجه وتولجه وهو الذي يقال له توله إثنا عشر ماهجة وهو الذي يقال له ماشه،و الماهجة يكون ثمانية أجزاء كل جزء منها يسمى بالفارسية سرخ ويقال له بالهندية رتي ونسميه بالأحمر وهٰذا الجزء يكون بقدرأربع شعيرات فيكون المثقال الذي هومائة شعيرة خمسة وعشرين جزءاً أحمروهوثلٰث ماهجة و أحمر واحد فيكون نصاب الذهب وهوعشرون مثقالاً مقدارخمس تولجة واثنتين ونصف ماهجة كما يعلم من ضرب ثلٰث ماهجة وأحمرفي عشرين هٰذا في الذهب وأما الفضة فقدعرفت إن نصابه مائتادرهم وكل درهم أربعة عشرقيراطًا يعني سبعين شعيرة فتحصل في درهم سبعة عشرونصف أحمروهوماهجتان وواحد ونصف من ذلك الأحمرفيكون مقدارمائتي درهم ستاوثلثين تولجة ونصف ماهجة.(عمدة الرعاية،كتاب الزكاة،بيان نصاب الذهب، والفضه: ۲۲۹/۱،سعيد)

(۲) مظاہر حق، کتاب الزکوٰۃ، باب ماتجب فیہ الزکوٰۃ:۱۹۹/۲ادارہ اشاعت دینیات، لاہور

(۳) حصہ چہارم، مال زکوٰۃ اور نصاب کا بیان:ص ۸۷ مکتبۃ الشیخ، کراچی

(۴) رد المحتار، كتاب الزكاة،باب زكاة المال: ۲۹٦/۲،طبع سعيد

(۵) عمدة الرعاية،كتاب الزكاة،بيان نصاب الذهب والفضة : ۲۲۹/۱،سعيد

کو خود معتبر کانٹے میں رکھ کر ''جو'' سے وزن کر کے دیکھیں گے تو وہ ڈھائی ''جو'' کے برابر ہوگی، پس ایک مثقال کے سو ''جو'' تقریباً چالیس رتی؛ یعنی پانچ ماشے ہوتے ہیں، یہ تقریباً کا لفظ میں نے اس لیے استعمال کیا ہے کہ احمر پورے ڈھائی جو کے برابر نہیں ہے؛ بلکہ کم ہے، میں نے خود تول کر اور حساب کر کے وہ وزن لکھا ہے، جو تعلیم الاسلام میں درج ہے اور مظاہر حق کے وزن میں اور میرے وزن میں لفظی فرق ہے، حقیقتاً دونوں تقریباً برابر ہیں؛ کیوں کہ انہوں نے باون تولے چھ ماشے دہلی کے قدیم تولے سے بتایا ہے اور میں نے چون تولے ۲/ ماشے روپیہ بھر وزن کے تولہ سے جو اب دہلی میں رائج بتایا جاتا ہے، قدیم تولہ موجودہ انگریزی روپیہ سے بقدر ۱ ۲/۴ رتی کے زیادہ تھا۔ مولانا عبدالحئی درہم کی مقدار ۲/ ماشے ۱ ۱/۲ رتی قرار دیتے ہیں اور ہمارے حساب سے تقریباً ساڑھے تین ماشے ہوتی ہے اور درہم متعارف ۴ ۱/۲ ماشے کا ہوتا ہے تو شامی کا یہ قول ''**إن الدرهم المتعارف أكبر من الشرعي**'' ہمارے حساب کے بھی موافق ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۴/ ۲۶۷-۲۶۸)

چاندی کا نصاب:

سوال: ایک شخص کے پاس دوسو پچاس تولہ چاندی اور ایک تولہ سونا ہے، اب جب کہ ۸/ تولہ چاندی اور ۳۷/ روپیہ تولہ سونے کا نرخ ہے، زکوٰۃ کی کیا رقم ادا کرنا چاہیے، کتنے روپیہ زکوٰۃ ادا کی جائے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زکوٰۃ کے وجوب اور ادا میں رقم کا اعتبار نہیں؛ بلکہ وزن کا اعتبار ہے، لہٰذا ایک تولہ سونے کی قیمت بازار سے معلوم کر لی جائے کہ کتنے میں آتی ہے، پھر اسی ایک تولہ سونے کو اتنے تولہ چاندی کے قائم مقام مان کر مجموعہ میں سے زکوٰۃ؛ یعنی چالیسواں حصہ ادا کر دیا جائے۔ (۱) مثلاً اگر ایک تولہ سونے سے چاندی خریدنا چاہیں تو پچاس تولہ چاندی آتی ہے، (رقم خواہ کسی قدر ہو) پس یہ سونا بمنزلہ پچاس تولہ چاندی کے ہو کر مجموعہ تین سو تولہ چاندی ہوگئی اور تین سو تولہ چاندی کا چالیسواں حصہ ساڑھے سات تولہ چاندی ہے، اب یا تو اتنی چاندی دے دی جاوے، یا اس قیمت کی چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز کسی غریب کی ضرورت کے موافق دے دی جاوے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ۱۱/ ۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۱۹/ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/ ۳۷۰-۳۷۱)

---

(۱) والمعتبر وزنهما أداء ووجوباً ولا قيمتهما. (الدرالمختار)

أى من حيث الأداء يعنى يعتبر أن يكون المؤدى قدر الواجب وزناً عند الإمام والثانى وقال زفر: تعبر القيمة واعتبر محمد الأنفع للفقراء، فلوأدى عن خمسة جيدة خمسة زيوفاً. (ردالمحتار: ۲/ ۲۹۷، باب زكاة المال، سعيد)

(۲) وجاز دفع القيمة فى زكاة وعشر وخراج، الخ. (تنوير الابصار مع الدرالمختار، باب زكاة الغنم: ۲/ ۲۵۵، سعيد)

چاندی کی زکوٰۃ:

سوال: میری بیوی کے پاس نہ تو ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور نہ ہی ساڑھے باون تولہ چاندی ہے، دونوں کو ملا کر دیکھا جوے، سونے کی قیمت چاندی میں بدل کر دیکھیں تو اتنا وزن ہوجاتا ہے، چاندی کی قیمت کو سونے میں بدل کر دیکھیں تو ساڑھے سات تولہ نہیں ہوتا تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ البتہ تعداد میں سچا گوٹہ اور ٹھپا بھی آتا ہے، یا نہیں؟ سب کو ملا کر سونے کی قیمت اور سب سامان کی قیمت قریب قریب ٹھیک ہوجاتی ہے۔

میرے پاس نقد روپیہ چار سو ہے اور ایک ہزار روپیہ ایک سال سے اُدھار رکھا ہے، سرکاری ملازم حکومت نے دیا ہے، دونوں ملا کر پانچ روپیہ فی صد سود لگا دیا جاتا ہے، یہ روپیہ ریٹائرڈ ہونے کے بعد ملتا ہے، کیا میں ان روپیوں کے اوپر زکوٰۃ ادا کروں، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

سونے کو بھی ملا کر چاندی تصور کرلیں؛ یعنی اس سونے کے عوض جتنی چاندی ملتی ہو تو یوں سمجھیں کہ یہ چاندی ہے، پھر مجموعہ کی زکوٰۃ ادا کریں۔(۱) چاندی سونے کے گوٹے ٹھپے کی بھی زکوۃ ہوگی، (۲) جو نقد روپیہ آپ کے پاس ہے، اس کی زکوٰۃ لازم ہے۔(۳)

جو روپیہ ادھار دے رکھا ہے اس کے وصول ہونے پر لازم ہوگی، جو روپیہ فنڈ سے مل گیا، اس کی زکوٰۃ اس وقت دوسرے نصاب چاندی سونا، نقد کے ساتھ اس کو بھی زکوٰۃ لازم ہوگی، ابھی لازم نہیں۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳؍۹؍۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴؍۹؍۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۷۱/۹-۳۷۲)

---

(۱) ویضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة، وقالا: بالاجزاء، الخ. (الدر المختار)
إن ماذكر من وجو ب الضم إذا لم يكن كل واحد منهما نصابا بأن كان أقل، الخ. (رد المحتار: ۳۰۳/۲، باب زكاة المال، سعيد)

(۲) الدراهم إذا كانت مغشوشة، فإن كانالغالب هو الفضة، فهى كالدراهم الخاصة: (أى فتجب فى كل مائتى درهم خمسة دراهم، الخ ... وإن غلب الغش فليس كالفضة كالستوقة، فينظر: إن كانت رائجة أو نوى التجارة، اعتبرت قيمتها، الخ. (الفتاوىٰ الهندية، الفصل الاول فى زكاة الذهب والفضة: ۱۷۹/۱، رشيدية)

(۳) وشرط وجوبها العقل، والبلوغ، والإسلام والحرية، وملك نصاب حولى، فارغ عن الدين وحاجته الاصلية، نام ولو تقديرا، الخ" (تبيين الحقائق: ۱۸/۲، باب زكاة المال، دار الكتب العلمية، بيروت

(۴) "وأما على قولهما، فالديون كلها سواء، وهى نصاب كله، تجب فيه الزكاة قبل القض إذا حال الحول، ولكن لا يجب الاداء قبل القبض، وإذا قبض شيئا منه يجب الأداء بقدر ما قبض قليلاكان او كثيرا، الخ". (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳۰۰/۲، فى زكاة الديون، إدارة القرآن كراتشى)

سونے کی زکوٰۃ چاندی سے:

سوال: سونے کی زکوٰۃ اگر چاندی سے دیوے تو زکوٰۃ دینا درست ہے، یا نہیں؟ اور چاندی کی زکوٰۃ کس طرح دینی چاہیے؟

الجواب

سونے کی زکوٰۃ چاندی سے دیوے تو قیمت دینا درست ہے اور اگر چاندی کی زکوٰۃ چاندی سے ہی دیوے تو جس قدر چاندی زکوٰۃ میں واجب ہے، وہ پوری ادا کرے، مثلاً: اگر بیس تولہ چاندی زکوٰۃ میں دینی واجب ہوئی ہے تو اگر روپیہ زکوٰۃ میں دے تو بیس ہی دیوے، یہ نہیں کہ بیس تولہ چاندی کی قیمت مثلاً اگر پندرہ روپے ہے تو پندرہ ہی دے دے، یہ درست نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۱۸)

صرف سونا نصاب سے کم ہو مگر قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب نہیں:

سوال: ایک شخص کے پاس سونے کا زیور ایک تولہ کا ہے، اس وقت اگر فروخت کیا جائے تو چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا ہے۔ اس پر زکوٰۃ فرض ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: مولوی عبدالرؤف خاں، جگن پوری)

الجواب

اگر اس کے پاس چاندی کا زیور بقدر زکوٰۃ ہو تو سونے کی قیمت بھی اس میں شامل کرکے زکوٰۃ ادا کرلے، (۲) اور اگر دونوں جدا جدا نصاب سے کم ہیں؛ مگر مجموعہ مل کر نصاب ہو جاتا ہے تو زکوٰۃ ادا کرنا اولیٰ ہے، (۳) اور اگر صرف سونا ہے چاندی نہیں ہے تو اگر چہ اس کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر ہو زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۴/۲۷۰)

سونا چاندی مخلوط کی زکوٰۃ:

سوال: اگر کسی شخص کے پاس ساٹھ تولے، یا ستر تولے چاندی اور دو تولے، یا ایک تولہ سونا ہو تو سونے کی زکوٰۃ چاندی میں تول کر دی جائے، یا سونے کی قیمت لگا کر زکوٰۃ دی جائے؟

---

(۱) ولامعتبروزنهما أداء ووجوبا لاقيمتهما. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب زكوٰة المال: ٢/٤٠، ظفير)

(۲) ويضم الذهب إلىٰ الفضة للمجانسة من حيث الثمية. (الهداية، كتاب الزكاة، باب زكوٰة الأموال: ١/١٩٦، شركة علمية، ملتان)

(۳) من كا له مائة درهم، وخمسة مثاقيل ذهب، وتبلغ قيمتهامائة درهم، فعليه الزكاة، عنده خلافًا لهما. (الهداية، كتاب الزكاة، باب زكاة الأموال: ١/١٩٦، شركة علمة، ملتان)

(۴) فأما إذا كان له ذهب مفرد، فلاشئى فيه حتىٰ يبلغ عشرين مثقالاً، فإذا بلغ عشرين مثقالاً، ففيه نصف مثقال إلخ. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة: ٢/١٨، سعيد)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

سونے کی قیمت لگا کر اس قیمت کو چاندی میں شامل کر کے زکوٰۃ دی جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۷۳/۹)

سونا اور چاندی ملا کر چاندی کے نصاب پہنچ جائے تو زکوٰۃ کی ادائیگی:

سوال (۱) ایک شخص کے پاس تھوڑا سا اسباب چاندی کا ہے اور اس کے ساتھ تھوڑا سا سونا بھی ہے اور دونوں علاحدہ علاحدہ نصاب کو نہیں پہنچتے، اگر دونوں کی قیمت کا اندازہ کیا جائے تو چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہے، یا نہیں؟

چاندی بقدر نصاب اور سونا کم ہو تو زکوٰۃ کی ادائیگی:

(۲)　ایک شخص کے پاس چاندی کے اسباب اتنے ہیں، جو بقدر نصاب ہیں اور وہ زکوٰۃ دیتا بھی ہے اور اس کے ساتھ ایک تولہ، یا دو تولے سونا بھی ہے اور وہ نصاب کو نہیں پہنچتا۔ ہاں: اگر اس کی قیمت کا لحاظ کیا جائے تو بے شک چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا ہے تو ایسی صورت میں اس کو سونے کی زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: مولوی عبدالرؤف خاں، جگن پور، ضلع: فیض آباد)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

(۱)　ہاں: بہتر یہی ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرے۔(۲)

(۲)　سونے کی چاندی سے قیمت لگا کر چاندی میں شامل کر کے زکوٰۃ ادا کرے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۲۶۹/۴-۲۷۰)

سونے چاندی کے نصاب میں وزن کا اعتبار ہوگا:

سوال (۱) اگر کسی کے ذمے سو تولے چاندی زکوٰۃ کی نکلتی ہے اور بازار کے نرخ کے حساب سے سو تولہ چاندی

---

(۱)　ویضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة، وقالا: بالاجزاء، الخ". (الدر المختار)
إن ماذكر من وجوب الضم إذا لم يكن كل واحد منهما نصابا بأن كان اقل، الخ. (رد المحتار: ۳۰۳/۲، باب زكاة المال، سعيد)

(۲)　ويضم الذهب إلى الفضة، وعكسه بجامع الثمنية قيمة و قالا: أجزاء. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۳۰۳/۲، سعيد)

(۳)　وتضم قيمة العروض إلى الثمنين والذهب إلى الفضة قيمة، كذا في الكنز، حتى لوملك مائة درهم، وخمسة دنانير، أوخمسة عشر دينارًا و خمسين درهمًا، تضم إجماعًا. (الهندية، كتاب الزكاة: ۱۷۹/۱، مكتبة رشيدية، كوئٹة)

پچاس روپے کی ہوتی ہے تو اگر کوئی شخص پچاس روپے زکوٰۃ میں نکال دے تو جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) اگر کسی کے ذمہ پچاس روپے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور وہ شخص پچاس روپے کا نوٹ زکوٰۃ میں نکالتا ہے تو جائز ہے، یا نہیں؟

(۳) کسی شخص نے ایک سائل کو زکوٰۃ میں سے پانچ روپے دینے چاہے تو اس نے پانچ روپے کا نوٹ دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، یا نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ نوٹ کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۰۷، راؤ بہادر محمد عبدالحمید خاں، رئیس باغپت، میرٹھ، ۱۰رشوال ۱۳۵۴ھ، مطابق ۶ جنوری ۱۹۳۶ء)

الجواب

(۱) زکوٰۃ وزن کے لحاظ سے واجب اور وزن سے ہی ادا ہوتی ہے، اگر سو تولے چاندی زکوٰۃ کی واجب ہوئی ہے تو سو تولے دینے سے ہی زکوٰۃ ادا ہوگی، (۱) ہاں سَو تولے چاندی کی قیمت غیر جنس سے مثلاً المونیم کے سکے سے ادا کی جائے تو ادا ہو جائے گی۔ (۲)

(۲،۳) پچاس روپے زکوٰۃ کے واجب ہوں تو پچاس روپے کے نوٹ دینے سے زکوٰۃ (۳) ادا ہو جائے گی۔ (۴)

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی: ۴؍۲۹۵)

صرف سونا نصاب سے کم ہو، مگر قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب نہیں:

سوال: ایک شخص کے پاس سونے کا زیور ایک تولہ کا ہے، اس وقت اگر فروخت کیا جائے تو چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا ہے۔ اس پر زکوٰۃ فرض ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: مولوی عبدالرؤف خاں، جگن پوری)

---

(۱) وكذا في حق الوجوب يعتبر أن يبلغ وزنها نصاباً، ولا يعتبر فيه القسمة بالإجماع. (الفتاویٰ الهندية، باب زكاة الذهب والفضة والعروض: ۱/۱۷۹، ط: كوئٹة)

(۲) وإن أدى من خلاف جنسه، يعتبر القيمة بالإجماع. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة، باب زكاة الذهب، والفضة، والعروض: ۱/۱۷۹، ط: كوئٹة)

(۳) اس کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ میں نوٹ کی تحقیق کے لیے کتاب الصرف باب کرنسی نوٹ میں فتویٰ نمبر: ۲، ملاحظہ فرمایا جائے۔ (واصف)

(۴) ''زکوٰۃ ادا ہو جائے گی'' کا مطلب یا تو یہ ہے کہ جب زکوٰۃ دینے والا نوٹ کو استعمال کرے گا، تب نوٹ کے ذریعے دی ہوئی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، جیسا کہ حضرت مفتی صاحب نے جلد ششم ص: ۱۱۲، کتاب الصرف کے دوسرا باب کرنسی اور نوٹ کے متعلق سوال نمبر: ۲ کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ ''مگر جس کو نوٹ دیا ہے، جب وہ اس کو کام میں لائے، اس وقت زکوٰۃ ادا ہو جائے گی'' اور یا حضرت مفتی صاحب کی تحقیق بدل گئی، جیسا کہ آج کل نوٹ ہی سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے کہ اب یہ ثمن عرفی بن گیا ہے؛ کیوں کہ مفتی صاحب کا کتاب الصرف والا جواب ۱۹۳۴ء میں اور یہ زکوٰۃ والا جواب ۱۹۳۶ء میں لکھا گیا ہے؛ لیکن پہلا احتمال غالب ہے؛ کیوں کہ نوٹ کے پیچھے سونے کو مکمل طور پر ۱۹۷۱ء میں ختم کیا گیا ہے، جو بالاتفاق اب نوٹ ثمن عرفی بن گئے ہیں۔

الجواب

اگر اس کے پاس چاندی کا زیور بقدر زکوٰۃ ہو تو سونے کی قیمت بھی اس میں شامل کر کے زکوٰۃ ادا کرلے،(۱) اور اگر دونوں جدا جدا نصاب سے کم ہیں؛ مگر مجموعہ مل کر نصاب ہو جاتا ہے تو زکوٰۃ ادا کرنا اولیٰ ہے،(۲) اور اگر صرف سونا ہے، چاندی نہیں ہے تو اگرچہ اس کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر ہو، زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۲۷۰/۴)

بہشتی زیور کی ایک عبارت کا مطلب:

سوال: بہشتی زیور کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے:

''جب فقط چاندی یا فقط سونا ہو تو وزن کا اعتبار ہے قیمت کا نہیں''۔

الجواب

اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً چاندی وزن میں دوسو درہم؛ یعنی ساڑھے باون تولہ ہے، جو کہ نصاب زکوٰۃ ہے؛ لیکن قیمت کا اعتبار کیا جاوے تو نصاب سے کم ہوتی ہے؛ یعنی قیمت اس کی ساڑھے باون روپے کی نہیں ہے؛ پس اس لیے کہا کہ اعتبار وزن کا ہے، زکوٰۃ واجب ہوگی۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۷/۶)

سونے چاندی کے نصاب میں اس قدر تفاوت کیوں ہے:

سوال: زکوٰۃ ان لوگوں پر واجب ہے، جن کے پاس ۵۲-۱/۲ تولہ سونا سال بھر تک رہا ہو۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ۵۲-۱/۲ تولہ چاندی کو ۷-۱/۲ تولہ سونے سے کیا نسبت ہے؛ مثلاً چاندی کا نرخ اگر روپے تولہ ہے تو اس کی قیمت صرف ۵۲/ روپے آٹھ آنے ہوتی ہے اور اگر سونے کا نرخ ۳۰/ روپے تولہ ہو تو اس کی قیمت ۲۲۵/ روپے ہو جاتے ہیں، کیا پہلے زمانہ میں مذکورہ بالا وزن سونے اور چاندی کی قیمت برابر ہوا کرتی تھی؟

---

(۱) ویضم الذهب إلى الفضة للمجانسة من حيث الثمية. (الهداية، كتاب الزكاة، باب زكوة الأموال: ۱۹٦/۱، شركة علمية، ملتان)

(۲) من كان له مائة درهم، وخمسة مثاقيل ذهب، وتبلغ قيمتهامائة درهم، فعليه الزكاة، عنده خلافًا لهما. (الهداية، كتاب الزكاة، باب زكاة الأموال: ۱۹٦/۱، شركة علمة، ملتان

(۳) فأما إذا كان له ذهب مفرد، فلا شئى فيه حتّٰى يبلغ عشرين مثقالاً، فإذا بلغ عشرين مثقالاً، ففيه نصف مثقال إلخ. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة: ۱۸/۲، سعيد)

(۴) ولامعتبروزنهما أداء ووجوباً الاقيمتهما. (الدرالمختار)

أى من حيث الأداء والوجوب يعنى يعتبرفى الوجوب أن يبلغ وزنهما نصاباً نهرحتّٰى لوكان له إبريق ذهب أوفضة وزنه عشرة مثاقيل أومائة درهم وقيمته لصياغته عشرون أومائتان لم يجب فيه شئ اجماعاً، قهستانى، إلخ، لاقيمتهما، إلخ، وهٰذا إن لم يؤدمن خلاف الجنس. (رد المحتار، باب زكاة المال: ۴۰/۲، ظفير)

الجواب

زمانہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اور اس کے بعد بھی ایک زمانہ تک چاندی اور سونے کی قیمت میں تقریباً اسی قدر تفاوت تھا جس قدر ان کے نصاب میں تفاوت ہے، اس زمانہ میں ایک دینار سونے کا دس درہم نقرہ کی قیمت کے برابر تھا، اس حساب سے سونا تقریباً دس روپے تولہ ہوتا تھا۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۷/۶)

چاندی کی زکوٰۃ رقم کی صورت میں ادا کرنا:

سوال: اگر دو تولہ چاندی زکوٰۃ کی چاہتی ہو تو اس کی قیمت کر کے دینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

قیمت چاندی کی زکوٰۃ میں پیسوں سے دینا، قیمت کر کے جائز ہے اور چونی، اٹھنی سے جائز نہیں۔ (۲)

(بدست خاص، ص: ۵۹) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۰۲)

سونے چاندی کی زکوٰۃ میں یومِ ادا کی قیمت معتبر ہے:

سوال: سونا، چاندی اور زیورات کی زکوٰۃ نکالتے ہوئے کس قیمت کا حساب ہوگا، موجودہ قیمت کا، یا جس قیمت سے خریدا ہے اُس کا؟ اور کیا زیورات کی صنعت وبناوٹ کی رقم کا حساب زکوٰۃ نکالنے میں شمار کریں گے؟

(المستفتی: خاکپائے حضرتِ اقدس مفتی صاحب جنید بن محمد عفی عنہ)

---

(۱) وفی الهداية، كل دينار عشرة دراهم فی الشرع. (ردالمختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲۹۹/۲، دار الفكر بيروت)

اس سے پہلے ہے:

"حاصله أن الدينار إسم للقطعة من الذهب المضروبة المقدرة بالمثقال فاتحادهما من حيث الوزن. (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲۹۶/۲، دار الفكر، بيروت)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جو قیمت بیس مثقال سونے کی تھی، وہی قیمت دوسو درہم کی بھی تھی، اب بہت تفاوت ہے حکم میں، چوں کہ صراحت ہے؛ اس لیے کوئی ردوبدل ہو نہیں سکتا۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۲) اس کی کسی قدر وضاحت ضروری ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب سرکاری سکہ اور بازار میں عام خرید وفروخت کے لیے چلنے والا روپیہ چاندی کا ہوتا تھا، اگر اس صورت میں چاندی کی زکاۃ کے وقت، جب ضروری حساب پھیلایا جائے، تو اس حساب کی ادائیگی ایسے چھوٹے سکوں، پیسہ، دو پیسہ کر کے ان سے زکوٰۃ ادا کرنا اور ان کو چاندی کے ساتھ شمار کرنا درست تھا، اس حساب میں چاندی کے ایک روپیہ سے کم قیمت کے سکے، آدھا آنا، چونی، اٹھنی، وغیرہ سے، اس زکاۃ کی ادائیگی درست نہیں ہے؛ لیکن ہمارے اس موجودہ دور میں جب المونیم اور ادنیٰ درجے کی دھاتوں کے سکے بھی بازار سے تیزی سے ختم ہوتے جا رہے ہیں، پچاس پیسے کے سکے کا رواج اور چلن بھی برائے نام ہی رہ گیا ہے، اب سال چھ مہینے میں پچاس پیسے، یا آٹھ آنے کا سکہ بھی قصہ ماضی بن جائے گا؛ اس لیے اب مروج کاغذ کے نوٹ یا سرکاری کرنسی کے طور پر مروج سکوں سے زکوٰۃ کی ادائیگی بلا تامل جائز ہے۔ [بعض جزئیات کے لیے ملاحظہ ہو: عطر ہدایہ، مولانا فتح محمد تائب لکھنوی، ص: ۶۸، مطبوعہ دیوبند، بلاسنہ] (نور)

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

اُس کی زکوٰۃ ادا کرنے کے دن جو قیمت ہو اُس کا اعتبار کیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: العبد احمد خانپوری، ۲۷/ ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۲/ ۲۵-۲۶)

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کس ریٹ پر دی جائے:

سوال: سونے کا ریٹ (بھاؤ) ڈلی کا اَور ہے اور بنے ہوئے زیور کا الگ ہے، کس نرخ (ریٹ) پر زکوٰۃ دی جائے؟ کیوں کہ بازار والوں کا دینے کا نرخ اَور ہے اور لینے کا الگ ہے، اگر فقرا کو سونا زکوٰۃ میں دیا جائے تو اُن کا نقصان ہوتا ہے؛ کیوں کہ بازار والے اُن سے کم قیمت سے خریدتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

جو نرخ (ریٹ) بازار میں ایسے سونے کا ہے؛ یعنی جس قیمت کو دکان دار فروخت کرتے ہیں، وہ قیمت لگا کر زکوٰۃ دے، اگر سونا ہی زکوٰۃ میں دینا ہو تو موجودہ سونے کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دے دے، یہ بھی درست ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اگر چہ فقرا کسی قیمت پر فروخت کر دیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/ ۱۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۲/ ۲۸-۲۹)

چاندی کی زکوٰۃ میں کس نرخ کا اعتبار ہوگا:

سوال: چاندی، یا زیور چاندی کا خریدا، جب کہ نرخ ۱۲/ فی تولہ تھا، سال گزرنے پر چاندی کا نرخ عہ/۱ فی تولہ ہو گیا، یا اس کے برعکس صورت پیش آوے، زکوٰۃ نرخ خریداری پر لگائی جائے، یا نرخ بازار پر؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

چاندی، یا سونے، یا زیور پر زکوٰۃ باعتبار وزن کے آتی ہے، جب چاندی ساڑھے باون تولہ ہو جاوے، چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا اس میں سے دینا واجب ہے، قیمت کا اس میں لحاظ نہیں، سو روپے یا سو تولہ چاندی میں عہ/۸ یعنی اڑھائی تولہ چاندی زکوٰۃ میں دینا لازمی ہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/ ۱۰۸)

کتنی مالیت کے زیور میں زکوٰۃ ہے:

سوال: کس قدر مالیت کے زیور طلائی خواہ نقری پر زکوٰۃ واجب ہے اور کس قدر مالیت سے وہ صاحب نصاب ہوگا؟

---

(۱) ولا معتبر وزنهما اداء و وجوبا لا قيمتهما واللازم في مضروب كل منهما و معموله ولو تبراً أو حليا، الخ، ربع عشر، الخ. (الدر المختار)

قوله لا قيمتهما نفي لقول زفر باعتبار القيمة في الاداء وهذا ان لم يؤد من خلاف الجنس والا اعتبرت القيمة اجماعاً كما علمت. ردالمحتار: ۲/ ٤٠، ظفیر) (قیمت لگا کر دینا ہو تو جو قیمت زکوٰۃ نکالنے کے وقت چاندی کی وہاں کے بازار میں ہو، اس حساب سے ادا کرے، خرید کے دن کا حساب معتبر نہ ہوگا۔ ظفیر)

الجواب

زیور چاندی کا ساڑھے باون تولہ اور زیور سونے کا ساڑھے سات تولہ کا، جس کے پاس ہو، وہ صاحب نصاب ہے اور زکوٰۃ اس پر واجب ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۶/۱۳۶)

ماہوار کے حساب سے زکوٰۃ کی ادائیگی کیسی ہے:

سوال: ہر مہینہ حساب کر کے زکوٰۃ ماہوار ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب

بطریق مذکور ادا کرنا زکوٰۃ کا درست ہے۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۶/۱۰۷)

جس کے پاس سونا چاندی میں ایک کا نصاب ہو، دوسرے کا نہیں تو وہ کیا کرے:

سوال: ایک شخص کے پاس سونے اور چاندی میں سے ایک کا نصاب ہے، دوسری کا نہیں، اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ ایک کو دوسرے کے تابع کرنے کی جزئیات کتب فقہ میں وہ پائی جاتی ہیں، جو دونوں کا نصاب پورا نہ ہو؟

الجواب

اس صورت میں بھی ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا کر کل کی زکوٰۃ ادا کی جاوے۔(۳) (فتاویٰ دار العلوم:۶/۱۰۸-۱۰۹)

دوسو تولہ چاندی کی زکوٰۃ:

سوال: دوسو تولہ چاندی کی کیا زکوٰۃ ہوگی؟ اگر نقد قیمت ادا کرنا چاہیں تو پانچ روپے دیوے، یا تین روپے دوآنے جو پانچ تولہ چاندی کی قیمت ہے، اگر (تولے:۲) کی چاندی خرید کر دیویں تو زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

اگر روپے سے زکوٰۃ ادا کی جاوے تو صورت مذکورہ میں پانچ روپے دینے چاہئیں اور اگر پانچ تولہ چاندی خرید کر دے دی جاوے، جتنے کی بھی آوے تو یہ بھی جائز ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۶/۱۱۰)

---

(۱) لیس فیما دون مائتی درهم صدقة ... ولیس فیما دون عشرین مثقالاً من ذهب صدقة)(الهداية، كتاب الزكاة، باب زكوة المال: ۱/۱۹۵، اقرابکڈپو دیوبند، ظفیر)

(۲) وان قدم الزكوة على الحول وهومالك النصاب جاز.(الهداية قبيل زكوة المال: ۱/۱۷۶، ظفير)

(۳) ويضم الذهب إلى الفضة، وعكسه بجامع الثمنية قيمة.(الدرالمختار)

وفي البدائع أيضاً إن ما ذكرمن وجوب الضم إذا لم يكن كل واحد منهما نصاباً إن كان أقل فلو كان كل منهما نصاباً تاماً بدون زيادة لايجب الضم بل ينبغي أن يودى كل واحد زكوته فلوضم حتى يودى كله من الذهب أو الفضة فلابأس به عند نا.(ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۴۵-۴۶، ظفير) یعنی ایک کے نصاب کی وجہ سے جب وہ صاحب نصاب ہو گیا تو دوسری چیز خواہ نصاب سے کم ہو، اس کی زکوٰۃ بھی اس پر ضروری ہے، اس کا چالیسواں حصہ بھی زکوٰۃ میں دینا ہوگا۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۴) ويعتبر فيهما أن يكون المودى قدر الواجب وزناً الخ ولو أدى من خلاف جنسه يعتبر القيمة بالاجماع كذافي التبيين.(الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكوة، الباب الثالث: ۱/۱۶۷، ظفير)

سونے چاندی کا نصاب ہندوستانی وزن سے:

سوال: آنجناب سے سونے چاندی کا نصاب ہندوستان کے وزن اور روپے سے کس قدر لکھا ہے، روپیہ کتنے ماشہ کا قرار دیا گیا ہے؟ اور کتنے روپے بھر نصاب ہوتا ہے؟

الجواب

چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے بوزن سبعہ؛ یعنی دس درہم برابر سات مثقال کے ہوں۔(۱) اس کے وزن کا جو حساب روپیہ اور تولہ ماشہ سے کیا گیا وساڑھے باون تولہ ہوتا ہے، پس اگر روپے کا وزن پورا ایک تولہ کا ہے تو ساڑھے باون روپے نصاب زکوٰۃ کا ہے،(۲) اور سونے کا نصاب بیس مثقال ہے، جو برابر ساڑھے سات تولہ کے ہوتا ہے؛ یعنی ساڑھے سات تولہ سونا ہو تو نصاب پورا ہے اور یہ حساب اس طرح کیا گیا کہ مثقال کو ساڑھے چار ماشہ کا قرار دیا گیا، جیسا کہ معروف ہے۔

پس دوسو درہم بوزن سبعہ ۱۴۰ مثقال کے برابر ہو گئے اور باعتبار ماشہ کے ۶۳۰ ماشہ گئے اس کو ۱۲، پر تقسیم کرنے سے ۵۲، ۱/۲ تولہ خارج قسمت ہوئی۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۶/ ۱۱۱-۱۱۲)

سونے چاندی کی قیمت نہ معلوم ہونے پیشتر کی قیمت سے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، یا نہیں:

سوال: اگر قیمت سے نے چاندی کی صحیح معلوم نہ ہو، اندازہ کر کے دو چار مہینہ پیشتر کی قیمت ذہن میں رکھ کر زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

اصل تو یہی ہے کہ ادائے زکوٰۃ کے وقت جو قیمت ہو، اس کی تفتیش کر کے اسی کے مطابق زکوٰۃ ادا کیا جائے؛ مگر چوں کہ دو چار مہینہ میں کوئی مزید رفق نہیں ہوتا، اس وجہ سے اگر جانب احتیاط کو پیش نظر رکھ کر اس طریقہ سے زکوٰۃ ادا کرے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۶/ ۱۳۱)

---

(۱) نصاب الذهب عشرون مثقالا والفضة مائتادرهم كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل والدينارعشرون قيراطا والدرهم أربعة عشر قيراطاً و القيراط خمس شعيرات فيكون الدرهم الشرعى سبعين شعيرة والمثقال مائة شعيرة الخ. (الدر المختارعلىٰ هامش ردالمحتار، باب زكاة المال: ۲/ ۳۸-۳۹، ظفير)

(۲) آج کل ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تین روپے تولہ کے حساب سے ایک سو ساڑھے ستاون روپے ہوتی ہے، لہذا ہمارے اس زمانہ ۱۳۸۵ھ میں (مابعہ ۵۰/) نصاب ہوا۔(ظفیر)

(۳) وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا: يوم الأداء وفى السوائم يوم الأداء إجماعاً وهو الأصح. (الدر المختارعلىٰ هامش رد المحتار، باب زكاة الغنم: ۲/ ۳۰، اقراء بكدپو ديوبند، ظفير)

سونے چاندی کو ملا کر زکوٰۃ دینا:

سوال: زید کے پاس چاندی زائد از نصاب اور سونا سات مثقال سے کم موجود ہے، اس صورت میں سونے کو چاندی کے ساتھ ملا کر زکوۃ ادا کرنا واجب ہوگا، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

چاندی کے ایک نصاب کی تو مستقل زکوۃ کردی جائے، بقیہ جتنی مقدار ایک نصاب سے زائد ہے، اس کو دیکھا جائے، اگر اس کی قیمت اتنے سونے کی مساوی ہے کہ اس کے ذریعہ سے سونے کا نصاب پورا ہوسکتا ہے تو مجموعہ کو سونے کا نصاب قرار دے کر زکوۃ دینا واجب ہے، (۱) اگر اس صورت سے سونے کا نصاب پورا نہیں ہوسکتا تو سونے کی قیمت اگر اتنی چاندی کے مساوی ہے کہ بقیہ چاندی میں ملا کر چاندی کا نصاب پورا ہوسکتا ہے تو چاندی کا نصاب اس مجموعہ کو قرار دے کر اس کی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۱۲/۲۵/۱۳۵۳ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۷۳-۳۷۴)

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ الگ الگ دی جائے:

سوال: ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونے کی زکوٰۃ الگ الگ کر کے دی جائے، یا کس طریقہ سے نکالا جائے؟ مال تجارت میں کسی طرح زکوٰۃ ادا کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

فطرہ، قربانی، زکوٰۃ کے لیے تو اتنا نصاب فی ہے؛ مگر حج کے لیے یہ کافی نہیں؛ بلکہ پورے سفر حج کا معہ نفقہ واجبہ کی مقدار کا ہونا ضروری ہے، (۳) چاندی سونا دونوں الگ الگ بقدر نصاب ہو تو دونوں کی زکوٰۃ بھی چالیسواں حصہ الگ

---

(۱) وفی الینابیع: ولو فضل من النصابین اقل من أربعة مثاقیل واقل من اربعین درهما، فإنه یضم احدی الزیادتین إلی الاخری حتی یتم اربعین درهما او اربعة مثاقیل. (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الزکاة، زکاة المال: ۲/۲۳۳، إدارة القرآن والشؤون الإسلامیة، کراتشی)

ویضم الذهب إلی الفضة والفضة إلی الذهب، ویکمل إحدی النصابین بالآخر عند عمائنا ... ویقوم الدراهم بالدنانیر، فإن بلغت قیمتها عشرین مثقالاً، تجب فیها الزکاة. (الفتاویٰ التاتارخانیة، زکاة المال: ۲/۲۳۲، إدارة القرآن، کراتشی)

(۲) هذا إذا کان له فضة مفردة أو ذهب مفرد، فأما إذا کان له الصنفان جمیعاً، فإن لم یکن کل واحد منهما نصاباً، بأن کان له عشرة مثقیل ومأة درهم؛ فإنه یضم أحدهما إلی الآخر فی حق تکمیل النصاب عندنا ... وهذا الذی ذکرنا کله من وجوب الضم، إذا لم یکن کل واحد منهما نصاباً، بأن قل من النصاب، فأما إذا کان کل واحد منهما نصاباً تاماً ولم یکن زائدا علیه، لایجب الضم. (بدائع الصنائع، فصل فی مقدار والواجب: ۲/۴۱۱، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۳) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وللّٰه علی الناس حج البیت من استطاع إلیه سبیلا﴾ (سورہ آل عمران) ==

الگ کر کے ادا کریں، مجموعہ کی زکوٰۃ یکجائی بھی ادا کرنا درست ہے۔(۱) مال تجارت کی زکوٰۃ صرف نفع میں نہیں؛ بلکہ اصل مال اور نفع کا کل مجموعہ چالیسواں ادا کرے۔(۲) زیور پر بھی زکوٰۃ لازم ہوگی، جس کی ملک ہو، اسی کے ذمہ واجب ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۱/۱۱/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳/۱۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۷۴-۳۷۵)

نقد اور زیورات کی زکوٰۃ:

سوال: زید کے پاس مبلغ ایک سو پچاس کا زیور طلائی ونقرئی اور سات گنیاں قیمتی ایک سو پانچ موجود ہیں، یہ روپیہ مکان میں رکھا ہوا ہے، زیور مستورات گاہے بہ گاہے پہنتی ہیں، اس کو کس قدر روپیہ اور کب اور کیوں بمد زکوٰۃ دینا چاہیے، زکوٰۃ کا عمدہ مصرف کیا ہے؟

الجواب

زید کے پاس اس صورت میں کل نقد وزیور دو سو پچپن روپے کا ہوا، پس زید کو زکوٰۃ میں اڑھائی روپے سیکڑہ کے حساب سے چھ روپے چھ آنے ہر سال نکالنی چاہیے اور اگر کسی سال کم، یا زیادہ ہو جاوے تو اسی حساب سے کمی وبیشی زکوٰۃ میں ہو جاوے گی، ایک سو روپے پر (۸/عہ) زکوٰۃ کے واجب ہوتے ہیں، بعد سال بھر کے خواہ زیور ہو، یا نقد، یا سامان تجارت۔(۴) اور مصرف زکوٰۃ کے فقرا ومساکین اور یتیم بچے اور بیوہ عورتیں وغیرہ ہیں اور جو زیادہ محتاج ہو اور رشتہ دار بھی

== "هو (أي الحج) فرض على مسلم حر مكلف صحيح بصير ذي زاد وراحلة فضلا عمالا بدمنه وفضلا عن نفقة عياله إلى حين عوده، الخ". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الحج: ۲/۴۵۳-۴۵۴، سعيد)

(۱) فلو كان كل منهما نصاباً تاماً بدون الزيادة، لايجب الضم، بل ينبغي أن يؤدي من كل واحد زكاته، فلو ضم حتى يؤدي كله من الذهب والفضة، فلا بأس به عندنا، ولكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء رواجاً، وإلا يؤدي كله من الذهب والفضة، فلابأس به عندنا، ولكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء رواجاً، وإلا يؤدي من كل منهما ربع عشرة. (ردالمحتار: ۲/۳۰۳، باب زكاة المال، سعيد)

(۲) اعلم أن نية التجارة في الأصل تعتبر ثابتة في بدله وإن لم يتحقق شخصها فيه، وهو ما قوبض به مال التجارة فإنه يكون للتجارة بلا نية به؛ لأن حكم البدل حكم الأصل، وكذا ... أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزلة ثمن مال التجارة في الصحيح، (في عرض التجارة يجب ربع العشر إذا بلغ نصاباً من أحدهما). (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۳۹۹، رشيدية)

(۳) واللازم في مضروب كل منهما ومعموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً...ربع عشر. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الزكاة، بابا زكاة عروض التجارة: ۲/۲۴۵، سعيد)

(۴) وشرط افتراض أدائها حولان الحول وهو في ملكه وثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة فتلزم الزكوة كيفما أمسكهما. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۱۳)

واللازم في مضروب كل منهما ومعموله ولو تبرا أو حلياً مطلقاً، الخ، ربع عشر (أيضا، باب زكاة المال: ۱/۴۱، ظفير)

ہو، اس کو دینا زیادہ اچھا ہے، اور مدارس اسلامیہ میں طلبہ مساکین کے لیے بیجنا بھی زیادہ ثواب رکھتا ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۲۷-۱۲۸)

سونا اور چاندی دونوں اپنے اپنے نصاب سے کم ہوں، تو زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں:

سوال(۱) زکوٰۃ صاحب نصاب پر فرض ہے ایک شخص کے پاس سونا ساڑھے سات تولہ سے کم ہے اور چاندی بھی ساڑھے باون تولہ سے کم ہے؛ لیکن الگ الگ دونوں کی قیمت جوڑی جائے تو چاندی کے نصاب میں آجاتا ہے تو کیا ایسی صورت میں وہ صاحب نصاب ہوگا، یا نہیں؟

سونا اور چاندی میں سے ایک نصاب کے بقدر ہو اور دوسرا نصاب سے کم تو زکوٰۃ کا حکم:

(۲) سونا ساڑھے سات تولہ ہے؛ مگر چاندی ساڑھے باون تولہ سے کم ہے تو کیا سونے کی زکوٰۃ میں چاندی بھی جوڑی جائے گی؟

سونا ساڑھے سات تولہ سے کم ہے اور چاندی ساڑھے باون تولہ سے زیادہ ہے تو کیا چاندی کے ساتھ سونا ملا کر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

(۱-۲) اگر صرف سونا ہو، یا صرف چاندی ہو تو ہر ایک کا بقدر نصاب ہونا ضروری ہے، اگر سونا اور چاندی دونوں ہوں اور دونوں اپنے اپنے نصاب سے کم ہوں تو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور جس کے ساتھ ملانے میں نصاب پورا ہو جائے اور جس میں فقرا کا فائدہ ہو، اس کے ساتھ دوسرے کو ملایا جائے گا۔ اس زمانہ میں سونا کو چاندی کے ساتھ ملانے میں فقرا کا زیادہ فائدہ ہے؛ کیوں کہ ایسی صورت میں چاندی کا نصاب مکمل ہو جائے گا، لہٰذا سونا اور چاندی دونوں اپنے اپنے نصاب سے کم ہوں تو سونے کی قیمت کو چاندی کے ساتھ ملا کر چاندی کا نصاب مکمل کر لیا جائے گا اور اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر سونا بقدر نصاب ہو اور چاندی نصاب سے کم تو چاندی کو سونے کے ساتھ ملا کر اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اسی طرح اگر چاندی بقدر نصاب ہو اور سونا نصاب سے کم تو سونا کو چاندی کے ساتھ ملا کر اس کی زکوٰۃ دی جائے گی۔

ويضم الذهب إلى الفضة للمجانسة من حيث الثمنية ومن هذا الوجه صار سبباً. (الهداية: ۱/۱۹۶)

احناف کا مسلک یہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳/۲۹-۳۰)

---

(۱) ومصرف الزكاة، إلخ، و هو فقير هو من له أدنٰى شئ أى دون نصاب، إلخ، ومسكين، إلخ، وفى سبيل الله، إلخ، وابن السبيل. (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب المصرف: ۲/۷۹، ظفير)

ادائے زکوۃ کے وقت سونے چاندی کی کس قیمت کا اعتبار ہوگا:

سوال: سونا چاندی کے زیورات کی زکوٰۃ کس حساب سے دی جائے، جب کہ خرید کے وقت سونا چاندی کی قیمت اس وقت کے حساب سے بہت سے کم تھی، چناں چہ خرید کے زمانہ میں سونا ۲۴/روپیہ بھر کے حساب سے ملتا تھا اور اب ۱۱۵/روپیہ بھر ملتا ہے؟

(المستفتی: حکیم حبیب الرحمٰن، گورنمنٹ رجسٹرڈ نمبر ۶۱، ماٹ لین، دھرم تلہ، کلکتہ)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

سونا چاندی دونوں وزنی چیز ہیں، ان میں نصاب اور ادائے زکوۃ ہر دو کے لیے وزن کا اعتبار ہوگا، قیمت کا اعتبار نہیں ہوتا، لہذا اگر دونوں کا نصاب کامل ہو تو دونوں کی زکوۃ میں چالیسواں حصہ دے دیا جائے، خواہ قیمت کچھ ہو، البتہ اگر سونا و چاندی زکوۃ میں دینا مقصود نہ ہو تو ادا کرتے وقت جو قیمت قدر زکوٰۃ کی ہو، اس کی کوئی اور شے دے دی جائے، مثلا اگر قدر زکوٰۃ دو تولہ سونا واجب ہو تو یا تو دو تولہ سونا دیا جائے، یا اتنی مالیت کی کوئی دوسری چیز دی جائے، غرض مستحق زکوٰۃ کے پاس دو تولہ سونے کی مالیت کا پہونچنا ضروری ہے، تب زکوٰۃ ادا ہوگی۔ خریدتے وقت سونے کی قیمت کا اعتبار نہیں۔

والمعتبر وزنهما أداء وجوباً، لا قيمتهما، آه. (الدر المختار)

"أى من حيث الأداء يعتبر أن يكون المؤدى قدر الواجب وزناً، وأجمعوا أنه لو أدى من خلاف جنسه اعتبرت القيمة، آه". (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/شوال ۱۳۶۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/شوال ۱۳۶۵/ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۷۸-۳۷۹)

چاندی کی زکوٰۃ میں کس طرح قیمت کا اعتبار ہوگا:

سوال: میں چاندی کو لے کر دکان پر جاؤں تو اس کو آدھی قیمت کے حساب سے خریدیں گے، اگر لینے جاؤں تو اصل بھاؤ میں دیں گے تو اب کس حساب سے زکوۃ دیں گے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر زکوۃ میں آپ چاندی نہیں دے بلکہ اس کی قیمت دیتے ہیں، تو جس قیمت پر وہ بازار میں فروخت ہوگی اس قیمت کا اعتبار ہوگا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۱/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۷۹-۳۸۰)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۹۸، كتاب الزكاة، سعيد

(۲) وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا: يوم الأداء .... ويقوم فى البلد الذى المال فيه، ولو فى مفازة ففى أقرب الأمصار إليه. (الدر المختار)

==

بذریعہ قیمت سونے چاندی کی زکوٰۃ:

سوال: عرض یہ ہے کہ میری زکوٰۃ میں اب تک دو غلطی ہوتی رہیں: ایک تو چار تولہ سونے کو چاندی کے وزن میں شمار کرتا رہا، سونے کی قیمت کا کوئی حساب نہیں لگایا۔ اب تک جتنے سالوں کی زکوٰۃ دے سونے کا مختلف بھاؤ رہا ہے، اب کس صورت سے پچھلی زکوٰۃ ادا کی جائے؟ دوسرے چاندی کے زیور کی چاندی کا وزن لگا کر اس کی قیمت لگا کر قیمت دی ہے اور چاندی کی قیمت دینا جائز نہیں ہے۔ ایسی صورت میں کیا زکوۃ ادا ہوئی، یا نہیں؟

ایک اشکال یہ ہے کہ چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی منگا کر دینے میں لینے والوں کو اور دینے والوں کو دونوں دقت ہے، لینے والوں کو ضرورت تو ہے پیسوں کی اور دی جائے، چاندی وہ کہاں بیچتے پھریں گے۔ پیشگی زکوٰۃ میں کوئی شرط ہے، آیا کل ادا کی جائے، یا جتنی چاہے وقت ضرورت دے سکتا ہے؟ فقط والسلام (کریم علی خان از ڈسنہ میرٹھ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

سونے کو چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ سونے کی قیمت لگا کر چاندی کے اعتبار سے چاندی فرض کر لی جاوے، مثلاً کسی کے پاس ایک تولہ سونا ہے، باقی چاندی ہے اور اس ایک تولہ سونے کی قیمت بازار میں ساٹھ تولہ چاندی ہے تو سونے کو ساٹھ تولہ چاندی فرض کر کے دوسری چاندی کے ساتھ جمع کی زکوٰۃ ادا کی جائے، ایک تولہ سونے کو بلا حساب قیمت کے ایک تولہ چاندی فرض کر کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔(۱) لہٰذا غور وفکر کر کے گزشتہ ایام کی زکوٰۃ کی تصحیح کر دی جائے اور جب قلت شہادت دے دے کہ بس اس سے زیادہ میرے ذمہ باقی نہیں رہی تو ذمہ داری پوری ہو جائے گی، پھر بھی اگر کچھ کوتاہی رہے تو اللہ پاک سے توقع ہے کہ معاف فرمادیں گے۔ چاندی کے زیور کی قیمت لگا کر اگ زکوٰۃ میں چاندی ہی دی جائے تو اس میں زکوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ دونوں میں وزن کا اعتبار نہیں؛ تاہم جب دونون جانب میں قیمت کا اعتبار کرلیا ہے تو حساب برابر ہی ہو یا(۲)، اگر چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز دی جائے مثلاً سلور کی ریزگاری پیسے، غلہ وغیرہ تو اس میں قدر واجب کی قیمت کا اعتبار ہوگا، (۳) اور اس میں لینے والے اور دینے والے دونوں کو سہولت رہے گی۔

== "(قوله: وهو الأصح): أى كون المعتبر فى السوائم يو الأداء اجماع وهو الأصح، فإنه ذكر فى البدائع أنه قيل: إن المعتبر عنده فيهايوماً لوجوب وقيل: يوم الأداء، اهـ، وفى المحيط: يعتبر يوم الأداء بالاجماع، وهو الأصح، آه، فهو تصحيح للقول الثانى الموافق لقولهما، عليه فاعتبار يوم الأداء يكون متفقاً عليه عنده وعندهما". (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲۷۶/۲، سعيد)

(۱) ويضم الذهب إلى الفضة عكسه بجامع الثمنية قيمة، وقالا: بالأجزاء، فمن له ماة درهم وخمسة مثاقيل قيمنها ماة، عليه زكاتها، خلافاً لهما. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۳۰۳/۲، سعيد)

(۲) والمعتبر وزنهما أداء ووجوباً، لا قيمتها، الخ. (الدرالمختار: ۲۹۷/۲، باب زكاة المال، سعيد)

(۳) وجازدفع القيمة فى الزكاة، فلا تعتبر القيمة فى نصاب كيلى أو وزنى... وهٰذا إذا أدى من جنسه وإلا فالمعتبر هو القية اتفاقا، الخ". (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲۷۵/۲، سعيد)

پیشگی زکوۃ جب کہ نصاب موجود ہو، ہر طرح ادا ہو جاتی ہے، چاہے یکمشت ادا کردے، چاہے تھوڑی تھوڑی، اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۳۸۱-۳۸۲)

سونا اور چاندی دونوں کا نصاب پورا نہ ہو تو زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے:

سوال: زید کے پاس ۳۳/تولہ چاندی ہے اور ساڑھے چار تولہ سونا۔ اب زکوۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کس طرح؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

مذکورہ سونے کو بازار سے معلوم کرلیا جائے کہ یہ کتنی چاندی کا ہے، پھر اسی چاندی کے مقام اس سونے کو قرار دے کر ۳۳/تولہ چاندی سے ملا کر مجموعہ کا چالیسواں حصہ قواعد شرع زکوہ میں ادا کر دیا جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ ۲۰/۲۰/۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۳۸۲)

چاندی پر سونے کا پانی پھیرنے اور پتھر چڑھانے سے اس کی زکوٰۃ کا حکم:

سوال: ملمع شدہ چیزوں کی زکوٰۃ کس طرح دی جاے، مثلاً: ایک زیور بنوایا، نیچے چاندی، اوپر سونے کا پانی پتھر چڑھوایا، آیا چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دیں گے، یا سونے کے ساتھ؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

چاندی کا زیور بنوا کر اس پر سونیکا پانی پھیرنے سے وہ زیور سونے کا نہیں ہوگیا، وہ پانی اس سے جدا نہیں ہوسکتا تو وہ کالعدم ہے، چاندی ہی کی زکوٰۃ لازم ہوگی۔(۳) اگر سونے کے پتھری چڑھوا دیئے ہیں جو کہ جدا ہو سکتے ہیں تو ان پتھروں کی زکوۃ سونے کے حساب سے ہوگی۔ سنار، یا صراف سے وزن کرالیا جائے، وہ بتا دے گا کہ سونا کس قدر ہے اور چاندی کس قدر ہے۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۳۸۲-۳۸۳)

---

(۱) ولوعجل ذونصاب زكوته لسنين أولنصب صح، لوجود السبب. (الدرالمختار: ۲/ ۱۹۳، باب زكاة المال، سعيد)

(۲) ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه يجامع الثمنية قيمة، وقالا: بالأجزاء، إلخ. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/ ۳۰۳، سعيد)

(۳) وإن لم ينوهافإن كانت بحيث يتخلص منها فضة تبلغ نصاباً وحدها أولاتبلغ، لكن عنده ما يضمه إليها... وإن لم يخلص فلا شئ عليه؛ لأن الفضة لهكت فيه ... والذهب المخلوط بالفضة... وإن بلغت الفضة نصابها فزكاة الفضة، لكن إن كانت الغلبة للفضة. (فتح القدير، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/ ۲۱۳-۲۱٤، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) الدنانير الغالب عليها الذهب كالمحمودية حكمها حكم الذهب والغالب عليها الفضة...وإلا يعتبر قدر ما فيها من الذهب والفضة وزنابه؛ لأن كل واحد منهما يخلص بالاذابه، آه. (ردالمحتار، باب زكاة المال: ۲/ ۳۰۲، سعيد)==

نصاب دوسو درہم اور ماخذ اس کا ہندی حساب سے:

سوال: نصاب زکوہ چاندی سے کیا ہے؟ ساڑھے باون تولہ چاندی جو مشہور ہے، اس کی اصلیت کیا ہے؟ درہم کی کیا مقدار ہے، جس سے ساڑھے باون تولہ درست ہوجاوے اور اس کا ماخذ کیا ہے؟ اور آج کل روپیہ جس میں چاندی تھوڑی سی رہتی ہے اور زیادہ تر تانبا رہتا ہے۔ اس کا نصاب کیا ہے؟ بحوالۂ کتب تحریر فرماویں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے۔ اس کی اصل یہ حدیث ہے:

"لیس فیما دون خمس أوق صدقة والأوقية أربعون درهماً". (البخاری ومسلم)(۱)

اس حدیث کی تخریج امام زیلعی نے نصب الرایہ (۳/۳۶۳)(۲) میں کی ہے، پھر اس مقدار کو علمائے ہندوستان نے وزن سے اعتبار کیا تو ساڑھے باون تولہ چاندی ہوئی، بعض ک حساب سے کچھ زائد ہوئی، بعض کے حساب سے کچھ کم۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس کی مقدار چھبیس روپیہ سکہ دہلی تحریر فرمائی ہے اور محشی نے سکوں کے اختلاف سے کچھ تفاوت بھی لکھا ہے، (۳) ایک درہم کی مقدار ستر جودم بریدہ ہے، جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ ص: ۱۲ میں لکھا ہے۔ (۴) تو درہم بھی مختلف ہوئے اور جو بھی مختلف، لہذا نصاب کی مقدار میں بھی اختلاف ہوا۔ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ لکھنوی نے نصاب کی مقدار بہت ہی کم تحریر فرمائی ہے۔ (۵) مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیر نے کچھ تخطیہ کیا ہے، منشائے خطا اگر دیکھنا ہو تو العرف الشذی، ص: ۷۶ دیکھئے۔ (۶) آج کل کے روپیہ کا نصاب قیمت سے ہوگا وزن سے نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۸۳-۳۸۴)

== لا يعتبر في هٰذا النصاب صفة زائدة علىٰ كونه فضة، فتجب الزكاة فيها سوء كانت دراهم مضروبة أو نقرة أو تبراً أو حلياً مسوغاً أو حلية سف أو منطقة إذا كانت تخلص عند الاذابة إذا بلغت مائتى دراهم. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل: أما الأثمان المطلقة: ۲/۱۶-۱۷، سعيد)

(۱) صحيح البخاری، كتاب الزكاة، باب: ليس فی مادون خمس ذود صدقة: ۱/۱۹۶، قديمی/ الصحيح لمسلم، كتاب الزكاة: ۱/۳۱۵-۳۱۶، قديمی

(۲) نصب الرأية، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۳۷۳، حقانيه پشاور

(۳) اقول: إن هٰذا لايصلح رد علىٰ ما نقل البيهقی، ووزن صاع العراقيين علىٰ تقدير علماء الهند فيه أقول: منها أنه مائتان وسبعون تولجة، وأحسن ما صنف فی صاعنا رسالة الشيخ المخدوم هاشم بن عبد الغفور السندی. رحمه اللّٰه. وقال فيها: إن فلس السلطان عالمكير مساو لمثقال شرعی ... قال القاضی ثناء اللّٰه البانی بتی: إن نصاب الفضة اثنان وخمسون تولجة، ونصاب الذهب سبعة تولجات ونصفها، والقاضی المرحوم من خداقنا. (العرف الشذی علىٰ هامش جامع الترمذی: ۱/۲۰، ابواب الطهارة، باب الوضوء بالمد، سعيد)

(۴) فتاویٰ رشیدیہ، صدقہ فطر کا بیان، ص: ۴۴۶، سعید

(۵) عمدة الرعاية، كتاب الزكاة، باب زكاة الاموال، (رقم الحاشية: ۵): ۱/۲۲۹، سعيد

(۶) "ولقد اخطأ مولانا عبدالحی فی نصاب الفضة والذهب، فإن حسابه غير مستقيم، واعتبر بأحمر الأطباء وهو اربع شعيرات". (العرف الشذی علی جامع الترمذی، كتاب الطهارة، باب الوضوء بالمد: ۱/۲۰، سعيد)

جس کے پاس بقدرِ نصاب دونّی چونّی ہو، اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کسی کے پاس حاجت اصل سے زائد نصاب کی قیمت سے زائد سوائے سونے چاندی کے دوسرے سکے ہیں، مثلاً چار سو پانچ سو روپے کی دونی چونی، یا تانبہ کے پیسے ہیں، نقد روپیہ نہیں تو اس پر بعد سال گزرنے کے زکوٰۃ کا حکم ہے، یا نہیں؟

الجواب

غیر سونے اور چاندی میں وجوب زکوٰۃ کے لیے نیت تجارت شرط ہے، **وتفصیله فی کتب الفقه.** (۱) فقط (دونی چونی بطور حوالہ ہے؛ اس لیے اس میں بلا نیت تجارت بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۴/۶)

زکوٰۃ کا روپیہ بیمہ سے بھیجا جائے، یا منی آرڈر سے:

سوال: بہشتی زیور میں ہے کہ کسی نے زکوٰۃ کا روپیہ دوسرے کو ادا کرنے کے لیے دیا اور اس نے اپنے خرچ میں اٹھالیا، بعد میں اپنے پاس سے ادا کیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور منی آرڈر میں بھی یہی صورت ہوتی ہے تو اگر زکوٰۃ کا روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیجا وے تو کیا زکوٰۃ ادا ہوگی، یا بذریعہ بیمہ بھیجنا چاہیے؟

الجواب

یہ احوط ہے کہ بیمہ کے ذریعہ سے بھیجا جاوے؛ لیکن منی آرڈر کے ذریعہ سے بھیجنا بھی درست ہے اور اس کی تاویل ہوسکتی ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۴/۶)

کمائے ہوئے روپے کی زکوٰۃ:

سوال: اپنے کمائے ہوئے روپے کی زکوٰۃ نکالنی واجب ہے، یا نہ؟

الجواب

روپیہ جب کہ بقدر نصاب جمع ہوجاوے اور سال بھر اس پر گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۴/۶)

---

(۱) **شرط افتراض أدائها حولان الحول وهو فی ملكه وثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكاة كيفما أمسكهما ولو للنفقة أو السوم الخ أو نية التجارة فی العروض.** (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الزکوٰۃ: ۱۳/۲، ظفیر)

(۲) **الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول.** (الهداية، كتاب الزكاة: ۱۶۷/۱، ظفیر)

وصیت کی رقم پر سال گزر گیا تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی کہ میرے مال میں سے چار سو روپے سے میری طرف سے حج کرانا اور ایک ہزار روپیہ میں فقرا کو کھانا کھلانا، بعد مرنے زید کے بیٹوں نے ایک ہزار روپے میں کھانا کھلا دیا تھا؛ لیکن حج اب تک ان چار سو روپے سے نہیں کرایا، ایک سال بھی گزر گیا، اب اس روپے کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے، یا نہیں؟ اور چودہ سو روپے ثلث کل سے بھی کم ہے؟

الجواب

اس روپے کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ (یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وارث نے وصیت کا مال اپنے مال کے ساتھ خلط کر دیا ہو۔) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۵/۶)

حج کے لیے جو روپیہ کئی سال سے رکھا ہوا ہے، اس میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت نے عرصہ چھ سال سے دو آدمیوں کی آمد ورفت حج کا خرچ علاحدہ نکال کر رکھ دیا ہے، امسال حج کو جانا چاہتی ہے، آیا اس روپے پر تمام سالہائے گذشتہ کی زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس روپے کی زکوٰۃ دینا واجب ہے، جب تک وہ روپیہ خرچ نہ ہو جائے، اس وقت تک تمام سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ دینا لازم ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۶/۶)

دو عبارتوں میں تطبیق:

سوال: صاحب نصاب ۵۲-۱/۲ (ساڑھے باون) روپیہ یا چاندی ۵۲-۱/۲ (ساڑھے باون) تولہ کے مالک ہونے سے ہو جاتا ہے اور فتاویٰ رشیدیہ میں پچاس روپے نقد، یا اس قیمت کا مال زائد از حاجات اصلیہ۔ اس میں تطبیق مطلوب ہے؟

الجواب

فتاوٰی رشیدیہ میں تقریبی حساب پر عمل فرمایا ہے، درہم کو پورے چار آنہ کا قرار دے کر پچاس روپے لکھے گئے اور حساب سے ایک درہم ۳/ ماشہ ۱، ۱/۵ رتی کا ہوتا ہے، اس کے حساب سے ۵۲-۱/۲ تولہ ہوتے ہیں۔ احتیاط اس میں ہے کہ پچاس تولہ کو نصاب سمجھ لیا جاوے اور زکوٰۃ ادا کی جاوے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۶/۶)

---

(۱) الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ لمسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول. (الهداية، كتاب الزكاة: ١٦٧/١، ظفير)

(۲) نصاب الذهب عشرون مثقالا والفضة مائتادرهم كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل والدينارعشرون قيراطاً والدرهم أربعة عشرقيراطاً والقيراط خمس شعيرات فيكون الدرهم الشرعى سبعين شعيرة. (الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار، باب زكاة المال: ٣٨/٢ ـ ٣٩، ظفير)

کامدار کپڑوں کی زکوٰۃ:

سوال: ہندوستان کی عورتوں کے کپڑے قیمتی زربفت، مشجر، کامدانی، بنارسی گوٹا ٹھپہ مصالحہ کے رہتے ہیں، ان میں چاندی کے تار ضرور ہوتے ہیں، ایسے کپڑوں کی زکوٰۃ کس طرح مشخص کی جائے، ان میں اس بات کا اندازہ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ چاندی کتنی ہے؟

الجواب

جو تار زری کے بنارسی کپڑوں وغیرہ میں ہیں، ان کا اندازہ خود کرکے، یا جاننے والوں سے کرا کر زکوٰۃ دینی چاہیے اور گوٹے ٹھپہ کا بھی اندازہ کرا لینا چاہیے، اس کا اندازہ سہل ہے کہ مثلاً ٹھپہ کا ویسا تھان تول کر دیکھ لیا جائے کہ کس قدر وزن کا ہے۔ الغرض ایسے مواقع میں اندازہ کافی ہے، اندازہ حتی الوسع ایسا کیا جائے کہ کمی نہ رہے، چاہے کچھ زیادتی ہو جائے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۲۱)

نوٹ بھنانے پر بٹہ لینا کیسا ہے اور نوٹ پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: نوٹ کو بھنانے پر بٹہ لینا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر کسی کے پاس صرف نوٹ ہوں تو ان پر حولان حول ہونے سے زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب

بہ ضرورت نوٹ بھنانے میں بٹہ دینا جب کہ کوئی صورت پورا روپیہ ملنے کی نہ ہو، درست ہے، اگرچہ اصل قاعدے سے بٹہ لینا دینا نوٹ پر درست نہیں؛ لیکن بہ ضرورت ومجبوری بٹہ دینا درست ہے اور لینا درست نہیں ہے،(۲) اور نوٹوں پر حولان حول ہونے پر زکوٰۃ لازم ہو جاتی ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۲۲-۱۲۳)

ادائیگی زکوٰۃ کے وقت جو تنخواہ وصول نہیں ہوئی، اس کی زکوٰۃ:

سوال (۱) زید ایک کارخانہ میں نوکر ہے، اس کو شعبان کی دس بارہ تاریخ کو دو ماہ کی تعطیل سالانہ ملا کرتی ہے اور وہ رمضان شریف کی پندرہ تاریخ کو صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ فریضہ ادا کیا کرتا ہے۔ شعبان اور رمضان کی تنخواہ بوقت حاضری شوال میں ملے گی۔ آیا پندرہ رمضان ۱۳۳۵ھ کو ہی ان دونوں مہینوں کی تنخواہ کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، یا ۱۳۳۶ھ کے رمضان شریف میں بشرط بقا (زندگی) ان کی زکوٰۃ ادا کرے گا؟

(۱) وفی تبر الذهب والفضة وحليهما وأوانيهما زكاة. (الهداية، باب زكاة المال، فصل في الذهب: ۱/۱۷۷، ظفير)

(۲) الضرورات تبيح المحظورات. (الأشباه والنظائر، ص: ۸۵، القاعدة الخامسة)

(۳) شرط افتراض أدائها (حولان الحول) وهو في ملكه (وثمنية المال كالدراهم والدنانير) لتعيّنهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكاة كيفما أمسكهما ولو للنفقة. (الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب الزكاة: ۳/۱۷۳، دار الكتاب ديوبند)

سونے کی قیمت بازار کے نرخ سے ہوگی:

(۲) زید کے گھر میں کچھ سونے کا زیور ہے، جس کا مالک زید ہے، سونے کا نرخ ڈلی کا تو اور ہے اور بازار میں زیور کا نرخ گراں اور اگر اچھا زیور بیچنے جاوے تو بھی یقیناً ایک ثلث کم بازار کے نرخ سے بکتا ہے تو آیا کس نرخ کے حساب سے وہ زکوٰۃ دیوے؟ کیوں کہ بازار والوں کا دینے کا نرخ اور ہے اور لینے کا اور، اگر فقرا کو سونا زکوٰۃ میں دیا جاوے تو فقرا کا سخت نقصان ہوتا ہے، بازار والے ان سے کم قیمت کو خریدتے ہیں۔

الجواب

(۱) شعبان اور رمضان کی تنخواہ جو ابھی وصول نہیں ہوئی، اس کی زکوٰۃ رمضان موجودہ میں واجب نہیں ہے، سال آئندہ کے ختم پر اگر وہ روپیہ وصول ہو کر باقی رہا تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگی۔(۱)

(۲) جو نرخ بازار میں ایسے سونے کا ہے؛ یعنی جس قیمت کو دوکاندار فروخت کرتے ہیں، وہ قیمت لگا کر زکوٰۃ دیوے اور اگر سونا ہی زکوٰۃ میں دیوے تو سونے موجودہ کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیوے، یہ بھی درست ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی، اگر چہ فقرا کسی قیمت کو فروخت کردیں۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۲۴)

بتدریج جو آمدنی بڑھی اس کی زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے:

سوال (۱) ایک شخص کو ماہواری سال بھر رجب ۱۳۳۵ھ سے جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ تک مختلف طور پر رقوم بچت ہوتے رہتے ہیں، جن کی مجموعی تعداد اور بچت ماہواری قابل زکوٰۃ رقم ہو جاتی ہے اور اس کے اس سرمایہ میں اضافاً جمع ہوتی رہتی ہے، جن کی زکوٰۃ سالانہ وہ ہمیشہ دیتا رہتا ہے، آیا اس متفرق رقوم بچت سالانہ کی زکوٰۃ کس طرح ادا کرے؟ جب کہ شعبان میں (۱۰)، رمضان میں (۲۰)، شوال میں (۵۰)، علیٰ ہذا القیاس جمادی الثانی تک ماء، یا صماء تو اب رجب میں کس طرح زکوٰۃ کا حساب کر کے ادا کرے؟

کوئی روپیہ قرض لے کر رکھ دے تو زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے:

(۲) ایک شخص کسی سے قرض حسنہ دو چار صد روپیہ لے کر ایک سال تک اپنے پاس رکھ لیتا ہے آیا اس روپے کی زکوٰۃ دائن نکالے، یا مدیون (قرضہ دہندہ، یا مقروض)؟

الجواب

(۱) اگر وہ شخص رجب ۱۳۳۵ھ میں، مثلاً صاحب نصاب تھا کہ پچاس ساٹھ، یا زیادہ نقد، یا زیور، یا مال

(۱) وشرطه أي شرط افتراض أدائها (حولان الحول) وهو في ملكه وثمنية المال كالدراهم والدنانير لعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكاة كيف ما أمسكها ولو للنفعة. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۱۷۳/۳، دار الكتاب ديوبند)

تجارت اس کے پاس موجود تھا، اس کے بعد شعبان میں (۱۰)، رمضان میں (۲۰)، شوال میں (۵۰) اور رقوم بچت ہوکر جمع ہوتی رہی اور جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ تک مثلاً صماء ہوگئے تو اس وقت تمام صماء (۵۰۰) کی زکوٰۃ اس کو ادا کرنا لازم ہے اور اگر رجب ۱۳۳۵ھ میں اس کے پاس روپیہ وزیور وغیرہ نصاب کی قدر موجود نہ تھا تو جس وقت اس کے پاس مال بقدر نصاب ہو جاوے، اس وقت سے سال شروع ہوگا اور پھر درمیان سال کی زیادہ رقوم سب ختم سال پر جمع ہوکر کل روپے کی زکوٰۃ دی جاوے گی، مثلاً صورت مسئولہ میں اگر رجب ۱۳۳۵ھ میں اس کے پاس ایک روپیہ بھی جمع نہ تھا، شعبان میں (۱۰) جمع ہوئے، رمضان میں تیس ہوگئے اور شوال میں اسی (۸۰) روپے ہوگئے تو اس وقت وہ صاحب نصاب ہوگیا، اس کے بعد کی رقوم سب جمع ہوتی رہیں گی اور شوال ۱۳۳۶ھ میں جملہ رقوم کی زکوٰۃ دینی ہوگی، اس مسئلہ کو کسی عالم سے زبانی سمجھ لو۔(۱)

(۲) اس روپے کی زکوٰۃ دائن کے ذمہ لازم ہے، جب اس کے پاس وہ روپیہ واپس چلا جاوے گا، اس کو سال گزشتہ کی زکوٰۃ اس روپے کی دینی لازم ہوگی۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۲۶/۶)

جو روپیہ مالک آراضی کو رہن میں دیا گیا ہے، اس پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے:

سوال: جو روپیہ رہن آراضی میں مالکان آراضی کو دیا ہے، اس کی زکوٰۃ ہر سال ادا کرنی ہوگی، یا بعد وصول ہونے کے اور بر تقدیر ثانی پچھلے تمام سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

اس روپے کی زکوٰۃ بعد وصول ہونے کے لازم ہے اور پچھلے سالوں کی زکوٰۃ بھی دینی ہوگی۔ (کذا فی الدر المختار)(۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۲۹/۶)

کسی کی اچانک موت پر گورنمنٹ وارثان کو جو روپے دیتی ہے، اس کی زکوٰۃ:

سوال: تصادم ریل سے زید کا انتقال ہوگیا، ریلوے کمپنی نے زید کی جان کے معاوضہ میں اس کے والدین، بیوہ اور تین یتیم بچوں جن میں دو لڑکیاں ۴و۳ رسالہ اور ایک لڑکا ڈیڑھ سالہ کی پرورش کے لیے تیس ہزار روپے کے نوٹ دیئے، اس شرط پر کہ سولہ ہزار کے نوٹ ڈاکخانہ میں رکھ دیئے جائیں، دس سال کے بعد لڑکیوں کی شادی اور لڑکے کی اعلیٰ

(۱) (والمستفاد) ولو بهبة أو إرث (وسط الحول يضم إلى نصاب من جنسه) فيزكيه بحول الأصل. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكوة الغنم: ۲۸۸/۲، دار الكتاب ديوبند، ظفير

(۲) ولو كان الدين على مقر ...(فوصل إلى ملكه لزم زكوة مامضى) (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة:۱۹۷/۲، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۳) (ولو كان الدين على مقر أو) على (معسر أو مفلس) ...(فوصل إلى ملكه لزم زكوة ما مضى). (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة:۱۷۳/۳، دار الكتاب ديوبند، ظفير)

تعلیم میں خرچ کئے جائیں، جب تک بچوں کی پرورش وتعلیم کا خرچ ماں کے حصہ کے چھ ہزار روپے میں سے جو بغرض حفاظت پوسٹ آفس میں رکھا ہے، ہوا کرے۔ اس صورت میں بچوں اور بیوہ کی رقوم پر زکوٰۃ فرض ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

بچے جب تک نابالغ ہیں، ان کے حصہ کے روپے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

(وشرط افتراضها عقل وبلوغ وإسلام وحرية) .قال في الشامي:تحت (قوله: العقل) فلا تجب علىٰ مجنون وصبي لأنها عبادة محضة وألبسا مخاطبين بها. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/ ۱۳۱-۱۳۲)

کاروبار میں جو روپیہ لگا ہو، اس کی زکوٰۃ:

سوال (۱) جب کہ روپیہ اس قسم کے کاروبار میں لگایا جائے کہ اس میں زیادہ تر لینا اور دینا ہو اور زرنقد، یا مال تجارت کی صورت میں، یا تو بہت تھوڑا حصہ اصل کا رہے، یا اس پر پورا برس کسی حال میں نہ گزرے تو زکوٰۃ کس رقم پر واجب الاداء ہوگی؟

جائیداد اور مکان ذاتی جو ضرورت سے زیادہ ہوں، اس پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے:

(۲) جب کہ جائداد، یا مکان ذاتی ضرورت سے زیادہ ہوں اور ان سے کرایہ کی آمدنی ہو تو زکوٰۃ جائیداد کی قیمت پر ہوگی، یا آمدنی پر؟

کرایہ کی زمین پر جو جائیداد ہو، اس کی زکوٰۃ:

(۳) اگر کرایہ کی زمینوں پر جائیداد بنائی جائے اور اس کی حیثیت، یا قیمت اسی وقت تک ہو، جب تک جائیداد اس زمین پر قائم ہے تو زکوٰۃ کس طرح ادا ہوگی؟

سرکاری کاغذوں پر جو روپیہ لگایا گیا، اس کی زکوٰۃ:

(۴) جو روپیہ سرکاری کاغذوں یا اس قسم کے دوسرے کاغذات پر لگایا جائے اس کے واپس ہونے کی میعاد یا تو بہت زیادہ ہو یا کچھ ہو ہی نہیں تو زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے۔

الجواب

(۱) ختم سال پر دیکھا جاوے، جس قدر مال تجارت ونقد روپیہ موجود ہو، اس سب کا حساب کر کے زکوٰۃ ادا

---

(۱) الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة: ٢/ ٤، دار الفكر بيروت، ظفير

اور بیوہ اور والدین کے حصہ میں جو روپیہ آیا، اس پر زکوٰۃ واجب ہے اور بچے جس وقت بالغ ہو جاویں تو اس کے حصے کے روپے پر بھی زکوٰۃ وقت بلوغ سے واجب ہو جاوے گی۔ (دیکھئے: ردالمحتار، کتاب الزکوٰۃ: ۲/ ۴)

کی جائے،(۱) اور جو رقوم لوگوں کے ذمہ قرض ہیں ان کی زکوٰۃ بھی واجب ہے؛ مگر ادا کرنا بعد وصول کے واجب ہوتا ہے، ایام گذشتہ کی زکوٰۃ بھی بعد وصول کے دینی لازم ہے۔(۲)

(۲) جائیداد کی قیمت پر زکوٰۃ لازم نہ ہوگی؛ بلکہ کرایہ کی آمدنی پر جو نصاب کی مقدار کو پہونچ جاوے اور اس پر تنہا، یا دیگر رقوم موجودہ کے ساتھ سال پورا ہو جاوے، زکوٰۃ لازم ہوگی۔(۳)

(۳) اس کا جواب بھی وہی ہے، جو ۲/ کا ہے، کرایہ کی آمدنی جو جمع ہو، اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی، حسب شرط مذکور۔(۴)

(۴) یہ سوال تشریح طلب ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۳۳)

ڈاکخانہ میں جمع شدہ روپے کی زکوٰۃ:

سوال (۱) جو روپیہ ڈاکخانہ میں تین سال سے جمع ہے، اس پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

بنک کے روپے کی زکوٰۃ:

(۲) جو روپیہ کسی بنک کو بطور قرض دیا گیا ہے، اس پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

گورنمنٹ کو جو روپے قرض دیئے گئے ہیں، اس کی زکوٰۃ:

(۳) جو روپیہ گورنمنٹ کو قرض دیا گیا ہے، اس پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

لین دین والے روپے کی زکوٰۃ:

(۴) جو روپیہ لین دین میں لگایا جاتا ہے اور قرض دیا جاتا ہے، اس پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) (وقيمة العرض) للتجارة (تضم إلٰى الثمنين) لأن الكل للتجارة وضعاً وجعلا (و) ويضم (الذهب لى الفضة) وعكسه. (الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال:۳/۲۰۳، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۲) ولو كان الدين علٰى مقر) ... (فوصل إلٰى ملكه لزم زكٰوة مامضٰى (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الزكاة:۲/۱۹۷، ظفير)

(۳) ولا زكاة فى ثياب البدن ... وأثاث المنزل و دور السكنٰى ونحوها وكذا الكتب. (الدر المختار)

وفى الرد: تحت قوله ونحوها أى كثياب البدن الغير المحتاج إليها وكالحوانيت والعقارات. (ردالمحتار، كتاب الزكٰوة:۳/۱۷۰، ظفير)

(۴) فإذا كانت مائتين وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم. (الهداية، باب زكاة المال، فصل فى الفقه:۱/۱۹۴، اقراء بكڈپو ديوبند، ظفير)

الجواب

(۱-۴) ان سب صورتوں میں زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ بعد وصول ہونے کے سنین گزشتہ کی بھی زکوٰۃ دینی واجب ہوگی ۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۶/۱۳۴)

دوسو درہم کے کتنے روپے ہوتے ہیں:

سوال: دوسو درہم شرعی چند روپیہ؟

الجواب

دوصد درہم شرعی پنجاہ و دو نصف تولہ بوزن سبع می باشد، پس یک درہم شرعی بوزن سبع سہ ماشہ و ا-۱/۵ رتی باشد، اگر کسر رتی را ساقط کنند و سہ ماشہ گیرند پنجاہ روپیہ می باشد، بناء علیہ بعضے حضرات کسر را انداختہ اند و پنجاہ روپیہ را نصاب فرمودہ اند ۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۶/۱۳۵)

پیسوں اور اکنیوں میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: کسی شخص کے پاس پچاس روپے کے پیسے اور پچاس روپے کی اکنیاں ہیں، حالاں کہ وہ خرچ کے لیے ہیں اور حولان حول اس پر ہوگیا ہے تو ان کی زکوٰۃ واجب ہے، یا نہ؟

الجواب

پیسے اور اکنیاں جو تجارت کی نہیں ہیں، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے ۔(۳) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۶/۱۳۵)

جائداد قسط پر بیچی تو زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے:

سوال: زید نے اپنی کچھ حقیت بایں شرط فروخت کی کہ اس کا زرِ ثمن بدفعات ادا کیا جاوے اور زرِ ثمن اور اس کی

---

(۱) وفی مقر به تجب مطلقا سواءٌ كان ملياً أومعسراً أومفلساً كذا فی الكافی (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة، الباب الأول فی تفسيرها وصفتها: ۱/۱۷۵)

ولو كان الدين علىٰ مقرملئی أو علىٰ (معسر) ... (فوصل إلىٰ ملكه لزم زكوٰة مامضىٰ. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۱۲، ظفير)

(۲) ایں حساب در ۱۳۳۲ھ بود، و دراں زماں سیم ارزاں بود، دریں زماں کہ سیم سہ روپیہ تولہ است نصاب یکصد و پنجاہ و ہفت و نصف روپیہ باشد، خلاصہ این است کہ مدار بر ثمن سیم است ۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۳) پیسے اور اکنیاں چوں کہ ثمن عرفی ہیں؛ اس لیے وہ اگر بقدر نصاب کسی کے پاس ہیں تو ان کی زکوٰۃ واجب ہے۔

فی الشرنبلالية: الفلوس إن كانت أثمانا رائجة أوسلعاً للتجارة تجب الزكاة فی قيمتها وإلافلا. (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، فرع فی الشرنبلالية: ۲/۳۰۰، دار الفكر بيروت

ادائیگی کے زمانہ کا تعین ہو چکا ہے، بیع جائز ہو چکی؛ لیکن چوں کہ حقیت مال ایسی ہے، جس پر نصاب نہیں اور اس کا بدل ایسا ہے، جس پر نصاب ہے تو اس صورت میں زرثمن مقبولہ فریقین پر نصاب ہوگا، یا رقومات مقررہ پر جو بائع کو ملے اور جس قدر ملے، اس کے واسطے سال کا گزرنا ضروری ہے، یا تاریخ بیع سے حساب لگا کر ادا کرنا ہوگا؟

الجواب

جس وقت جس قدر حصہ ثمن کا وصول ہوگا، اسی وقت سے اس کا سال لگایا جاوے گا، بعد سال بھر کے ادائے زکوٰۃ واجب ہوگی اور بعض روایات میں بقدر وصول مقدار نصاب زکوٰۃ لازم ہوگی اور اسی کو ظاہر الروایۃ اور مفتیٰ بہ قرار دیا گیا ہے اور بعض روایات میں قول اول کی تصحیح کی گئی ہے، **وهو الأقيس، كذا في الشامي**. (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۳۵/۶-۱۳۶)

باؤنڈ وغیرہ کی صورتوں میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: زید کے پاس اپنے حوائج ضروریہ کے علاوہ بطور پس انداز ایسا روپیہ بھی ہے، جس کی بابت زکوٰۃ دینا فرض ہے؛ لیکن جب کہ زید اس روپے کو بکر کے پاس امانت رکھ دے اور یا زید نے بجائے نقد روپے کے، یا سونے چاندی کے کرنسی نوٹ لے کر اپنے پاس رکھے ہیں، یا زید نے اس روپے کے باؤنڈ خریدے ہوں، جو ایک قسم کا کاغذ قرضہ ہے، یا زید نے وہ روپیہ کسی کو قرض بلا سود، یا سود سے دیا ہے اور یا زید نے اس روپے کو بنک میں جمع کیا ہے، یا پرامیسری نوٹ خریدے ہیں اور اس روپیہ سے کاغذات ریلوے شیئر زخرید لیے ہیں اور یا وہ روپیہ کسی تجارت میں لگایا ہے۔ مذکورہ بالا آٹھ صورتوں میں بھی زکوٰۃ واجب الادا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ان سب صورتوں میں زکوٰۃ واجب الادا ہے؛ لیکن قرض دینے کی صورت میں بعد وصول کے گزشتہ زمانہ کی زکوٰۃ بھی لازم ہوتی ہے۔ ”**(ولو كان الدين على مقر مليء أو) على (معسر) ... (فوصل إلى ملكه لزم زكاة مامضى)**. (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۳۶/۶-۱۳۷)

دوسرے کی طرف سے زکوٰۃ کی ادائیگی:

سوال: زید نے کچھ روپیہ اپنے باپ عمر کو اس طرح دیا کہ موضع ملازمت میں ہمیشہ بطور خرچ ماہوار کے اپنے

---

(۱) (فتجب) زكوتها إذا تم نصاباً وحال عليه الحول لكن لا فوراً بل (عند قبض أربعين درهماً من الدين) القوى كقرض (وبدل وبدل مال تجارة)، الخ. (الدر المختار)

وفي رد المحتار: والحاصل إن مبنى الاختلاف في الدين المتوسط على أنه هل يكون مال زكوة بعد القبض أوقبله فعلى الأول لابد من مضى حول بعد قبض النصاب وعلى الثاني ابتداء الحول من وقت البيع، الخ. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲۱۷/۳-۲۱۸، دار الكتاب ديوبند، ظفير)

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۱۲/۲، ظفير

باپ کو دیتا رہا اور اس کے پاس بھیجتا رہا، عمر نے وہ تمام روپیہ خرچ نہیں کیا؛ بلکہ تھوڑا خرچ کیا اور زیادہ باقی رکھا، حتی کہ اس کی مقدار زیادہ ہوگئی اور یہ روپیہ عمر نے اس خیال سے بچایا کہ زید کے کام آوے گا۔ زید کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ کے اس روپے کی زکوٰۃ دینی چاہیے۔ عمر نے کہا: یہ روپیہ تمہارا ہے، میرا نہیں ہے، میں اس کی زکوٰۃ نہ دوں گا۔ سوال یہ ہے کہ زید پر اس روپے کی زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟ اور اگر زید ادا کردے تو زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟ بالتفصیل بیان فرمائیں؟

الجواب

زید نے جو روپیہ ماہواری خرچہ کے طور سے اپنے باپ عمر کو دیا اور اس کے پاس بھیجا، عمر اس کا مالک ہوگیا، پھر جو کچھ روپیہ عمر نے بچایا (اگرچہ اس خیال سے بچایا ہو کہ یہ روپیہ زید کے کام آوے گا) اس کا مالک عمر ہے اور بقدر نصاب ہوجانے پر سال بھر کے بعد اس کی زکوٰۃ عمر پر واجب ہے؛ لیکن اگر زید عمر کی طرف سے عمر کی اجازت سے زکوٰۃ گزشتہ زمانہ کی اور آئندہ کی ادا کرے تو درست ہے اور زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، زید کو چاہیے کہ عمر کو اطلاع کردے کہ میں زکوٰۃ اس روپے کی زمانہ گزشتہ کی ادا کرتا ہوں اور آئندہ بھی ادا کرتا رہوں گا، آپ مجھ کو اجازت دے دیجئے۔

في رد المحتار: قال في التتارخانية: إلا إذا وجد الاذن أو أجازالمالكان أي أجازا قبل الدفع إلى الفقير. (۱)

وقال في الدر المختار: لأن المعتبر للفقراء جاز نية الأمر. (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۱۳۷-۱۳۸)

کھیتی کی آمدنی پر زکوٰۃ جو مختلف طور پر آتی ہے:

سوال: زید گرہست آدمی ہے، کھیتی گرہستی کا کاروبار ہوتا ہے، لہٰذا کھیتی گرہستی کے ذریعہ سے مثلاً دوسو روپے آمدنی ہوئی، ہم نے برس گزرنے سے زکوٰۃ مال مذکور کی ادا کردی۔ اب پھر برس گزرنے نہیں پایا کہ اور روپیہ کھیتی گرہستی کے ذریعہ سے آیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نئے مال پر سال گزرنے سے زکوٰۃ واجب ہوگی، یا اگلے سال میں شریک کرکے زکوٰۃ سب کی دا کی جائے گی، لہٰذا مال مستفاد پر زکوٰۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟ عام مال مستفاد پر زکوٰۃ واجب ہے، یا کسی خاص مال پر؟

الجواب

جو روپیہ سال کے اندر زیادہ ہوا اور پہلے سو دوسو روپے مثلاً موجود تھے، درمیان سال کے اور روپیہ کھیتی کے ذریعہ سے حاصل ہوا تو سال اس کا وہی معتبر ہوگا، جو اصل دوسو روپے کا ہے۔

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب في زکاۃ ثمن المبیع وفاء: ۳/۱۷۵، دارالکتاب دیوبند

(۲) الدرالمختار علی هامش رد المحتار، کتاب الزکاۃ: ۳/۱۷۵، دارالکتاب دیوبند

الغرض جس وقت پہلے روپے کا سال پورا ہو جائے، تمام مال کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے، مال مستفاد کے لیے جدید سال کی ضرورت نہیں۔

كما فی الدرالمختار: (والمستفاد) ولو بهبة أو إرث (وسط الحول يضم إلى نصاب من جنسه) فيزكيه بحول الأصل. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۸/۶)

جمع شدہ روپے کی زکوٰۃ:

سوال: ایک شخص نے آٹھ سال تک آٹھ سو روپے جمع کئے، ہر سال سو روپے بڑھتے تھے اور زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، صرف نو روپے ادا کئے ہیں اور آٹھ سال کے ختم پر سب روپیہ خرچ ہو گیا۔ اس صورت میں وہ کس طریقہ سے اور کس قدر روپیہ زکوٰۃ ادا کرے؟

الجواب

اس مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ اس کے ذمہ سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ لازم ہے اور یہ فرض اللہ کا ہے، جس وقت روپیہ ہو، ایک دفعہ، یا چند دفعہ کر کے اس کو پورے کر دے۔ سال اول میں (عہ ۸)، سال دوم میں (عہ ۵)، سال سوم میں (عہ۷، ۸)، سال چہارم میں (عہ۱۰)، پنجم میں (عہ۸، ۱۱)، سال ششم میں (عہ۱۵)، ہفتم میں (عہ۷۱/۸/)سال ہشتم میں کل (عہ۹۰) روپے زکوٰۃ کے اس کے ذمہ ہوئے۔ اس میں سے (عہ۹۰) روپیہ وضع کر کے باقی لہ۸۱/ روپے ہوئے، خواہ بتدریج۔ یا ایک بار ادا کرے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۸/۶-۱۳۹)

نوٹ پر زکوٰۃ:

سوال: اگر کسی شخص کے پاس نقد روپیہ نہ ہو؛ بلکہ دو چار سو روپے کے نوٹ ہوں اور سال بھر گزر چکا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟ نیز نوٹ کی زکوٰۃ میں نوٹ دے دینا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ۴۱۵، محمد سلیمان میواتی، ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ، مطابق ۱۹/ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

الجواب

جس کے پاس نقد روپے کی جگہ کرنسی نوٹ ہیں، اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ زکوٰۃ میں نوٹ دینا جائز ہے؛ مگر جس کو

---

(۱) الدرالمختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكوة الغنم: ۲۸۸/۲، دار الفكر بيروت، ظفير

(۲) (وافتراضها عمرى) أى على التراخى وصححه الباقانى وغيره (وقيل فورى) أى واجب على الفور (وعليه الفتوىٰ) فيأثم بتأخيرها بلاعذر. (الدرالمختار)

وفى الرد: (قوله عمرى) قال فى البدائع وعليه عامة المشائخ ففى أى وقت أدىٰ يكون مرديا للواجب ويتعين ذالك الوقت للوجوب وإذا لم يود إلى آخرعمره يتضيق عليه الوجوب حتىٰ لولم يؤد حتىٰ مات يأثم. (الدر المختار مع رد المحتار كتاب الزكاة: ۲۷۱/۲، دار الفكربيروت، ظفير)

نوٹ دیا ہے، جب وہ اس کو کام میں لے آئے، اس وقت زکوٰۃ ادا ہوگی، اگر نقد روپیہ زکوٰۃ میں دیا جائے تو دیتے ہوئے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۲۵۶/۴)

نوٹ کی زکوٰۃ:

سوال: نوٹ کو وثیقہ قرض خیال کر کے اس کی زکوٰۃ وصول نقد پر موقوف رہے گی، یا بالفعل اختتام سال پر ادا لازم ہوگی؟

الجواب

وجوب ادائے زکوٰۃ وصول نقد پر ہی ہوگا اور نفس وجوب پہلے سے ثابت ہے، لہٰذا اگر قبل وصول بھی زکوٰۃ دے دے گا، درست ہے اور ایسا ہی کرنا بھی چاہیے؛ کیوں کہ بعد وصول نقد بھی جملہ سنین ماضیہ کی زکوٰۃ دینا لازم ہوگا۔(۲)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۹/۶)

ٹکٹ اور نوٹ سے زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں:

سوال: اگر ٹکٹ، یا نوٹ در حساب زکوٰۃ دادہ شود۔ ادا می شود، یا نہ؟

الجواب

نوٹ را بمنزلہ وثیقہ میگویند از دادن نوٹ آں وقت زکوٰۃ ادا خواہد شد کہ معطی لہ زر نقد بعوض آں بگیرد حاصل آنکہ زکوٰۃ از مال ادا باید کرد و نوٹ و ٹکٹ مال نیست۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۷/۶)

بیوہ کے نقد روپے پر زکوٰۃ ہے گو وہ ضرورت مند ہو:

سوال: ایک بیوہ عورت کے پاس صرف ڈھائی ہزار روپیہ نقد ہے اور دو لڑکیاں غیر شادی شدہ ہیں۔ اس روپے پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

---

(۱) یہ حکم اس وقت تھا کہ جب کرنسی کے پیچھے سونا ہوتا تھا؛ لیکن اب اس کرنسی نوٹ کے پیچھے سونا نہیں ہوتا؛ بلکہ اب یہ خود ثمن بن گیا ہے، لہذا کرنسی نوٹ ہی سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، چاہے لینے والا اس کو کام میں لائے، یا نہیں۔

(۲) ولو كان الدين إلخ فوصل إلى ملكه لزم زكوٰة مامضى. (الدر المختار على رد المحتار، كتاب الزكاة: ۱۲/۲)

موجودہ دور میں نقد کا انتظار بے سود ہے، اس وجہ سے کہ نقد پایا نہیں جاتا، اس لیے نوٹ اگر نصاب بھر ہیں تو اس پر زکوٰۃ اور اس کی ادائیگی واجب ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۳) وجاز دفع القيمة فى زكاة وعشر وخراج ونذر وفطرة. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲۸۵/۲، دار الفكر بيروت)

نوٹ و ٹکٹ کو مال سے خارج قرار دینا قابل غور ہے، بالخصوص اس زمانہ میں جب کہ چاندی کا سکہ سرے سے پایا ہی نہیں جاتا، سارا کاروبار حکومت اور پبلک دونوں میں نوٹ پر موقوف ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

الجواب

اس روپے پر زکوٰۃ واجب ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۶/۱۱۰)

زکوٰۃ ہر سال ادا کرنا ضروری ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۳۰ء)

سوال: زکوٰۃ نکالا ہوا روپیہ دوسرے سال زکوٰۃ کے لیے احتساب میں داخل ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ مثلا ایک شخص نے ایک سو روپے میں ڈھائی روپے زکوٰۃ کے لیے نکال دیئے، پھر دوسرے سال اسی زکوٰۃ نکالے ہوئے ساڑھے ستانوے پر اگر بچا رہے تو زکوۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

زکوٰۃ سالانہ وظیفہ ہے؛ اس لیے جس روپے کی زکوٰۃ ایک سال ادا کردی گئی ہے، اگر وہ روپیہ آئندہ سال تک محفوظ رہے اور بقدر نصاب ہوتو پھر اس میں سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، جب نصاب سے کم رہ جائے تو پھر زکوۃ نہیں دی جائے گی۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۴/۲۶۹)

نوٹ کے ذریعے زکوٰۃ کی ادائیگی:

سوال: ادائیگی زکوۃ میں مال کی تملیک شرط ہے اور ظاہر ہے کہ نوٹ مال نہیں؛ بلکہ مثل قرضہ کے اسٹامپ کے اس بات کی رسید ہے کہ جتنے کا نوٹ ہے، اسی قدر مال گورنمنٹ کے ذمہ واجب ہے، لہٰذا اس نوٹ سے زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟ اگر ادا ہوجائے گی تو اسٹامپ سے جو مدیون کے نام ہوا ادا ہوجانی چاہیے؛ کیوں کہ وہ بھی مدیون کے ذمہ واجب ہونے کی رسید ہے، جس سے انکار نہیں کرسکتا؟ (المستفتی:۲۷۸۵، عبد السعید شاہ جہاں پور، مورخہ ۶/دسمبر ۱۹۶۳ء)

الجواب

نوٹ دینے سے زکوٰۃ اس وقت ادا ہوجاتی ہے جب مسکین اس نوٹ سے کوئی مال حاصل کرلے،(۳) نوٹ دینا تسلیط علی التملیک ہے اور جب نوٹ سے مال حاصل کر کے مالک ہوگیا تو تملیک مال متحقق ہوگئی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۴/۳۰۵)

---

(۱) وثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكٰوة كيفما أمسكهما ولو للنفقة. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۱۳، ظفير)

(۲) وشرطه أي شرط إفتراض أدائها حولان الحول ... فتلزم الزكاة كيفما أمسكها. (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲/۲۷۲، سعيد)

(۳) یہ مسئلہ اس وقت تھا جب کہ نوٹ کے پیچھے بینک میں سونا ہوتا تھا؛ لیکن اب نوٹ از خود ثمن عرفی بن گئے ہیں، لہٰذا نوٹ ادا کرتے ہی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، چاہے اس سے کوئی چیز خریدے، یا ضائع کردے۔

نوٹ کے ذریعے زکوٰۃ کی ادائیگی:

سوال: زید نے اپنی زکوٰۃ میں نوٹ نکالے اور یہ نوٹ بکر کو دے دیئے، کہا یہ روپے میرے فلاں عزیز کو پاکستان میں دے دینا، یا پہنچوا دینا۔ بکر نے زید سے نوٹ لے کر محمود کو پاکستان رقعہ لکھ دیا کہ میں نے زید سے مبلغ اتنے روپے لے لیے ہیں، اتنے ہی روپے تم زید کے فلاں عزیز کو دے دینا، اسی طرح سے دینے میں زید کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، یا نہیں؟ یا زید خود براہ راست ڈاک خانہ کے ذریعہ سے اپنے عزیز کو نوٹ بھیج سکتا ہے، جب کہ ڈاک خانہ والے یہاں سے نوٹ وصول کر کے وہاں نوٹ ادا کرتے ہوں۔ ایسی صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائے گی، یا نہیں؟

(المستفتی: حاجی محمد داؤد صاحب (بَلّی ماران، دہلی)

الجواب

نوٹوں کے ذریعہ زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے؛ مگر اس وقت ادائیگی کا حکم دیا جائے گا، جس وقت کہ ان نوٹوں کے بدلے کوئی مال حاصل کر لیا جائے،(۱) دوسرے شخص نے اگر زید کے کہنے پر اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دی تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۲۹۶/۴-۲۹۷)

نوٹ پر زکوٰۃ کا حکم:

سوال: نوٹ میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟ اور اگر ہے تو فلوس میں زکوٰۃ کیوں نہیں ہے؛ یعنی اگر فلوس میں غیر نقدین ہونے کی زکوٰۃ نہیں تو نوٹ بھی ایسے ہی ہے، اس میں زکوٰۃ کیوں دیا ہوگا؟

الجواب

نوٹ وثیقہ اس روپئے کا ہے، جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے، مثل تمسک کے اس واسطے کہ اگر نوٹ میں نقصان آجاوے تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں اور اگر گم ہو جاوے تو بشرط ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں۔ اگر نوٹ بیع ہوتا تو ہرگز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا میں کوئی بیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری کے اگر نقصان، یا فنا ہو جاوے تو بائع سے بدل لے سکیں۔ پس اسی تقریر سے آپ کو واضح ہو جائے گا کہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے، فلوس مبیع ہے اور نوٹ نقدین ان میں زکوٰۃ نہیں، اگر بہ نیت تجارہ نہ ہوں اور نوٹ تمسک ہے اس پر زکوٰۃ ہوگی۔ فقط

اکثر لوگوں کو مثل آپ کے شبہ ہو رہا ہے کہ نوٹ کو بیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے اور کاغذ کو مبیع سمجھ رہے ہیں، سخت غلطی ہے۔ فقط والسلام (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۶۰)

---

(۱) اب یہ حکم نہیں؛ بلکہ اب نوٹ خود ثمن عرفی بن گئے ہیں، جن کو دیتے ہی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، آگے چاہے قابض استعمال کرے، یا نہ کرے، یا ضائع کرے۔ فقط

(۲) ولو تصدق عنه بأمره جاز. (رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/ ۲۶۹، ط: سعيد)

نوٹ پر زکوٰۃ:

سوال: ایک شخص کے پاس حوائج اصلیہ سے زیادہ روپے بشکل نوٹ تھے، جن کو اس نے بینک میں جمع کر دیا ہے، ان روپیوں سے تجارت کرنے، یا جائیداد خریدنے کا ارادہ تھا؛ لیکن نہ تو تجارت میں روپیہ لگایا جا سکا اور نہ جائداد خریدی گئی اور سال گذر گیا تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نوٹ سکہ کے حکم میں ہے؛ اس لیے اس کی زکوٰۃ بھی اسی طرح فرض ہے، جس طرح سونے، چاندی کے سکہ کی زکوٰۃ فرض ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ امارت شریعہ:۲۹/۳)

نوٹ پر زکوۃ:

سوال (الف) آج کل روپیہ دو روپیہ کے نوٹ کا رواج عام ہو گیا ہے، چاندی کا روپیہ نہیں رہا۔ بعض لوگ عذر کرتے ہیں کہ زکوٰۃ تو سونے چاندی، یا اس کے سکے پر ہے، ہمارے پاس سونا چاندی، یا اس کا سکہ نہیں ہے، نوٹ ہیں، جو وجوب زکوٰۃ کے حکم نہیں، نیز یہ کہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت علماء فرماتے ہیں کہ چاندی کے روپے، یا سکہ دھات وغیرہ سے نوٹ بدل کر زکوٰۃ ادا کرو، جب نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی تو پھر اس پر زکوٰۃ کیسے واجب ہوتی ہے؟ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نوٹ پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟ اور نوٹ سے زکوہ ادا ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ یا نوٹ کو دوسرے سکہ دھات وغیرہ سے بدل کر زکوٰۃ ادا کریں، شرعا کیا حکم ہے؟

(ب) بعض حضرات علماء فرماتے ہیں کہ نوٹ دراصل سکہ نہیں؛ بلکہ روپیہ کی رسید ہے، اگر پھٹ جائے، یا خراب ہو جائے تو نمبر دکھانے سے دوسرا مل جاتا ہے، اس کا روپیہ گورنمنٹ کے ذمہ قرض ہے، جو گورنمنٹ کے ذمہ ہو گیا اور چوں کہ رسید ہے، سکہ نہیں ہے؛ اس لیے اس سے بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، چوں کہ زکوٰۃ مین نوٹ دینا، مال دینا نہ ہوا، رسید دینی ہوئی۔ اس جواب پر مندرجہ ذیل شبہات پیدا ہوتے ہیں:

(۱) نوٹ کے ساتھ یہ تخصیص کہ اگر خراب ہو جائے، یا پھٹ جائے تو نمبر دکھانے سے مل جاتا ہے، اسی طرح روپیہ نقرئی بھی اگر خراب ہو، یا نوٹوٹ جائے تو گورنمنٹ اس کے بدلنے کی ذمہ دار ہوتی ہے؛ اس لیے صرف نمبر دکھا کر بدلنے کو رسید قرار دینا کیوں کر درست ہوا؟ جب کہ چاندی کے روپے خراب ہونے، یا ٹوٹ جانے کی صورت میں بھی دوسرا مل جاتا ہے؟ اس صورت میں تو روپیہ کو بھی رسید قرار دیا جائے، ورنہ نوٹ کو بھی سکہ رائج الوقت قرار دے کر زکوٰۃ کا لین دین مثل چاندی سونے کے درست قرار دیا جائے۔

---

(۱) اس لیے کہ نوٹ ثمن عرفی ہے اور جس طرح ثمن خلقی میں زکوٰۃ فرض ہے، اسی طرح ثمن عرفی میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

(۲) یہ کہ گونمنٹ کا کوئی اس طرح اعلاج نہیں، جس سے یقین کرلیا جائے کہ نوٹ واقعی رسید ہے، سکہ نہیں؛ بلکہ حکومت کو ہر وقت اختیار ہے کہ وہ بجائے نوٹ کے مٹی، یا گارے، یا کپڑے وغیرہ کے سکے چلادے، اگر بالفرض محال یہ تسلیم کرلیا جائے کہ گورنمنٹ کے ذمہ قرض ہے تو گورنمنٹ کے قرض کی ذمہ دار اس کی رعایا ہوا کرتی ہے، جیسے ہندوستان سے کروڑہا روپیہ قرض کا وصول کیا جاتا ہے تو جب بہر صورت رعایا ہی مقروض ہوتی ہے تو پھر مسلمان رعایا کے پاس خواہ چاندی ہو، یا سونا، یا نوٹ، مقروض ہونے کی صورت میں اس پر زکوٰۃ بھی فرض نہ ہونا چاہیے۔

(۳) اب جب کہ بعض علمائے کرام نوٹ کو رسید قرار دے چکے تو ادائیگی زکوٰۃ کی صورت ملاحظہ فرمائیں کہ روپیہ لے کر ریز گاری میں، یا نوٹ سے غلہ کپڑا وغیرہ خرید کردیں، یا کہ مال دیا جائے، تب زکوٰۃ فطرہ صدقہ قربانی کی کھال کی قیمت ادا ہوگی، جس کی آسان صورت یہ بتلائی گئی کہ اگر کسی شخص کو دس روپیہ کے نوٹ زکوٰۃ میں دینا ہے تو اس روپیہ کا کوئی مال خرید کر رکھ لے، مثلاً کپڑا، غلہ، کتابیں وغیرہ مسکین کو دے دیں، اس سے کہو کہ اس کو تم بازار میں فروخت کروگے تو اگر تمہارا جی چاہے تو ہمیں فروخت کردیں تو دس روپے کے نوٹ دے کر اس کو خرید لیں، اس کو نوٹ دے دیں، وہ شئ پھر سے قبضہ میں آگئی۔

اس فرمان عالی پر عرض ہے کہ موجودہ روپیہ سابق چاندی کا روپیہ، یا ریز گاری کا اتنا قحط ہے کہ شہر اور دیہات میں کسی زائد قیمت پر بھی دستیاب نہیں ہوسکتی، اب صرف نوٹ ہیں، اس شکل میں خواص کا تو ذکر ہی نہیں، عام مسلمان جو پہلے تنگ دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اس قدر احتیاط کس طرح کر سکتے ہیں تو اس صورت میں ادائیگی میں خطرات ہیں کہ کہیں عام مسلمان عام مسلمان زکوٰۃ دینا ترک نہ کردیں۔

(۴) ریز گاری کی قلت کی وجہ سے نوٹ کے بارہ آنے، یا چودہ آنہ دینا لینا سودی لین دین میں شامل ہے، یا نہیں؟ جب کہ قانوناً ہر نوٹ اور روپیہ کے سولہ آنے مقرر ہیں تو حکم شرعی کیا ہے؟ اس کا مرتکب کس گناہ میں شامل سمجھا جائے گا؟ فقط

الجواب＿＿＿＿＿＿＿＿ حامداً ومصلیاً

(الف) نوٹ خود چاندی، یا سونے کا سکہ نہیں ہے؛ بلکہ یہ اس کی رسید ہے، جو گورنمنٹ، یا بینک کے ذمہ بطور قرض موجود اور اس کی وصولیابی پر اس نوٹ کے ذریعہ قدرت حاصل ہے، لہذا درحقیت اس مال پر زکوٰۃ واجب ہے۔

بہتر یہ ہے کہ اس کی، یا اس کی قیمت کی کوئی شئے غلہ، کپڑا وغیرہ زکوٰۃ میں ادا کریں؛ تا کہ بالیقین زکوٰۃ ادا ہوجائے، اگر زکوٰۃ میں نوٹ دیا اور مصرف زکوٰۃ فقیر نے اس کے عوض سکہ غلہ وغیرہ زکوٰۃ میں ادا کریں؛ تا کہ بالیقین زکوٰۃ ادا ہوجائے۔

اگر زکوٰۃ میں نوٹ دیا اور مصرف زکوٰۃ فقیر نے اس کے عوض سکہ وغیرہ کوئی مال حاصل کرایا، تب بھی زکوٰۃ ادا

ہوگئی؛ لیکن اگر وہ نوٹ فقیر سے ضائع ہوگیا، مثلا جل گیا، گم ہوگیا، یا اس نے کسی کرایہ اجرت وغیرہ میں دے دیا، یا اس کے ذریعہ سے اپنا قرض ادا کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔(۱)

(ب) روپیہ میں فی حد ذاتہ خود مال موجود ہے، اگر گورنمنٹ کی طرف سے اس کے بدلنے کی ذمہ داری نہ ہوتو اس کی قیمت ہی کچھ نہیں، لہٰذا ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔آج کل چھوٹے نوٹ پر ایسی عبارت درج نہیں، بڑے نوٹ پر اب بھی درج ہے۔

(۲) یہ فرض محال نہیں؛ بلکہ حقیقت نفس الامری ہے، گورنمنٹ کے ذمہ رعایا کا قرض ہے،(۲) جس کی رسید نوٹ ہے اور اس کے ذریعہ سے رعایا کو گورنمنٹ قرض دے کر وصول کرتی ہے، یہ نہیں کہ رعایا کے ذمہ گورنمنٹ کا کوئی قرض ہے، جس کی وجہ سے رعایا کے ذمہ سے زکوٰۃ ساقط کر دیا جائے اور جنگ کا روپیہ جو گورنمنٹ لیتی ہے، وہ بھی قرض لیتی ہے، بعد اختتام جنگ اس کی واپسی کا وعدہ کرتی ہے، اس سے رعایا مقروض نہیں ہوئی، پھر اس کے ذمہ سے زکوۃ کیوں ساقط ہوئی۔

(۳) اگر ہر شخص کو یہ صورت سہل نہیں، جس قدر زکوۃ واجب ہے اس کا کوئی مال خرید کر فقیر کو دے دیا جائے،(۳)

---

(۱) دور حاضر کے اکثر علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہوگیا ہے کہ اب یہ نوٹ قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے؛ بلکہ اس پر مروجہ سکوں کے احکام جاری ہوں گے، چنانچہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی ''فقہی مقالات'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جب کرنسی نوٹ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر پہنچ جائیں تو ان پر بالاتفاق زکوۃ واجب ہوجائے گی اور چونکہ اب یہ قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے، اس لئے ان نوٹوں پر قرض کی زکوۃ کے احکام بھی جاری نہیں ہوں گے؛ بلکہ اس پر مروجہ سکوں کے احکام جاری ہوں گے، وجوب زکوۃ کے مسئلے مین مروجہ سکوں کا حکم سامان تجارت کی طرح ہے؛ یعنی جس طرح سامان تجارت کی مالیت اگر ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچ جائے تو ان پر زکوۃ واجب ہوتی ہے، بعینہ یہی حکم مروجہ سکوں اور موجودہ کرنسی نوٹوں کا ہے۔

اور جس طرح مروجہ سکے کسی گڑیب کو بطور زکوۃ کے دیئے جائیں تو جس وقت وہ فقیر ان سکوں کو اپنے قبضے میں لے گا اسی وقت اس کی زکوۃ ادا ہوجائے گی، بعینہ یہی حکم کرنسی نوٹوں کا ہے کہ فقیر کے ان پر قبضہ کرنے سے زکوۃ فی الفور ادا ہوجائے گی، ان نوٹوں کو استعمال میں لانے پر زکوۃ کی ادائیگی موقوف نہیں رہے گی۔(فقہی مقالات:۱/۳۰، میمن اسلامک پبلشرز)

''وفي الشرنبلالية : الفلوس إن كانت أثمانا رائجة او سلعا للتجارة ، تجب الزكاة في قيمتها، وإلا فلا اهـ''. (الدرالمختار: ۲/ ۳۰۰، باب زكاة المال ،سعيد)

''إن الزكاة تجب في الغطارفة إذا كانت مائتين؛ لانها اليوم من دراهم الناس وإن لم تكن من دراهم الناس في الزمن الاول ، وإنما يعتبر في كل زمان عادة اهل ذلك الزمان، الا ترى ان مقدار المائتين لوجوب الزكاة من الفضة إنما تعتبر بوزن سبعة،الخ''.(تبيين الحقائق: ۲/ ۷۷، باب زكاة المال، دار الكتب العلميه، بيروت)

''ويجوز دفع القيم في الزكاة والعشر والخراج،الخ''.(مجمع الانهر شرح ملتقى الأبحر: ۱/ ۳۰۰، فصل في الخيل، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) دیکھئے: فقہی مقالات، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت فیوضہ'' کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم'': ۱/ ۱۳، ۲۳، میمن اسلامک پبلشرز''

(۳) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: ''فلو اطعم يتيما ناويا الزكاة، لايجزيه، إلاإذا دفع إليه المطعوم كما لو كساه بشرط أن يعقل القبض،إلا إذا هكم عليه بنفقته.(الدر المختار) ==

ریزگاری اگر نہیں ملتی تو مال تو ملتا ہے، اس میں کیا اشکال ہے، نوٹ کے ذریعہ سے بازار میں بہت مال ملتا ہے۔

(۴) نوٹ کے عوض کمی زیادتی جائز نہیں، (۱) روپیہ کے عوض کمی زیادتی درست ہے، ریزگاری روپے خالص بیع صرف نہیں، البتہ اگر ایک جانب خالص چاندی یا غالب چاندی ہو اور دوسری جانب بھی ایسا ہی ہو تو مساوات شرط ہے، (۲) ورنہ چاندی کے مقابلہ میں چاندی اور کھوٹ، یا دوسری دھات کے مقابلہ میں کھوٹ، یا چاندی، یا دوسری دھات ہونے سے بیع درست ہو جائے گی۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ جامع العلوم کانپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۵/۹-۳۸۹)

نوٹ کی زکوٰۃ:

سوال: اگر کسی کے پاس سو روپیہ کا نوٹ ہے تو اس کی زکوٰۃ میں ڈھائی روپیہ دینا واجب ہے، یا ڈھائی تولہ چاندی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

خواہ ڈھائی روپیہ خواہ ڈھائی تولہ چاندی دے، خواہ ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت کی کوئی اور شے دے دے، سب جائز ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۹/۹)

== وقال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: "قوله: إلا إذا دفع أمليه المطعوم)، لأنه بالدفع إليه بنية الزكاة يهلكه، فيصير أكلاً من ملكه ... (قوله: إلا إذا حكم عليه بنفقتهم) ... قلت: هذا إذا كان علیٰ طريقاً لاباحة دون التمليك كما يشعر به لفظ الاطعام، ولذا قال في التاتارخانية عن المحيط: إذا كان يعول يتيما ويجعل ما يكسوه ويطعمه من زكاة ماله، ففي الكسوة لا شك في الجواز لوجود الركن وهو التمليك وأما الطعام فما يدفعه إليه بيده يجوز أيضاً". (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲۵۷/۲، سعيد)

(۱) "موجودہ زمانے میں کاغذی کرنسی کا تبادلہ مساوات اور برابری کے ساتھ کرنا جائز ہے، کسی زیادتی کے ساتھ نہیں"۔ (فقہی مقالات، ہلکی کرنسی نوٹوں کا آپس میں تبادلہ: ۳۷/۱، میمن اسلامک پبلشرز)

(۲) فإن كان الغال الذهب في الدنانير والقضة في الدراهم فهما كالذهب الخالص والفضة الخالصة اعتبارا للغالب ...، وإذا كان كالخالصين، فلا يجوز بيعهما بالخالص مع الذهب والفضة إلا متساويين في الوزن، وكذا بيع بعضها ببعض". (فتح القدير، كتاب الصرف: ۱۵۲/۷، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) وإن كا الغالب عليهما الغش، فليسا في حكم الدراهم والدنانير ... فإن بيعت بجنسها متفضلا، جاز صرفا للجنس إلى خلاف الجنس، فهي في حكم شيئين: فضة وصفر. (الهداية، كتاب الصرف: ۱۰۹/۲، شرکت علمیہ، ملتان)

(۴) اب نوٹ کا حساب زکوٰۃ قیمت کے اعتبار سے ہوگا؛ یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر، جس قدر نوٹ ہوں، ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اس کے چالیسواں حصہ کی جو قیمت ہو، اتنے نوٹ واجب ہوں گے۔

دور حاضر کے اکثر علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہوگیا ہے کہ اب یہ نوٹ قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے؛ بلکہ اس پر مروجہ سکوں کے احکام جاری ہوں گے، چنانچہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی "فقہی مقالات" میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جب کرنسی نوٹ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر پہنچ جائیں تو ان پر بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہو جائے گی اور چوں کہ اب یہ قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے؛ اس لیے ان نوٹوں پر قرض کی زکوٰۃ کے احکام بھی جاری نہیں ہوں گے؛ بلکہ اس پر مروجہ سکوں کے احکام جاری ہوں گے، ==

نوٹ سے زکوٰۃ کا حکم:

سوال (۱) مدزکوۃ کے روپے مدرسہ کے غریب طلبہ کی خرچ برداری کی جاوے، داخل کردینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گئی، یا نہیں؟ یا کہ حیلہ کرنا ہوگا؟ آپ کے مدرسہ میں اس کا کیا طریقہ ہے؟

(۲) امداد الفتاویٰ میں مرقوم ہے کہ زکوۃ، فدیہ فطرہ وغیرہ میں نوٹ دینے سے ادا نہیں ہوتی بوجہ حوالہ ہونے کے؛ کیوں کہ نوٹ عین روپیہ نہیں؛ بلکہ سند ہے، جب بیت المال میں اس کو داخل کردے، روپیہ مل جاوے۔(۱) اس پر موجودہ

== وجوب زکوٰۃ کے مسئلے مین مروجہ سکوں کا حکم سامان تجار کی طرح ہے یعنی جس طرح سامان تجارت کی مالیت اگر ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچ جائے تو ان پر زکوۃ واجب ہوتی ہے بعینہ یہی حکم مروجہ سکوں اور موجودہ کرنسی نوٹوں کا ہے۔
اور جس طرح مروجہ سکے کسی گڑیب کو بطور زکوۃ کے دیئے جائیں تو جس وقت وہ فقیران سکوں کو اپنے قبضے میں لے گا اسی وقت اس کی زکوۃ ادا ہوجائے گی، بعینہ یہی حکم کرنسی نوٹوں کا ہے کہ فقیر کے ان پر قبضہ کرنے سے زکوۃ فی الفور ادا ہوجائے گی، ان نوٹوں کو استعمال میں لانے پر زکوۃ کی ادائیگی موقوف نہیں رہے گی'' (فقہی مقالات: ۱/۳۰، میمن اسلامک پبلشرز)

''وفی الشرنبلالية : الفلوس إن كانت أثمانا رائجة أو سلعا للتجارة ، تجب الزكاة فی قيمتها، وإلا فلا، آه''.(الدرالمختار: ۲/۳۰۰، باب زكاة المال ،سعيد)

''إن الزكاة تجب فی الغطارفة إذا كانت مائتين؛ لانها اليوم من دراهم الناس وإن لم تكن من دراهم الناس فی الزمن الاول،وإنما يعتبر فی كل زمان عادة اهل ذلک الزمان، الا ترى ان مقدار المائتين لوجوب الزكاة من الفضة إنما تعتبر بوزن سبعة الخ''.(تبيين الحقائق: ۲/۷۷، باب زكاة المال، دار الكتب العلميه، بيروت)

''ويجوز دفع القيم فی الزكاة والعشر والخراج، الخ''.(مجمع الانهر شرح ملتقى الأبحر: ۱/۳۰۰، فصل فی الخيل، دارالكتب العلمية بيروت)

قال العلامة الحصكفی رحمه اللّٰه تعالیٰ: ''فلو اطعم يتيما ناويا الزكاة، لا يجزيه، إلاإذا دفع إليه المطعوم كمالوكساه بشرط ان يعقل القبض، إلا إذا هكم عليه بنفقته''.(الدرالمختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: ''قوله: إلا إذا دفع امليه المطعوم)، لانه بالدفع إليه بنية الزكاة يهلكه، فيصير اكلا من ملكه ... (قوله:إلا إذا حكم عليه بنفقتهم) ... قلت: هذا إذا كان على طريقالاباحة دون التمليک كما يشعر به لفظ الاطعام، ولذا قال فی التاتارخانية عن المحيط:إذا كان يعول يتيما ويجعل ما يكسوه ويطعمه من زكاة ماله،ففی الكسوة لا شک فی الجواز لوجود الركن وهو التمليک واما الطعام فما يدفعه إليه بيده يجوز ايضا''.(ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲۵۷،سعيد)

فإن كان الغال الذهب فی الدنانير والقضة فی الدراهم فهما كالذهب الخالص والفضة الخالصة اعتبارا للغالب ...، وإذا كان كالخالصين، فلا يجوز يبعهما بالخالص مع الذهب والفضة إلا متساويين فی الوزن،وكذا بيع بعضها ببعض''.(فتح القدير، كتاب الصرف: ۷/۱۵۲، مصطفى البابی الحلبی مصر)

وإن كا الغالب عليهما الغش، فليسا فی حكم الدراهم والدنانير ... فإن بيعت بجنسها متفضلا، جاز صرفا للجنس إلى خلاف الجنس ، فهی فی حكم شيئين: فضة وصفر.(الهداية، كتاب الصرف: ۲/۱۰۹، شرکت علمیہ، ملتان)

(۱) امداد الفتاویٰ، کتاب الزکوۃ والصدقات: ۲/۵۰۴، مکتبہ دار العلوم کراچی

حالت سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اب تو یہ نوٹ بعینہ روپیہ ہوگا، بوجہ اس کے کہ سا نوٹ کو بیت المال میں داخل کرنے سے بھی چاندی کے روپیہ والا نوٹ دے دیتا ہے، اس معذوری کی وجہ سے نوٹ سے زکوٰۃ وغیرہ ادا ہونے کا حکم ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) ہمارے مدرسہ میں جو نوٹ زکوٰۃ میں آتے ہیں، وہ بعینہ طلبا کو نہیں دیئے جاتے، یا ان کو بھنا کر ریزگاری نقد وظیفہ کی صورت میں دیتے ہیں، یا کپڑا خرید کر، یا جوتہ خرید کر، یا غلہ خرید کر اس کی روٹی پکا کر، یا کتابیں خرید کر دیتے ہیں، اس سے شبہ زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے؛ (۱) لیکن اس صورت میں زکوۃ اس لیے ادا ہو جائے گی کہ زکوہ میں دفع القیمت جائز ہے۔ (۲)

(۲) نوٹ خود روپیہ نہیں؛ بلکہ حوالہ ہے، جیسا کہ امداد الفتاویٰ میں ہے؛ اس لیے نوٹ کی کوئی شئے خرید کر زکوٰۃ میں دی جائے؛ تا کہ زکوٰۃ ادا ہو جائے، اگر نوٹ زکوٰۃ میں دیا گیا تو اس سے زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ فقیر اس نوٹ کے عوض کوئی مال حاصل کرلے، تب زکوٰۃ ادا ہوگی، اگر فقیر سے وہ نوٹ کسی طرح ضائع ہو گیا، یا اس نے کسی ڈاکٹری فیس، یا کرایہ ریل وغیرہ میں دے دیا، یا اس کے ذریعہ سے قرض ادا کیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۳ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۸۹-۳۹۱)

---

(۱) قال العلامة زين الدين ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: وقيد بالتملك احترازا عن الاباحة، ولهذا ذكر الولواجي وغيره انه لو عال يتيما، فجعل يكسوه ويطعمه وجعله من زكاة ماله ، فلكسوة تجوز لو جود ركنه وهو التكليك، وأما الاطعام ان فدع الطعام إليه بيده، يجوز ايضا لهذا العلة". (الحر الرائق، كتاب الزكاة: ۲/۳۵۳، رشيدية)

(۲) (والمعتبر وزنهما اداء ووجوبا ولا قيمتهما. (الدر المختار)

أي من حيث الاداء ، يعني يعتبر ان يكون المؤدى قدر الواجب وزنا عند الامام والثاني ،وقال زفر: تعبر القيبمة، واعتبر محمد الانفع اللفقراء ،فلو أدى عن خمسة جيدة خمسة زيوفا. (الدر المختارمع رد المحتار: ۲/۲۹۷، باب زكاة المال،سعيد)

(ويضم الذهب إلى الفضة عكسه بجامع الثمنية قيمة ، وقالا: بالاجزاء، فمن له ماة درهم وخمسة مثاقيل قيمنها ماة، عليه زكاتها،خلافا لهما. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة،باب زكاة المال: ۲/۳۰۳،سعيد)

(وجاز دفع القيمة في الزكاة،فلا تعتبر القيمة في نصاب كيلي او وزني... وهٰذا إذا أدّى من جنسه وإلا فالمعتبر هو القية اتفاقاً. (الدر المختار مع رد المحتار ،كتاب الزكاة،باب زكاة الغنم: ۲/۲۷۵،سعيد)

(ولو عجل ذو نصاب زكاته لسنين أولنصب صح، لوجود السبب. (الدر المختار: ۲/۱۹۳،باب زكاة المال،سعيد)

(۳) اصل حکم نوٹ کا یہی ہے لیکن اب اس کا رواج اور تعامل بالکل روپے (درہم) کی طرح ہے اور یہی اب نقد کے حکم میں ہو گیا، حوالہ نہیں رہا اب نوٹ سے زکوۃ ادا ہو جائے گی ۔۔۔۔۔۔۔۔ (بعینہ حاشیہ قبل میں گزر چکا ہے، تکرار کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔ انیس)

نوٹ کے ذریعہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی:

سوال: اگر کسی نے زکوٰۃ میں نوٹ ادا کئے تو زکوۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟ مدارس عربیہ میں اکثر لوگ بذریعہ ڈاک، یا دوسرے ذرائع سے زکوٰۃ میں نوٹ ہی ادا کرتے ہیں۔اس صورت میں زکوٰۃ کیسے ادا ہوگی،جیسا کہ حضرت مفتی صاحب آنے والے فتاویٰ اس میں اس کی وضاحت فرمائی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نوٹ اپنی اصل کے اعتبار سے حوالہ اور سند ہے (مال نہیں)؛لیکن اس دور میں تقریباً روپیہ معدوم ہے،سب کاروبار نوٹ سے ہی ہوتا ہے اور سب جگہ نوٹ ہی بلاتر دد روپیہ سے زیادہ معدوم ہے،سب کاروبار نوٹ سے ہی ہوتا ہے اور سب جگہ نوٹ ہی بلاتر دد روپیہ کے قائم مقام؛ بلکہ روپیہ سے زیادہ قابل قدر شمار ہوتا ہے؛ اس لیے اب نوٹ کے ذریعہ سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۹۱)

نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی:

سوال: ملفوظات، حصہ ہفتم، ص: ۳۰۵، رسالہ المبلغ نمبر: ۸، جلد نمبر: ۱۳، بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ، ملفوظ نمبر: ۴۴۶، ایک نواب صاحب بذریعۂ تحریر یہ مسئلہ دریافت کیا کہ آج کل روپیہ تو ملتا نہیں، صرف نوٹ ملتا ہے، جس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، ایسی صورت میں کس طرح ادا کی جائے؟ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ زکوٰۃ غلہ ودیگر اشیا سے بھی ادا ہوسکتی ہے، پھر زبانی فرمایا کہ یہ فتویٰ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اشکال (۱) اب تک زکوٰۃ کے ادا کرنے کا یہ عمل رہا ہے کہ بذریعہ منی آرڈر مدارس میں دوسری جگہ زکوٰۃ ارسال کی گئی اور نوٹ ڈاکخانہ میں آگئے اور وہاں ڈاکخانہ سے نوٹ وصول کئے گئے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا ہوئی ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو گزشتہ عمل کے درستی کی کیا صورت ہوسکتی ہے اور آئندہ کس صورت سے زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے، یا جس شخص نا مستحق زکوٰۃ کو اصالۃً زکوٰۃ دی گئی اور اس کو نوٹ دیا گیا اور اس کو یہ نہیں بتلایا گیا کہ بمد زکوٰۃ ہے؛ کیوں کہ بتلانا مناسب نہیں تھا۔اب اگر زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی تو اس کی درستی کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

---

(۱) دور حاضر کے اکثر علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہوگیا ہے کہ اب یہ نوٹ قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ اس پر مروجہ سکوں کے احکام جاری ہوں گے، چنانچہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی ''فقہی مقالات'' میں تحریر فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔(بعینہ حاشیہ قبل میں گزر چکا ہے، تکرار کی وجہ سے حذف کردیا گیا ہے۔انیس)

(۲) ہم ملازمین کو تنخواہ میں نوٹ ہی ملتے ہیں اور نوٹ ہی ہم لوگوں کی جائیداد ہے۔ چاندی، یا سونا روپیہ نہیں ہے تو نوٹوں پر زکوۃ واجب ہے تو اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟

(۳) آج کل جو روپیہ ملتا ہے، اس میں بھی چاندی نہیں ہوتی ہے تو اس کا حکم مثلاً نوٹ کے ہے، یا مثل چاندی کے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) نوٹ روپیہ نہیں؛ بلکہ رسید اور حوالہ ہے، نوٹ کے ذریعہ سے زکوۃ ادا کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ فقیر سے ضائع نہ ہو؛ بلکہ وہ اپنے تحصیل مال میں صرف کرے، خواہ اس کا روپیہ بنالے، یا اس کے ذریعہ سے کوئی اور شئ خرید لے، اگر خود نوٹ فقیر سے ضائع ہوگیا تو زکوۃ ادا نہیں ہوئی؛ (۱) لیکن اس صورت میں زکوٰۃ اس لیے ادا ہوجائے گی

---

(۱) یہ حکم اس وقت کا ہے جب نوٹ کا روپیہ عام طور ملتا تھا، اب نوٹ ہی بمنزلہ روپے کے ہے، لہذا اس کے ذریعہ بس زکوۃ ادا ہوجاتی ہے۔ دور حاضر کے اکثر علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہوگیا ہے کہ اب یہ نوٹ قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے؛ بلکہ اس پر مروجہ سکوں کے احکام جاری ہوں گے، چنانچہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی ''فقہی مقالات'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جب کرنسی نوٹ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر پہنچ جائیں تو ان پر بالاتفاق زکوۃ واجب ہوجائے گی اور چوں کہ اب یہ قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے، اس لئے ان نوٹوں پر قرض کی زکوۃ کے احکام بھی جاری نہیں ہوں گے؛ بلکہ اس پر مروجہ سکوں کے احکام جاری ہوں گے، وجوب زکوٰۃ کے مسئلے میں مروجہ سکوں کا حکم سامان تجارت کی طرح ہے یعنی جس طرح سامان تجارت کی مالیت اگر ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچ جائے تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، بعینہ یہی حکم مروجہ سکوں اور موجودہ کرنسی نوٹوں کا ہے۔

اور جس طرح مروجہ سکے کسی گڑیب کو بطور زکوۃ کے دیئے جائیں تو جس وقت وہ فقیر ان سکوں کو اپنے قبضے میں لے گا اسی وقت اس کی زکوۃ ادا ہوجائے گی، بعینہ یہی حکم کرنسی نوٹوں کا ہے کہ فقیر کے ان پر قبضہ کرنے سے زکوۃ فی الفور ادا ہوجائے گی، ان نوٹوں کو استعمال میں لانے پر زکوۃ کی ادائیگی موقوف نہیں رہے گی'' (فقہی مقالات: ۱/۳۰، میمن اسلامک پبلشرز)

''وفي الشرنبلالية : الفلوس إن كانت أثمانا رائجة أو سلعا للتجارة ، تجب الزكاة في قيمتها، وإلا فلا، آه''. (الدرالمختار: ۲/۳۰۰، باب زكاة المال ،سعيد)

''إن الزكاة تجب في الغطارفة إذا كانت مائتين؛ لانها اليوم من دراهم الناس وإن لم تكن من دراهم الناس في الزمن الاول،وإنما يعتبر في كل زمان عادة اهل ذلك الزمان، الا ترى ان مقدار المائتين لوجوب الزكاة من الفضة إنما تعتبر بوزن سبعة الخ''. (تبيين الحقائق: ۲/۷۷، باب زكاة المال، دار الكتب العلميه، بيروت)

''ويجوز دفع القيم في الزكاة والعشر والخراج، الخ''. (مجمع الانهر شرح ملتقى الأبحر: ۱/۳۰۰، فصل في الخيل، دارالكتب العلمية بيروت)

قال العلامة الحصكفي رحمه اللّٰه تعالىٰ: ''فلو اطعم يتيما ناويا الزكاة، لا يجزيه، إلاإذا دفع إليه المطعوم كمالوكساه بشرط ان يعقل القبض، إلا إذا هكم عليه بنفقته''. (الدرالمختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: ''قوله: إلا إذا دفع امليه المطعوم)، لانه بالدفع إليه بنية الزكاة يهلكه، فيصير اكلا من ملكه ... (قوله:إلا إذا حكم عليه بنفقتهم) ... قلت: هذا إذا كان على طريقالاباحة دون التمليك كما يشعر به لفظ الاطعام، ولذا قال في التاتارخانية عن المحيط:إذا كان يعول يتيما ويجعل ما يكسوه ويطعمه من زكاة ماله،ففي الكسوة لا شك في الجواز لوجود الركن وهو التمليك واما الطعام فما يدفعه إليه بيده يجوز ايضا''. (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲۵۷،سعيد)

==

کہ زکوۃ میں دفع القیمت جائز ہے۔(۱) لہٰذا اگر کسی مقام پر یہ علم ہو جائے کہ فلاں فقیر سے زکوٰۃ میں دیا ہوا نوٹ ضائع ہو گیا ہے تو اتنی مقدار زکوۃ کو دوبارہ دی جائے، ورنہ گزشتہ ادا کی ہوئی زکوٰۃ کی تجدید کی ضرورت نہیں۔

(۲) نوٹ اگر چہ خود روپیہ نہیں؛ لیکن ایسے قرض کی رسید ہے، جس پر ہر وقت قدرت ہے، لہذا اس پر زکوٰۃ واجب ہے، (۲) جو ادائیگی کی صورت دوسرے مال میں زکوۃ کی ہے وہی نوٹ میں ہے۔

(۳) اس روپیہ میں اگر چاندی کم ہے؛ لیکن قیمت میں بالکل چاندی کے برابر ہے، لہذا جو حکم خالص چاندی کے روپیہ کا ہے، وہی اس کا ہے قیمت کے اعتبار سے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۸/۶۱ ۱۳ھ۔ صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/شعبان ۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۱/۹-۳۹۳)

== فإن كان الغال الذهب في الدنانير والقضة في الدراهم فهما كالذهب الخالص والفضة الخالصة اعتبارا للغالب ...، وإذا كان كالخالصين، فلا يجوز يبعهما بالخالص مع الذهب والفضة إلا متساويين في الوزن،وكذا بيع بعضها ببعض".(فتح القدير، كتاب الصرف: ۱۵۲/۷،مصطفى البابى الحلبى مصر)

وإن كا الغالب عليهما الغش، فليسا في حكم الدراهم والدنانير ... فإن بيعت بجنسها متفضلا، جاز صرفا للجنس إلى خلاف الجنس، فهي في حكم شيئين: فضة وصفر.(الهداية، كتاب الصرف: ۱۰۹/۲، شرکت علمیہ، ملتان)

قال العلامة زين الدين ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: وقيد بالتملک احترازا عن الاباحة،ولهٰذا ذكرالولواجى وغيره أنه لوعال يتيماً، فجعل يكسوه ويطعمه وجعله من زكاة ماله، فلكسوة تجوز لوجود ركنه وهو التكليک، وأما الاطعام ان فدع الطعام إليه بيده، يجوزأيضا لهذا العلة".(الحرالرائق، كتاب الزكاة: ۳۵۳/۲،رشيدية)

(۱) "والمعتبر وزنهما أداء ووجوبا ولا قيمتهما".(الدرالمختار)"أى من حيث الاداء، يعنى بعتبر ان يكون المؤدى قدر الواجب وزنا عند الامام والثانى ،وقال زفر: تعبر القبيمة، واعتبر محمد الانفع اللفقراء،فلو ادى عن خمسة جيدة خمسة زيوفا،الخ".(ردالمحتار: ۲۹۷/۲، باب زكاة المال، سعيد)

(ويضم الذهب إلى الفضة عكسه بجامع الثمنية قيمة ، وقالا: بالاجزاء، فمن له ماة درهم وخمسة مثاقيل قيمنها ماة، عليه زكاتها، خلافا لهما"،(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة،باب زكاة المال: ۳۰۳/۲، سعيد)

(وجاز دفع القيمة في الزكاة ، فلا تعتبر القيمة فى نصاب كيلى او وزنى... وهذا اذا ادى من جنسه وإلا فالمعتبر هوالقية اتفاقا، الخ".(الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲۷۵/۲،سعيد)

ولوعجل ذونصاب زكوته لسنين أولنصب صح، لوجود السبب.(الدرالمختار: ۱۹۳/۲،باب زكاة المال، سعيد)

(۲) دیکھئے فقہی مقالات "کرنسی نوٹ اور زکوۃ": ۳۰/۱،میمن اسلامک پبلشرز

(۳) وماغلب عشه منهما يقوم كالعوض ، وحاصله ان مايخلص منه نصاب او كان ثمنا رائجا، تجب زكاته، سواء نوى التجارة اولا، الخ(الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۳۰۰/۲، سعيد)

"وكان الشيخ ابو بكر محمد بن الفضل يوجب الزكاة فى الغطريفية والعادلية فى كل مائتى درهم خمسة دراهم عددا؛ لان الغش فيهما غالب فصار فلوسا فوجب اعتبار القيمة فيه ، لا الوزن،الخ".(تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۷۷/۲،عباس احمد الباز)

نوٹ اور ریزگاری سے زکوٰۃ:

سوال: زید کے پاس ایک ہزار روپیہ کے نوٹ ہیں، وہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہے، زکوۃ ادا کرنے کے لیے پہلا روپیہ جس میں چاندی غالب تھی نہیں ملتا۔ ذیل کی چار صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کی جاسکتی ہے:

(۱) زکوۃ نوٹ سے ہی ادا کردی جائے، اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟ اگر ادا ہوگی تو کیا پہلے روپیہ کی طرح بلا قید ادا ہوگی، یا کسی قید کے ساتھ؟

نوٹ: نوٹوں کی اور دیگر مال مثل نقدی، یا زیور وغیرہ کی زکوۃ ادا کرنے میں کچھ فرق ہے؟ یا مطلقاً زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(۲) نیا سکہ جواب جاری ہوا (اس میں چاندی محض چار آنہ بھری ہوتی ہے) اس سے زکوٰۃ ادا کرے تو زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟ اس سے زکوٰۃ پہلے روپیہ کی طرح بلا قید ادا ہوگی، یا مشروط طریق سے؟ اور وہ شرائط کیا ہیں؟ کیا اس روپیہ سے زکوٰۃ مطلق ادا ہو جائے گی، یا بموجب جنس مال (یعنی نوٹ، زیور، نقد) زکوٰۃ ادا کرنے میں کچھ فرق ہوگا؟ اور وہ فرق کیا ہے؟

نوٹ: اس روپیہ سے زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت میں یہ شبہ ہے کہ یہ روپیہ چاندی نہیں؛ کیوں کہ اس میں صرف چار آنہ کی مقدار چاندی ہے اور باقی دوسری دھات؛ یعنی کھوٹ اور چاندی، اگر غیر چاندی سے مل جائے اور غیر چاندی کا عنصر غالب ہو تو مرکب پر چاندی کا حکم نہیں لگایا جاتا ہے؛ بلکہ وہ اسباب کے حکم میں ہے اور ظاہر بات ہے کہ نیا روپیہ پہلے کھرے روپیہ کا قائم مقام ہے، پہلے اسے کھرے روپیہ کی قیمت سمجھ کر اس کو زکوٰۃ میں دینا درست ہوگا تو اسی طرح نوٹ بھی تو سرکاری طور پر کھرے روپیہ کی قیمت قرار دیا گیا ہے، پس زکوٰۃ میں دینا درست ہوگا تو اسی طرح نوٹ دے دیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جانی چاہیے، اگر اندریں صورت بھی نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی تو اس مروجہ روپیہ میں اور نوٹ میں کیا فرق ہے؟

(۳) پیسوں سے، یا غیر چاندی اکنیوں، دونیوں، چونیوں سے زکوٰۃ ادا کرے۔ اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟ اور ان کی ادائیگی بلا قید طریقہ سے ہے اور قیود کیا ہیں؟ اور اس میں وہ تمام باتیں ملحوظ ہوں گیں، جو نئے روپئے کی بحث میں گزرا؟ اس میں اور نئے روپئے میں فرق ہے تو کیا؟

(۴) چاندی خرید کر زکوۃ ادا کرے، اس میں مشکل یہ ہے کہ چاندی خریدنے کے لیے اور کھری چاندی میں فرق دشوار ہے، ہر شخص نہیں کر سکتا، زکوٰۃ لینے والے کو بھی نقصان۔ براہ مہربانی تمام صورتوں پر غور فرمایا جائے اور بالوضاحت جواب تحریر فرمایا جائے مع حوالۂ کتب؟

نوٹ یا ریزگاری کی صورت میں اگر مال جمع ہو تو اس پر زکوٰۃ کیوں واجب ہے، جب کہ براہ راست نوٹ یا ریزگاری سے زکوۃ دے تو ادا نہیں ہوتی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) نوٹ روپیہ نہیں؛ مگر روپیہ کی سند ہے، لہذا نوٹ کے ذریعہ سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، بشرطیکہ مصرف کے

پاس پہونچ کر مصرف اس کو اپنے کام میں صرف کر لے، اگر اس سے پہلے پہلے وہ نوٹ ضائع ہوگیا، مصرف اس کو اپنے کام میں نہیں لا سکا تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ نوٹ اور ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ نوٹ کے ذریعہ سے ادا کرنا بشرط مذکور صحیح ہے۔(۱)

(۲) نیا سکہ جو کہ اب جاری ہوا ہے، اس میں چاندی مغلوب ہے اور دوسری دھات غالب ہے؛ لیکن بحیثیت ثمنیت ورواج پہلے روپیہ میں اور اس میں کوئی فرق نہیں، لہٰذا جس طرح پہلے روپیہ سے زکوٰۃ ادا کرنا درست ہے، اسی طرح اس سے بھی بلاتأمل درست ہے اور جس طرح پہلے روپیہ پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اسی طرح پر بھی واجب ہوتی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے روپیہ میں چاندی غالب ہونے کی وجہ سے وجوباً واداءً وزن کا اعتبار ہوگا اور نئے روپیہ میں قیمت کا اعتبار ہوگا۔

كان الشيخ أبوبكر محمد بن الفضل يوجب الزكاة في الغطر يقية بقيمته، والعادلية في كل مائتي درهم خمسة دراهم عددا؛ لأن الغش فيهما غالب فصارا فلوساً، ووجب اعتبار القيمة فيه لا الوزن. (۲)

قال الشلبي في هامشه: روى الحسن عن أبي حنيفة رحمهما الله تعالىٰ أن الزكاة تجب في الجياد، ومن الدراهم والزيوف والنبهرجه، قال: لأن الغالب كلها الفضة وما تغلب فضته علىٰ غشه، بتناوله إسم الدرهم مطلقاً، والشرع اوجب بإسم الدراهم وإن كان الغالب هو الغش، و الفضة فيها مغلوبة، فإن كانت رائجة أو كان يمسكها للتجارة يعبر قيمتها، فإن بلغت قيمتها مائتي دراهم من أدنىٰ الدراهم التي تجب فيها الزكاة، وهي الغالب عليها الفضة، تجب فيها الزكاة، وإلا فلا، بدائع. (۳)

وإن لم تكن رائجة ولا معدا للتجارة ، فلا زكٰوة فيها، إلاأن يكون ما فيها من الفجة يبلغ مائتي دراهم بأن كانت كبيرة، الخ. (ردالمحتار والدر المتقى ومجمع الأنهر: ۱/ ۲۰۶)(۴)

اس روپیہ میں اور نوٹ میں فرق یہ ہے کہ روپیہ سرکار اور رعایا سب کے نزدیک روپیہ اور سکہ ہے، جس کی قیمت سولہ ہے اور نوٹ کسی کے نزدیک بھی روپیہ اور سکہ نہیں، نہ اس کی قیمت سولہ ہے؛ بلکہ یہ تو ایک سند اور رسید ہے، جس کے ذریعہ سے حکومت، یا بینک سے حسب معاہدہ تحریر نوٹ سولہ وصول ہو سکتے ہیں؛ اس لیے نوٹ کے ذریعہ سے زکوۃ مشروط بالمذکور ہے اور روپیہ کے ذریعہ سے بلاشرط ہی ادا ہو جاتی ہے۔

(۳) زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اس میں قیمت کا اعتبار ہوگا؛ یعنی جس قدر چاندی وزن کے اعتبار سے لازم ہو، اس کی قیمت جس قدر راکنیاں وغیرہ ہوں، دے دی جائے، مثلاً اگر دوتولہ چاندی لازم ہو اور بازار میں دس تولہ چاندی فروخت ہوتی ہے تو بیس اکنیان، یا دس دونیان ادا کریں، زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

---

(۱) دور حاضر کے اکثر علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہوگیا ہے کہ اب یہ نوٹ قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ اس پر مروجہ سکوں کے احکام جاری ہوں گے۔۔۔۔ (بعینہ حاشیہ قبل میں گزر چکا ہے، تکرار کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔ انیس)

(۲) تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۷۷، عباس احمد الباز

(۳) حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۳/۷۶، دار الكتب العلمية، بيروت

(۴) ردالمحتار على الدرالمختار: ۲/ ۳۰۰، باب زكاة المال، سعيد / مجمع الانهر مع الدر المنتقى: ۱/ ۳۰۶، باب زكاة الذهب والفضة، والعروض، دار الكتب العلمية بيروت

وأجمعوا أنه لو أدیٰ من خلاف جنسه، اعتبرت القیمة، الخ. (۱)

(۴) چاندی خرید کر اس کے ذریعہ سے بھی زکوٰۃ دینا درست ہے، نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، کما مر۔ قربانی کی کھال کی قیمت اپنی بیٹی کو دینا درست نہیں ہے؛ بلکہ کسی اور مستحق زکوٰۃ کو دے دی جائے؛ کیوں کہ اس کا تصدق واجب ہے۔ **فإن بدل اللحم، والجلد به: أي بما یتفع الاستهلاک جاز ولا یبیعه بالدراهم لینفق الدراهم علیٰ نفسه وعیاله، الخ.** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، ۲۵/۱۲/۱۳۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۹۳-۳۹۶)

غیر ملکی سکہ سے ادائے زکوٰۃ:

سوال: فرانسیسی سکہ مروجہ کو ''فرانک'' کہا جاتا ہے، زید کے ذمہ زکوٰۃ فرض ہے، زید اپنی زکوٰۃ ہندوستان میں مستحقین اور مساکین ذوی القربی کو ادا کرنا چاہتا ہے، چوں کہ فرانک ہندوستان میں رائج نہیں ہے؛ اس لیے اس کا تبادلہ یہاں کے انگریزی (ہندی) روپیہ سے کرنے کی دو مختلف صورتیں ہیں:

(۱) وہاں کی حکومت سے تبادلہ۔

(۲) وہاں کے تجار کو دے کر ان سے چیک لے کر اس چیک کو یہاں ہندوستان بنک میں بھنا کر، صورت اولیٰ میں حکومت چالیس فرانک کے عوض ہندوستانی ایک روپیہ دیتی ہے اور وہ بھی اس شخص کے اہل وعیال کی طرف سے یہاں کے حکام کی تصدیق کے ساتھ درخواست کئے جانے پر اور وہ بھی صرف نان نفقہ کے لیے؛ یعنی ادائے زکوٰۃ، یا بخشش وغیرہ کے لیے وہاں کی حکومت تبادلہ نہیں کرتی۔

صورت ثانیہ میں وہاں کے تجار بعوض ستر فرانک ایک روپیہ ہندوستانی کے حساب سے چیک حوالہ کرتے ہیں۔ پس قابل دریافت یہ امر ہے کہ زید نے تجار سے چیک لے کر یہاں پر زکوٰۃ ادا کی، اب چوں کہ وہاں کی سرکاری قیمت فی روپیہ چالیس فرانک ہے (مگر تبادلہ متعذر رہے، کما ذکر آنفا) اور تاجرانہ قیمت فی روپیہ ستر ہے، جو ممکن ہے، لہٰذا اگر زید نے تاجرانہ قیمت سے فرانک کے روپیہ بھنا کر ہندوستان میں زکوٰۃ ادا کی تو بہ نسبت سرکاری قیمت فی روپیہ تیس فرانک زائد خرچ ہوئے۔ پس اس مزید خرچ کے حساب کا کیا حکم ہوگا؛ یعنی مزکی خود متحمل ہوگا، یا زکوٰۃ کی رقم مؤدی میں سے خرچ کی جائے گی؟

(الراقم: غلام رسول بن حاجی اسماعیل، مقام تاراپور ضلع کھیڑا گجرات، ۲۹/شوال ۱۳۵۷ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ادائے زکوٰۃ کے لیے ضروری ہے کہ مقدار واجب مستحقین کے پاس پہونچ جائے اور اس پہونچانے میں جو کچھ خرچ

(۱) رد المحتار: ۲/۲۹۷، باب الزکاة والفضة، سعید

(۲) مجمع الانهر، کتاب الاضحیة: ۲/ ۵۲۱، دار إحیاء التراث العربی بیروت

ہوگا، اس کا متحمل خود مزکی ہوگا، زکوۃ کی رقم سے اس کا وضع کرنا درست نہیں، ورنہ مقدار واجب میں نقصان رہ جائے گا اور زکوۃ پوری ادا نہیں ہوگی، (۱) جو حکم فیس منی آرڈر کا ہے وہی حکم اس بٹہ کا ہے، جو تجار لیتے ہیں، یہ اس وقت ہے کہ چاندی کے سکہ کا چاندی کے سکہ سے تبادلہ کیا جائے جس میں وزنا کمی زیادتی جائز نہیں۔ (۲) اگر چاندی کے سکہ کا تبادلہ کسی اور شئے سے کیا جائے تو اس میں رزنا برابری لازم نہیں، وہاں زیادتی کمی درست ہے، (۳) پس اگر فرانک چاندی کا سکہ ہے اور ہندوستانی روپیہ سے اس کا تبادلہ ہو تو اس میں جس قیمت پر بھی تبادلہ ہو جائے درست ہے؛ کیوں کہ اس روپیہ میں چاندی بالکل نہیں، یا اگر ہے تو اس قدر مغلوب ہے کہ کالعدم ہے۔ تجار کو بھی درست ہے کہ ستر فرانک کے حساب سے معاملہ کریں، یا جس طرح چاہیں اس صورت میں مزکی پر کوئی مزید ذمہ داری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ ذی قعدہ/ ۱۳۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶/ ذی قعدہ/ ۱۳۶۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/ ۳۹۷-۳۹۸)

روپے کی زکوٰۃ وزن سے ہے، یا قیمت سے:

سوال: علم الفقہ، جلد چہارم، ص: ۳۲، میں تحریر ہے کہ روپیہ کی زکوۃ گنتی سے دینا خلاف احتیاط ہے، (۴) تو کیسے دینا چاہیے؟ اس قسم کی عبارت دوسری کتابوں میں بھی دیکھنے میں آئی، اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ نصاب زکوٰۃ میں روپے کی قیمت کا اعتبار نہیں؛ بلکہ وزن کا اعتبار ہے، لہذا اگر کسی کے پاس سو روپے ہیں، جو وزن کے اعتبار سے سو تولہ ہوتے ہیں، جن کا چالیسواں حصہ ڈھائی روپیہ ہوا، جن کا وزن ڈھائی تولے ہوا، ایسی صورت میں ڈھائی تولہ چاندی دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی، یا ڈھائی روپے دینے چاہئیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلياً

بہتر یہ ہے کہ سو روپیہ کا وزن کر لیا جائے اور پھر اس کا چالیسواں حصہ وزن ہی کے اعتبار سے ادا کر دیا جائے، (۵)

(۱) درمختار میں ہے: ''ويقوم في البد الذى المال فيه ولو فى مفاذة ففى أقرب الأمصار إليه''.
علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''فلو بعث عبدالتجارة فى بلد آخر يقوم فى البد الذى فيه العبد.
اس جزئیہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں سو روپیہ خام بکری کا واجب ہے، خرچہ نکالنے کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ اعلم (خیر الفتاویٰ، کتاب الزکوۃ: ۳/ ۴۸۰، جامعہ خیر المدارس ملتان، پاکستان)

(۲) فإن باع فضة بفضة او ذهبا بذهب، لايجوز إلا مثلا بمثل'' (الهداية، كتاب الصرف: ۷/ ۱۳٤، شرکت علمیہ)

(۳) ويجوز بيع الذهب بالفضة مجازفة، وكذا سائر الأموال الربوية بخلاف جنسها؛لأن المساواة غير مشروطة فيه. (الهداية مع فتح القدير، كتاب الصرف: ۷/ ۱٤۰-۱٤۱، مصطفى البابى الحبلى مصر)

(۴) علم الفقہ، کتاب الزکوٰۃ، حصہ چہارم، چاندی سونے اور تجارتی مال کا نصاب، ص: ۴۹۰، دارالاشاعت کراچی

(۵) والمعتبر وزنهما أداء ووجوبا ولا قيمتهما. (الدرالمختار) أى من حيث الأداء، يعنى يعتبر أن يكون المؤدى قدر الواجب وزنا عند الإمام والثانى... وأجمعوا أنه لوأدى من خلاف جنسه، اعتبرت القيمة ... قوله: ووجوباً: أى من حيث الوجوب، يعنى يعتبر فى الوجوب أن يبلغ وزنهما نصاباً. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/ ۲۹۷، سعيد)

خواہ چاندی(۱) روپیہ پورا تولہ کا نہیں ہوتا؛ بلکہ کچھ کم کا ہوتا ہے، نیز ہر روپیہ برابر نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱۱/۱۳۶۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۳۹۸-۳۹۹)

نصاب زکوۃ روپے کے اعتبار سے:

سوال: کم سے کم کتنے روپے پر زکوٰۃ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جتنے روپے میں ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جا سکے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۴۰۰)

دفینہ پر زکوۃ اور ادائے زکوۃ سے قبل مسجد کا صحن بنوانا:

سوال: ایک بڑھیا نے پہلے زمانہ میں چار ہزار روپیہ دفن کئے اور لڑکوں سے کہہ دیا تھا: میرے بعد نکال لینا۔ اب بڑھیا کے انتقال کے بعد بھائیوں نے اس مدفون کو نکالا، وہ سکہ بارہ ہزار کا ہوا۔ اس میں سے ایک بھائی نے اپنا حصہ لے لیا، باقی تینوں نے اپنا حصہ مسجد میں دے دیا، جس سے مسجد کا صحن بنوایا گیا تو اب اس مدفون پر زکوٰۃ واجب تھی، یا نہیں؟ اور اس صحن پر نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

خود اس بڑھیا کے ذمہ زکوہ واجب تھی، اس کے انتقال کے بعد اس لڑکے مالک ہوئے، (۳) اس وقت سے سال بھر گزرنے پر حسب ضابطۂ شرعیہ ان کے ذمہ واجب ہوگی۔ اس فرش صحن میں نماز درست ہے، سال سے پہلے مسجد میں دینے سے زکوۃ واجب نہیں۔ (۴) (فتاویٰ محمودیہ:۹/۴۰۰-۴۰۱)

---

(۱) وجاز دفع القية في زكاة وعشروخراج وفطرة ونذر وكفارة غيرالاعتاق،وتعتبر القيمة يوم الوجوب،وقالا: يوم الأداء ...وفي المحيط: يعتبر يوم الأداء بالاجماع،وهوالأصح ... فاعتبار يوم الأداء يكون متفقا عليه عنده وعندهما". (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲/۲۸۵-۲۸۶، سعيد)

(۲) وإن كان الغالب هو الغش والفضة فيها مغلوبة ، فإن كانت أثماناً راجة أوكان يمسكها للتجارة، يعتبر قيمتها، فإن بلغت قيمتها مائتى درهم من أدنى الدراهم التى تجب فيها الزكاة وهى التى الغالب عليها الفضة تجب فيها الزكاة، وإلا فلا. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة ، فصل فى بيان صفة النصاب: ۲/۴۰۸، دارالكتب العلمية،بيروت)

(۳) إذا مات من عليه زكاة، سقطت عنه بموته،حتّٰى أنه إذا مات عن زكاة سائمة فالساعى لايجبرالوارث على الأداء". (التاتارخانية: ۲/۲۹۶، الأسباب المسقط للزكاة،إدارة القرآن ، كراتشى)

(۴) وسبب افتراضها ملك نصاب حولى نسبة للحول لحولانه عليه تام. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۸۶/۱، كتاب الزكاة، دارالكتب العلمية،بيروت)

زیورات کی زکوٰۃ

زیور کی زکوٰۃ:

سوال(۱) ہندہ اور اس کا شوہر ہندہ کے خسر کی شرکت میں زندگی بسر کررہے ہیں، اگر ہندہ اور اس کا شوہر اس شرکت کے بجائے الگ ہوکر زندگی بسر کریں تو گزراوقات مشکل ہے؛ یعنی دونوں وقت کھانا اور کپڑا بھی مشکل سے میسر آئے گا، ہندہ کے پاس کوئی شکل آمدنی کی نہیں ہے؛ مگر اس کو شادی کے موقعہ پر اپنے والد کی جانب سے جہیز میں تقریباً ایک ہزار روپیہ کا زیور ملا ہے اور نصف ہزار کی مالیت کے قریب خسر سے ملا ہے؛ مگر بوجہ روزی تنگ ہونے کے زکوٰۃ نہیں نکال سکی۔ اس کے خسر باوجود مقدور ہونے کے ادا نہیں کرتا، اس حالت میں ہندہ کو کیا کرنا چاہیے؟

(۲) ہندہ کو جو ازیور اس کے خسر سے ملا ہے، وہ ہندہ ہی کے قبضہ میں ہے اور ابتدائی زمانہ میں اس کو استعمال بھی کیا؛ مگر اب بوجہ زکوٰۃ ادا نہ ہونے کے اس کا استعمال ترک کردیا؛ لیکن قبضہ ہندہ ہی کا ہے، اس صورت پر اس کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے، آیا ہندہ پر، یا اس کے شوہر پر؟ اگر ہر دو صورت میں زکوٰۃ ہندہ پر اوا جب ہے تو ادائیگی کی کیا صورت ہے؟ ہندہ کو کسی قسم کی آمدنی نہیں اور شوہر میں اس قدر وسعت نہیں، حکم شرع سے مطلع فرمائیں؟ فقط والسلام

(احقر: الناس محمد احسن کوچہ آتش بازاں، سہارنپور)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) جب کہ وہ زیور استعمال کے لیے ہے اور اس لڑکی کی ملک ہے اور اسی کے قبضہ میں ہے تو اس کی زکوٰۃ بھی اسی کے ذمہ ہے، اس کے خسر کے ذمہ نہیں ہے، اگر ادا نہیں کرے گی تو گناہ گار ہوگی، (۱) خواہ حساب کر کے زیور زکوٰۃ میں دے یا کوئی اور چیز زکوٰۃ میں دے۔

”لم یختلفوا إن الحلی إذا کان فی ملک الرجل تجب فیہ الزکاۃ، کذالک إذا کان فی ملک المرأۃ کالدراھم والدنانیر، وأیضاً لایختلف حکم الرجل والمرأۃ فیما یلزمھا من الزکاۃ فوجب أن لایختلفا فی الحلی، آہ“. (أحکام القرآن: ۱۳۳/۳) (۲)

(۱) قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”مامن صاحب ذھب ولا فضۃ لا یؤدی منھا حقھا إلا إذا کان یوم القیامۃ صفحت لہ صفائح من نار فأحمی علیھا فی نار جھنم فیکوی بھا جنبہ وجبینہ وظھرہ“. (الصحیح لمسلم، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ: ۳۱۸/۱، قدیمی)

(۲) احکام القرآن للجصاص: ۱۵۸/۳، باب زکاۃ الحلی، قدیمی

(۲) اگر ہندہ اپنا زیور اپنی ملک سے نکال کر اپنے شوہر کو دے دے تو شوہر کے ذمہ زکوٰۃ ہوگی، ورنہ ہندہ کے ذمہ ہوگی، خواہ زکور زکوۃ میں دے، خواہ اسے فروخت کر کے اس کے پیسے وغیرہ دے دے، یا اس کی قیمت کی کوئی اور شئے خرید کر دے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۵/۶/۲۱ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/جمادی الثانیہ/۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۶۸/۹-۳۶۹)

سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۱۸/نومبر ۱۹۲۵ء)

سوال (۱) کیا سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ دینی آتی ہے؟

(۲) معلوم ہوا ہے کہ امام شافعیؒ کے مذہب میں زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے، کیا ایک شخص حنفی کہلاتا ہوا حضرت امام شافعیؒ کے اجتہاد سے استفادہ کر سکتا ہے؟

الجواب

(۱،۲) سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ ترمذی شریف میں حدیث موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے دریافت فرمایا کہ ان کنگنوں کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو، یا نہیں؟ (جو وہ پہنے ہوئے تھی) اس نے کہا: نہیں! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ خدا ان کے بدلے آگ کے کنگن تجھے پہنائے؟ (۲) حنفی کو امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق اس بارے میں عمل کرنا جائز نہیں۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۲۶۵/۴)

سونا، چاندی کے زیور میں جڑے ہوئے جواہرات پر زکوٰۃ نہیں:

سوال: جس چاندی سونے کے زیور میں جواہرات جڑے ہوئے ہوں، اس زیور پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۶، حافظ نور جمال امام مسجد سمرالہ ضلع لدھیانہ، ۲۷ شوال ۱۳۵۲ھ، مطابق ۱۲/فروری ۱۹۳۴ء)

---

(۱) ولو كان له إبريق فضة ، وزنه مائتان، وقيمته لصياتنه ثلث مأة إن أدى من العين يؤدى ربع عشره، وهو خمسة قيمتها سبعة ونصف، وإن ادى خمسة قيمتها خمسة، جاز، ولو أدى من خلاف جنسه يعتبر القيمة إجماعا. (الفتاویٰ الهندية: ۱۷۹/۱، الفصل الأول فی زكاة الذهب والفضة، رشيدية)

(۲) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، إن امرأتين أتتا رسول الله صلى الله عليه وسلم وفى أيديهما سواران من ذهب، فقال لهما: أتؤديان زكاته؟ فقالتا: لا، فقال لهما: إتحبان أن يسوركم الله بسوارين من نار؟ قالتا: لا، قال: فاديا زكاته. (الترمذی، أبواب الزكاة، باب ماجاء فی زكاة الحلی: ۱۳۸/۱، طبع سعيد)

(۳) کیوں کہ دوسرے کے مذہب پر عمل بغیر ضرورت شدیدہ کے جائز نہیں اور یہاں کوئی ضرورت نہیں۔

(قوله: عند الضرورة) ظاهره أنه عند عدمها لايجوز. (رد المحتار، كتاب الصلاة: ۳۸۲/۱، ط: سعيد)

الجواب

زیور جو چاندی اور سونے کا ہو، اس میں بقدر چاندی سونے کے زکوٰۃ فرض ہے،(۱) یعنی اگر اس میں جواہرات ہوں تو ان کی مالیت پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے،(۲) صرف چاندی سونے کی مالیت پر زکوٰۃ ہے۔ کیمیائے سعادت میں زکوٰۃ کا مسئلہ امام شافعی کے مذہب کے موافق لکھا ہے؛ کیوں کہ مصنف اس کے شافعی ہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۲۵۵/۴۔۲۵۶)

بیوی کے زیور کا مالک کون اور زکوٰۃ کس پر:

سوال (۱) مستورات کے پاس زیورات بمقدار نصاب ہیں، جن میں سے کچھ خاوند کی طرف سے چڑھائے ہوئے ہیں اور کچھ اپنے میکے سے لائی ہیں۔ کسی کا زیورا لگ الگ خاوند والا اور میکہ والا نہ نصاب کے برابر ہوتا ہے اور نہ کسی کا دونوں مل کر نصاب کے برابر اور ہندوستان میں یہ زیورات خاوند کی ملکیت شمار کی جاتی ہے؛ اس لیے کہ جب کبھی موقع پڑتا ہے، گہنے رکھ کر کام چلا لیتا ہے اور پڑھاتے وقت بھی کچھ مشرح نہیں سمجھا جاتا کہ بیوی کی ملکیت بنا دیا ہے، یا نہیں؟ محض یہ چرچا ہوتا ہے کہ یہ لڑکی کی سسرال سے آیا ہے، یا خاوند کے کنبے والے کہتے ہیں کہ بہو پر اس قدر زیور چڑھایا ہے۔ حضور کو پوری واقفیت ہوگی کہ سب قسم کے گھروں کے کاروبار کا علم ہے، کیا ملکیت خاوند کی رہتی ہے، یا عورت کی ہو جاتی ہے؟ اور زکوٰۃ خاوند اپنی کمائی سے دے، یا بیوی اپنے کسی اندوختہ میں سے، یا ہر دو الگ الگ؟ جب کہ زیور نہ تڑائے جائیں؟

(المستفتی:۷۴۶، نور محمد، ہیڈ ماسٹر (ضلع کرنال) ۱۷/ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ، مطابق ۱۱/فروری ۱۹۳۶ء)

الجواب

جو زیور عورت کے ماں باپ کے یہاں سے آیا ہے، وہ تو عورت کی ملک ہے اور جو مرد کے یہاں سے زیور چڑھایا جاتا ہے، وہ بھی ہمارے اطراف میں عورت کی ملک ہوتا ہے۔ ہاں: اگر دیتے وقت تصریح کر دی جائے کہ زیور عاریت ہیں، یا عرف اتنا واضح ہو کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہ ہو تو اس صورت میں عورت پر صرف اپنے میکے کے زیور کی زکوٰۃ لازم ہوگی اور جو زیور کہ خاوند کی ملک ہے، اس کی زکوٰۃ خاوند کو ادا کرنی پڑے گی، خاوند کی کمائی سے بھی ادا ہو سکتی ہو، بشرطیکہ عورت پر جس قدر زکوٰۃ واجب ہے، خاوند اتنی رقم عورت کو دے کر مالک کر دے اور عورت زکوٰۃ ادا کر دے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۲۶۰/۴۔۲۶۱)

---

(۱) واللازم في مضروب كل منهما، و معموله، ولو تبرًا، أو حليًا مطلقًا ... لأنهما خلقًا أثمانًا، فيزكيها كيف كانا، إلخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة باب زكاة المال: ۲۹۸/۲، طبع سعيد)

(۲) لا زكاة في اللآلي، والجواهر، وإن ساوت ألفًا إتفاقًا، إلا أن تكون للتجارة، والأصل إن ماعدا الحجرين، والسوائم إنما يزكى بنية التجارة إلخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲۷۳/۲، سعيد)

(۳) یعنی اس بارے میں عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا اور یہ دونوں علاقے کے اعتبار سے بدلتے رہتے ہیں، بس جہاں پر عورت کی ملک سمجھا جاتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی، ورنہ نہیں۔

عورت بغیر اطلاع شوہر اپنے زیور وسامان کی زکوٰۃ دے سکتی ہے، یا نہیں:

سوال: جس عورت کے پاس زیور جہیز کا ہو، وہ بغیر اطلاع خاوند کے زکوٰۃ ادا کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

جہیز کا زیور عورت کا مملوکہ ہے،(۱) اس کی زکوٰۃ اس کے ذمہ لازم ہے خاوند سے اجازت لینے اور اطلاع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۴۷-۴۸)

زیور ونقد پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال (۱) علاوہ جائیداد وکرایہ کی آمدنی کے زیور ونقد بھی ہے، اس پر علاحدہ زکوٰۃ دینا چاہیے، یا نہیں؟

زکوٰۃ کس حساب سے دی جائے اور کب:

(۲) زکوٰۃ کس نرخ سے اور کس وقت کس ماہ میں دینا چاہیے؟

الجواب

(۱،۲) اور زیور ونقد پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ زکوٰۃ کی شرح یہ ہے کہ چالیسواں حصہ روپیہ وزیور وغیرہ کا دینا واجب ہے؛ یعنی اڑھائی روپے سیکڑہ۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۴۹-۵۰)

گزشتہ سال کی زکوٰۃ فرض ہے:

سوال (۱) مال ماحصل سال گزشتہ ذی نصاب کو زکوٰۃ دینا فرض ہے، یا نہیں؟

جو مکان کرایہ پر ہے، اس کی زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے:

(۲) مکان جو کرایہ مبلغ دس روپے ماہوار کا ہے۔ اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

مکان سے جو کرایہ آئے، اس کی زکوٰۃ:

(۳) جو کرایہ مکان مذکور کا بقدر نصاب ہے۔ اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

---

(۱) جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترد اد منها ولا لورثته بعده إن سلمها ذلك في صحته) بل تختص به وبه يُفتىٰ.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۵۵، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۲) نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم ... (واللازم) مبتدأ (في مضروب كل) منهما (ومعموله ولوتبراً وحلياً مطلقاً) ...(أو) في (عرض تجارة قيمته نصاب ... (من ذهب أوورق) ... (ربع عشر).(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب زكوة المال: ۲/۲۹۷-۲۹۸، دار الفكر بيروت، ظفير)

زیورات جو برابر نہ پہنے جائیں، ان پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

(۴) جو زیورات طلائی ونقرئی ماہ دو ماہ رکھ دیا اور دو ماہ تین ماہ برابر پہنا گیا اور وہ زیور بقدر نصاب؛ بلکہ زیادہ ہے۔اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) مال ما حصل سال گزشتہ کی ذی نصاب کو زکوٰۃ دینا فرض ہے۔

''ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول من جنسه ضمه إليه وزكاه.(۱)

(۲) جس مکان کا کرایہ بقدر نصاب ہے اس کے کرایہ میں زکوٰۃ آوے گی مکان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔(۲)

(۳) جب روپیہ برابر دوسو درہم کے ہوجاوے، جس قسم کا ہو، کرایہ مکان ہو، یا زمین کا، یا اور کسی وجہ سے ملک (ملکیت) میں آجائے اور اس پر سال بھی گزر جائے، زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے۔

"ليس في مادون مائتي درهم صدقة ... فإذا كانت مائتين وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم".(۳)

(۴) زیور سونے وچاندی کا جب بمقدار نصاب ہو، اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔استعمال کرے، یا نہ کرے۔

"وفي تبر الذهب والفضة وحليهما وأوانيهما الزكاة.(الهداية ،ص:۱۷۷) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۶/۵۹-۶۰)

عورت کو زیورات والدین نے دیئے، ان کی زکوٰۃ عورت پر ہے، یا اس کے شوہر پر:

سوال: زید کی زوجہ کو جو زیور والدین سے ملا ہے، اس کی زکوٰۃ زید پر ہے، یا زوجہ پر زید کو اتنی آمدنی نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ دے سکے اور جب زید کو آمدنی ہوجاوے تو اس کو یہ معلوم نہیں کہ زیور کس قدر ہے، آیا اندازہ سے زکوٰۃ دے سکتا ہے اور اگر کئی برس کی زکوٰۃ کا حساب کرنے سے زیادہ رقم ہوجاوے تو متفرق طور سے ادا کرسکتا ہے، یا نہ؟

الجواب

زکوٰۃ زید کی زوجہ کے ذمہ ہے، وہی ادا کرے۔زید کے ذمہ اس کی زکوٰۃ کا ادا کرنا لازم نہیں ہے اور جب زید کو وسعت ہوجاوے اور وہ اپنی زوجہ کی طرف سے زکوٰۃ دینا چاہے تو وہ بھی دے سکتا ہے اور زیور کا اندازہ کرلیا جاوے، اس اندازہ کے موافق زکوٰۃ دی جائے اور کئی برس کی زکوۃ متفرق طور سے تھوڑی تھوڑی دینا بھی درست ہے۔(۴) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۶/۶۵-۶۶)

---

(۱) الهداية،باب صدقة السوام،فصل في الخيل: ۱/۱۹۳،اقرا بکڈپو دیوبند،انیس

(۲) (ولا في ثياب البدن) ... (وأثاث المنزل ودورالسكنیٰ ونحوها)وفي الرد تحته :أي كثياب البدن الغير المحتاج إليها وكالحوانيت والعقارات.(ردالمحتار،كتاب الزكاة:۳/۱۷۰،دار الكتاب ديوبند،ظفير)

(۳) الهداية،باب زكاة المال: ۱/۱۹٤،اقرا بکڈپو،دیوبند

(۴) (وافتراضها)عمري أي على التراخي.(الدرالمختار)وفي الرد تحته:قال في البدائع وعليه عامة المشائخ ففي أيّ وقت أدى يكون موديًا للواجب.(الدر المختارمع ردالمحتار،كتاب الزكاة:۲/۱٦،ظفير)

زیور کا والدہ کو مالک بنا دیا تو زکوٰۃ کس پر ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی والدہ کو زیور بنوا کر دیا اور اس پر والدہ کو کلی اختیار دے دیا تو اس کی زکوٰۃ والدہ پر عائد ہوگی، یا بیٹے پر؟

الجواب

جب کہ اس نے زیور اپنی والدہ کی ملک کر دیا تو اس کی زکوۃ اس کی والدہ کے ذمہ واجب ہے،(۱) اور اگر لڑکا چاہے تو اس کی طرف سے ادا کر سکتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۶۶/۶)

شوہر مقروض ہو تو بیوی سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی:

سوال: میں مبلغ پانچ سو روپے کا قرض دار ہوں، میری بیوی کے پاس مبلغ ۵۰۰/صد روپے کا زیور ہے، یہ صرف اس کی ملکیت ہے، اس کے تمام اخراجات کا میں کفیل ہوں۔ نیز یہ کہ میرے پاس کوئی رقم جمع شدہ نہیں ہے، اس زیور کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۶۱۸، محمد ابو راشد صاحب انصاری پانی پتی ضلع کرنال، ۱۲/ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ، ۲۱/ جولائی ۱۹۳۷ء)

الجواب

زیور کی مالک بیوی ہے، وہ قرض دار نہیں، زیور کی زکوٰۃ ادا کرنی اس پر لازم ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۶۲/۴)

حکم وجوب زکوٰۃ در زیورات:

سوال: کسی عورت کے پاس دو سو تولہ کے زیورات ہیں، اس کے ہاتھ، پیر، کان اور گلے میں مدام باون تولہ سے زائد رہتا ہے اور یہ اس کی ضروریہ میں سے ہے، اس کو پورے زیورات کی زکوٰۃ دینی ہوگی، یا مابقیہ زیور کی دینی ہوگی؟ کتاب کا حوالہ از روئے عنایت نہ فرمایئے؟ آپ کی اصلاح تحریر ادلّہ ہوگا۔

الجواب

اس عورت کے تمام زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے، ان پر بھی جو رکھے رہتے ہیں اور ان پر بھی جو استعمال میں رہتے ہیں۔ صرح به غير الدر وغيره من المتون والشروح والله تعالىٰ أعلم

۷/ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ۔ (امداد الاحکام: ۲۷/۳)

---

(۱) الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول. (الهداية، كتاب الزكاة: ۱۶۷/۱، ظفير)

(۲) کیوں کہ شوہر کا قرض اتارنا بیوی کے ذمہ نہیں۔ فقط

جن زیورات میں غش ملا ہوتا ہے، ان کی زکوٰۃ:

سوال: ہمارے ملک میں جو زیور طلاء بنتا ہے، اس میں تیسرا حصہ غش کا ملایا جاتا ہے، ایسے زیور کی کس حساب سے زکوٰۃ دی جائے؟

الجواب

جس میں غالب سونا ہو؛ یعنی نصف سے زائد سونا ہو، وہ سونے کے حکم میں ہے اور مثل خالص سونے کے اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۱۵)

دلہن کو جو زیور دیا جاتا ہے، اس کی زکوٰۃ کس پر ہے:

سوال: بعض اقوام میں نابالغ اولاد کا نکاح کر دیتے ہیں، دولہا کا باپ دُلہن کو جو زیور چڑھاتا ہے، اس کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے؟

الجواب

وہ زیور جو دولہا کا باپ دیتا ہے، وہ زیور ہمارے عرف میں دلہن کی ملک نہیں ہے، لہٰذا اس کی زکوٰۃ دولہا کے باپ کے ذمہ ہے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۴۷)

عورت کے زیور، سواری کے گھوڑے اور ہل جوتنے کے بیلوں پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: عورت کے زیور، سواری کے گھوڑے، ہل جوتنے کے بیلوں پر زکوٰۃ لازم ہے، یا نہیں؟

الجواب

عورت کے زیور پر زکوٰۃ لازم ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۶۲)

گھر کا زیور تمام گھر والوں پر تقسیم ہو کر نصاب بنے گا، یا مجموعہ:

سوال: یہ جو یہاں پر رواج ہے کہ مرد وعورت واولاد ہوشیار نابالغ یا بالغ سب اکٹھے رہتے ہیں اور گھر بار کا کام کرتے ہیں، وہ سب کے سب تمام ضروریات دنیاوی اپنی اسی پیشہ کے وصول (آمدنی) سے ادا کرتے ہیں، یہاں

---

(۱) وغالب الفضة والذهب فضة وذهب. (الدر المختار)

وفي رد المحتار: أي فتجب زكاتهما لا زكاة العروض. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۳۰۰، دار الفكر بيروت، ظفير

(۲) جہاں عرف میں وہ زیور دلہن کی ملک قرار پاتا ہے، اس کی زکوٰۃ دلہن پر ہوگی۔ ظفیر

(۳) وفي تبر الذهب والفضة وحليهما وأوانيهما الزكاة. (الهداية، باب زكوة المال: ۱/۱۷۷، ظفير)

تک کہ جو کچھ عورت کو اس کے ماں باپ وغیرہ دیتے ہیں، وہ بھی اپنے اپنے زوج واولاد سے علاحدہ نہیں رکھتی ہے، مثلا اس طرح پر بسر اوقات کرنے والے تین شخص ہیں: زوج، زوجہ، بٹیا۔ پس اگر ان کی تمام ضروریات سال کی ان کے پیشہ کے وصول سے ادا ہوکر باون روپے کا زیور، یا نقد، یا دیگر مال ہو تو مالک فقط زوج ہی ہوگا، یا زوجہ و بیٹے کا بھی حصہ سمجھا جائے گا؟ یا تا حیات زوج زوجہ، بیٹے کا حصہ شریعت میں نہیں ہے؟ بعض ایسے اشخاص ہیں کہ اگر مالک فقط زوج ہی سمجھا جائے تو اہل نصاب ہوتا ہے اور اگر زوجہ و بیٹے کے حصہ کا حساب لگایا جاوے تو حد زکوٰۃ کو نہیں پہنچتے؟

الجواب

وہ سب مال شوہر کا ہے، سوائے اس کے جو زوجہ کو اس کے ماں باپ کے یہاں سے ملا ہو، اس کی مالک زوجہ ہے اور جب کہ ملک شوہر کی قدر نصاب کو پہنچ جاوے تو بعد حولان حول اس پر زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۷۷-۷۸)

گوٹہ پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: ہر گوٹہ ٹھپہ کہ سیم وزر دراں می باشد زکوٰۃ واجب است، یا نہ؟

الجواب

ہر گوٹہ ٹھپہ کہ سیم وزر دراں باشد زکوٰۃ دراں واجب است۔

(واللازم) مبتدأ (فی مضروب) کل منهما و(معموله). (الدرالمختار)

قال الشارح تحت (قوله ومعموله): أی ما یعمل من نحو حلیة سیف أومنطقة أولجام أوسرج أوالكواكب فی المصاحف والادانی وغیرها إذا كانت تخلص بالاذابة. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۸۲)

زیور پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟ اور وجوب مرد پر ہے، یا عورت پر:

سوال: میری اہلیہ کے پاس تین چار سو روپے کی مالیت کا زیور ہے، جو اس کی ملک ہے، کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے، اس کی ادائیگی کا کون ذمہ دار ہے، میری اہلیہ کے پاس کوئی ذریعہ آمدنی نہیں، جس سے وہ زکوٰۃ ادا کر سکے تو زکوٰۃ کی ادائیگی کیسے ہو؟ آیا وہ اپنے زیور میں سے کچھ حصہ بقدر زکوٰۃ فروخت کر کے زکوٰۃ ادا کرے؟

الجواب

زکوٰۃ اس زیور کی ہر سال ادا کرنا واجب ہے، اگر اور کوئی صورت ادائیگی زکوٰۃ کی میسر نہ ہو تو بالضرور ایسا کیا جاوے گا کہ زیور کا کچھ حصہ بقدر زکوٰۃ، زکوٰۃ میں دیا جائے گا کہ یہ فرض اللہ کا ہے اور وہ زیور جب کہ ملک زوجہ ہے تو اسی کے ذمہ ادائے زکوٰۃ لازم ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۰۹-۱۱۰)

---

(۱) رد المحتار: ۲/٤۱

(۲) الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم، إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً، وحال عليه الحول، أما الوجوب فلقوله تعالىٰ: ﴿واٰتوا الزكٰوة﴾ ولقوله صلى الله عليه وسلم: أدوا زكاة أموالكم، وعليه اجماع الأمة، والمراد بالواجب الفرض. (الهداية، كتاب الزكاة: ۱/۱٦٧) ==

کیا سونے چاندی دونوں کے زیورات نصاب میں ملائے جائیں گے:

سوال: کسی کے پاس بیس پچیس روپے کا سونے کا زیور ہے اور ستائیس روپے کا چاندی کا زیور ہے توان کی قیمت کوملا کرزکوٰۃ دینی چاہیے، یانہیں؟ اوراگر نصاب سے پانچ چھ روپے زیادہ ہوں تواس کی بھی زکوٰۃ دینی ہوگی، یانہیں؟

الجواب

سونے اور چاندی کا زیور جب کہ نصاب کو پہونچ جاوے؛ یعنی ساڑھے باون روپے کا ہوتواس کی زکوٰۃ اس پرواجب ہےاورنصاب سے جوزائد سونا چاندی ہے، اس کی بھی زکوٰۃ دے۔غرض کل موجودہ زیورنقد کی زکوٰۃ دیوے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۱۰-۱۱۱)

جوزیور ہمیشہ نہیں پہنے جاتے، ان پر بھی زکوٰۃ ہے:

سوال: جوزیورایسے ہیں کہ ہمیشہ نہیں پہنے جاتے؛ بلکہ بعض موسم میں پہنے جاتے ہیں، ان پر اگرزکوٰۃ واجب ہےتو قیمت خرید پر، یا نرخ موجودہ پر، مع اجرت کے، یا بلااجرت؟

الجواب

زکوٰۃ اس زیور پرواجب ہےاورزکوٰۃ وزن پرواجب ہے؛ یعنی جس قدرتولہ چاندی، یا سونا ہے، اس کا حساب کرلیا جاوے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۱۳)

== وفی تبر الذهب والفضة وحليهما وأوانيهما الزكاة.(الهداية،باب زكاة المال،فصل فی الذهب:۱/۱۹۵،اقرا،ظفير)
وہ زیور بیچ کرادا کرے، یا شوہر سے لے کرادا کرے، دونوں صورتیں جائز ہیں۔ظفیر

(۱) واللازم فی مضروب كل) منهما (ومعموله ولوتبراً أوحلياً مطلقاً) ... (أو) فی (عرض التجارة قيمته نصاب) ... (ربع عشر) ... يضم (الذهب إلى الفضة) وعكسه بجامع الثمنية (قيمة).(الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة،باب زكوة المال:۲/۴۱-۴۵)

یہ واضح رہے کہ ساڑھے باون روپے نصاب ۱۳۳۸ء میں تھا، جب چاندی روپے تولہ تھی؛ اس لیے کہ اصل نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے، اس وقت اس کی قیمت کم ازکم ایک سوستاون روپے ہے، لہٰذا نصاب روپے کا یہی ہوگا اوراگر چاندی اور گراں ہوگی تو اسی اعتبار سے روپے کا نصاب بڑھتا چلا جائے گا۔واللہ اعلم (ظفیر)

(۲) والمعتبروزنهما أداء ووجوبا)لاقيمتهما،(الدرالمختار)أی من حيث الوجوب يعنی يعتبرفی الوجوب أن يبلغ وزنهما نصاباً نهرحتىٰ لو كان له إبريق ذهب أوفضة وزنه عشرة مثاقيل أومأة درهم وقيمته لصياغته عشرون أومائتان لم يجب فيه شئ إجماعاً،قهستانی.(ردالمحتار،باب زكاة المال:۲/۲۹۷،دار الفكربيروت،ظفير)

زیور کی قیمت کا اعتبار نہیں؛ اس لیے کہ قیمت میں سونار کی اجرت گل بوٹے سب داخل ہوتے ہیں؛ بلکہ وزن کا اعتبار ہوتا ہے، چاندی کے زیور کا نصاب ۵۲٫۲/۱ (ساڑھے باون) تولہ ہےاورسونے کا ساڑھے سات تولہ، صاحب نصاب جب ہوگیا اورزکوٰۃ میں پیسے دینا چاہیے توزکوٰۃ نکالتے وقت جو نرخ ہوگا، اس کے حساب سے ادا کرے گا، خریدنے کے زمانے کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا، مثلاً کسی عورت کے پاس پہلے زمانہ کے خرید کئے ہوئے سوتولہ چاندی کے زیورات ہیں، جواس نے کل سوروپے میں لیے تھے، زکوٰۃ میں ڈھائی تولہ چاندی آئی، اب اس کی قیمت اس وقت تین روپے تولہ کے حساب سے تین سوروپے ہوئے، لہٰذا زکوٰۃ ساڑھے سات روپے دئے جائیں گے، جواس وقت بازار کا بھاؤ ہے، ڈھائی روپے زکوٰۃ میں دینا درست نہیں ہے۔واللہ اعلم (ظفیر)

زیورات نقد تمام میں زکوٰۃ واجب ہے اور یہ مستحقین پر خرچ ہوگی:

سوال: زکوٰۃ کے مسئلہ میں ایک مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ بڑھتے ہوئے مال پر زکوٰۃ ہے اور جو زیور و روپیہ وغیرہ دفن ہو اور کبھی استعمال میں نہ آتا ہو، اس پر زکوٰۃ نہیں ہے اور میرا کہنا یہ کہ سب مال پر زکوٰۃ ہے، استعمال میں آتا ہو، یا نہ آتا ہو، دفن ہو، یا نہ ہو، مستحق اس کے محتاج ہیں۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ خصوصیت محتاج کی نہیں ہے؛ بلکہ پہلے اس کے عیال واطفال جو اس سے متعلق وابستہ ہیں، جن کی کچھ آمدنی ہیں، انھیں کی پرورش وتعلیم وغیرہ میں صرف کرنا چاہیے، ان سے بچے تو یتیم ومساکین محتاجوں کو دیا جائے؟

الجواب

اس مسئلہ میں حق یہی ہے، جو آپ کہتے ہیں، نقد روپیہ اور زیور، غرض سونے چاندی کی ہر چیز اور سکہ پر زکوٰۃ بعد حولان حول لازم وفرض ہے، اگر چہ وہ دفن ہو، یا استعمال میں نہ آتا ہو کہ نقد میں فقہا نمو تقدیری ثابت فرماتے ہیں، جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے، (۱) اور تمام طلبہ عربی خواں اس سے واقف ہیں، ایسی بھاری غلطی جو وہ مولوی صاحب کرتے ہیں، کوئی طالب علم نہیں کر سکتا اور مصرف زکوٰۃ کے محتاج ومساکین ہیں، کما قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ (الآیة) (۲) اپنے بچوں اور زوجہ کو اور ماں باپ کو زکوٰۃ دینا تمام فقہاء حرام کہتے ہیں اور زکوٰۃ اس میں ادا نہیں ہوتی۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۱۱۶-۱۱۷)

جو زیور والد وخسر سے ملا ہے، اس میں زکوٰۃ دینا کیسا ہے:

سوال (۱) نعیمہ کے خسر کے والد محمد اکرم جو کہ نعیمہ کی ہر قسم کی ضرورتیں بجائے اس کے شوہر علی اصغر کے پوری کرتے ہیں، مبلغ چار سو روپے کے قرض دار ہیں اور محمد اکرم کے پاس سالانہ اتنی بچت نہیں کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہو، البتہ نعیمہ کے پاس مبلغ تین سو روپے کے زیورات ہیں، جن کو اس نے اپنے والد اور اپنے خسر کے والد سے پایا ہے تو نعیمہ پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

جو زیور صرف پہننے کے لیے دیئے گئے ہیں، اس میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

(۲) علی اصغر نعیمہ کے شوہر نے نعیمہ کو دو سو روپے کے زیورات دیئے اور کہا کہ یہ میرے ہیں، جب چاہوں گا،

---

(۱) (واللازم) مبتدأ (فی مضروب کل) منهما (ومعموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً) ... (أو) فی عروض تجاره قيمته نصاب) ... (ربع عشر) خبر قلـه اللازم (من ذهب أوفضة)، إلخ، ربع عشر. (الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۴۱/ وكذا فی: ۲/۲۹۷-۲۹۹، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۲) سورة التوبة: ۶۰، انیس

لے لوں گا، اس کو تمہیں محض زیب وزینت کے لیے دیتا ہوں تو نعیمہ کو اس قسم کے زیورات پہننا جائز ہے، یا نہیں؟ اور زکوٰۃ علی اصغر شوہر پر واجب ہے، یا نعیمہ پر؟

الجواب

(۱) نعیمہ پر زکوٰۃ اس زیور کی واجب ہے، جو کہ اس کا مملوکہ ہے۔(۱)

(۲) اس کی زکوٰۃ علی اصغر پر واجب ہے، نعیمہ پر واجب نہیں اور نعیمہ کو اس کا پہننا درست ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۱۱۸-۱۱۹)

ان زیورات کی زکوٰۃ کس طرح دی جائے، جس میں نگ وغیرہ جڑے ہوئے ہوں:

سوال: زید اپنی زوجہ کے زیور کی زکوٰۃ دینا چاہتا ہے، مشکل یہ ہے کہ بعض زیور میں چپڑا بھرا ہوا ہے اور بعض زیور میں نگ جڑے ہوئے ہیں، اگر چپڑا اور نگ نکالا جاوے، تو زیور خراب ہو جائے گا اور اگر زرگر سے اندازہ کرایا جاوے تو پوری طرح پتہ نہیں چل سکتا، اگر سونا نصاب سے کم ہے تو اس کی زکوٰۃ بشمول چاندی کے دی جائے گی، یا سونے کی زکوٰۃ علاحدہ دی جائے گی اور زکوٰۃ سونے وچاندی کی ایک چیز سے نکالی جاوے، یا سونے کی زکوٰۃ سونے سے دی جاوے اور چاندی کی زکوٰۃ چاندی سے دی جاوے، اگر زکوٰۃ میں کوئی زیور نکالا جاوے تو کچھ حرج تو نہیں ہے؟

الجواب

اندازہ صحیح کرا کے زیور سونے وچاندی کی زکوٰۃ دینی چاہیے، یہ درست ہے؛ مگر اندازہ کرنے والے سے کہہ دیا جاوے کہ جہاں تک ہو، احتیاط کو مدنظر رکھے، مثلاً زیادہ سے زیادہ جس قدر چاندی وسونا اس میں معلوم ہو، اس کا لیا جاوے اور سونے کو ایسی صورت میں قیمت کر کے چاندی کو شامل کر کے چاندی سے زکوٰۃ دی جاوے، خواہ دونوں کی زکوٰۃ سونے سے دی جاوے۔ الغرض ایک چیز سے زکوٰۃ دینا درست ہے۔(عہ۸) فی سیکڑہ کے حساب سے زکوٰۃ دی جاوے اور زکوٰۃ میں اگر زیور ہی دے دیا جاوے، کچھ حرج نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۱۱۹-۱۲۰)

---

(۱) (وسببه)أی سبب افتراضها(ملک نصاب حولیّ) ... (تام فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد).(الدر المختارعلیٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۵)

وفی تبر الذهب والفضة وحليهما وأوانيهما الزكاة.(الهداية،باب زكٰوة المال: ۱/۱۷۷، ظفير)

(۲) الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذاملک نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول.(الهداية، كتاب الزكاة: ۱/۱۶۷،اقرابک ڈپو،ظفير)

(۳) (و)يضم (الذهب إلى الفضة) وعكسه بجامع الثمنية قيمة وقالابالأجراء،الخ.(الدر المختار)

(قوله:يضم،إلخ) عند الاجتماع أما انفراد أحد هما فلا تعتبر القيمة اجماعاً بدائع؛لأن المعتبروزنه أداء ووجوباً كما مرّ وفی البدائع أيضا أن ما ذكرمن وجوب الضم إذا لم يكن كل واحد منهما نصاباً بأن كان أقل فلوكان كل منهما نصاباً تاماً بدون زيادة لايجب الضم بل ينبغی أن يودی واحدً من كل واحد زكاته، ==

شوہر کی اجازت کے بغیر زیور بیچ کر زکوٰۃ کی ادائیگی درست ہے، یا نہیں:

سوال: ہندہ کے ذمہ بابت زیورات کئی سال کی زکوٰۃ واجب ہے، ہندہ کے پاس سوائے اس کے کہ کچھ زیور فروخت کر کے زکوٰۃ ادا کرے اور کوئی آمدنی نہیں ہے، یا ہندہ کا خاوند ادا کردے؛ مگر ہندہ جب اپنے خاوند سے کہتی ہے تو وہ کہ دیتا ہے کہ ادا کردیں گے اور زیور کے فروخت کرنے پر راضی نہیں ہے۔ایسی صورت میں اگر ہندہ بلا اجازت شوہر وبلا رضامندی خاوند کچھ حصہ زیور کا فروخت کر کے زکوٰۃ ادا کردے تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ زیور شوہر کا دیا اور بنوایا ہوا ہے اور اس نے زوجہ کی ملک نہیں کیا، جیسا کہ عرف ہے تو اس کی زکوٰۃ شوہر کے ذمہ ہے، عورت پر اس کی زکوٰۃ لازم نہیں ہے، اگر شوہر اس کی زکوٰۃ نہ دے گا، وہ گنہ گار ہوگا، عورت گنہ گار نہ ہوگی اور اگر وہ زیور عورت کے جہیز میں اس کے والدین کی طرف سے آیا ہوا ہے تو وہ اس کی ملک ہے، اسی میں سے کچھ حصہ فروخت کر کے زکوٰۃ ادا کرے اور شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۰/۶)

شوہر بیوی کو مالک بنادے تو زکوٰۃ کس پر ہے:

سوال: شوہر نے نکاح سے چند سال بعد زیور کا مالک زوجہ کو بنادیا اور چار سال بعد زکوٰۃ دا کرنا چاہتے ہیں، تاریخ ملکیت یاد نہیں تو کیا کرے، خاوند وبیوی کے مال میں امتیاز نہ ہو تو زکوٰۃ کی نیت کس کو کرنی چاہیے؟

الجواب

جب کہ شوہر نے اس زیور کا مالک زوجہ کو بنادیا تو زکوٰۃ بذمہ زوجہ ہے، وہی نیت کرے، اگر شوہر اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرے یہ بھی درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۱/۶)

زیورات کی زکوٰۃ کب سے دے:

سوال: زید زکوٰۃ روپے کی دیتا ہے اور زیور کی زکوٰۃ بہ خیال اس کے کہ زیور استعمالی ہے نہیں دی اور اب چوں کہ عند الدریافت معلوم ہوا کہ رستگاری اس میں ہے کہ زیور کی بھی زکوٰۃ دی جاوے۔زید کو یہ یاد نہیں ہے کہ میں صاحب نصاب زکوٰۃ کب سے ہوا اور کب سے روپے کی زکوٰۃ دینی شروع کی؟ اور بہت کچھ زیور اس میں سے فروخت بھی ہو چکا کہ جس کا روپیہ آیا، البتہ اس کی زکوٰۃ بھی دی گئی اور کچھ باقی ہے اور نرخ سونے وچاندی کا بھی

== فلو ضم حتٰی یودی کله من الذهب أو الفضة فلابأس به عندنا ولكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء رواجاً وإلّا يؤدى من كل منهما ربع عشر. (رد المحتار، باب زكاة المال: ٢٥١/٢، دار الكتاب ديوبند، ظفير)

(۱) الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول. (الهداية، كتاب الزكاة: ١٦٧/١، ظفير)

مختلف طور پر کم وبیش ہوتا رہا اور زید کا قلب بھی یہ گواہی نہیں دیتا کہ مجھ کو زکوٰۃ زیور کی کب سے دینی چاہیے۔ پس ایسی صورت میں زید کو زکوٰۃ زیور کی کب سے اور کس نرخ سے دینی چاہیے؟

اور رواج یہاں اس طور پر ہے کہ جو زیور شادی میں دلہن کو دیا جاتا ہے اور اس طریقہ سے دیا جاتا ہے کہ اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ملک کیا گیا، یا نہیں؟ زید اور اس کی بیوی دونوں لاولد مر گئے۔ صرف زید کا باپ اور زید کی بیوی کے باپ و بھائی، بہن وغیرہ حیات ہیں تو اب اس زیور کے لینے کا مستحق کون ہے؟ اور زکوٰۃ کب سے دی جاوے گی؟

الجواب

زیور کی زکوٰۃ بھی دینی لازم اور فرض ہے، جب سے زیور کا مالک ہوا، اسی وقت سے زکوٰۃ دینی چاہیے، اندازہ کر لیا جاوے اور اندازہ سے کچھ دن زیادہ ہو جاویں تو بہتر ہے، کم نہ ہوں اور جو زیور زوجہ کو چڑھایا جاتا ہے، شوہر کی طرف سے وہ اس زمانہ کے عرف کے موافق زوجہ کی ملک نہیں ہوتا؛ بلکہ شوہر کی ملک ہوتا ہے، بعد مرنے شوہر کے اس کی زوجہ اور والدین کو حسب حصص شرعیہ ملے گا اور زوجہ کے حصہ میں جو کچھ آوے گا، وہ اس کے باپ کو ملے گا، باپ کی موجودگی میں بھائی بہن محروم ہیں اور زکوٰۃ اسی وقت سے دی جاوے گی، جس وقت سے وہ زیور تیار ہوا۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۱۲۱-۱۲۲)

سونے چاندی کے زیور ملا کر نصاب پورا ہوتا ہے تو زکوٰۃ آئے گی، یا نہیں:

سوال: ایک عورت کے پاس کچھ زیور چاندی کا ہے اور کچھ سونے کا؛ مگر دونوں نصاب سے کم ہیں، دونوں کو ملانے سے نصاب پورا ہوتا ہے تو زکوٰۃ دینی ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں قیمت کا حساب لگا کر زکوٰۃ واجب ہوگی، مثلاً سونے کو چاندی کی قیمت میں کر کے کل مجموعہ کو دیکھا جاوے گا، اگر نصاب چاندی کا پورا ہو گیا تو زکوٰۃ لازم ہوگی۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۲۳)

نقد اور زیورات کی زکوٰۃ:

سوال: زید کے پاس مبلغ ایک سو پچاس کا زیور طلائی ونقرئی اور سات گنیاں قیمتی ایک سو پانچ موجود ہیں، یہ روپیہ مکان میں رکھا ہوا ہے زیور مستورات گاہے بہ گاہے پہنتی ہیں، اس کو کس قدر روپیہ اور کب اور کیوں بمد زکوٰۃ دینا چاہیے، زکوٰۃ کا عمدہ مصرف کیا ہے؟

---

(۱) وفی تبر الذهب والفضة وحليهما وأوانيهما الزكاة ... لنا أن السبب مال نام ودليل النماء موجود وهو الأعداد للتجارة خلقة. (الهداية، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، فصل فى الذهب: ۱/۱۹۵، اقرابکڈپو دیوبند، ظفیر)

(۲) وتضم قيمة العروض إلى الثمنين والذهب إلى الفضة ... وضم إحدى النقدين إلى الآخر قيمة مذهب الإمام ... حتىٰ إن من كان له مائة درهم وخمسة مثاقيل ذهب تبلغ قيمتها مائة درهم فعليه الزكٰوة عنده. (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۲۳، ظفير)

الجواب

زید کے پاس اس صورت میں کل نقد وزیور دوسوپچپن روپے کا ہوا، پس زید کو زکوٰۃ میں اڑھائی روپے سیکڑہ کے حساب سے چھ روپے چھ آنے ہر سال نکالنی چاہئے، اور اگر کسی سال کم یا زیادہ ہوجاوے تو اسی حساب سے کمی وبیشی زکوٰۃ میں ہوجاویگی ایک سوروپے پر (۸عہ) زکوٰۃ کے واجب ہوتے ہیں، بعد سال بھر کے، خواہ زیور ہو، یا نقد، یا سامان تجارت، (۱) اور مصرف زکوٰۃ کے فقراومساکین اور یتیم بچے اور بیوہ عورتیں وغیرہ ہیں اور جو زیادہ محتاج ہو اور رشتہ دار بھی ہو، اس کو دینا زیادہ اچھا ہے اور مدارس اسلامیہ میں طلبہ مساکین کے لیے بیجنا بھی زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۷۔۱۲۸)

صرف زیور کی وجہ سے زکوٰۃ واجب ہے، یانہیں:

سوال: جس عورت کے پاس سوروپیہ کا زیور تھا، جب تک وہ صاحب مال رہی زکوٰۃ دیتی رہی، اب وہ غریب ہوگئی؛ مگر زیور بجنسہ موجود ہے۔ آیا عورت مذکورہ کو زکوٰۃ دینا لازمی ہے، یانہیں؟

الجواب

اگر زیور اس کا بقدر نصاب ہے تو اس کو ذمہ زیور کی زکوٰۃ دینا لازم ہے اور اس کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۹/۶)

جواہرات کے زیورات میں زکوٰۃ نہیں:

سوال (۱) جو زیور خالص جواہرات کا ہو، اس پر زکوٰۃ ہے، یانہیں؟

ایسے طلائی زیورات کی زکوٰۃ جس میں جواہرات جڑے ہوں:

(۲) جو زیور طلائی ہو اور اس میں جواہرات بھی جڑے ہوں تو اس کی زکوٰۃ کس طریقہ سے ہونی چاہیے؟

---

(۱) وشرط افتراض أدائها (حولان الحول) وهو في ملكه (وثمنية المال كالدراهم و الدنانير) لتعينهما للتجارة فتلزم الزكوة كيفما أمسكهما. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۱۳/۲)

(واللازم في مضروب كل) منهما (ومعموله ولوتبراً أوحلياً مطلقاً ... (ربع عشر) (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲۹۷/۲، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۲) ومصرف الزكوة ... (هوفقيروهومن له أدنىٰ شيئ) أى دون نصاب ... (ومسكين من شئ له ... (وفي سبيل الله) ... (وابن السبيل). (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب المصرف: ۲۵۶/۲۔۲۶۲، دارالكتاب ديوبند، ظفير)

(۳) (واللازم في مضروب كل) منهما أى الذهب والفضة (ومعموله ولوتبراً وحليّا مطلقاً. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب زكوة المال: ۲۰۹/۳، دار الكتاب ديوبند، ظفير)

اس زیور کی زکوٰۃ جس میں ایک حصہ چاندی اور دو حصہ جواہرات ہوں:

(۳) جس زیور میں ایک حصہ چاندی اور دو حصہ جواہرات ہوں۔ اس کی زکوٰۃ کس حساب سے ہوگی؟

الجواب

(۱) درمختار میں ہیں: (لا زكاة في اللآلى والجواهر) وإن ساوت ألفاً إتفاقاً (ألا أن يكون التجارة) والأصل أن ما عدا الحجوين والسوائم إنما يزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع.(۱)

پس زیورات جواہرات کے تجارت کے لیے نہیں ہیں تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

(۲) اس زیور کی قیمت کر کے زکوٰۃ ادا کرے۔(۲)

(۳) اگر زکوٰۃ میں چاندی دیوے تو اس زیور کی چاندی کا اندازہ کر لے، جس قدر چاندی اس میں ہو، اس کا چالیسواں حصہ دے دیوے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۰/۶)

عورت کا جو زیور رہن ہے، اس کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے:

سوال: اگر عورت کا زیور ضرورت کے وقت رہن کیا جاوے تو اس کی زکوٰۃ بذمہ عورت ہوگی، یا بذمہ خاوند؟

الجواب

اس کی زکوٰۃ عورت کے ذمہ ہے۔(۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۱/۶)

زیور کی زکوٰۃ ہر سال:

سوال: زیور میں ہر سال زکوٰۃ دینا چاہیے، یا ایک دفعہ؟

الجواب

زیور کی زکوٰۃ ہر سال دینا چاہیے۔(۵) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۴/۶)

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲۷۳/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲،۳) (واللازم فى مضروب كل) منهما (ومعموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً) ... (ربع عشر) ... (وغالب الفضة والذهب فضة وذهب وما غلب غشه) منهما (يقوم) ويشترط فيه النية إلا إذا كان يخلص منه ما يبلغ نصاباً أو أقل وعنده مايتم به أو كانت أثماناً رائجة وبلغت نصاباً من أدنىٰ فقد تجب زكاته. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكوٰة المال: ۲۹۷/۲-۲۹۸، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۴) الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً. (الهداية، كتاب الزكاة: ۵/۲، ظفير)

(۵) فإذا كانت مائتين وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم. (الهداية، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، فصل فى الفضة: ۱۹۴/۱، ظفير)

زیور کی زکوٰۃ:

سوال: میرے پاس زیور ہے، جو ۵۴۳ روپے کی مالیت ہے اور یہ اندازہ کافی سے بہت زیادہ کیا گیا ہے، بازار کی قیمت سے زیادہ قیمت لگائی ہے، اس پر دو سال گزر چکے ہیں، جس کی زکوٰۃ میں نے پانچ روپے دے دیئے ہیں اور میرے پاس ساٹھ روپے موجود ہیں، اس پر بعد سال گزرنے زکوٰۃ آوے گی، یا کیا؟

الجواب

زیور کی زکوٰۃ جو پانچ روپے نکالتے ہو، یہ ٹھیک سے کچھ زیادہ ہی ہے، یہ بہت اچھا ہے، ساٹھ روپے جو نقد موجود ہیں، اس کی زکوٰۃ بھی لازم ہے، اس پر علاحدہ سال گزرنے کی ضرورت نہیں ہے، زیور پر جب سال گزرا، اسی وقت اس کی زکوٰۃ بھی لازم ہوگی، (۱) اسی طرح جو روپیہ قرض ہے اس پر بھی علاحدہ سال گزرنے کی ضرورت نہیں، مگر زکوٰۃ اس کی بعد وصول ہونے کے واجب الادا ہوتی ہے قبل از وصول دی جاوے تو اور بھی اچھا ہے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۴/۶-۱۳۵)

زیورات کی زکوٰۃ عورتیں کہاں سے نکالیں:

سوال: زیورات چوں کہ عورتوں کی ذاتی ملکیت ہوتے ہیں، اس کی زکوٰۃ کا بار ان کے مردوں پر کیوں ڈالا جاتا ہے؟ اور اگر عورت خود ادا کرے تو کیسے؟ کیوں کہ اس کے پاس سوائے زیورات کے اور کچھ نہیں ہے؟

الجواب

جو زیور زوجہ کا مملوکہ و مقبوضہ ہے اور بقدر نصاب ہے، اس کی زکوٰۃ اس عورت کے ذمہ ہی واجب ہے، اگر اس کا شوہر تبرعاً اس کی طرف سے دے دے، یا عورت اس سے لے کر دے دے، یا جو خرچ اس کا شوہر اس کو دیتا ہے، اس میں سے ادا کردے تو یہ جائز ہے اور اگر کچھ بھی نہ ہو سکے تو پھر اس عورت کے اسی زیور میں سے زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۵/۶)

جواہرات وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں ہے:

سوال: جواہرات، مثلاً: ہیرا، زمرد، لعل، یاقوت وغیرہ پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ جواہرات میں زکوٰۃ نہیں ہے؛ مگر جب کہ وہ تجارت کے لیے ہوں۔

(۱) فإذا كانت مائتين وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم. (الهداية، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، فصل في الفضة: ۱۹٤/۱، اقرا بکڈپو دیوبند، ظفیر)

(۲) (ولو كان الدين على مقر مليء أو) على (معسر) (فوصل إلى ملكه لزم زكوٰة ما مضى. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۱۷۲/۳، دار الفكر بيروت، ظفير)

”لا زكاة في اللآلي و الجواهر، إلخ، إلا أن تكون للتجارة، إلخ. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۳۳۴)

گوٹے اور جڑاؤ زیور میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: گوٹے اور جڑاؤ زیور میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب

گوٹہ جب کہ بقدر نصاب ہو جاوے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے، یا اگر نصاب چاندی وغیرہ کا موجود ہو، تب بھی گوٹے کا اندازہ کر کے اس میں شامل کر کے زکوٰۃ دینی چاہیے اور جڑاؤ زیور میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۳۳۰)

بیوی کے صاحب نصاب ہونے سے شوہر صاحب نصاب نہیں ہوتا:

سوال: بیوی اگر صاحب نصاب ہو تو اس کی وجہ سے شوہر بھی صاحب نصاب سمجھا جاوے گا، یا نہیں؟ اور زکوٰۃ اور قربانی کس کے ذمہ ہے؟

الجواب

بیوی کے صاحب نصاب ہونے سے شوہر صاحب نصاب نہیں ہوتا اور قربانی وغیرہ اس کے ذمہ واجب نہیں ہوتی۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۵۰)

قرض دار جس کی ذاتی آمدنی بھی ہے، اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص کے ذمہ دو ہزار روپے قرض ہیں اور کچھ سرمایہ اور آمدنی بھی ہے، جو قرض سے کم ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ قرض اس کے ذمہ سرمایہ و آمدنی سے زیادہ ہے تو زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہے۔ (۴) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۵۰-۵۱)

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۱۸، ظفير

(۲) واللازم في مضروب كل منهما ومعموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً مباحاً الاستعمال أو لا ولو للتجمل والنفقة، لأنهما خلقاً أثماناً فيزكيهما كيف كانا. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب زكاة المال: ۲/٤١، ظفير)

(۳) الزكوٰة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول. (الهداية، كتاب الزكاة: ١/١٦٧، ظفير)

(۴) ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه. (الهداية، كتاب الزكاة: ١/١٦٨، ظفير)

صاحب نصاب کی تعرف:

سوال (۱) صاحب نصاب کس کو کہتے ہیں؟

جس کے پاس ۳۶ر تولہ چاندی اور پانچ تولہ سونا ہو، وہ صاحب نصاب ہے، یا نہیں:

(۲) اگر کسی شخص کے پاس ۳۶ر تولہ، ۵ر ماشہ، ۴ر رتی چاندی، یا ۵ر تولہ، ۲ر ماشہ، ۴ر رتی سونا ہو تو وہ صاحب نصاب ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

تملیک کا مفہوم:

(۳) تملیک کس کو کہتے ہیں؟

الجواب

(۱-۳) نصاب چاندی کا ساڑھے باون تولہ چاندی اور نصاب سونے کا ساڑھے سات تولہ ہے، پس جس کے پاس اس سے کم چاندی، یا سونا ہو تو وہ صاحب نصاب نہیں ہے، (۱) اور تملیک کے معنی مالک بنانا ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۵۱)

مہتمم مدرسہ کے پاس جو رقم مدرسہ کی جمع رہتی ہے، اس میں زکوٰۃ نہیں:

سوال: مہتمم مدرسہ کے پاس جو رقم مدرسہ کی جمع رہتی ہے، اس میں زکوٰۃ فرض ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

اس میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۵۱)

قرض کی زکوٰۃ وصولی کے بعد دی جائے گی:

سوال: ایک شخص نے قرض حسنہ دیا ہے، اس کی زکوٰۃ دینی چاہیے، یا نہیں؟ اور بعض ایسا ہے، جس کے عوض میں کچھ زیور گروی رکھا ہے اور بعض ایسا کہ اس کے عوض کچھ زیور نہیں رکھا۔ کیا حکم ہے اگر کسی کے پاس کچھ روپیہ جمع ہے، اس کی زکوٰۃ دی جاتی ہے اور ہمیشہ سال بہ سال کچھ اور روپیہ بھی ملتا اور جمع ہوتا رہتا ہے؛ مگر یہ پچھلا روپیہ کچھ اتنا نہیں

---

(۱) لیس فیما دون مائتی درهم صدقة ... فإذا كانت مائتين وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم ... ليس فيما دون عشرين مثقالاً من ذهب صدقة فإذا كانت عشرين ففيها نصف مثقال. (الهداية، كتاب الزكاة، باب زكوٰة الأموال: ۱/۱۷۶-۱۷۷، ظفير)

(۲) (وسببه) أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي. (الدر المختار) (قوله: ملك نصاب) فلا زكاة في سوائم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملك. (ردالمحتار كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۹، ظفير)

ہے کہ پہلے میں کچھ معتد بہ زیادتی کرے تو اگر اس جمع شدہ روپے میں سے ہمیشہ زکوٰۃ دی جاوے تو شاید کبھی ایسا وقت بھی آوے کہ زکوٰۃ نکالتے نکالتے، اتنا باقی رہ جاوے کہ نصاب سے کم ہو جاوے۔ اس شبہ کا جواب مرحمت ہو؟

الجواب

قرض جو دیا گیا ہے، اگر وہ تنہا یا دوسرے روپے موجود کے ساتھ مل کر بقدر نصاب ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے؛ لیکن ادا کرنا زکوٰۃ کا بعد وصول قرض کے لازم ہوتا ہے، اگر قبل از وصول بھی زکوٰۃ دے دی جاوے گی تو ادا ہو جاوے گی اور وہ قرض جس کے عوض کچھ زیور رہن رکھا ہوا اور وہ قرض جس کے عوض کچھ رہن نہ رکھا ہو، حکم زکوٰۃ میں دونوں برابر ہیں، دونوں کی زکوٰۃ بعد وصول کے ہی لازم ہوتی ہے، (۱) اور وہ شبہ جو آپ نے لکھا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ روپیہ جمع شدہ زکوٰۃ دیتے دیتے جب نصاب سے کم ہو جاوے گا، اس وقت زکوٰۃ آئندہ کو ساقط ہو جاوے گی اور جب تک بقدر نصاب روپیہ موجود ہے تو زکوٰۃ واجب ہونا خلاف عقل نہیں ہے؛ کیوں کہ جو شخص مالک نصاب ہے وہ شرعاً اور عرفاً غنی کہلاتا ہے، (۲) اور غنی کو محتاجوں کی خبر گیری اور ان کو اپنے پاس سے کچھ دینا مروت اور عقل کا مقتضی ہے۔ (۳)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۵۲-۵۳)

رہن کے ذریعہ جو روپیہ قرض لیا گیا، اگر وہ سال بھر رکھا رہے تو اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کسی شخص نے مبلغ سو روپے رہن رکھے اور یہ روپیہ سال بھر تک رکھا رہا اور اس خیال سے رکھا ہوا ہے کہ شاید کس وقت اس کے ادا کرنے کی ضرورت ہو جائے اور بعض حصہ اس میں سے ضرورت پر صرف بھی کر لیوے تو اس روپے پر زکوٰۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟

---

(۱) (فتجب) زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول لكن لا فوراً بل (عند قبض أربعين درهماً من الدين) القوى كقرض (وبدل مال تجارة). (الدرالمختار)

في الرد تحت قوله إذا تم نصاباً، الضميرفي تم يعود للدين المفهوم من الديون والمراد إذابلغ نصاباً بنفسه أوبما عنده مما يتم به النصاب. (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة لامال: ۲/۳۰۵، دارالفكر بيروت، ظفير)

(۲) الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً تاماً وحال عليه الحول الخ ولابد من ملك مقدار النصاب؛ لأنه صلى الله عليه وسلم قدرالسبب به. (الهداية كتاب الزكاة: ۲/۱۶۷، ظفير)

(۳) اسلام کے اس قانون کا منشا یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لوگ روپے جمع کر کے بیکار نہ رکھ چھوڑیں؛ بلکہ اسے کاروبار میں، یا کھیت وزمین میں لگائے رکھیں؛ تاکہ ملک اور قوم کا فائدہ ہو اور زکوٰۃ بار نہ گزرے، نقد جمع رکھنے سے ملک اور قوم کا سراسر نقصان ہے۔ ہدایہ میں زیور کی زکوٰۃ کے سلسلہ میں لکھا ہے:

"إن السبب مال نام ودليل النماء موجود و هو الأعداد للتجارة خلقة والدليل هو المعتبر. (الهداية، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۱/۱۷۷)

جس کا ماحصل یہ ہوا کہ جب اس روپے میں، یا سونا چاندی میں نمو اور بڑھنے کی صلاحیت موجود ہے، اب آپ یا کوئی اسے روک رکھے اور جو کام ہے، اس سے نہ لے، تو یہ روکنے والے کا قصور ہے، زکوٰۃ کے وجوب کا سبب زیادتی نہیں ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اس سوال کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ کسی شخص نے سو روپے قرض لیے اور اپنی زمین وغیرہ اس میں رہن رکھی ہے تو بظاہر ہے کہ یہ شخص جس کے سو روپے لیے ہیں، سو روپے کا مقروض ہے اور مدیون ہے اور مدیون پر بقدر دین کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ پس اگر اس شخص کے پاس اور کچھ روپیہ وزیور وغیرہ علاوہ اس روپے کے بقدر نصاب نہیں ہے تو اس روپے کی زکوٰۃ اس کے ذمہ واجب نہیں ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۳۲/۶)

مہر میں جو زیور دیا گیا، اس کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے:

سوال: وقت نکاح جو زیور عورت کے خاوند کی طرف سے مہر میں دیا گیا، اس کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

جب کہ وہ زیور عورت کو مہر میں دیا گیا تو وہ مالک اس کی ہوگئی۔ پس زکوٰۃ اس زیور کی بھی اسی کے ذمہ ہوگی، نہ بذمہ شوہر کے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۳/۶)

جس زیور میں پتھر جڑے ہوں، ان پر زکوٰۃ:

سوال: قیمتی پتھر یعنی فیروزہ، یاقوت وغیرہ اگر زکور میں جڑے ہوئے ہیں تو ان کی زکوٰۃ کس اصول کے تحت ادا کرنا چاہیے؟ اور کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ایسے پتھروں پر زکوۃ واجب نہیں،(۳) ان کے وزن کو محسوب کر کے سونے چاندی کے زیور کی زکوۃ ادا کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۳۸۹/۴/۲۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۳۶۹/۹۔۳۷۰)

چاندی کی زکوٰۃ:

سوال: میری بیوی کے پاس نہ تو ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور نہ ہی ساڑھے باون تولہ چاندی ہے، دونوں کو

(۱) كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكٰوة سواء كان الدين للعباد كالقرض وثمن البيع وضمان المتلفات وأرش الجراحة وسواء كان الدين من النقود او المكيل او الموزون.(الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة: ١٧٦/١،ظفير)

(۲) (وشروطه) أى افتراض أدائها (حولان الحول) وهو فى ملكه.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة:١٧٣/٢،ظفير)

(۳) وأما اليواقيت واللالى والجواهر، فلا زكاة فيها، وإن كانت حلياً،إلا أن تكون للتجارة.(الفتاوىٰ الهندية: ١٨٠/١،الفصل الأول فى زكاة الذهب والفضة، رشيدية)

ملا کر دیکھا جائے، سونے کی قیمت چاندی میں بدل کر دیکھیں تو اتنا وزن ہو جاتا ہے، چاندی کی قیمت کو سونے میں بدل کر دیکھیں تو ساڑھے سات تولہ نہیں ہوتا تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ البتہ تعداد میں سچا گوٹہ اور ٹھپا بھی آتا ہے، یا نہیں؟ سب کو ملا کر سونے کی قیمت اور سب سامان کی قیمت قریب قریب ٹھیک ہو جاتی ہے۔ میرے پاس نقد روپیہ چار سو ہے اور ایک ہزار روپیہ ایک سال سے ادھار رکھا ہے، سرکاری ملازم حکومت نے دیا ہے، دونوں ملا کر پانچ روپیہ فی صد سود لگا دیا جاتا ہے، یہ روپیہ ریٹائرڈ ہونے کے بعد ملتا ہے، کیا میں ان روپیوں کے اوپر زکوٰۃ ادا کروں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

سونے کو بھی ملا کر چاندی تصور کر لیں ؛ یعنی اس سونے کے عوض جتنی چاندی ملتی ہو تو یوں سمجھیں کہ یہ چاندی ہے، پھر مجموعہ کی زکوٰۃ ادا کریں، (۱) چاندی سونے کے گوٹے ٹھپے کی بھی زکوٰۃ ہوگی، (۲) جو نقد روپیہ آپ کے پاس ہے، اس کی زکوٰۃ لازم ہے، (۳) جو روپیہ ادھار دے رکھا ہے اس کے وصول ہونے پر لازم ہوگی، جو روپیہ فنڈ سے ملے گا اس کی زکوٰۃ اس وقت دوسرے نصاب چاندی سونا، نقد کے ساتھ اس کو بھی زکوٰۃ لازم ہوگی ابھی لازم نہیں۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۹/۱۳ھ۔

الجواب صحیح : بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۹/۱۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/ ۳۷۱-۳۷۲)

سونے چاندی کے زیورات کی زکوٰۃ:

سوال: الف کے پاس کچھ زیور چاندی اور کچھ زیور سونے کے ہیں، قرض واجب الاداء بھی وہ اپنے ذمہ رکھتا ہے، چناں چہ زیور چاندی اہلیہ خود ۱۴۲، ۱/۲ تولہ زیور چاندی دختران نابالغہ خود ۵۴، ۱/۴ تولہ اور زیور سونا اہلیہ خود ۵/ تولہ ۱۱/ ماشہ ۴/ رتی، اس کے علاوہ ۸/ عدد ساورن سکہ مضروب سونا بھی موجود ہے، دوسرے لوگوں پر (معہ ۲/ رلع ۹۷) قرض واجب الاداء بھی لینا رکھتا ہے، تقریباً (معہ ۴/ رلع ۱۶۲) کا خود بھی قرض دار ہے؛ یعنی دوسرے لوگوں کا اس پر قرض ہے۔ صورت

(۱) (ویضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة،وقالا:بالأجزاء . (الدرالمختار)إن ما ذكر من وجوب الضم إذا لم يكن كل واحد منهما نصاباً بأن كان أقل.(ردالمحتار: ۲/ ۳۰۳،باب زكاة المال، سعيد)

(۲) الدراهم إذا كانت مغشوشة،فإن كانا لغالب هو الفضة،فهي كالدراهم الخاصة:(أى فتجب فى كل مائتى درهم خمسة دراهم،الخ... وإن غلب الغش فليس كالفضة كالستوقة، فينظر:إن كانت رائجة أو نوى التجارة، اعتبرت قيمتها.(الفتاوىٰ الهندية، الفصل الأول فى زكاة الذهب و الفضة: ۱/ ۱۷۹،رشيدية)

(۳) وشرط وجوبها العقل، و البلوغ، والإسلام والحرية، وملك نصاب حولى، فارغ عن الدين وحاجته الأصلية، نام ولو تقديرا.(تبيين الحقائق: ۲/ ۱۸،باب زكاة المال، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۴) وأما على قولهما،فالديون كلها سواء،وهى نصاب كله،تجب فيه الزكاة قبل القض إذا حال الحول، ولكن لايجب الأداء قبل القبض،وإذا قبض شيئا منه يجب الأداء بقدرما قبض قليلاً كان أو كثيراً.(الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲/ ۳۰۰، فى زكاة الديون، إدارة القرآن، كراتشى)

مذکورہ میں اس پر زکوٰۃ واجب الاداء کتنی ہے اور ان کی قیمت محسوب ہوگی، یا وزن شامل زیورات سے ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

چاندی کے زیور کا مجموعہ ۱۹۶،۳/۴ تولہ ہوا اور سونے اور اشرفیوں کی قیمت روپے سے کر کے وہ بھی اس میں شامل کیا جائے اور کل مجموعہ میں سے ۱۶۲/روپے قرض ہے وہ کم کر دیا جائے، جو کچھ باقی رہے، اس کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ دیا جاوے، (۱) اور قرض جو لوگوں کے ذمہ اس کا ہے اس کی زکوٰۃ بعد وصول ہونے کے واجب الاداء ہوگی۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۲/۶-۱۱۳)

سونا چاندی مخلوط کی زکوٰۃ:

سوال: اگر کسی شخص کے پاس ساٹھ تولے یا ستر تولے چاندی اور دو تولے یا ایک تولہ سونا ہو تو سونے کی زکوٰۃ چاندی میں تول کر دی جائے یا سونے کی قیمت لگا کر زکوٰۃ دی جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

سونے کی قیمت لگا کر اس قیمت کو چاندی میں شامل کر کے زکوٰۃ دی جائے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۷۳/۹)

سونے چاندی کو ملا کر زکوٰۃ دینا:

سوال: زید کے پاس چاندی زائد از نصاب اور سونا سات مثقال سے کم موجود ہے، اس صورت میں سونے کو چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

چاندی کے ایک نصاب کی تو مستقل زکوٰۃ کر دی جائے، بقیہ جتنی مقدار ایک نصاب سے زائد ہے، اس کو دیکھا

---

(۱) تجب في كل مائتي درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال مضروباً كان أولم يكن مصوغاً أوغير مصوغ حلياً كان للرجال أوللنساء تبراً كان أوسبيكة، كذا في الخلاصة. (الفتوىٰ الهندية، كتاب الزكاة باب ثالث فصل اول : ١٦٧/١)

ومديون للعبد بقدر دينه فيزكي الزائد ان بلغ نصاباً. (الدرالمختار) (قوله بقدر دينه) متعلق بقوله فلازكوٰة. (رد المحتار، كتاب الزكاة: ٩/٢، ظفير)

(٢) ولو كان الدين علىٰ مقرملتي أوعلىٰ معسر... فوصل إلىٰ ملكه لزمه زكوٰة مامضىٰ. (الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ١٢/٢، ظفير)

(٣) ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة، وقالا: بالأجزاء. (الدرالمختار) "إن ما ذكرمن وجو ب الضم إذا لم يكن كل واحد منهما نصاباً بأن كان أقل. (رد المحتار: ٣٠٣/٢، باب زكاة المال، سعيد)

جائے، اگر اس کی قیمت اتنے سونے کی مساوی ہے کہ اس کے ذریعہ سے سونے کا نصاب پورا ہوسکتا ہے تو مجموعہ کو سونے کا نصاب قرار دے کر زکوٰۃ دینا واجب ہے۔(۱)، اگر اس صورت سے سونے کا نصاب پورا نہیں ہوسکتا، تو سونے کی قیمت اگر اتنی چاندی کے مساوی ہے کہ بقیہ چاندی میں ملا کر چاندی کا نصاب پورا ہوسکتا ہے، تو چاندی کا نصاب اس مجموعہ کو قرار دے کر اس کی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۲۵/۱۲/۱۳۵۳ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ذی الحجہ/۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۷۳/۹-۳۷۴)

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ الگ الگ دی جائے:

سوال: ساڑھے باون تولہ چاندی، یا ساڑھے سات تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونے کی زکوٰۃ الگ الگ کرکے دی جائے، یا کس طریقہ سے نکالا جائے؟ مال تجارت میں کسی طرح زکوٰۃ ادا کرے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

فطرہ، قربانی، زکوۃ کے لیے تو اتنا نصاب بھی ہے؛ مگر حج کے لیے یہ کافی نہیں؛ بلکہ پورے سفر حج کا معہ نفقہ واجبہ کی مقدار کا ہونا ضروری ہے،(۳) چاندی سونا دونوں الگ الگ بقدر نصاب ہو تو دونوں کی زکوٰۃ بھی چالیسواں حصہ الگ الگ کرکے ادا کریں، مجموعہ کی زکوٰۃ یکجائی بھی ادا کرنا درست ہے،(۴) مال تجارت کی زکوٰۃ صرف نفع میں نہیں؛ بلکہ اصل مال اور نفع کا کل

---

(۱) وفي الينابيع: ولو فضل من النصابين أقل من أربعة مثاقيل وأقل من أربعين درهماً، فإنه يضم إحدى الزيادتين إلى الأخرىٰ حتٰى يتم أربعين درهما أو أربعة مثاقيل". (الفتاویٰ التاتارخانية، زكاة المال: ۲۳۳/۲، إدارة القرآن، كراتشي)

ويضم الذهب إلى الفضة والفضة إلى الذهب، ويكمل إحدى النصابين بالآخر عند عمائنا ... ويقوم الدراهم بالدنانير، فإن بلغت قيمتها عشرين مثقالا، تجب فيها الزكاة. (التاتارخانية، زكاة المال: ۲۳۲/۲، إدارة القرآن، كراتشي)

(۲) هٰذا إذا كان له فضة مفردة أو ذهب مفرد، فأما إذا كان له الصنفان جميعاً، فإن لم يكن كل واحد منهما نصاباً، بأن كان له عشرة مثقيل ومأة درهم؛ فإنه يضم أحدهما إلى الآخر في حق تكميل النصاب عندنا... وهٰذا الذي ذكرنا كله من وجوب الضم، إذا لم يكن كل واحد منهما نصاباً بأن قل من النصاب، فأما إذا كان كل واحد منهما نصابا تاماً ولم يكن زائدا عليه، لايجب الضم. (بدائع الصنائع، فصل في مقدار والواجب: ۴۱۱/۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلاً﴾ (سوره آل عمران)

"هو (أي الحج) فرض علىٰ مسلم حر مكلف صحيح بصير ذي زاد وراحلة فضلاً عما لابد منه وفضلاً عن نفقة عياله إلىٰ حين عوده إلخ". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الحج: ۴۵۴/۲-۴۰۳، سعيد)

(۴) فلو كان كل منهما نصاباً تاماً بدون الزيادة، لايجب الضم، بل ينبغي أن يؤدي من كل واحد زكاته، فلو ضم حتٰى يؤدي كله من الذهب والفضة، فلا بأس به عندنا، ولكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء رواجاً، وإلا يؤدي كله من الذهب والفضة، فلا بأس به عندنا، ولكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء رواجاً، وإلا يؤدي من كل منهما ربع عشرة". (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۳۰۳/۲، باب زكاة المال، سعيد)

مجموعہ چالیسواں ادا کرے، (۱) زیور پر بھی زکوٰۃ لازم ہوگی، جس کی ملک ہو، اسی کے ذمہ واجب ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۷۴-۳۷۵)

زیورات اور نقد جب تک باقی ہوں، ہر سال ان کی زکوٰۃ دینا فرض ہے:

سوال: ایک شخص کے پاس پانچ سو روپے کے زیوارات ہیں تو کیا ہر سال اس پر پانچ سو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، یا ایک مرتبہ دے دینا کافی ہے، اگر دوسرے سال مزید ڈھائی سو روپے کے زیورات بنائے جائیں تو کیا کل ساڑھے سات سو روپے کی زکوٰۃ دینی پڑے گی، یا صرف ڈھائی سو کی، جب کہ بقیہ پانچ سو کی زکوٰۃ سال گزشتہ ادا کر چکا ہو؟ اگر کسی کے پاس ایک ہزار روپے نقد ہوں اور ان سے کچھ تجارت وغیرہ بھی نہیں کرتا، صرف جمع کر کے رکھا ہے تو ان ہزار روپئے کی زکوٰۃ بھی ہر سال ادا کرنا پڑے گی، یا صرف ایک سال ادا کر دینا کافی ہے۔ اگر ان ہزار روپیوں کے ساتھ اپنی تنخواہ میں سے بچا کر مزید دو سو روپئے اکٹھے کیے تو سال کے آخر میں بارہ سو کی زکوٰۃ دینی ہوگیا، یا صرف زائد شدہ دو سو کی، جب کہ ان ایک ہزار کی زکوٰۃ بیشتر ادا کر چکا ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ھو الموفق للصواب (۱-۲)　جب تک پانچ سو روپئے کے زیورات باقی رہیں گے، ہر سال اس کی زکوٰۃ دینا فرض ہے، چوں کہ مذکورہ زیورات قدر نصاب کو پہنچ گئے ہیں اور دوسرے سال کے آخر تک باقی ہیں؛ اس لیے اس کے ساتھ ڈھائی سو روپئے کا جو مزید زیور بنایا ہے (چاہے یہ زیور سال دوم کے درمیان میں بنایا ہو) اس کو بھی شامل کر کے دوسرے سال آخر میں پورے سات سو پچاس روپئے کے زیورات کی زکوٰۃ دینا لازم ہے (یہ اس وقت کا مسئلہ جب کہ اشرفی کی قیمت تیرہ سو روپئے تھی، چاندی ایک تولہ چھ آنے کی)۔

(۳-۴) اسی طرح ہزار روپیہ جب تک باقی رہے گو کہ اس نے تجارت نہ کر کے انہیں بیکار چھوڑا ہو، یا ضروری اخراجات کے لیے رکھ کر انہیں خرچ نہ کیا ہو تو ہر سال اس کی زکوٰۃ دینا فرض ہے، اسی طرح کچھ رقم اپنی تنخواہ میں سے بچا کر جو جمع کر لی ہے، یا کسی اور طریقہ سے اس کا مالک ہو گیا ہے تو دوسرے سال کے آخر میں مذکورہ ہزار اور زائد ملی ہوئی رقم کل مجموعی رقم کی زکوٰۃ واجب ہوگی، چناں چہ درمختار میں ہے:

---

(۱)　اعلم أن نية التجارة فی الأصل تعتبر ثابتة فی بدله وإن لم يتحقق شخصها فيه، وهو ما قوبض به مال التجارة فإنه يكون للتجارة بلا نية به ؛لأن حكم البدل حكم الأصل، وكذا ... أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنله ثمن مال التجارة فی الصحيح (فی عرض التجارة يجب ربع العشر إذا بلغ نصاباً من أحدهما)". (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۳۹۹، رشيدية)

(۲)　"والـلازم فـی مـضـروب كـل مـنـهـمـا ومـعـمـولـه ول تبـرا اوحـليا مطلقا... ربع عشر". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة عروض التجارة: ۲/۲۴۵، سعيد)

"(و)... شرط افتراض أدائها (حولان الحول) وهو في ملكه (وثمنية المال كالدراهم والدنانير)لتعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكٰوة كيفما أمسكهما ولو للنفقة،انتهٰى". (۱)

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:"ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول مالا من جنسه ضمه إلٰى ماله وزكاّه المستفاد من نمائه أولا وبأى وجه استفاد ضمه سواء كان بميراث أوهبة أوغيرذلك ... ثم أن ما يضم المستفاد عند نا إلٰى أصل المال إذا كان الأصل نصاب،انتهٰى ملخصاً". (۲)

ضیاءالدین محمد کان اللہ لہ۔الجواب صحیح:محمد عبدالجبار عفی عنہ۔الجواب صحیح: شیخ آدم عفی عنہ۔الجواب صحیح:عبدالرحیم عفی عنہ۔

(فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۹۷-۹۹)

سونا اور چاندی کے زیور وغیرہ کی زکوٰۃ:

سوال: سونا اور چاندی کے زیورات اور برتنوں میں زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب

واجب ہے۔

ہدایہ میں ہے:وفي تبر الذهب والفضة وحِليِهما وأوانِيهما الزكاة،إنتهٰى. (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۳۴)

سونے کے ہار میں جڑے ہوئے پتھر پر زکوٰۃ:

سوال: زید صاحب نصاب ہے،اس کو سونے کا ایک ہار وراثت میں ملا ہے،اس میں ایک پتھر بھی جڑا ہوا ہے، سونے کا وزن معلوم ہے؛اس لیے اس کی زکوٰۃ سال بسال ادا کرتا ہے۔کیا اس پتھر کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی ہوگی؟ اگر ہوگی تو پھر اس کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب وباللّٰه التوفيق

سونے اور چاندی کے علاوہ کسی بھی پتھر میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے،خواہ وہ قیمتی پتھر ہی کیوں نہ ہو،مثلاً لعل، یاقوت اور زمرد وغیرہ،البتہ اگر یہ تجارت کے لیے ہوں تو زکوۃ واجب ہوگی،لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ سونے کے ہار میں جو پتھر ہے،چوں کہ وہ تجارت کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ استعمال کے لیے ہے؛ اس لیے اس پتھر میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی؛ بلکہ صرف سونے کی زکوٰۃ دینی ہوگی۔

(لا زكاة في اللآلي والجواهر) وإن ساوت الفاً اتفاقاً ألا أن تكون للتجارة والأصل أن ما عدا الحجرين والسوائم إنما يزكي بنية التجارة.(الدرالمختار)(قوله:والجواهر) كاللعل والياقوت والزمرد وأمثالها،دررعن الكافي.(ردالمحتار،كتاب الزكاة،قبيل باب السائمة: ۱٤/۲)فقط واللّٰه تعالٰى أعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ:۳۰/۳-۳۱)

---

(۱) الدرالمختار على صدرردالمحتار،كتاب الزكاة:۲٦۷/۲،دارالفكر بيروت،انيس

(۲) الفتاویٰ الهندية،الباب الأول في تفسير الزكاة وصفتها: ۱۷٥/۱،دارالفكر بيروت،انيس

زیورات اور مکان پر زکوٰۃ:

سوال: میرے پاس پندرہ تولہ سونے کے زیورات ہیں اور ایک مکان ہے، جس کا کرایہ ایک ہزار روپے سالانہ آتا ہے ان دونوں چیزوں میں کتنی زکوٰۃ دینی چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نقد روپیہ اور سونا، چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے، ۱۵/تولہ سونے کی زکوٰۃ ساڑھے چار ماشہ سونا ہوتا ہے، یہی چالیسواں حصہ ہوتا ہے، خواہ سونا دیا جائے، یا اس سونے کی قیمت، (۱) مکان پر زکوٰۃ نہیں ہے؛ لیکن اس کا کرایہ اگر سال بھر جمع رہے تو زکوٰۃ لازم ہوگی۔ ایک ہزار روپے کی زکوٰۃ پچیس روپے ہوئی روپیہ، یا سونا چاندی جب پورے سال بھر جمع رہے، تب اس کی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، سال پورا ہونے کے پہلے ہی اگر کل جمع روپیہ وغیرہ خرچ ہوجائے تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہوگی، یا سال ختم ہونے پر جو بچ رہے، اس پر زکوٰۃ ہوگی مثلاً ایک ہزار روپیہ ہو اور خرچ ہوتے ہوتے سال ختم ہونے پر صرف ایک سو روپیہ رہ جائے تو اس ایک سو پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳/۳۵)

استعمال ہونے والے زیورات میں زکوٰۃ:

سوال (۱) کیا استعمال ہونے والے زیور میں زکوٰۃ ہے اگر ہے تو کس طرح؟

بیوی کے زیورات کی زکوٰۃ کس پر ہے:

(۲) کیا بیوی کو ملنے زیورات کی زکوٰۃ ادا کرنا شوہر پر فرض ہے؟

مخلوط سونا اور چاندی پر زکوٰۃ کا حکم:

(۳) اگر کسی کے پاس دو بھر سونا اور ایک بھر چاندی ہو یا صرف دو بھر سونا ہو، اسی طرح ایک بھر سونا ایک بھر چاندی اور دس روپے ہوں، تو کیا زکوٰۃ واجب ہوگی اور مذکورہ سامان کا مالک صاحب نصاب ہوگا؟

نوٹ: ان سبھی سامانوں پر ایک سال گذر چکا ہے ایک بھر سونا کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) زیور خواہ استعمال ہونے والا ہی کیوں نہ ہو، اگر وہ بقدر نصاب ہو اور اس پر سال گزر گیا ہو تو اس میں بھی

---

(۱) تجب في كل مائتي درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال مضروباً كان أولم يكن مصّوغاً أو غير مصوّغ حلياً كان للرجال أو للنساء تبراً كان أو سبيكة، كذا في الخلاصة (الفتاویٰ الهندية،الفصل الأول في زكاة الذهب والفضة: ۱/۱۷۸)

(۲) بشرطیکہ وہ ایک سو روپے یا دیگر مالوں کے ساتھ مل کر بقدر نصاب ہوجائیں۔ (وسببه) أي سبب افتراضها (ملك نصاب حولي) ... (نامّ). (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۲/۴)

زکوٰۃ واجب ہوگی۔(۱)

(۲) جو شخص بقدر نصاب مال کا مالک ہو اور اس پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ اسی پر واجب ہوگی، نہ کہ دوسرے پر،(۲) لہٰذا صورت مسئولہ میں جن زیورات کی مالکہ بیوی ہے، اگر وہ بقدر نصاب ہیں اور ان پر سال گزر گیا ہے تو ان کی زکوٰۃ کی ادائیگی بیوی پر لازم ہوگی، نہ کہ اس کے شوہر پر، البتہ اگر شوہر اس کی طرف سے اس کی اجازت سے زکوٰۃ ادا کردے تو ادا ہو جائے گی۔

(۳) اگر کچھ سونا اور کچھ چاندی ہو اور دونوں میں سے کوئی بقدر نصاب نہ ہو تو ایسی صورت میں فی زماننا سونا کو چاندی کے ساتھ باعتبار قیمت ملا دیا جائے گا؛ اس لیے کہ اس میں فقرا کا زیادہ فائدہ ہے، پھر اگر سونا کی قیمت چاندی کے ساتھ مل کر چاندی کے نصاب کو پہنچ رہی ہے تو ایسی صورت میں اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

وتضم قيمتة العروض إلى الثمنين والذهب إلى الفضة قيمةً. (الفتاویٰ الهندية: ۱۷۹/۱)

(و) يضم (الذهب إلى الفضة) وعكسه بجامع الثمنية (قيمة) (الدر المختار: ۳۴/۲)

ولكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء رواجاً. (رد المحتار: ۳۴/۲)

اور اگر صرف سونا یا صرف چاندی ہو تو ایسی صورت میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی، جب وہ بقدر نصاب ہو اور سونا کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے۔

(نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم). (تنوير الأبصار علىٰ هامش رد المحتار: ۲۸/۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں جس شخص کے پاس دو بھر سونا اور ایک بھر چاندی ہے اور ایک بھر سونا کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہے، جیسا کہ سوال سے واضح ہے تو ایسی صورت میں سونا کو چاندی کے ساتھ باعتبار قیمت ملا دیا جائے گا اور دونوں صورتوں میں زکوٰۃ واجب ہوگی، جس شخص کے پاس صرف دو بھر سونا ہے، اس کے پاس نہ مزید چاندی ہے اور نہ روپے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۸/۳-۳۹)

لڑکی کے زیور پر زکوٰۃ:

سوال: جو زیور لڑکیوں کی شادی کے لیے بنایا جاتا ہے، یا بنوا کر رکھا جاتا ہے، لڑکی کے ایسے زیور پر اس کے والدین پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟ یا بعد بلوغ کے لڑکی کے مال پر اس کے والدین کے ذمہ واجب ہے؟

---

(۱) (واللازم)... (في مضروب كل) منهما (معموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً) مباح الاستعمال أو لا ولو للتجمل والنفقة؛ لأنهما خلقاً أثماناً فيزكيهما كيف كانا. (الدر المختار: ۳۰/۲)

(۲) وسبب افتراضها (ملك نصاب حولي) نسبة للحول لحولانه عليه. (الدر المختار: ۴/۲)

ولا يؤدي عن زوجته ولا عن أولاده الكبار وإن كانوا في عياله ولو أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزاهم استحساناً كذا في الهداية عليه الفتوىٰ. (الفتاویٰ الهندية: ۱۹۳/۱)

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر وہ زیور لڑکی کی ملک کردیا ہے تو اس پر زکوۃ قبل از بلوغ فرض نہیں نہ لڑکی پر نہ والدین پر، بعد از بلوغ خود لڑکی پر فرض ہوگی۔(۱) اگر لڑکی کی ملک نہیں کیا تو جس کی ملک ہے، اس پر زکوۃ فرض ہوگی۔ (کذا قال الحصکفی فی الدر المختار)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۷۶/۹)

مرہوں زیور کی زکوٰۃ:

سوال: کسی کے پاس کچھ سونے کا زیور رہن رکھا ہوا ہے اور مدت معینہ سے بھی زائد وقت گزر گیا، اس صورت میں زکوٰۃ کون دے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اس کی زکوۃ نہ راہن پر واجب ہے، نہ مرتہن پر، وہ واپس کردیا جائے گا، تب بھی رہن کی (گزشتہ ایام کی) زکوٰۃ ملک کے ذمہ لازم نہیں ہوگا۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۷۶/۹-۳۷۷)

زیور کی زکوٰۃ میں کس قیمت کا اعتبار ہے:

سوال: چاندی اور سونے کا زیور پورے بھاؤ سے تو فروخت نہیں ہوتا، کیونکہ وہ پرانا ہوتا ہے اور نصف قیمت پر فروخت ہوتا ہے، تو اب جو زکوۃ ادا کی جائے گی وہ نئے حساب سے یا پرانے حساب سے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

چاندی اور سونے کے زیور میں قیمت کا اعتبار نہیں، وزن کا اعتبار ہے، چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اور سونے نصاب ساڑھے سات تولہ ہے، نئے اور پرانے سب کا یہی حکم ہے، چالیسواں حصہ زکوۃ لازم ہے، مثلاً اگر دوسو تولہ چاندی کا زیور ہے تو زکوۃ پانچ تولہ لازم ہے خواہ چاندی دے خواہ پانچ تولہ کے بازار کے بھوؤ سے قیمت دے۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۱/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۷۸/۹)

---

(۱) وشرط وجوبها العقل، والبلوغ، والإسلام) خرج المجنون والصبی، فلا زكاة فی مالهما ... وإنما يعتبر ابتداء الحول من وقت الإفاقة كالصبی إذا بلغ، يعتبر ابتداء الحول من وقت البلوغ. (البحر الرائق: ۳۵۳/۲، ۳۵۴، كتاب الزكاة، رشيدية)

(۲) واللازم فی مضروب كل منهما ومعموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً مباح الاستعمال أولًا ولو للتجمل والنفقة؛ لأنهما خلقاً أثماناً، فيزكيهما كيف كانا، إلخ". (الدر المختار: ۲۸۹/۲، باب زكاة المال، سعيد)

(۳) (ولا) أی لايجب الزكٰوة فی مرهون بعد قبضه): أی لا علی المرتهن لعدم ملك الرقبة، ولا علی الراهن لعدم اليد، وإذا استرده الراهن، لايزكی عن السنين الماضية" (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۶۳/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

(۴) والمعتبر وزنهما أداء ووجوباً ولا قيمتهما. (الدر المختار) وفی رد المحتار: "وهٰذا إن لم يود من خلاف الجنس، وإلا اعتبرت القيمة إجماعاً كما علمت" (كتاب الزكاة: ۲۹۸/۲، سعيد)

مقروض پر زکوٰۃ

قرض دار جس کی ذاتی آمدنی بھی ہے، اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص کے ذمہ دو ہزار روپے قرض ہیں اور کچھ سرمایہ اور آمدنی بھی ہے، جو قرض سے کم ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ قرض اس کے ذمہ سرمایہ وآمدنی سے زیادہ ہے تو زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۵۰-۵۱)

کسی کے قرض لینے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی:

سوال: ہندہ بیوہ ہے اور اس کے پاس آٹھ تولے سونا ہے، ہندہ کے بھائی وغیرہ ہندہ سے لے کر رہن رکھ دیتے ہیں، پھر لا کر دے دیتے ہیں، پھر رکھ آتے ہیں، مسلسل کئی سال تک یہی کیفیت رہتی ہے، اب البتہ تین سال سے ہندہ کے پاس مذکورہ بالا سونے کی چیزیں موجود ہیں، ایسی صورت میں ہندہ پر زکوٰۃ کب سے واجب ہے؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی)

الجواب

جب سے ہندہ ان زیورات کی مالک ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۴/۲۶۲)

زکوۃ قرض دینے والے کے ذمے ہے مقروض کے ذمے نہیں:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۴/ستمبر ۱۹۳۱ء)

سوال: روپیہ کسی کو قرض حسنہ دیا گیا اور کسی قسم کا نفع مد نظر نہیں تو اس صورت میں زکوۃ مالک کے ذمہ ہے، یا مدیون کے ذمہ؟

---

(۱) ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه.(الهداية، كتاب الزكاة: ١٦٨/١، ظفير)

(۲) ولو كان الدين على مقر ملئ فوصل إلى ملكه، لزم زكاة مامضى.(تنوير الأبصار متن الدر المختار، كتاب الزكاة: ٢٦٦/٢-٢٦٧، سعيد)

الجواب

روپے کے مالک کو زکوۃ دینی ہوگی، قرض لینے والے کے ذمہ زکوٰۃ نہیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی: ۲۶۶/۴)

قرض کی زکوٰۃ وصولی کے بعد دی جائے گی:

سوال: ایک شخص نے قرض حسنہ دیا ہے، اس کی زکوٰۃ دینی چاہیے، یا نہیں؟ اور بعض ایسا ہے، جس کے عوض میں کچھ زیور گروی رکھا ہے اور بعض ایسا کہ اس کے عوض کچھ زیور نہیں رکھا، کیا حکم ہے، اگر کسی کے پاس کچھ روپیہ جمع ہے، اس کی زکوٰۃ دی جاتی ہے اور ہمیشہ سال بہ سال کچھ اور روپیہ بھی ملتا اور جمع ہوتا رہتا ہے؛ مگر یہ پچھلا روپیہ کچھ اتنا نہیں ہے کہ پہلے میں کچھ معتد بہ زیادتی کرے تو اگر اس جمع شدہ روپے میں سے ہمیشہ زکوٰۃ دی جاوے تو شاید کبھی ایسا وقت بھی آوے کہ زکوٰۃ نکالتے نکالتے اتنا باقی رہ جاوے کہ نصاب سے کم ہو جاوے۔ اس شبہ کا جواب مرحمت ہو؟

الجواب

قرض جو دیا گیا ہے، اگر وہ تنہا، یا دوسرے روپے موجود کے ساتھ مل کر بقدر نصاب ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے؛ لیکن ادا کرنا زکوٰۃ کا بعد وصول قرض کے لازم ہوتا ہے، اگر قبل از وصول بھی زکوٰۃ دے دی جاوے گی تو ادا ہو جاوے گی اور وہ قرض جس کے عوض کچھ زیور رہن رکھا ہو اور وہ قرض جس کے عوض کچھ رہن نہ رکھا ہو، حکم زکوٰۃ میں دونوں برابر ہیں، دونوں کی زکوٰۃ بعد وصول کے ہی لازم ہوتی ہے، (۲) اور وہ شبہ جو آپ نے لکھا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ روپیہ جمع شدہ زکوٰۃ دیتے دیتے جب نصاب سے کم ہو جاوے گا، اس وقت زکوٰۃ آئندہ کو ساقط ہو جاوے گی اور جب تک بقدر نصاب روپیہ موجود ہے تو زکوٰۃ واجب ہونا خلاف عقل نہیں ہے؛ کیوں کہ جو شخص مالک نصاب ہے، وہ شرعاً اور عرفاً غنی کہلاتا ہے، (۳) اور غنی کو محتاجوں کی خبر گیری اور ان کو اپنے پاس سے کچھ دینا مروت اور عقل کا مقتضیٰ ہے۔(۴)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۲/۶-۵۳)

---

(۱) تجارت کی نیت کرے، تب بھی زکوٰۃ نہیں۔ ہاں جب اس کو بیچ دے گا تو اس وقت کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

ومن اشترى جارية، ونواها للخدمة، بطلت عنها الزكاة ... وإن نواها للتجارة بعدذلك، لم تكن للتجارة حتى يبيعها، فيكون في ثمنها زكاة. (الهداية، كتاب الزكاة: ٩٦/١، مكتبة، شركة علمية، ملتان)

(۲) فتجب زكاتها إذاتم نصاباً أوحال الحول لكن لا فوراً بل عندقبض أربعين درهماً من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة. (الدرالمختار)

إذا تم نصاباً، الضمير في تم يعود للدين المفهوم من الديون والمراد إذابلغ نصاباً بنفسه أو بماعنده مما يتم به النصاب. (رد المحتار، باب زكوة لامال: ٤٧/٢، ظفير)

(۳) الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً تاماً وحال عليه الحول إلخ ولابد من ملك مقدار النصاب؛ لأنه صلى الله عليه وسلم قدرالسبب به. (الهداية، كتاب الزكاة: ١٦٧/٢، ظفير)

(۴) اسلام کے اس قانون کا منشا یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لوگ روپے جمع کر کے بیکار نہ رکھ چھوڑیں؛ بلکہ اسے کاروبار میں، یا کھیت ==

رہن کے ذریعہ جو روپیہ قرض لیا گیا، اگر وہ سال بھر رکھا رہے تو اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کسی شخص نے مبلغ سو روپے رہن رکھے اور یہ روپیہ سال بھر تک رکھا رہا اور اس خیال سے رکھا ہوا ہے کہ شاید کس وقت اس کے ادا کرنے کی ضرورت ہو جائے اور بعض حصہ اس میں سے ضرورت پر صرف بھی کر لیوے تو اس روپے پر زکوٰۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

اس سوال کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ کسی شخص نے سو روپے قرض لیے اور اپنی زمین وغیرہ اس میں رہن رکھی ہے تو بظاہر ہے کہ یہ شخص جس کے سو روپے لیے ہیں، سو روپے کا مقروض ہے اور مدیون ہے اور مدیون پر بقدر دین کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ پس اگر اس شخص کے پاس اور کچھ روپیہ وزیور وغیرہ علاوہ اس روپے کے بقدر نصاب نہیں ہے تو اس روپے کی زکوٰۃ اس کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۵۳۲)

جس مالک نصاب پر دین مہر مال سے زیادہ ہو، اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص مالک نصاب ہے؛ لیکن اس کے ذمہ دین مہر اس مال سے زیادہ ہے، کیا دین مانع زکوٰۃ ہے۔

الجواب

صحیح یہ ہے کہ دین مہر مانع زکوٰۃ سے نہیں ہے، زکوٰۃ لازم ہے۔

"کمافی الشامی والصحیح أنه غیر مانع". (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۵۹)

دختر کے روپے میں زکوٰۃ:

سوال (۱) دختر کے روپیوں پر جو کسی دوست نے دیئے زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

مال کی ہر قسم کی زکوٰۃ علاحدہ علاحدہ وقتوں میں درست ہے، یا نہیں:

(۲) مال کی سب قسموں کی زکوٰۃ علاحدہ علاحدہ وقتوں میں دینا درست ہے، یا نہیں؟

== وزمین میں لگائے رکھیں؛ تاکہ ملک اور قوم کا فائدہ ہو اور زکوٰۃ بار نہ گزرے، نقد جمع رکھنے سے ملک اور قوم کا سراسر نقصان ہے۔

ہدایہ میں زیور کی زکوٰۃ کے سلسلہ میں لکھا ہے: " إن السبب مال نام ودلیل النماء موجود وهو الأعداد للتجارة خلقة والدلیل هو المعتبر. (الهدایة، باب زکاة المال: ۱/۱۷۷)

جس کا ماحصل یہ ہوا کہ جب اس روپے میں، یا سونا چاندی میں نمو اور بڑھنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اب آپ، یا کوئی اسے روک رکھے اور جو کام ہے، اس سے نہ لے تو یہ روکنے والے کا قصور ہے، زکوٰۃ کے وجوب کا سبب زیادتی نہیں ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۱) کل دین له مطالب من جهة العباد یمنع وجوب الزکوٰة سواء کان الدین للعباد کالقرض وثمن البیع وضمان المتلغات وارش الجراحة وسواء کان الدین من النقود أو المکیل أو الموزون الخ. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الزکاة: ۱/۱۷۶، ظفیر)

(۲) ردالمحتار، کتاب الزکوٰة تحت قول الماتن أو مؤجلا: ۲/۷، ظفیر

کتابیں جو مروۃً دی جاتی ہیں، ان پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

(۳) کتابیں کبھی فروخت کرتا ہے اور کبھی مروۃً دی جاتی ہے۔ان پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

قرض حسنہ کی زکوٰۃ:

(۴) روپیہ جو کسی کو قرض حسنہ دیا۔اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔(۱)

(۲) علاحدہ علاحدہ اوقات میں جدا جدا سامان و اسباب کی زکوٰۃ دینا درست ہے۔

(۳) اگر دراصل وہ کتب تجارت کے لیے ہیں، گو کسی کو مروۃً بلا قیمت بھی دے دی جاوے تو زکوٰۃ ان پر لازم ہے۔(۲)

(۴) بعد وصول کے اس کی زکوٰۃ ادا کی جاوے گی، اگر قبل وصول زکوٰۃ دے دیوے تو یہ بھی درست ہے۔(۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۴۴، ۴۵)

نیوتہ والے روپے کی زکوٰۃ:

سوال: زید کا ایک ہزار روپیہ نیوتہ میں گیا ہوا تھا، دس برس کے بعد وصول ہوا تو کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسے روپے کی زکوٰۃ بعد وصول ہونے کے دینا لازم ہے، نہ قبل از وصول۔(۴) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۵۴)

---

(۱) الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذاملک نصاباًملكاً تاماً وحال عليه الحول.(الهداية، كتاب الزكاة: ۱/۱۶۷، ظفير)

(۲) وفي عرض تجارة قيمته نصاب، الخ، ربع عشر.(الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب زكاة المال: ۲/۴۱)

(۳) ولو كان الدين علىٰ مقر، إلخ، فوصل إلىٰ ملكه لزم زكاة مامضىٰ.(الدرالمختار، كتاب الزكاة: ۲/۱۲)

(۴) نیوتہ کے سلسلہ میں پہلی بحث یہ ہے کہ قرض کے حکم میں ہے، یا ہبہ کے؟ اگر قرض کے حکم میں ہے تو بعد وصول گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ دینا لازم ہے، اسی طرح نیوتہ کی جو رقم ذمہ میں باقی ہے، زکوٰۃ کے حساب کے وقت یہ رقم وضع کر لی جائے گی اور بقیہ کی زکوٰۃ لازم ہوگی اور نیوتہ کو قرض یا ہبہ قرار دینے کا مدار رسم و رواج پر ہے، بعض برادریوں میں بطور قرض یہ رقم دی جاتی ہے اور حساب لکھا جاتا ہے اور بعد میں شادی کے موقع سے ضروری طور پر وصول کیا جاتا ہے اور بعض برادیوں میں حساب کتاب نہیں لکھا جاتا تا اگر مل گیا تو لے لیا ورنہ اس کا تذکرہ بھی نہیں ہوتا، گویا یہ بطور ہبہ ہوتا ہے:

"سئل فيما يرسله الشخص إلىٰ غيره في الأعراس ونحوها هل يكون حكمه حكم القرض فيلزمه الوفاء به أم لا أجاب إن كان العرف بأنهم يدفعونه علىٰ وجه البدل يلزم الوفائبه، إن مثليا فبمثله وإن قيميا فبقيمته وإن كان العرف خلاف ذلک بأن كانوا يد فعونه علىٰ وجه الهبة ولاينظرون في ذلک إلىٰ أعطاء البدل فحكمه حكم الهبة في سائر أحكامه، الخ.(ردالمحتار، كتاب الهبة، قبيل باب الرجوع: ۴/۷۰۷)

مفتی علامؒ کے دونوں نمبر کے جوابات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہبہ قرار دیا ہے، اگر ہبہ کا بدلہ ہبہ آ گیا تو اب آئندہ کی زکوٰۃ بشرط نصاب دے ورنہ نہیں اور نیوتہ کی رقم جو ذمہ میں ہے، چوں کہ ہبہ کے حکم میں ہے لہٰذا اسے حساب میں وضع قرار نہیں دیا؛ اس لیے کہ فقہا صراحت کرتے ہیں:==

مقروض پر وجوب زکوۃ کی ایک صورت:

سوال: زید سات ہزار روپیوں کا نومہینوں سے مالک ہے اور قرضہ بھی تین ہزار روپیہ کا ہے، واجب رمضان کی برکت حاصل کرنے کے لیے اس مہینہ میں زکوۃ دینا چاہتا ہے تو اب کتنی زکوۃ دینی چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جب کہ سات ہزار کا مالک ہے اور تین ہزار کا مقروض ہے اور ابھی صرف نو ماہ ہوئے ہیں تو ابھی زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب نہیں؛ لیکن اگر ابھی زکوٰۃ ادا کردی جائے، تب بھی ادا ہوجائے گی۔ (۱) صرف چار ہزار کی ادا کردے اور تین ہزار قرض میں منہا ہوجائیں گے، پھر سال ختم ہونے پر حساب کرالیا جائے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۸/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۲۱-۳۲۲)

مقروض پر زکوۃ واجب ہے، یا نہیں:

سوال: حامد کاروباری آدمی ہے، کمپنی میں بطور ضمانت اس کا روپیہ ہے؛ لیکن جس قدر ضمانت ہے، اس سے زیادہ وہ مقروض ہے؛ کیوں کہ قرض خواہ کو اس پر اعتماد ہے؛ اس لیے تقاضا نہیں ہے تو ضمانت والے کا کیا ہوگیا، زکوۃ دے، یا نہیں؟ اگر دیتا ہے تو پہلے قرض دے اور قرض دیتا ہے تو کچھ نہیں رہتا، کمپنی سے روپیہ لینے پر کاروبار معطل ہوجاتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اس صورت می اس پر زکوۃ واجب نہیں۔ (۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۹/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۲۲)

== ''فلا زكاة علىٰ مكاتب، إلخ، ومديون للعبد بقدر دينه فيزكى الزائد إن بلغ نصاباً. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۹-۱۲)

ولو كان الدين علىٰ مقر ملئ أو مفلس ...فوصل إلىٰ ملكه لزم زكاة مامضىٰ ... فتجب زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول لكن لا فوراً بل عند قبض أربعين درهماً من الدين القوى كقرض. (الدر المختار، باب زكاة المال: ۲/۴۷-۴۸، ظفير)

(۱) يجوز التعجيل بعد ما ملك النصاب، ولا يجوز قبله. (خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۲۴۱، الفصل الثامن فى أداء الزكاة، أمجد اكيڈمى لاهور)

(۲) وإن كان ماله أكثر من دينه، زكى الفاضل إذا بلغ نصاباً لفراغه عن الحاجة الأصلية. (فتح القدير: ۲/۱۶۰، كتاب الزكاة، مصطفى البابى الحلبى مصر)

(۳) ومن كان عليه دين يحيط بماله، وله مطالب من جهة العباد سواء كان من النقود أو من غيرها، وسواء كان حالاً أو مؤجلاً، فلا زكاة عليه. (فتح القدير: ۲/۱۶۰، كتاب الزكاة، مصطفىٰ الباقى الحلبى، مصر)

مالک زمین مقروض پرزکوٰۃ:

سوال: ایک شخص کے پاس اسی نوے بیگہ زمین ہے، وہ اس کا مالک ہے؛ لیکن چار پانچ ہزار روپے کا مقروض ہے اور وہ اس زمین کی پیداوار سے بمشکل تمام اپنی ضروریات پوری کرتا ہے ارتھوڑا بہت جو کچھ بچتا ہے، اس کو وہ بسلسلۂ قرض قرض خواہوں کو دے دیتا ہے تو ایس انسان شرعی طریقہ پر صاحب نصاب سمجھا جائے گا، یا نہیں؟ اور اس پر زکوہ فرض ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ایسے شخص پر زکوۃ قربانی وغیرہ واجب نہیں؛ بلکہ وہ خود مستحق زکوٰۃ ہے۔

ولا زكاة فی ثياب البدن و آثاث المنزل ودور السكنٰی ونحوها كالحوائيت والعقارات.(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۳/۲۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۲۳/۹)

مقروض دیوالیہ پر وجوب زکوٰۃ وقربانی کا حکم:

سوال: زید آج سے پہلے سے دس ہزار کا مقروض تھا اور قرض خواہوں نے حکومت میں مقدمہ دائر کرادیا تھا؛ مگر زید کے پاس کوئی ایسی ملک نہ تھی کہ حکومت کے قانون کے موافق قرض خواہوں کو دی جاتی، اس وجہ سے حکومت کا قانون زید سے اٹھ گیا۔ اب زید فی الحال کچھ رقم؛ یعنی پانچ ہزار کا ملک ہوا ہے؛ مگر قرض خواہوں کو رقم ادا کرنے میں وہ رقم پوری نہیں ہوسکتی، ایک قرض خواہ کو کچھ رقم دے تو دوسرا قرض خواہ پریشان کرتا ہے اور زید کے پاس اتنی رقم نہیں کہ سب کو ادا کر سکے۔ سوال یہ ہے زید اس پانچ ہزار کی زکوۃ، فطرہ قربانی وغیرہ ادا کرنا چاہیے تو ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ زید سمجھتا ہے کہ قرض ادا کرنا مقدم ہے؛ مگر رقم کافی نہ ہونے کی بنا پر اور قرض خواہوں کے پریشان کرنے کی وجہ سے ادا نہیں کرسکتا۔ اس صورت میں وہ صاحب نصاب ہوگا، یا نہیں؟ اور زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

قانون سرکاری کی رو سے اگر کوئی قرض خواہ قرض وصول نہ کر سکے تو زید شرعاً سبکدوش نہیں ہوا؛ بلکہ زید کے ذمہ حتی الوسع اس کی ادائیگی فرض ہے اور جب تک قرض سے فاضل مقدار نصاب نہ ہو، زکوہ فرض نہیں ہوگی، لہٰذا زید کو چاہیے کہ اولاً جس ترکیب سے مناسب اور مصلحت ہو قرض خواہوں کا قرض ادا کرے، پھر اگر فرض ہو، زکوہ ادا کرے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۴/۳/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۲۳/۹-۳۲۴)

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار: ۲۶٤/۲، كتاب الزكاة، سعيد

مال حرام پر زکوٰۃ

حرام مال پر زکوٰۃ نہیں:

سوال: حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کسی کتاب میں دیکھا تھا، یا دنہیں، وہ کون سی کتاب تھی کہ حرام مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہے، البتہ اس پر ثواب نہیں ملے گا تو یہ صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

حرام مال جس پر ملکیت ہی حاصل نہیں ہوتی، اس میں زکوٰۃ لازم نہیں؛ بلکہ اس مال کی واپسی، یا اس کا تصدق لازم ہے، جیسا کہ ''ردالمحتار'' میں ہے:

(ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله، إلخ ... هٰذا إذا كان له مال غير مستهلك بالخلط، إلخ ... وإلا فلا زكاة كما لو كان الكل خبيثاً، كما في النهر عن الحواشي السعدية. (الدر المختار)

وفي رد المحتار: "في القنية: لو كان الخبيث نصابًا، لا يلزمه الزكاة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه، آه. (۱)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت، یا کتاب سامنے ہوتو اس میں غور کیا جائے کہ کیا ارشاد فرمایا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۲۴-۳۲۵)

مال حرام پر زکوٰۃ:

سوال: اصل مال، مثلاً ایک ہزار روپے میں سود شامل ہوکر گیارہ سو روپے ہوگئے، کیا سود کی رقم کی بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، یا نہیں؟ ایک مرتبہ مرادآباد میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا تھا: حرام، چوری، رشوت وغیرہ کیا ان اموال میں زکوہ دینی ہوگی؟ حضرت نے فرمایا تھا کہ (جہاں تک مجھے یاد ہے) جب مال ہیں تو زکوٰۃ دینی ہوگی۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

حرام مال اگر جدا ہو، مخلوط نہ ہوتو اس پر ملکیت ثابت نہیں، اس پر زکوٰۃ بھی نہیں؛ لیکن اگر وہ حرام مال حلال مال کے

---

(۱) كتاب الزكاة: ۲/۱۹۲، باب زكاة الغنم، سعيد

ساتھ مخلوط کردے تو یہ استہلاک ہے، جو کہ موجب ملک ہے، غالباً حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کا جواب اسی بنیاد پرمبنی ہے؛لیکن جب کہ مقدارحرام مال کا تصدق واجب ہے تو پھراس پرزکوٰۃ ہونے کا کوئی مطلب نہیں، ورنہ لازم آئے گا کہ حرام مال کا ربع عشر بھی ادا کرے اورکل کو بھی صدقہ کرے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۹/۳۲۵)

مال حرام کی زکوٰۃ:

سوال: مالِ حرام مثلاً غنا اورزنا کی کمائی میں زکوۃ واجب ہوگی، یانہیں؟

الجواب

نہیں۔

قنیہ میں ہے:

”لوکان الخبیث نصاباً لایلزمه الزکاة؛لأن الکل واجب التصدق علیه فلایفید إیجاب التصدق ببعضه،إنتهٰی“. (۲) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو:۲۳۴)

مال حرام سے زکوٰۃ دینا کیسا ہے:

سوال: مال حرام سے زکوٰۃ دینی جائز ہے، یانہیں؟

الجواب

مال حرام تمام کوصدقہ کرنا بشرائط لازم ہے،زکوٰۃ اس میں نہیں ہے؛مگرخلط مال حرام کا موجب ملک ہے،اس وقت اس میں زکوٰۃ بھی لازم ہوگی۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۴۹)

---

(۱) ولوخلط السلطان المال المغصوب بماله الخ ... هٰذا إذا کان له مال غیر مستهلک بالخلط الخ ... وإلا فلا زکاة کما لو کان الکل خبیثا، کما فی النهر عن الحواشی السعدیة.(الدرالمختار)

وفی رد المحتار: ”فی القنیة :لوکان الخبیث نصاباً، لایلزمه الزکاة؛لأن الکل واجب التصدق علیه فلا یفید إیجاب التصدق ببعضه،آه.(کتاب الزکاة:۲/۲۹۱،باب زکاة الغنم،سعید)

(۲) قنیة المنیة لتمیم الغنیة،باب فی أداء الزکاة،ص:۳۹،مخطوطة جامعة الملک سعود،انیس

(۳) ولوخلط السلطان المال المغصوب بماله ملکه فتجب الزکٰوة فیه و یورث عنه؛لأن الخلط استهلاک إذا لم یمکن تمییزه عن أبی حنیفة وقوله أرفق إذ قلما یخلومال عن غصب وهٰذا إذا کان له مال غیر ما استهلکه بالخلط منفصل عنه یوفی دینه وإلافلازکٰوة کما لوکان الکل خبیثاکما فی النامی.(الدرالمختار)

فی القنیة: لوکان الخبیث نصابا لایلزمه الزکٰوة؛لأن الکل واجب التصدق علیه فلا یفید ایجاب التصد ق ببعضه. (رد المحتار،باب زکاة الغنم،قبیل مطلب فی التصدق من المال الحرام:۲/۳۳-۳۴،ظفیر)

حرام کمائی میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: زید، یا ہندہ نے ناجائز کمائی سے کچھ مال حاصل کیا، اب وہ اپنے اس پیشہ سے تائب ہوگئے اور وہ اپنے مال سے زکوٰۃ صدقات وخیرات نکالتے ہیں اور حلال کمائی سے ایک پیسہ نہیں تو کیا اس کی یہ زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ جائز ہوگا؟

الجواب

مال حرام میں زکوٰۃ واجب ہونے، یا نہ ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کے پاس دوسرا مال حلال بھی ہے اور اس میں حرام کو ملا دیا تو امام صاحب کے نزدیک زکوٰۃ اس پر لازم ہے اور اگر دوسرا مال حلال بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ اس پر لازم نہیں؛ بلکہ وہ کل مال واجب التصدق ہے؛ یعنی جب کہ لوٹانا مالکوں، یا ان کے وارثوں پر متعذر رہو۔

درمختار میں ہے:

" ولوخلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكٰوة فيه ويورث عنه ... وهٰذا إذا كان له مال غيرما استهلكه بالخلط منفصل عنه يوفى دينه وإلا فلازكاة، كما لو كان الكل خبيثاً،إلخ".

اور شامی میں قنیۃ سے منقول ہے:

"لوكان الخبيث نصاباً لايلزمه الزكاة لأن الكل واجب التصدق عليه فلايفيد إيجاب التصدق ببعضه". (۱)

اور مسجد بنانا مال حرام سے درست نہیں ہے اور مدرسہ میں طلبہ پر صدقہ کرنا بصورت نہ ملنے مالکوں کے، یا ان کے ورثہ کے درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸۶/۶)

غصب اور رشوت کے مال پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: غصب ورشوت کے مال پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ سب مال خیرات کرنا چاہیے، جب کہ مالکوں اور ان کے وارثوں کا پتہ نہ لگے۔ (۲) فقط (اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸۸/۶)

---

(۱) دیکھئے: رد المحتار، باب زكاة الغنم: ۳۳/۲ ـ ۳٤/۲، ظفير/البحر الرائق،شروط وجوب الزكاة: ۲۲۱/۲، دار الكتاب الإسلامي بيروت/قنية المنية لتميم الغنية،باب في أداء الزكاة،ص: ۳۹،مخطوطة جامعة الملك سعود،انيس

(۲) وإلافلازكٰوة كما لو كان الكل خبيثاً، كما في النهر. (الدرالمختار)

في القنية: لوكان الخبيث نصاباً لايلزمه الزكاة؛لأن الكل واجب التصدق عليه فلايفيد ايجاب التصدق ببعضه آه .ومثله في البزازية.(رد المحتار،باب زكٰوة الغنم:۳٤/۲،ظفير)

سنیما کی آمدنی پر زکوٰۃ اور اس کا مسجد اور مدرسہ میں خرچ کرنا:

سوال: مسجد، یا مدرسہ میں سنیما کی آمدنی خرچ کی جا سکتی ہے، یا نہیں؟ اگر کوئی شخص سنیما ہاؤس مسجد، یا مدرسہ کو ہبہ کرنا چاہیے تو اس کو کرایہ پر دینا، یا فروخت کر کے اس کی رقم مسجد، یا مدرسہ میں لگانا درست ہوگا، یا نہیں؟ اور حرام اور سود سے کمائی ہوئی رقم پر زکوۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟

الجواب________________ حامداً و مصلیاً

سنیما، یا کوئی بھی ناجائز آمدنی کا مسجد، یا مدرسہ میں خرچ کرنا درست نہیں۔(۱) ایسی آمدنی کا تصدق ضروری ہے ،ک غریب مسکین طلبہ ہی اس کے مصرف ہیں، تنخواہ وتعمیر وغیرہ میں خرچ نہ کریں، اگر سنیما ہاؤس جو کہ جائز آمدنی سے بنایا گیا تھا اس کو مسجد، یا مدرسہ میں دے تو اس کو خالی کرا کے جائز محل میں صرف کیا جائے (کرایہ پر دیا جائے، یا فروخت کیا جائے) جس رقم (حرام کی ملک) پر ملک ثابت نہیں، اس پر زکوٰۃ نہیں ؛ بلکہ اس کو واپسی کرنا، یا صدقہ کرنا ضوری ہے، کسی کام میں لانا بھی درست نہیں۔(۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ:۳۲۶/۹)

جھوٹی دلالی سے جو مال جمع کیا، اس پر زکوٰۃ ہوگی، یا نہیں:

سوال: زید نے عمر سے کہا کہ بکر کا مال ہے، خالد اس کے بیس روپے دیتا تھا؛ مگر میں نے اس کو نہیں دیا، درحقیقت خالد پندرہ روپے دیتا تھا، عمر نے اس ترغیب سے مال خرید لیا اور ۴/ دلالی کے دے دیئے، زید کے پاس اسی طریقہ سے قابل زکوٰۃ کے مال جمع ہو گیا تو زید کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب________________

واجب ہے۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۶/ ۹۴-۹۵)

---

(۱) ولا بأس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لوبماله الحلال لامن مال الوقف فإنه حرام.(تنوير الأبصار مع الدر المختار)

قال ابن عابدين: قال تاج الشريعة:أما لو اتفق في ذلک مالًا خبيثاً وإلا سببه الخبيث والطيب فيكره ؛لأن اللّٰه تعالٰى لايقبل إلا الطيب،فيكره تلويث بينه بمالايقبله ،آه.(ردالمحتار : ٦٥٨/١ ،كتاب الصلاة،باب الاستخلاف، مطلب: كلمة " لا باس"دليل علٰى أن المستحب غيره،سعيد)

(۲) لوكان الخبيث نصاباً،لايلزمه الزكاة؛لأن الكل واجب التصدق عليه فلا يقيد ايجاب التصدق ببعضه،آه.(رد المحتار: ٢٩١/٢ ،باب زكاة الغنم،سعيد)

(۳) الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً تاماً وحال عليه الحول.(الهداية، كتاب الزكاة: ٦٧/١ ،ظفير)

سود کی رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں:

سوال: سیونگ بینک سے جو سود وصول کیا جائے۔اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟
(المستفتی: ۲۶۵، ماسٹر یونس خاں، لاہور، ۸/محرم ۱۳۵۳ھ، مطابق ۲۳/اپریل ۱۹۳۴ء)

الجواب

سود کی خالص رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں؛ کیوں کہ وہ ساری رقم واجب التصدق ہے۔(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۲۵۶/۴)

مال حرام سے زکوٰۃ دینا کیسا ہے:

سوال: مال حرام سے زکوٰۃ دینی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مال حرام تمام کو صدقہ کرنا بشرائط لازم ہے، زکوٰۃ اس میں نہیں ہے، مگر خلط مال حرام کا موجب ملک ہے، اس وقت اس میں زکوٰۃ بھی لازم ہوگی۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴۹/۶)

بغرض حفاظت جو رقم کسی کو دی، اس پر زکوٰۃ کب سے ہے:

سوال: زید نے اپنے بھائی عمر کو پانچ سو روپے بغرض حفاظت دیا اور کہا کہ چاہے تم اس کو اپنے کاروبار میں لگا کر نفع اٹھاؤ، یا نقصان اور چاہے ایسا ہی رکھے رکھو۔عمر نے بعد چار سال کے زید کی اجازت سے چھ سو روپے کا مکان رہنے کے لیے زید کو خرید دیا، پانچ سو وہ ایک ایک سو اپنی طرف سے قیمت دے دی، زید پر ان چار سال کی زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟ اور صرف پانچ سو روپے کی زکوٰۃ واجب ہوگی، یا کیا حکم ہے؟

الجواب

ان چار سال کی زکوٰۃ لازم ہوگی اور صرف پانچ سو روپے کی ہوگی۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴۸/۶-۴۹)

---

(۱) فإن علم عين الحرام، لايحل له، و يتصدق به بنية صاحبه، إلخ. (رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاحرامًا: ۹۹/۵، سعيد)

(۲) (ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكٰوة فيه ويورث عنه)؛ لأن الخلط استهلاك إذا لم يمكن تمييزه عن أبي حنيفة وقوله أرفق إذ قلما يخلو مال عن غصب وهٰذا إذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط منفصل عنه يوفى دينه و إلا فلا زكاة كما (لو كان الكل خبيثاً، كما في النهر. (الدر المختار)

وفي الرد تحته: في القنية: لو كان الخبيث نصاباً لايلزمه الزكٰوة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه فلايفيد إيجاب التصدق ببعضه. (رد المحتار، باب زكاة الغنم، قبيل مطلب في التصدق من المال الحرام: ۲۹۰/۲-۲۹۱، ظفير)

(۳) ولو كان الدين علٰى مقر مليئ أو) علٰى (معسر أو مفلس) أى محكوم بإفلاسه (أو) علٰى (جاحدٍ عليه بينه فوصل إلٰى ملكه لزم زكٰوة مامضى. (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲۶۶/۲، دار الفكر بيروت، ظفير)

مدرسہ کے چندہ میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے:

سوال: مدرسہ کے چندہ پر جب سال بھر گزر جائے۔اس پر زکوٰۃ ہے، یانہیں؟

الجواب

مدرسہ کے چندہ جو بقدر نصاب جمع ہوجاتا ہے اور سال بھر اس پر گزر جاتا ہے،اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۴۹)

☆ ☆ ☆

(۱) (وسببه) أی سبب افتراضها ملک نصاب حولّی.(الدرالمختار)

(قوله:ملک نصاب) فلا زكاة فى سوائم الوقف ولاخيل المسبلة لعدم الملک.(الدرالمختارعلیٰ هامش ردالمحتار،كتاب الزكاة: ۲۵۹/۲،دارالفكربيروت،ظفير)

الزكاة:...وَفِي الشَّرْعِ: عِبَارَةٌ عَنْ إِيجَابِ طَائِفَةٍ مِنَ الْمَالِ فِي مَالٍ مَخْصُوصٍ لِمَالِكٍ مَخْصُوصٍ، وَفِيهَا مَعْنَى اللُّغَةِ لِأَنَّهَا وَجَبَتْ طَهَارَةً عَنِ الْآثَامِ. قَالَ تَعَالَى: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾(التوبة: 103) أَوْ لِأَنَّهَا إِنَّمَا تَجِبُ فِي الْمَالِ النَّامِي إِمَّا حَقِيقَةً أَوْ تَقْدِيرًا، وَسَبَبُ وُجُوبِهَا مِلْكُ مَالٍ مُقَدَّرٍ مَوْصُوفٍ لِمَالِكٍ مَوْصُوفٍ فَإِنَّهُ يُقَالُ زَكَاةُ الْمَالِ.(الإختيار لتعليل المختار،كتاب الزكاة: ۹۹/۱،انيس)

مال امانت پر زکوٰۃ

امین پر مال امانت کی زکوٰۃ ہے، یانہیں:

سوال: مال متروکہ میت کا ابھی وارثوں پر تقسیم نہیں ہوا ہے، امین کی زیر تحویل ہے اور وارث سب بالغ ہیں، بعض کے حصے مقرر اور بعض کے ابھی مقرر نہیں ہوئے، اس مناقشہ میں سال کامل گزر گیا۔ اس صورت میں مال مذکورہ کی زکوٰۃ امین پر واجب الادا ہے، یانہیں؟

الجواب

زکوٰۃ مال کی بذمہ مالکوں کے لازم ہوئی ہے، امین کے ذمہ زکوٰۃ نہیں ہے؛ بلکہ اگر وہ مال سونا چاندی ہے تو وارثوں پر بقدر حصہ زکوٰۃ لازم ہے، جس وقت ان کے پاس ان کا حصہ پہونچ جاوے گا اور مال زکوٰۃ بقدر نصاب ان کے پاس ہے تو زمانہ گزشتہ کی زکوٰۃ بھی ان کے ذمہ لازم ہوگی۔

فی الدرالمختار: (وما اشتراه لها) أی للتجارة (كان لها)... (لاما ورثه ونواه لها لعدم العقد ... (إلا الذهب والفضة والسائمة، لما فی الخانية: لوورث سائمة لزمه زكاتها بعدحول نواه أولا، وما ملكه بصنعة كهبة أووصية أونكاح أوخلع أوصلح عن قود)... (ونواه لها كان له عند الثانی والأصح) أنه (لا) يكون لها. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/ ۴۸)

بغرض حفاظت جو رقم کسی کو دی، اس پر زکوٰۃ کب سے ہے:

سوال: زید نے اپنے بھائی عمر کو پانچ سو روپے بغرض حفاظت دیا اور کہا کہ چاہے تم اس کو اپنے کاروبار میں لگا کر نفع اٹھاؤ یا نقصان اور چاہے ایسا ہی رکھے رکھو۔ عمر نے بعد چار سال کے زید کی اجازت سے چھ سو روپے کا مکان رہنے کے لیے زید کو خرید دیا، پانچ سو وہ، ایک ایک سو اپنی طرف سے قیمت دے دی، زید پر ان چار سال کی زکوٰۃ واجب ہے، یانہیں؟ اور صرف پانچ سو روپے کی زکوٰۃ واجب ہوگی، یا کیا حکم ہے؟

الجواب

ان چار سال کی زکوٰۃ لازم ہوگی اور صرف پانچ سو روپے کی ہوگی۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/ ۴۸-۴۹)

---

(۱) **الدرالمختار علی هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/ ۲۷۳، دار الفكر بيروت، ظفير**

(۲) **(ولو كان الدين علی مقر ملیء أو) علی (معسر أو مفلس) أی محكوم بإفلاسه (أو) علی (جاحدٍ عليه بينه ... فوصل إلی ملكه لزم زكاة ما مضی. (الدرالمختار علی هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/ ۱۲، ظفير**

مدرسہ کے چندہ میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے:

سوال: مدرسہ کے چندہ پر جب سال بھر گزر جائے۔اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب

مدرسہ کے چندہ جو بقدر نصاب جمع ہوجاتا ہےاور سال بھراس پر گزر جاتا ہے،اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔(۱) فقط
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۴۹)

امانت کے روپے سے زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے:

سوال: زید کے پاس کچھ روپیہ عمر کا امانت موجود ہے،عمر باہر گیا ہواہے،زید کولکھتا ہے کہ میری امانت سے زکوٰۃ فریضہ ادا کردی جائے، زید نے مبلغات مذکورہ کا حساب کرکے اس طرح تقسیم کیا کہ مبلغات واجب الاداء کی قیمت سے کچھ دینی کتابیں لے کر مصرف زکوٰۃ میں دے دی اور کچھ نقد ادا کردی، یہ وکالت جائز ہےاور زکوٰۃ ادا ہوگئی، یا نہیں؟

الجواب

اس طریق سے زکوٰۃ ادا کردیا، درست ہےاور زکوٰۃ عمر کی ادا ہوگئی، **لصحة الوكالة**. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۴۶-۴۷)

قرض پرزکوٰۃ اور رہن رہی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا:

سوال: زید نے عمر کو روپیہ دیکر کچھ زمین رہن لے لیا، زمین کے دو حصے ہیں ایک حصے سے فائدہ لیتے ہیں اور دوسرے حصہ پر صرف قبضہ ہے، فائدہ نہیں لیتے ہیں۔اب یہ فرمائیے کہ زید پر ان روپوں کی زکوٰۃ کب دینا ہوگا، حالاً، یا کہ جب وصول کرے نیز فائدے والا زمین اور غیر فائدے والی زمین زکوٰۃ کے بارے میں کچھ فرق ہے کہ نہیں اور زمین کے غلہ میں عشر کس پر ہے؟ بینواتوجروا۔

(المستفتی:۹۷۲، پیش امام عبدالسلام (وزیرستان) ۱۳/ربیع الاول ۱۳۵۵ھ،۴/جون ۱۹۳۶ء)

---

(۱) (وسببه) أى سبب افتراضها ملك نصاب حولّى.(الدرالمختار)

(قوله:ملك نصاب) فلا زكاة فى سوائم الوقف ولاخيل المسبلة لعدم الملك.(ردالمحتار،كتاب الزكاة: ٢/٢٦٦، دارالفكر بيروت،ظفير)

وأما الشرائط التى ترجع إلى المال فمنها:الملك،فلا تجب الزكاة فى سوائم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملك وهذا ؛لأن فى الزكاة تمليكا والتمليك فى غير الملك لا يتصور.(بدائع الصنائع،فصل الشرائط التى ترجع إلى المال: ٢/٩، دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

(۲) وشرط صحة أدائها نية مقارنة له) أى للأداء (ولو) كانت المقارنة (حكماً).(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الزكوٰة:٣/١٧٤،دار الكتاب ديوبند)

الجواب

زمین مرہون سے نفع اٹھانا ناجائز ہے،(۱) زید پر اس رقم کی زکوۃ فرض ہے کیونکہ یہ دینی (قومی) فرض میں داخل ہے؛ مگر زکوٰۃ کی ادائیگی جب واجب ہوتی ہے، جب کم از کم نصاب کا ۱۵؍وصول ہو،(۲) وجوب وادائیگی زکوۃ کا حکم دونوں زمینوں کا یکساں ہے زمین کے غلہ میں عشر کاشتکار پر واجب ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۰۶/۴)

وکیل زکوٰۃ کا زکوٰۃ کی رقم میں خیانت کرنا:

سوال: ایک شخص کو وکیل بنایا کہ وہ رقمِ زکوۃ اپنی ماں کو لے جا کر دے دے، اس نے درمیان میں خیانت کی کہ کچھ رقم خود صرف کر ڈالی اور کچھ اپنی ماں کو دے دی، وہ شخص کو مصرف زکوٰۃ ہے؛ مگر اس کو وکیل بنایا گیا تھا، مالک نہیں بنایا گیا تھا۔ اس صورت میں زکوۃ ادا ہو جائیگی یا بقدر خیانت پھر ادا کرنا پڑے گی؟

الجواب

اگر وکیل خود بھی فقیر ہے، جب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ جس قدر اس نے اپنی ماں کو دے دیا ہے، اس قدر زکوۃ ادا ہوگئی، باقی کا ضمان وکیل سے لے سکتے ہیں۔

قال فی الدر: ولو خلط زكاة موكليه ضمن وللوكيل أن يدفع لولده الفقير وزوجته (الفقيرة) لا لنفسه إلا إذا قال ربها ضعها حيث شئت، آه.

قال فی الشامية: وهٰذا حيث لم يأمره بالدفع، إذلو خالف ففيه قولان، آه. (۱۷/۲)

۲۶؍ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ (امداد الاحکام: ۱/۳)

کسی مسافر کو ادارہ کے واسطے کچھ رقم بطور زکوٰۃ دی، اگر وہ رقم واپس کر دے تو کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی:

سوال: ایک مسافر کہ جس نے بطور قرض زادِ راہ مانگا؛ مگر میں نے یہ کہہ کر دیا کہ یہ قرض نہیں ہے، تم واپس نہ کرنا اور بہ نیت زکوٰۃ اُسے دے دیا اور وہ بحالت قیام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اب وہ روپیہ واپس کرنا چاہتا ہے۔ اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوگئی، یا نہیں؟

---

(۱) لاانتفاع به مطلقاً لاباستخدام، ولاسكنٰى، ولالبس، ولاإجارة، ولاإعادة سواءٌ كان من مرتهن أو راهن. (الدر المختار، كتاب الرهن: ۴۸۲/۶، ط: سعيد)

(۲) فتجب زكاتها إذا تم نصابًا، وحال الحول، لكن لا فوراًبل عند قبض أربعين درهمًا من الدين القوى، كقرض، وبدل مال التجارة فكلما قبض أربعين درهما، يلزمه درهم. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۳۰۲/۲، ط: سعيد)

(۳) العشرعلى الموجر، كخراج مؤظف، وقالا: علٰى المستاجر، كمستعيرمسلم، وفى الحاوى ويقولهمانأخذ. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب العشر: ۳۳۴/۲، ط: سعيد)

الجواب

ادا ہوگئی۔

(بقیہ سوال) اگر ادا ہوگئی تو اس کا وپس کیا ہوا روپیہ کیا کیا جائے؟

الجواب

بہتر یہ ہے کہ وہ روپیہ واپس نہ لیا جائے اور اگر لے لیا ہے تو افضل یہ ہے کہ اس کو صدقہ کر دیا جائے اور اگر خود بھی رکھ لیں تو جائز ہے۔

دليل الجواب؛ما ذكره في الدر بقوله:وتسقط الزكاة عن موهوب له في نصاب مرجوع فيه مطلقاً سواء رجع بقضاء أوغيره بعد الحول لورود الاستحقاق علىٰ عين الموهوب ولذا لا رجوع بعد هلاكه، قيد به (أي بقوله: عن موهوب له)لأنه لازكاة على الواهب اتفاقاً لعدم الملك،آه.(۱)

قال الشامي: (قوله:اتفاقاً لعدم الملك)لأن ملك الواهب انقطع بالهبة وأشار بقوله:اتفاقاً، إلىٰ أن في سقوطها عن الموهوب له خلافاً لأن زفريقول بعدمه إن رجع الواهب بلا قضاء؛ لأنه لما أبطل ملكه باختياره صارذلك كهبة جديدة وكمستهلك،بل هو غيرمختار؛لأنه لوامتنع عن الرد أُجبربالقضاء فصار كأنه هلك،شرح دررالبحار،آه.(۵۹/۲)

قلتُ: وأما في الصورة المسئولة فلا شك في كون رد الموهوب له هبة جديدة؛لأنه لا جبر عليه من الواهب فيسقط الزكاة عن الواهب قطعاً إلا أنه ينبغي للواهب أن لايقبل هٰذا الرد، لما ورد في الصحيح عن عمررضي الله عنه أنه حمل رجلاً علىٰ فرس في سبيل اللّٰه ثم راٰه يباع في السوق فأراد شرائه فنهاه النبي صلى الله عليه وسلم عن ذلك، وقال:لا تعد في صدقتك، آه.والله أعلم

۲۰؍رمضان ۱۳۴۱ھ (امدادالاحکام:۳/۲)

اداءِ زکوٰۃ بلفظ قرض اور اس میں رجوع کی ایک صورت کا حکم:

سوال: زید نے عمرو سے کہا کہ ہمیں دس روپے قرض دو ہم چندروز میں ادا کردیں گے۔عمرو نے خیال کیا بے چارہ زید غریب ہے اور مستحق زکوٰۃ ہے؛ مگر غیرت مانع ہورہی ہے،اس نے دس روپے زکوٰۃ کے دے دیئے،زکوٰۃ کی نیت سے اور بری الذمہ ہوگیا؛مگرسوال یہ ہے کہ زید بعد میں اگر دس روپے لاکر عمرو کو دے کہ لو بھائی آپ کے دس

(۱) الدرالمختار،قبيل باب العاشر: ۱۳۳/۱،دارالكتاب الإسلامي بيروت،انيس

(۲) ردالمحتارعلى الدرالمختار،قبيل باب العاشر في الزكاة: ۳۰۸/۲،دارالفكر بيروت،انيس

روپے تو عمرو کو لینے جائز ہیں، یا نہیں؟ (جب کہ یہ بھی خطرہ ہو کہ اگر نہ لوں گا تو زید بگڑے گا اور کہے گا کہ کیا تم نے ہمیں ایسا گمان کیا تھا اور کوئی سبیل بھی زید کے سمجھانے کی نہ ہو) اور اگر جائز ہے تو پھر اس دس روپے کو اور کسی غریب مستحقِ زکوٰۃ کو دینے ضروری ہوں گے، یا کہ عمرو کو اپنے کام میں لانے جائز ہیں؟

الجواب ــ

اگر زید نے عمر کو روپے دیتے ہوئے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ روپے قرض مت سمجھنا؛ بلکہ تمہاری ملک ہیں تم کو ویسے ہی ھبۃً بلاقرض دیتا ہوں (گو یہ نہ کہا ہو کہ زکوۃ دیتا ہوں)، تب تو زید پر سے زکوۃ ساقط ہوگئی اور اس صورت میں عمرو اگر اس کو دس روپے دے گا تو یہ ہبہ مستأنفہ ہوگا، اس کا لینا جائز ہے؛ مگر خلاف اولی ہے اور لے لینے کے بعد صدقہ کر دینا بہتر ہے، احترازاً عن صورۃ العود فی الصدقۃ اور اگر زید نے عمرو سے اس کے سوال قرض کے بعد یہ نہیں کہا کہ یہ روپیہ قرض نہیں؛ بلکہ ہبہ ہیں تو زکوٰۃ بوجہِ نیت زکوٰۃ کے اس صورت میں بھی ادا ہوگئی؛ لیکن اس رقم کو عمرو سے واپس لینا جائز نہیں؛ کیوں کہ اس صورت میں یہ بالکل عود فی الصورت ہے۔ عمرو اس رقم کو اپنے اوپر قرض سمجھ کر واپس کر رہا ہے اور زید کی نیت قرض دینے کی نہ تھی تو اب زید کو اس کی واپسی کا کوئی حق نہیں، بخلاف صورت اولیٰ کے کہ وہاں عمرو کو بوقت عطاء یہ معلوم ہوگیا تھا کہ یہ رقم قرض نہیں۔

پس صورت ثانیہ میں اگر زید نے اس رقم کو واپس لے لیا تو لازم ہے کہ اس کو پھر کسی حیلہ سے عمر ہی کو واپس کر دے، ورنہ اداء زکوٰۃ میں شبہ رہے گا۔

قال فی الشامیة تحت قول الدر: وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أی للأداء ما نصه أشار إلٰی أنه لااعتبار للتسمية فلو سماها هبةً أو قرضاًتجزيه علی الأصح، آه. (۱۶/۲)(۱)

قلت: أی وراعی مع تسميته قرضاً حقيقة معنی التصدق بالنية ولم يرجع علی الفقير أما لو رجع عليه بما أدی فالحكم عدم جوزالرجوع لأخذه ملک الغير و شبهة عدم سقوط الزكاة عنه لورجع علی الفقير. واللّٰه تعالٰی أعلم

قال الشامی فی مسئلة تصادق الدائن والمديون علٰی أن لا دين عليه يسترده الدافع وليس للمديون أن يأخذه زيلعی، آه. (۲)

---

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الزكاة: ۲۶۸/۲، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) وأما قضاء دينه فلأن قضاء دين الحی لا يقتضی التمليک من المديون بدليل أنهما لو تصادقا: أی الدائن والمديون علی أن لا دين عليه يسترده الدافع، وليس للمديون أن ياخذه. (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، باب المصرف: ۳۰۰/۱، المطبعة الكبریٰ الأميرية بولاق مصر/ وكذا فی ردالمحتار، باب مصرف الزكاة والعشر: ۳۴۵/۲، دارالفكر بيروت. انيس)

ثم قال ناقلاً عن النهر: إن اطلاق مسئلة التصادق السابقة محمول علىٰ ما إذا كان الوفاء بغير أمر المديون، أما لو كان بأمره فينبغي أن يرجع على المديون، إلخ، قال: وهو ملخص من كلام الفتح؛ لكن قوله: فينبغي أن يرجع على المديون، ليس في عبارة الفتح وهو سبق قلم، لأن هٰذا إذا لم ينو بالدفع الزكاة كما قدمناه والكلام الآن فيما إذا نواها وحينئذٍ لا رجوع له أي للدافع على أحد لوقوعه زكاة، آه. (۱۰۰/۲) (۲) (امداد الاحکام: ۹/۳-۱۰)

واپسی زکوٰۃ کی ایک صورت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے قرض رقم طلب کی، اس پر عمرو نے زکوٰۃ کی نیت سے اس کو دام دیئے (اس لیے کہ زید معزز ہونے کی وجہ سے غربت کی حالت میں بھی مانگنا پسند نہیں کرتا)، زکوٰۃ تو ادا ہوگئی؛ مگر چندروز کے بعد زید اتنی ہی رقم عمرو کی خدمت میں لے کر آیا اور کہتا ہے کہ تمہارے دام لو۔ اب عمرو اس کو کسی صورت سے سمجھا نہیں سکتا کہ بھائی ہم نہیں لیتے۔ اگر یہ کہا جائے تو زید بگڑتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا تم نے مجھے ایسا سمجھا تھا؟ تو ایسی حالت میں اس رقم کو زید سے عمرو لے سکتا ہے؟ اگر لے سکتا ہے تو کون سے قاعدہ سے؟ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ عمرو لے سکتا ہے اور یہ عمرو کے لیے ہبہ ہو جائے گا کہ ہبہ کی تعریف یہ ہے: "تمليك العين مجاناً، أي بلاعوض"، (۲) اور وہ بلاعوض مالک بنانا یہاں صادق آرہا ہے، اس لئے جائز ہے۔۔۔۔ دوسرے صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تعریف صادق نہیں آتی، کیونکہ یہ زید کا عمرو کو پھر دام دینا یہ تملیک بلاعوض نہیں، بلکہ زید بعوض دَین یہ دے رہا ہے، ورنہ پھر اور زائد، یا دوسری شے کیوں نہیں دیتا، وہ اس نیت سے دے رہا ہے کہ اس کا ہم پر دَین ہے اور اس کو ادا کریں، کس کا قول صحیح ہے اور صحیح جواب مسئلہ کا کیا ہے؟

الجواب

اگر عمرو نے یہ رقم زید کو دیتے ہوئے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ رقم قرض نہیں؛ بلکہ ہبہ ہے، تب تو عمرو کو زید کی دی ہوئی رقم

---

(۱) ردالمحتار على الدرالمختار، باب مصرف الزكاة والعشر: ۳۴۵/۲، دارالفكر بيروت، انيس

وعلى هذا فإطلاق مسألة التصادق السابقة محمول على ما إذا كان الوفاء بغير أمر المديون أما لو كان بأمره فينبغي أن يرجع المديون إذ غاية الأمر أنه ملك فقيرا على ظن أنه مديون وظهور عدمه لا يؤثر عدم التمليك بعد وقوعه للّٰه تعالىٰ. (النهر الفائق، باب المصرف: ۴۶۲/۱، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

(۲) الهبة في اللغة: التبرع وفي الشرع: تمليك العين بلاعوض. (التعريفات للجرجاني، باب الهاء: ۲۵۶/۱، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

الهبة هي تمليك مال لآخر بلاعوض. (مجلة الأحكام العدلية، المدة: ۸۳۳، نورمحمد كارخانه تجارت كتب، آرام باغ، كراتشي، انيس)

قبول کر لینا جائز ہے، لکون هذه هبةً مستأنفةً لاعوداً في الصدقة اور اگر عمرو نے زید کو وہ رقم دیتے ہوئے نفیِ قرض واثباتِ ہبہ کی تصریح نہیں کی تھی، عمرو کو زید سے اس رقم کا لینا جائز نہیں؛ کیوں کہ زید ہبہ مستانفہ کی وجہ سے نہیں دے رہا؛ بلکہ محض ادائے قرض کے لیے دے رہا ہے اور عمرو کا قرض زید پر ہے نہیں، پھر یہ کیوں کر اس رقم کو لے سکتا ہے، اگر کسی وجہ سے اس وقت زید کو نہ سمجھا سکے تو دوسرے وقت کسی حیلہ سے یہ رقم زید کو دے دے۔(۱) واللہ اعلم

وإن شئت تفصيل الجواب فاطلب فتوىٰ مفصلةً بإرسال أجرة النقل والبريد.

ظفر احمد عفا عنہ

۱۲/رمضان ۱۳۴۵ھ

الجواب

صورتِ مذکورہ میں عمرو زید سے زکوٰۃ دی ہوئی واپس نہیں لے سکتا؛ مگر بسبب ناراض ہونے وبگڑنے زید کے، زید سے عمرو (۲) اس وقت تو لے لے؛ لیکن کوئی اور چیز خرید کر کے بطور تحفہ وہدیہ کے زید (۳) کی تملیک کر دے۔ واللہ اعلم

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ، نائب مفتی مدرسۂ امینیہ دہلی

التفسیر:

نائب مفتی مدرسۂ امینیہ کا یہ لکھنا کہ ”لیکن کوئی چیز خرید کر کے بطور تحفہ وہدیہ زید (۴) کی تملیک کر دے، آہ“، یہ صورت ٹھیک نہیں؛ کیوں کہ اس میں اول تو زید (۵) کی رقم میں تصرف بلا اذن لازم آتا ہے اور چوں کہ وہ رقم عمرو کے پاس امانت ہوگی اور امانت میں بلا اذن تصرف کرنا خیانت ہے؛ اس لیے یہ تصرف جائز نہیں۔ دوسرے اس رقم سے خرید کر جو چیز زید (۶) کو دی جاتی ہے، وہ جنسِ حق سے نہ ہوگی؛ بلکہ غیرِ جنس سے ہوگی اور غیرِ جنس سے اداءِ حق مختلف فیہ ہے؛ اس لیے یہ صورت درست نہیں؛ بلکہ بہتر صورت یہ ہے کہ عمرو (۷) اسی رقم کو دوسرے وقت ہدیہ کے طور پر زید (۸) کو دے دے اور یہ کہہ دے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ تم کو بچّوں کے واسطے کچھ ہدیہ دوں۔ واللہ اعلم

ظفر احمد، ۲۲/رمضان ۱۳۴۷ھ۔ (امداد الاحکام: ۳/۸۷-۸۸)

امانت کی رقم پر زکوٰۃ:

سوال: کسی شخص کے پاس ابتداء سال میں سرمایہ مبلغ ساڑھے پانچ سو روپے اور امانت کی رقم ایک سو روپے تھے، جملہ ساڑھے چھ سو روپے ہوئے، جو آخر سال میں حسب ذیل صورت میں ہے، زکوٰۃ کس قدر رقم پر عائد ہوگی۔ ۵۰/اخراجات خاص میں صرفہ ہوا، ۵۵/اخراجات کاروبار میں صرف ہوا، ۶۰/کاروبار کی بابت لوگوں کے یہاں باقی

(۱،۸) نوٹ: یہاں کتاب میں جواب میں نام میں الٹ پھیر ہوگیا ہے غور کریں کہ زید کی جگہ عمرو اور عمرو کی جگہ زید ہوگیا ہے؛ اس لیے ہر جگہ بدل دیا ہے۔ انیس

ہے، جو سر دست کچھ وصول ہونے کی امید نہیں۔ شاید آئندہ سال کچھ وصول ہو۔ ۱۷۰/کاروبار کی چیز موجود ہے، جس کے اوپر لاگت یہ ہے؛ مگر سر دست بازار ریٹ سے وصول ہونے کی امید ہے۔ ۱۷۰/حصہ داروں کے یہاں باقی پڑا ہے، جو نقد لیا ہے، سر دست وصول ہونے کی امید نہیں ہے، کام چلنے و نفع ہونے پر وصول ہوگا، ۴۰/کاروبار میں نقصان، مکان وزمین خریدا گیا ہے۔ ۱۰۵/نقد موجود ہے۔ جملہ میزان ۶۵۰ ہوئے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

امانت روپیہ جس شخص کے پاس رکھا جائے، اس پر زکوٰۃ نہیں ہے؛ بلکہ جس شخص کا روپیہ ہو، اس پر زکوٰۃ فرض ہے، جس قدر اپنا خاص روپیہ تھا، اس میں سے جو اخراجات خاص و کاروبار اور مکان وزمین خریدنے میں صرف ہوا، اس پر زکوٰۃ نہیں ہے، جو روپیہ نقد موجود ہے، یا جو لوگوں کے یہاں باقی ہے، اس پر زکوٰۃ ہے اور جو تجارتی مال ہے، اس پر بھی زکوٰۃ ہے۔(۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۸/۵/۱۳۵۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۵۹/۳)

☆ ☆ ☆

(۱) الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت. (الفتاوى الهندية، الفصل الثاني في العروض: ۱/ ۱۷۹)
قال أبو جعفر: وفي عروض التجارة الزكاة.
وذلك لما روي عن عمر رضي الله عنه أنه قال لحماس بن عمرو: أن زكاة مالك، قال: إن مالي الجعاب والأدم، قال: قومها وأد زكاتها، وروي عن ابن عمر وابن عباس رضي الله عنهم أيضا زكاة. (شرح مختصر الطحاوي للجصاص، باب زكاة التجازة: ۳۳٦/۲، دار البشائر الإسلامية، انيس)
الزكاة واجبة في عروض التاجرة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصابا من الذهب أو الورق يقومها بما هو أنفع للفقراء والمساكين منهما. (مختصر القدروي، باب زكاة العروض، ص: ٥٧، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

فقیر قوم، بیوہ اور نابالغ کے مال میں زکوٰۃ

’’فقیر‘‘ قوم پر زکوٰۃ:

سوال: زید تجارت کرتا ہے، صاحب نصاب ہے؛ مگر قوم سے فقیر ہے، اب بھی وہی پیشہ کرتا ہے تو زید پر زکوٰۃ قربانی فرض ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زکوہ کی فرضیت کا تعلق کسی خاص قوم سے نہیں؛ بلکہ جو شخص بھی صاحب نصاب ہوگا، اس پر قاعدۂ شرعی کے موافق زکوہ فرض ہو جائے گی، خواہ وہ کسی قوم سے ہو، جب زید کو اللہ تعالیٰ نے مالدار بنا دیا ہے تو اس پر زکوۃ لازم ہے، (۱) اور اس کو مانگنا جائز نہیں ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ ۲۴/۱۲/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۲۷/۹)

قوم فقیر پر زکوٰۃ:

سوال: بکر کا شتکار ہے؛ مگر قوم سے فقیر ہے، مانگنے کا پیشہ بھی کرتا ہے، صاحب نصاب ہے اور ساتھ ہی مزار کے چڑھاوے کا استعمال بھی کرتا ہے۔ بکر کہتا ہے کہ چوں کہ ہماری قوم فقیر ہے؛ اس لیے ہم پر زکوٰۃ اور قربانی کرنا فرض نہیں ہے۔ کیا بکر کا یہ کہنا درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب کہ بکر صاحب نصاب ہے تو اس کے ذمہ بھی زکوٰۃ لازم ہے، قوم فقیر ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ معاف نہیں، (۳)

---

(۱) وسبب افتراضها ملك نصاب حولي، تام، فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد، الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۱۲٦/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرية وملك نصاب حولي فارغ عن الدين وحاجته الأصلية نام ولو تقديرا. (كنز الدقائق، كتاب الزكاة: ۲۰۳/۱، دار البشائر الإسلامية، انيس)

(۲) ولا يحل أن يسال شيئاً من الوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب، ويأثم معطيه إن علم بحاله لإعانته على المحرم". (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳٥٤/۲-۳٥٥، سعيد)

(۳) الزكاة إنما تجب إذا ملك نصاباً تاماً نامياً حولا كاملاً، الخ. (خلاصة الفتاوىٰ: ۲۳٥/۱، كتاب الزكاة، أمجد اكادمی لاهور)

مزار پر چڑھاوا جو کہ صاحب مزار پر چڑھایا جاتا ہے اس کا چڑھانا بھی ناجائز ہے اور اس کا کھانا بھی ناجائز ہے، بکر ہرگز نہیں کھانا چاہیے،(۱) مالدار ہونے کی وجہ سے قربانی بھی اس کے ذمہ لازم ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۲/۲۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۲۸/۹)

بیوہ پر زکوٰۃ:

سوال: بیوہ عورت کے پاس تخمیناً دو روپے مع زیور کے ہوئے اور اپنی گزراوقات اپنے حقیقی لڑکے کے یہاں کرتی ہے اور لڑکا نان ونفقہ وعلاج اپنی ذاتی آمدنی سے کرتا ہے تو ایسی عورت پر معمولی رقم پر زکوۃ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

واجب ہے، جب کہ بقدر نصاب ہو۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۲/۹-۳۳۰)

بیوہ کے نقد روپے پر زکوٰۃ ہے گو وہ ضرورت مند ہو:

سوال: ایک بیوہ عورت کے پاس صرف ڈھائی ہزار روپیہ نقد ہے اور دو لڑکیاں غیر شادی شدہ ہیں۔ اس روپے پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس روپے پر زکوٰۃ واجب ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۰/۶)

نابالغ کے مال پر زکوٰۃ نہیں:

سوال: نابالغ کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے، یا نہیں؟ اگر اس کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے تو اس کے مال سے نکالنے کا کیا قاعدہ ہے؟ ولی اپنے پاس سے دے، یا نابالغ کے مال سے نکالے؟

(المستفتی: مولوی عبد الرؤف خاں، جگن پور، ضلع: فیض آباد)

---

(۱) ولا يجوز أن يصرف ذلک لغني غير محتاج ولا لشريف منصب؛ لأنه لا يحل له الأخذ مالم يكن محتاجاً فقيراً ... ولم يثبت في الشرع جواز الصرف ملاغيناء للإجماع علىٰ حرمة النذر للمخلوق ولا ينعقد و لا تشتغل الذمة به، ولأنه حرام بل سحت. (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۵۲۱/۲، رشيدية)

(۲) (وتجب) التضحية (علىٰ مسلم مقيم موسر) يسار الفطرة، آه. (الدر المختار: ۳۱۳/۶-۳۱۴، سعيد)

(۳) وسببه: أي سبب افتراضها ملک نصاب حولی تام. (الدر المختار: ۲۵۹/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

(۴) (وثمنية المال كالدراهم والدنانير) لتعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكوٰة كيفما أمسكهما ولو للنفقة. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۱۳/۲، ظفير)

الجواب ــ

نابالغ کے مال میں زکوٰۃ لازم نہیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۴/ ۲۶۷)

جو روپیہ نابالغ کو دے دیا، اس پر زکوٰۃ نہیں:

سوال: زید نے پینشن، یا پراویڈنٹ فنڈ سے مندرجہ ذیل طریقہ سے روپیہ خرچ کیا:

(۱) مکان خریدا، جس کے کرایہ سو روپیہ ماہوار ملتا ہے۔

(۲) پانچ ہزار روپیہ اپنی لڑکی کی تمام شادی کے لیے جمع کر دیئے، لڑکی زیر تعلیم ہے۔

(۳) پانچ تولہ سونے کے زیور لڑکی کے لیے بنوا دیئے۔

(۴) چار ہزار روپیہ اپنے چھوٹے لڑکے کے نام جو کہ ابھی زیر تعلیم ہے، بینک میں جمع کرا دیئے۔

اب زید کو سوا سو روپیہ ماہوار پنشن ملتی ہے اور سو روپیہ مکان کا کرایہ آتا ہے، جس سے وہ اپنے، اپنی اہلیہ کے اور دونوں بچوں کے اخراجات اٹھاتا ہے، اس کی بیوی کے پاس شادی کے وقت کے پانچ تولہ ۸/ ماشہ سونے کے اور ۴۵/ تولہ چاندی کے زیور ہیں، اس کے پاس نقد بارہ سو روپے ہیں۔ اس صورت میں صرف اہلیہ کے زیوارات پر زکوٰۃ فرض ہے، یا ان رقوم اور زیورات پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، جو اس کے بچوں کے نام ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جو روپیہ اور زیور زید نے اپنی ملک سے نکال کر دوسرے لڑکے لڑکی وغیرہ کی ملک میں دے کر اس کا اس پر قبضہ کرا دیا (یعنی ہبہ شرعی کر دیا)، اس کی زکوٰۃ زید کے ذمہ نہیں، نابالغ کا قبضہ ضروری نہیں، صرف زبان سے یہ کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے یہ روپیہ، یا زیور اس کو دے دیا ہے، اتنا کہنے سے بھی ہبہ صحیح ہو جاتا ہے، نابلغ کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے۔(۲) جب وہ بالغ ہو جائے، تب لازم ہوگی اور کرایہ کے مکان میں بھی زکوٰۃ نہیں، کرایہ کا روپیہ جو سالانہ خرچ ہو جاتا ہے،

---

(۱) قوله:عقل،وبلوغ،إلخ،فلا تجب علیٰ مجنون،وصبی،لأنهاعبادة محضة،وليسا مخاطبين بها،إلخ.(رد المحتار،كتاب الزكاة،مطلب فی أحكام المعتوه:۲/ ۲۵۸،سعيد)

عن علی رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال:رفع القلم عن ثلثة: عن النائم حتی يستيقظ وعن الصبی حتی يحتلم وعن المجنون حتی يعقل.(سنن أبی داؤد ، باب فی المجنون يسرق أو يصيب حدا،رقم الحديث:۴۴۰۳/سنن ابن ماجة ، باب طلاق المعتوه والصغير والنائم،رقم الحديث:۲۰۴۲،انيس)

عن ابن عباس قال:لا يجب علی مال الصغير زكاة حتی تجب عليه الصلاة.(سنن الدار قطنی،باب استقراض الوصی من مال اليتيم:۲/ ۹۷،رقم الحديث:۱۹۶۲،انيس)

(۲) وشرط افتراضها عقل وبلوغ.(الدرالمختار)

وفی رد المحتار: فلا تجب علی مجنون و صبی؛ لانها عبادة محضة ، وليسا مخطبيين بها، وايجاب النفقات والغرامات لكونها من حقوق العبادوالعشر،الخ.(كتاب الزكاة : ۲/ ۲۵۸،مطلب فی احكام المعنوة،سعيد)

سال بھر باقی نہیں رہتا، اس میں بھی زکوٰۃ نہیں۔ (۱) بیوی کے مال میں زکوہ بیوی کے ذمہ ہے، اس کی اجازت سے شوہر دے دے، تب بھی ادا ہو جائے گی۔ (۲) بالغ اولاد کے مال میں خود اولاد کے ذمہ زکوٰۃ ہے، اس کی اجازت سے والد دے دے، تب بھی ادا ہو جائے گی۔ (۳) بارہ سو روپیہ جو زید کے پاس حاجت اصلیہ سے زائد موجود ہیں، اس کی زکوٰۃ زید کے ذمہ ہے۔ زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے؛ یعنی بارہ سو روپیہ کی زکوۃ تیس روپے ہے۔ (۴) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۳۱-۳۳۴)

نابالغ کے مال میں جو شرکت میں ہے زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: مستقیم و عبدالحلیم دو بھائی شاملات ہیں، عبدالحلیم فوت ہو کر لڑکا نابالغ چھوڑا، لڑکے کے مال پر مستقیم قابض ہے، بطور ولی و سرپرست کے مستقیم اپنے حصہ کی زکوٰۃ دیتا ہے، کیا وہ عبدالحلیم متوفی کے حصہ کی بھی زکوٰۃ دیوے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

عبدالحلیم کے فوت ہونے کے بعد اس کا ترکہ نابالغ لڑکوں کی ملک ہو گیا اور نابالغ کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، پس مستقیم ان لڑکوں کے مال کی زکوٰۃ نہ دے صرف اپنے حصہ کی دیوے۔ (۵) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۷۵-۷۶)

---

(۱) وملک نصاب حولی فاغ عن الدین، وحوائجه الاصلیة، نام، ولو تقدیرا. (البحرا الرائق: ۲/۳۵۵، کتاب الزکاة، مکتبة رشیدیة)

(۲) من ادی زکاة مال غیره من مال نفسه بأمر من علیه الزکاة، جاز، بخلاف ما إذا ادی بغیر أمره، ثم أجاز، شرح الطحاوی، ولا تصدق عن غیر بغیر أمره، جازت الصدقة عن نفسه ولا تجوز عمانوی عنه وإن أجازه ورضی به، وهذا إذا کان المال الذی تصدق به مال نفسه، فأما إذا کان المال مال المتصدق عنه فإن أجازه جاز، إن کان المال قائما، وإن کا المال هالکا جاز عن التطوع. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲/۲۸۴، کتاب الزکاة، المسائل المتعلقه بمعطی الزکاة، إدارة القرآن کراتشی))

"رجل أذی زکاة غیره عن مال ذلک الغیر فأجازه المالک، فإن کان المال قائما فی ید الفقیر جاز وإلا فلا، کذا فی السراجیة". (الفتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۱، کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها، رشیدیة)

(۳) مثل هذه الولایة لا تتادی بها العباداة بخلاف ما إذا وکل بالاداء بعد البلوغ، فتلک نیابة عن اختبار، وقد وجدت النیة والعزیمة منه، وبه فارق صدقة الفطر، فإن وجوبها لمعنی المؤنة حتی تجب علی الغیر بسبب الغیر، وفیه حق للاب، فإنا ولولم فوجب فی ماله، احتجنا إلی الایجاب علی الأب کما إذا لم یکن للصبی بخلاف الزکاة. (المبسوط للسرخسی: ۲/۲۱۹، کتاب الزکاة، غفاریة)

(۴) والخلاصة: انه تجب زکاة الاسهم والسندات بمقدار ربع العشرای: ۲٪من قیمتها مع بهرما فی نهایة کل عام علی مالکها الذی حال علیه الهول بعد تملکها. (الفقه الاسلامی وأدلته: ۳/۱۸۳۶، کتاب الزکاة، زکاة الوراق النقدیة، رشیدیة)

(۵) وشرط افتراضها عقل وبلوغ وإسلام وحریة. (الدرالمختار، کتاب الزکاة: ۲/۲۵۸، دار الفکر بیروت، انیس)

(قوله: بلوغ) قال فی البحر وخرج المجنون والصبی فلازکاة فی مالهما کمالاصلاة علیهما للحدیث المعروف: رفع القلم عن ثلاث (حاشیة الطحطاوی: ۱/۳۸۹، رد المحتار، کتاب الزکاة: ۲/۵، ظفیر)

نابالغین کی جو امانت والدین کے پاس ہو، اس میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: نابالغین کا حصہ جو بطور امانت ان کے والدین کے پاس ہو۔ اس میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس میں زکوٰۃ لازم نہیں ہے۔ (کمافی الدر المختار)(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۶۷)

نابالغ کے نام بینک میں جمع شدہ روپیہ پر زکوٰۃ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید نے اپنے نابالغ لڑکے کے نام سے بینک، یا ڈاکخانہ میں روپیہ جمع کیا ہے اور وہ روپیہ نصاب سے زیادہ ہے تو اب اس روپے کی زکوۃ زید دے گا، یا اس کا نابالگ لڑکا دے گا، یا اس کا نابالغ لڑکا دے گا، یا نہیں دے گا؟ اور ڈاکخانے والے اس روپیہ کا سود بھی دیتے ہیں، اگر نہ لیا جائے تو وہ اپنے مشن وغیرہ میں لگا دیتے ہیں، اگر سود لے کر کسی غریب وغیرہ کو دے دیا جائے اور ثواب کی امید نہ رکھی جائے تو کوئی حرج ہے؟

الجواب ــــــــ حامداً ومصلیاً

اس صورت میں وہ نابالغ لڑکا اس روپیہ کا مالک ہوگیا، نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں، لہذا اس کی زکوٰۃ نہ زید دے گا، نہ وہ نابالغ لڑکا، (۲) سود کے نام پر جو کچھ وہاں سے ملے، اس کو وصول کرلیا جائے، پر احتیاط یہ ہے کہ اس کو محفوظ رکھا جائے، جب لڑکا بالغ ہوجائے تو وہ خود ہی وہ روپیہ غریبوں کو دے دے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۳۵)

---

(۱) وشرط افتراضها عقل وبلوغ، الخ.

وفي الرد تحت (قوله: عقل وبلوغ) فلا تجب علىٰ مجنون وصبي لأنها عبادة محضة. (الدر المختار مع رد المحتار كتاب الزكاة: ۲/۲۵۸، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۲) شرط افتراضها عقل وبلوغ وإسلام ... سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام، آه. (الدر المختار: ۲/۲۵۸، كتاب الزكاة، امداديه ملتان)

(۳) وتصرف الصبي ... إن كان نافعا ... صح ... وإن ضار اكالطلاق ... والصدقة والقرض، لا" (الدر المختار)." (قوله: وإن ضارا الخ): اى من كل وجه: اى ضررا دنيويا وإن كان فيه نفع اخروى كالصدقة والقرض ... وإن أذن به وليهما، لا شتراط الاهلية الكاملة، وكذا لو اجازه بعد بلوغه، إلا إذا كانت بلفظ يصلح لابتداء العقد، الخ. (ردالمحتار، كتاب المأذون: ۶/۱۷۳، سعيد)

الحاصل انه إن علم ارباب الاموال، وجب رده عليهم ... ويتصدق بنية صاحبه ... إذ لو اختلط بحيث لايتميز يملكه ملكا خبيثا، لكن لا يحل له التصرف فيه مالم يؤد بدله، الخ. (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۹۹، سعيد)

لڑکا باپ کی طرف سے زکوٰۃ ادا کردے تو کیا حکم ہے:

سوال: جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اور اس کو ادا کرنا ناگوار ہے اور اس کا ایک لڑکا بالغ ہے، وہ باپ کے پاس سے بذریعہ منی آرڈر منگا کر زکوٰۃ ادا کردے۔ باپ کی طرف سے تو زکوٰۃ ادا ہوجاوے گی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

اس صورت میں باپ کی زکوٰۃ کے ادا ہونے کی یہ صورت ہے کہ لڑکا باپ سے اجازت لے لے کہ میں تمہاری طرف سے زکوٰۃ ادا کردیا کروں، یا یہ کہ روپیہ منگانے کے بعد، یا پہلے اس کو اطلاع کردے اور اجازت لے لے اور اگر روپیہ منگانے سے پہلے اجازت طلب کرنے میں احتمال ہو کہ باپ شاید اجازت نہ دے تو روپیہ منگانے کے بعد اس کو اطلاع کرے اور اجازت طلب کرے کہ میں آپ کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرتا ہوں، اس کے بعد محتاجوں کو باپ کی طرف سے زکوٰۃ کی نیت سے وہ رقم دے دیوے۔ (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۶/۹۱-۹۲)

زکوٰۃ دینے والا فقیر سے کہے کہ للہ یہ رقم میرے بیٹے کو دیدو، تو زکوٰۃ ادا ہوگئی، یا نہیں:

سوال: اگر عوام یہ حیلہ کریں کہ میرے بیٹے کو للہ دے دو تو انھیں اس حیلہ کی اجازت ہوگی، یا نہیں؟ اور زکوٰۃ ادا ہوجاوے گی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

یہ حیلہ جائز ہے اور زکوٰۃ ادا ہوجاوے گی۔ (کذا فی الدر المختار) (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۶/۹۲)

مسجد اور مدرسہ کی رقم پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کسی مسجد، یا مدرسہ کی رقم نصاب کو پہونچ گئی، سال بھر گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

مدرسہ، یا مسجد کے پاس جب رقم بقدر نصاب ہو تو اس میں زکوہ لازم نہیں۔ (۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۲۶-۳۲۷)

---

(۱) (وشرط صحة أدائها نية مقارنة له) أی للأداء(ولو) كانت المقارنة (حكماً) كما لو دفع بلا نية ثم نوىٰ والمال قائم فی يد الفقير أو نوىٰ عند الدفع للوكيل ثم دفع الوكيل بلا نية.(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۱٤، ظفير)

(۲) وحيلة التكفين التصدق بها التصدق علىٰ الفقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا فی تعمير المسجد.(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲۷۱، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۳) فلا زكاة فی سوائم الوقف الخيل المسبلة لعدم الملك.(ردالمحتار: ۲/۲۵۹، كتاب الزكاة، سعيد)

ہبہ پر زکوٰۃ:

سوال: آج سے تقریباً ایک سال ہوا ہے، بیرون ہند سے میرے پاس رقم بھیجی تھی اور خط میں یہ لکھا کہ اس میں میرے اور زید و بکر کے ہیں، خیال ہوا کہ ان تین حضرات کی امانت ہے کہ اس قسم کی امانتوں کا سلسلہ ناچیز کے پاس رہتا ہے۔ ابھی چند دنوں پر میں نے ان کو خط لکھا کہ آپ کی اس رقم کی ابھی تک تفصیل معلوم نہیں ہوئی ہے، زید و بکر میرے یہاں تشریف لائے تھے؛ لیکن انہوں نے بھی مطالبہ نہیں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ رقم ہم تین کے لیے ہدیہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ رقم کب سے میری ملک شمار ہوگی؟ کیا اس گزشتہ سال کی رقم کی زکوٰۃ مجھ پر ہوگی؟ یا جب جب انہوں کہا کہ یہ ہدیہ ہے؟ اس بارے میں رہنمائی فرمادیں؟

الجواب ——————— حامداً و مصلیاً

ہبہ کے لیے قبول لازم ہے، قبول کے بعد سے موہوب پر ملک حاصل ہوتی ہے۔ پس جب کہ آپ نے قبول نہیں کیا، آپ کی ملک اس پر حاصل نہیں ہوئی، جس وقت قبول کرلیا، اس وقت سے آپ مالک ہیں، (۱) اسی وقت سے اس پر زکوۃ کا حساب ہوگا۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۵/۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۲۸/۹-۳۲۹)

وکالت کی آمدنی پر زکوٰۃ:

سوال: موجودہ وقت کے پیش نظر وکالت سے جو رقم زکوہ کے نصاب کو پہونچ جاتی ہے اس پر زکوہ واجب ہوتی ہے یا نہیں اور اس رقم سے حج واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب ——————— حامداً و مصلیاً

حوادث الفتاویٰ (حصہ ثانیہ، ص: ۱۵۳) (۳) میں کچھ توجیہات کی ہیں، جن سے پیشہ وکالت کا جواز بعض قیود کے ساتھ

---

(۱) ونصح بقبول: أي في حق الموهوب له، أما في حق الواهب فتصح بالايجاب وحده، لأنه تبرع. (الدر المختار)
وفي الرد تحت "قوله: وتصح بقبول(: أي ولو فعلاً، إلخ، وما في المحيط من أنها تدل علىٰ أنه لايشترط في الهبة القبول مشكل، قلت: ويظهر أنه أراد بالقبول قولاً، وعليه بحمل كلام غيره الخ، نعم القول شرط لو كان الموهوب في يده". (ردالمحتار: ۲۹۰/۵، كتاب الهبة، سعيد)

(۲) وشرطه: أي شرط افتراض أدائها حوسلا ن الحول وهوفي ملك. (الدرالمختار، كتاب الزكاة: ۲۶۷/۲، سعيد)

(۳) سوال: ''لیکن اگر وکالت کی فیس واجب، یا حرام کی اجرت نہ کہا جاوے؛ بلکہ مثل نفقہ قاضی، یا حاکم کے اس کو بھی نفقہ کہا جاوے تو جواز کی گنجائش ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اور اگر تاویل نہ چل سکے تو پھر یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ وکیل نصرت کی اجرت نہیں لیتا ہے؛ بلکہ ایک وقت اور خاص وقت اور خاص دن میں محبوس رہنے کی اجرت لیتا ہے؛ کیوں کہ غایت مافی الباب وکیل پر مؤکل کو قانونی مشورہ دینا واجب ہوگا، اب مؤکل کو چاہیے کہ اس کے مشورہ کے موافق عمل کرے، اگر خود عمل کرنے پر قادر نہیں تو وکیل اس کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا، باوجود اس کے وکیل کو ==

مستفاد ہوتا ہے؛ لیکن وہ قیود عامۃ ملحوظ نہیں ہوتی؛ اس لیے فتاویٰ رشیدیہ (حصہ اول، ص:۵۳)(۱) میں لکھا ہے کہ ''اس زمانہ کی وکالت اور محنتانہ حلال نہیں، (۲) ان کا کھانا بھی اچھا نہیں؛ مگر بتاویل''۔ پس اگر محض ناجائز وکالت کی آمدنی ہے تو اس پر نہ زکوٰۃ ہے، نہ صدقہ؛ بلکہ واجب الرد ہے، ارباب اموال کو واپس کرے، وہ مر گئے ہوں تو ان کے ورثہ کو دیا جائے، اگر ارباب اموال کا علم نہ ہو تو غربا پر صدقہ کر دی جائے، اس نیت سے کہ اللہ پاک اس کے وبال سے نجات دے۔

''والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال،وجب رده عليهم،وإلا فإن علم عين الحرام،لايحل ويتصدق به بنيةصاحبه''.(ردالمحتار:۱۳۰/۲)(۳)

اگر مال مخلوط ہو، کچھ حرام ہو اور کچھ حلال تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے مال پر زکوٰۃ بھی فرض اور حج بھی، بشرطیکہ مقدار حلال بقدر نصاب ہو، مقدار حرام کا ضمان ادا کرنا لازم ہے۔

لو أن سلطاناً غصب مالاو خلطه،صارملكاً له حتٰى وجبت عليه الزكاة.(فتح القدير:۴۸۲/۱)(۴)

اگر مال حرام سے حج کیا تو فریضہ ساقط ہو جائے گا؛ مگر حج قبول نہیں ہوگا۔

''ويجتهد من تحصل نفقة حلال،فإنه لا يقبل الحج بالنفقة الحرام مع أنه بسقط الفرض معها وإن كانت مغصوبة ولاتنافى بين سقوطه وعدم قبوله ولا يعاقب فى الآخرة عذاب تارك الحج.(فتح القدير:۴۱۹/۲)(۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۴/۱۳۷۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۴/۱۳۷۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۳۳۰/۹-۳۳۲)

== عدالت میں لے جانا اور اپنے کام کے لیے محبوس رکھنا یہ غالباً متقوم عندالشرع ہو سکتا ہے، اس میں بھی کسی قدر اس کی تائید ہو سکتی ہے کہ بسا اوقات ایک مقدمہ میں کئی کئی وکیل کرتے، جن میں سے بعض گفتگو کرتے ہیں اور بعض خاموش بیٹھے رہتے ہیں، جب عدالت کا وقت ختم ہو جاتا ہے، چلے جاتے ہیں، اب وکیلوں نے جنہوں نے خاموشی کی حالت میں عدالت کے وقت کو پورا کر دیا، باوجودیکہ مقدمہ میں نصرت نہیں؛ مگر فیس لے لی، اس سے معلوم ہوا کہ محض حبس کی فیس لی ہے، ورنہ ان کو کچھ ملنا نہیں چاہیے تھا؛ کیوں کہ مقدمہ میں نصرت نہیں کہ آیا اس تاویل سے وکالت جائز ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب: سائل نے جو توجیہات اس کے جواز کی لکھی ہیں، وہ کافی ہیں اور ان سب سے سہل تر توجیہ یہ ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ حرمت استیجار مخصوص ہے، طاعۃ مختصر بالمسلم کے ساتھ اور نصرت مظلوم منجملہ طاعات کے ہے۔ پس اس میں اس حرمت کا حکم نہ کیا جاوے گا، حاصل یہ کہ پیشہ وکالت فی نفسہ جائز ٹھہرا؛ مگر شرط یہ ہے کہ سچے مقدمات لیتا ہو۔

۲۷/رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ (حوادث الفتاویٰ، اولیٰ، ص:۱۵۳)

(۱) فتاویٰ رشیدیہ، حصہ ول، ص:۳۴۷، ادارہ اسلامیات

(۲) محنتانہ: محنت کا صلہ، وکیل کی فیس۔ (فیروز اللغات، ص:۱۲۱۵، فیروز سنز، لاہور)

(۳) ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاحراما:۹۹/۶،سعيد

(۴) فتح القدير، كتاب الزكاة:۱۵۴/۲،مصطفى البابى الخلبى،مصر

(۵) فتح القدير،كتاب الحج:۴۰۷/۲، مصطفى البابى الحلبى، مصر

بینک میں جمع روپے پر زکوٰۃ:

سوال: ایک کے پاس ایک ہزار روپے ہیں اور ان روپیوں پر ابھی ایک سال نہیں گزرا کہ زکوٰۃ اس پر فرض ہوجائے؛ بلکہ چھ ماہ ایک سال سے کم ہے اور اس نے اس روپے کو بینک، یا مسلم فنڈ میں جمع کردیا ہے، بقیہ ماہ سال کے پورے ہوئے ہیں، لہٰذا جب بینک میں پہونچ کر ایک سال پورا ہوجائے تو اس پر زکوۃ واجب ہوجائے گی، یا نہیں؟ یا اپنے پاس رہنا شرط ہے، جب کہ وہ روپیہ بینک میں جمع شدہ اپنی ملکیت ہے، یا ملکیت سے خارج ہوجاتا ہے۔ کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب بینک میں جمع کیا ہے تو اس کو ہر وقت لینے پر قدرت ہے اور یہ ایسا ہی ہے، جیسے کہ اپنے پاس ہوتا۔ پس اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہے، جتنے ماہ سال پورا ہونے میں باقی ہیں، جب وہ پورے ہوجائیں تو زکوٰۃ ادا کردے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۶/۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۶/۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۳۴/۹)

بیٹے کے نام سے بینک میں جمع شدہ روپیہ پر زکوٰۃ:

سوال: ایک شخص کے نام اس کا باپ گورنمنٹ کے بینک میں روپیہ جمع کرتا ہے، روپیہ جمع کرنے کی شرط اور وصول کرنے کے پہلے استفتا میں مذکور ہوچکی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس شخص کے نام اس کے باپ نے اس کے بچپن میں روپیہ جمع کیا، اس میں زکوٰۃ ہے تو کس پر؟ اس شخص کے نام روپیہ جمع ہونا بند بھی ہوسکتا ہے۔ اس شخص کی ضروریات شادی وغیرہ میں روپیہ نکالنے کا حق باپ ہی کو رہتا ہے، نکالتے وقت مقدار نقد گورنمنٹ کے یہاں سے منظور کرانی پڑتی ہے، پھر دینا ہوتی ہے۔ پنشن، یا موت سے پہلے نہ باپ نکال سکتا ہے اور نہ بیٹا، یہ شخص فی الوقت نادار بھی ہے اور محتاج تصدق، اس کے لیے احکام شرعیہ تفصیلاً بیان ہوں؟ (عبیداللہ، بلیاوی مظاہری)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

صورت مسئولہ میں روپیہ بچہ کی ملک نہیں؛ بلکہ باپ ہی کی ملک ہے، لہٰذا باپ ہی پر زکوٰۃ واجب ہے،(۲) جب بچہ

---

(۱) وشرط افتراض أدائها حولان الحول،وهو في ملكه ،وثمنية المال كالدارهم والدنانير ،الخ.(الدرالمختار)
(وهو في ملكه): أي والحال ان نصاب المال في ملكه التام كما مر.(ردالمحتار: ۲۶۷/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

(۲) (وسببه)أي سبب افتراضها (ملك نصاب حولي) ... (نام) ...(فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد.(الدر المختار، كتاب الزكاة:۲/۲۵۹_۲۶۰، كتاب الزكاة،سعيد)

بڑا ہو کر روپیہ پر قبضہ کرلے گا، اس کی زکوٰۃ بعد حولان حول خود اس پر واجب ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۱۳۶۱/۳/۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۳۶/۹)

جہاز کمپنی نے میت کے روثہ کو جو رقم دی اس پر زکوٰۃ:

سوال: ایک جہاز میں بہت سے مسافر سوار تھے، راستے میں جہاز گر گیا اور اسارے مسافر مر گئے، اب ان کے ورثاء کو کمپنی نے چالیس ہزار روپیہ رقم دی ہے، بیمہ وغیرہ نہیں کیا تھا؛ بلکہ کمپنی نے اپنے قانون کے تحت یہ رقم دی ہے۔ کیا سال گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ پڑے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جو رقم کمپنی نے جس کو دی ہے، وہ اس کی مک ہے (۱)، دوسرے مملوکہ مال کی طرح اس کی بھی زکوۃ لازم ہوگی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۳۶/۹-۳۳۷)

☆ ☆ ☆

(۱) ”(هی) لغة: التفضيل على الغير ولو غير مال. وشرعا (يملک العين مجانا): ای بلاعوض (فحکمها ثبو الملک للموهوب له غير لازم) فله الرجوع والفسخ“. (الدر المختار، کتاب الهبة: ۶۸۷/۵-۶۸۸، سعید)

(۲) وشرط افتراض ادائها حولان الحول، وهو فی ملکه، وثمنية المال کالدارهم والدنانير، الخ. (الدر المختار)
”(وهو فی ملکه): أی والحال ان نصاب المال فی ملکه التام کما مر، الخ“ (ردالمحتار: ۲۶۷/۲، کتاب الزکاة، سعید)

حج کے لیے جمع روپے پر زکوٰۃ

حج کے روپیہ پر زکوٰۃ:

سوال: ہم لوگ نصف رمضان تک زکوۃ نکال دیتے ہیں؛ لیکن، اس سال ہمارے والد صاحب رمضان سے قبل حج کو جارہے ہیں تو اس روپیہ کی بھی زکوٰۃ نکالنی ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جو رقم والد صاحب لے کر حج کو جائیں گے، اگر اس پر سال پورا ہو چکا ہے تو اس کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ نکالنا واجب ہے، اگر سال بھر پورا ہونے سے قبل وہ خرچ میں آجائے تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۸/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۳۸)

حج کے ٹکٹ کے لیے جمع کی گئی رقم پر زکوٰۃ:

سوال: جتنی مقدار کرایہ جہاز میں حج کے لیے جاچکا ہے، جس کی منظوری بھی ہوچکی ہے۔ کیا اس کی زکوٰۃ دی جائے، جب کہ سال پورا نہیں ہوا؟ سال ماہ رمضان میں پورا ہوتا ہے، روپیہ پہلے جاچکا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جو روپیہ حج کے ٹکٹ کے لیے دے دیا اور اس کا ٹکٹ خرید لیا اور اس پر سال پورا نہیں ہوا تھا تو اس روپیہ کی زکوۃ لازم نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۳۷)

---

(۱) وفی المعراج، فی فصل زكاة العروض: إن كان الزكاة تجب فی النقد كيفما امسک للنماء أو للنفقة. (رد المحتار: ۲/۲٦۲، كتاب الزكاة، سعيد)

(۲) "إذا امسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقی معه منه نصاب، فانه يزكی ذلک الباقی وإن كان قصده الإنفاق منه ايضا فی المستقبل العدم استحقاق صرفه إلى حوائجة الاصلية وقت حولان الحول، بخلاف ما إذا حال الحول وهو مستحق الصرف إليها، الخ". (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲٦۲، سعيد)

کتاب وکاغذات کی زکوٰۃ

تجارت کے لیے کتاب چھپوائی، زکوۃ کس قیمت سے ادا کرے:

سوال: مال تجارت کی قیمت زکوٰۃ کے لیے کس حساب سے لگائی جائے گی، آیا اصل مصارف پر، یا مع منافع؟ مثلاً زید نے تجارت کے لیے ایک کتاب کے دو ہزار نسخے چھپوائے، ہر نسخہ پر اصل مصارف بغیر منافع کے ایک روپیہ آیا؛ یعنی کل مال کی اصل قیمت دو ہزار روپے فی کتاب کے حساب سے فروخت کرنا شروع کیا، اپنے کاروبار کے لے زید نے ملازم بھی رکھے، دوکان وغیرہ کا کرایہ بھی دیا، جب سال پورا ہوتو اس کے پاس اسی کتاب کے آٹھ سو نسخے باقی تھیں، نقد کچھ نہ تھا، درمیان سال میں ملازم کی تنخواہ دوکان کے کرایہ وغیرہ میں چار سو روپے بھی خرچ کیے۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کا رأس المال کیا ہے؟ زید اگر زکوۃ اصل کتاب ہی دینا چاہے تو ہر کتاب کی قیمت کیا لگائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

سال بھر گزرنے پر زید کے پاس تجارتی کتاب کے آٹھ سو نسخے ہیں، اس کے علاوہ ایسا کوئی مال نقد وغیرہ نہیں، جس میں زکوۃ واجب ہوتو زکوٰۃ کتاب کے موجودہ نسخوں ہی میں واجب ہوگی، (۱) نہ کہ کل مال میں، جس کو صرف کرکے کتاب چھپوائی، نہ خرچ کردہ تنخواہ وغیرہ میں، نہ فروخت شدہ وخرچ شدہ قیمت میں، لہٰذا آسان صورت یہ ہے کہ بیس نسخے زکوٰۃ میں ادا کرے، پھر مصرف زکوٰۃ ان نسخوں کو چالیس روپے میں فروخت کرے، یا ساٹھ میں اس کو اختیار ہے، یا جس قیمت میں خود فروخت کرتا ہے، بیس نسخوں کی وہ قیمت دے دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۴۱۶)

کتاب کی زکوٰۃ لاگت پر ہے، یا موجودہ قیمت پر اور زکوٰۃ میں کتابیں نکالنا کیسا ہے:

سوال: کتاب مرقات الصرف کی چھپائی میں مبلغ ۱۳۰/روپے لاگت آئی ہے، منافع لگا کر قیمت رکھی گئی ہے، وہ بھی تاجرانہ ۴، غیر تاجرانہ ۶، اب میرا حسابی سال ختم ہوگیا۔ زکوٰۃ اصل لاگت پر دی جائے، یا قرارداد نفع سمیت رقم پر؟ مجھے وثوق نہیں کہ ماحصل کیا اور کب ہوگا؟ نیز یہی کتاب مستحقین کو بمد زکوٰۃ دینا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وفی عروض التجارة بلغت نصاب ورق أو ذهب يعني في عروض التجارة، يجب ربع العشر إذا بلغت قيمتها من الذهب أو الفضة نصابا. (تبيين الحقائق: ۲/۷۷، باب زكاة المال، دار الكتب العلمية، بيروت)

الجواب ــــــــــــــــــــ

کتاب مذکور کی چھپائی میں جو ۱۳۰؍ صرف ہو، ختم سال پر آپ کو اسی قدر روپے کی زکوٰۃ دینی لازم ہے اور زکوٰۃ میں آپ کتاب مذکور بھی دے سکتے ہیں، کتاب کی قیمت وہی لگائی جائے، جو لاگت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۴۳/۶)

چھپائی کے کاغذ پر زکوٰۃ:

سوال: جو کاغذ کتابیں چھاپنے کے لیے ہمارے یہاں رہتے ہیں، آیا اس کی قیمت میں زکوٰۃ ہے؟ یہ واضح ہے کہ وہ کاغذ تجارت کے لیے نہیں ہوتا؛ بلکہ اس پر کتابیں چھاپ کر بیچی جاتی ہیں، سادہ کاغذ ہم فروخت نہیں کرتے۔

نوٹ: اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو مہربانی فرما کر دریافت فرمائیں، یا کسی چیز کی تشریح کی ضرورت ہو، بہر حال مفصل و مشرح جواب تحریر فرمائیں؛ تاکہ ہم عند اللہ موخوذ نہ ہوں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس کاغذ پر زکوٰۃ فرض ہوگی، یہ کتابوں کے حکم میں ہے، مشینوں کے حکم میں نہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۳۶۰/۶/۱۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۱۷/۹)

تجارت کے لیے چاول ہو تو اس کی زکوٰۃ کیسے نکالی جائے:

سوال: ایک شخص کے پاس سال بھر سے تجارت کے واسطے چاول رکھے ہیں تو زکوٰۃ کیسے نکالے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

قیمت چاول کی کر کے روپے سے زکوٰۃ ادا کر دیوے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۴۷/۶)

اگر زکوٰۃ متفرق طور پر دیتا ہے تو کیا حکم ہے:

سوال: زید نے چار ہزار روپیہ تجارت میں لگایا، اب اس کے پاس پانچ ہزار ہو گئے، اس نے زکوٰۃ نکالنے کا یہ طریقہ کیا ہے: ۴، ۸؍ روزانہ نکالتا ہے اور مساکین کو تھوڑا بہت دے دیا کرتا ہے، بعد ختم سال حساب کر کے کمی کو پورا کر دیتا ہے۔ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) وأما إذا كان يبقى أثرها في المعمول كما لو اشترى الصباغ عصفراً أو زعفرانا ليصبغ ثياب الناس بأجر وحال عليه الحول، كان عليه الزكاة إذا بلغ نصاباً، و كذا كل من ابتاع عينا ليعمل به، ويبقى أثرفي المعمول كا لعفص والدهن لدبغ الجلد، فحال عليه الحول، كان عليه الزكاة. (الفتاویٰ الهندية: ۱۷۲/۱، كتاب الزكاة، الباب الاول في تفسيرها وفتها وشرائطها، رشدية)

الجواب

یہ طریقہ زکوٰۃ نکالنے کا شرعاً درست ہے اور زکوٰۃ اس سے ادا ہو جاتی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۴۱)

قرض سے جو تجارت کی ہے اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے گیارہ سو روپے لے کر قرض تجارت شروع کی، ذاتی سرمایہ کچھ نہیں تھا تو کیا زید پر زکوٰۃ لازم ہے؟

الجواب

ابھی کچھ زکوٰۃ اس پر لازم نہ ہوگی، جب گیارہ سو سے زیادہ بقدر نصاب اس کے پاس حاصل ہو جائے، اس وقت زائد کی زکوٰۃ دیوے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۴۱)

سوداگر کے پاس جو مال موجود ہے، اس کی قیمت خریداری کا اعتبار ہوگا، یا موجودہ بھاؤ کا:

سوال: سوداگر کے پاس مال موجود ہے، اب زکوٰۃ دینا چاہتا ہے، سال بھر کے بعد تو اس مال کی قیمت خرید کا اعتبار ہوگا، یا بازار کے بھاؤ کا لحاظ ہوگا؟

الجواب

مال تجارت کی جو قیمت بازار میں بوقت زکوٰۃ دینے کے ہے، اسی قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کی جاوے، خواہ قیمت خریدے سے زیادہ ہو، یا کم۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۴۱)

دواخانہ کی زکوٰۃ کس طرح نکالی جائے:

سوال: زید دوخانہ یونانی کی دوکان کرتا ہے، جس میں ہزار ہا دوائیں ہیں، جو کہ فروختگی میں ماشہ دو ماشہ نکلتی ہیں، جس کا باقاعدہ حساب رہنا مشکل ہے، ان دواؤں کی زکوٰۃ کس طرح دینی چاہیے؟ اگر علاحدہ علاحدہ وزن کر کے قیمت لگائی جائے تو ایک مدت چاہیے؟

الجواب

حساب کرنا تو زکوٰۃ کے لیے ضروری ہے؛ مگر تمام ادویہ کو علاحدہ علاحدہ وزن کرنا اور قیمت لگانا دشوار ہے تو ایسا کیا جائے کہ سالانہ موجود میں سے جس قدر فروختگی کی میزان ہو، اس کو منہا کیا جاوے۔ الغرض اندازہ کر لینا مال موجودہ کا ضروریات میں سے ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۴۱-۱۴۲)

---

(۱) وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أي للأداء ولو كانت المقارنة بعزل ما وجب كله أو بعضه.(الدر المختار: ۱٤/۲،ظفير)

(۲) (فلا زكاة علٰى مكاتب) ... (ومديون للعبد بقدر دينه) فيزكي الزائد إن بلغ نصاباً.(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۱٦۸/۳،دار الكتاب ديوبند،ظفير)

(۳) تعتبر القيمته يوم الوجوب وقالا يوم الأداء في السوائم يوم الأداء اجماعاً وهو الأصح،ويقوم في البلد الذي المال فيه.(الدر المختار)في رد المحتار :وفي المحيط يعتبر يوم الأداء بالاجماع وهو الأصح.(باب زكاة الغنم: ۳۰/۲،ظفير)

(۴) (و)في (عرض تجارة قيمته نصاب) ... (من ذهب أو فضة) فضة مضروبة فأفاد أن التقويم انما يكون بالمسكوك عملاً بالعرف)مقوماً بأحدهما(ربع عشر. (الدر المختار،باب زكاة المال: ۲۹۸/۲-۲۹۹،دار الفكر بيروت،ظفير)

آلات تجارت،گھریلو وجسمانی اشیاپرزکوٰۃ

آلات تجارت پرزکوٰۃ:

سوال: آلات تجارت پرزکوۃ ہے، یانہیں؟ مثلا: پن چکی، یاٹریکٹرجس کے ذریعہ سے تجارت کی جاتی ہے؛ یعنی پیسہ کمایا جاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر یہ آلات خودفروخت کرنے کے لیے ہوں توان پرزکوٰۃ ہوگی، اگران کے ذریعہ سے کاشت کی جاوے، یا آٹا پیسا جاوے، خودان کوفروخت نہ کیا جائے توان پرزکوٰۃ نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ،۱۰/۱/۱۳۸۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۹/۴۱۷-۴۱۸)

آلات تجارت میں زکوٰۃ:

سوال: آلات تجارت مثل کشتیاں وجہازات اوربیل گاڑیاں اوراونٹ گاڑیاں نقل اموال تجارت کے واسطے اور دوکاندار کے گھروغیرہ اموال کی بیع کے واسطے، یہ سب آلات عروض تجارت میں شامل ہوں گے، یا آلات محترفہ میں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

یہ اشیاء آلاتِ محترفہ میں داخل ہیں، ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

"وکذلک آلات المحترفین ... أی لازکاۃ فیھا". (۲)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۷۸)

آلات پرزکوٰۃ ہے، یانہیں:

سوال: آلات پرزکوٰۃ ہے، یانہیں، جیسے سلائی کی مشین وغیرہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

آلات محترفین پرزکوٰۃ نہیں ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

---

(۱) فلیس فی دور السکنیٰ ... وسلاح الإستعمال زکاۃ ... وکذا کتب العلم إن کان من أھلہ وآلات المتحرفین، کذا فی السراج الوھاج، ھٰذا فی الآلات التی ینتفع بنفسھا ولایبقی أثرھا فی المعمول.(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الزکاۃ: ۱/۱۷۲،رشیدیۃ)

(۲) الدرالمختارعلیٰ ھامش رد المحتار، کتاب الزکاۃ: ۲/۱۱،ظفیر

(فلا زكاة على مكاتب) ... (مديون للعبد بقدر دينه) ... (ولا في ثياب البدن) ... (وأثاث المنزل ودور السكنٰى ونحوها) ... وكذالك الآلات المحترفين. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹۳/۶)

آٹے کی مشین کی قیمت پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے آٹا پیسنے کی مشین لگائی ہے۔ اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس مشین کی قیمت پر زکوٰۃ ہے۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۴۲/۶۔۱۴۳)

جو مکان کرایہ پر چلانے کے خریدا ہے، اس کی قیمت پر زکوٰۃ ہے، یا آمدنی پر:

سوال: ایک شخص کے پاس سکونتی مکان کے علاوہ بطور جائداد کے ایک مکان ہے اور یہ مکان صرف اس لیے خرید کیا ہے کہ اس صورت میں روپیہ محفوظ رہے اور کرایہ سے اپنا خرچ چلتا رہے۔ اس مکان کی زکوٰۃ ہر سال دی جائے، یا نہیں؟ اگر دے تو قیمت پر، یا آمدنی پر؟

الجواب

اس صورت میں مکان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی؛ بلکہ کرایہ کا روپیہ نصاب کے قدر، یا زیادہ جمع ہوگا، اس پر سال گزر جاوے گا، اس کی زکوٰۃ دینا لازم ہوگی۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۵۴/۶)

سامان مطب میں زکوٰۃ:

سوال: میں حکیم ہوں، دوائی خانہ بھی رکھتا ہوں مجھ پر دواؤں کی زکوۃ فرض ہے یا نہیں؟ دوائیں جن شیشیوں میں رکھی ہیں ان کی زکوۃ، وہ شیشیاں جو مریضوں کو دوائیں دینے کے لئے رکھی ہیں، نیز میز، کرسی، الماری جو مطب کی آرائش کے لئے ہے ان میں سے کس کس کی زکوۃ دی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو سامان مطب کی آرائش کے لیے ہے، یا دوائیں رکھنے کے لیے اس میں زکوٰۃ نہیں، (۴) جو سامان فروخت کے

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲۶۳/۲۔۲۶۵، دار الفكر بيروت، ظفير

(۲) خاکسار کے نزدیک اس مشین کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ ولو اشترٰى قدوراً من صفر يمسكها ويؤاجرها لا تجب فيها الزكاة كمالا تجب في بيوت الغلة، كذا في فتاوىٰ قاضي خان ... وكذالك العطار لو اشترٰى القوارير واشترٰى جوالق ليؤاجرها من الناس فلا زكاة فيها؛ لأنه اشترها للغلة لا للمبايعة، كذا في محيط السرخسي. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة، الباب الرابع في زكاة الغنم في مسائل شتٰى: ۱۸۰/۱، ظفير)

(۳) (فلا زكاة على مكاتب) ... (وأثاث المنزل و دورالسكنٰى ونحوها). (الدرالمختار) وفي الردتحت: (قوله: ونحوها) أى كثياب البدن الغيرالمحتاج وكالحوانيت والعقارات. (رد المحتار، كتاب الزكاة: ۱۰/۲، ظفير)

(۴) أصل هذا أنه ليس على التاجر زكاة مسكنه وخدمه ومركبه وكسوه أهله وطعامهم ... العطار ==

لیے ہے، جیسے دوائیں، یا شیشیاں وغیرہ تو اس میں قرض ہے، جب کہ وہ قدر نصاب ہو اور اس پر سال بھی گزر جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/محرم/۱۳۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/محرم/۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۱۸/۹)

کارخانہ کی زمین ومشین پر زکوٰۃ:

سوال: میں نے ایک زمین خرید کر اس پر اپنا کارخانہ تعمیر کرایا، چناں چہ اس کارخانہ میں میری مشینیں چل رہی ہیں۔اب اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل سوالات ہیں:

(۱) کیا اس سرزمین اور تعمیرات میں زکوۃ واجب ہے؟

(۲) جو مشینوں سے اس کارخانہ میں کام لیا جارہا ہے، کیا اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر یہ زمین وتعمیرات ومشین خود فروخت کرنے کے لیے نہیں؛ بلکہ آمدنی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں تو ان پر زکوٰۃ لازم نہیں، (۱) ان سے حاصل شدہ آمدنی حسب ضابطہ شرعیہ دیگر نقود کی طرح زکوۃ واجب ہوگی۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۸/۱۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۲۷/۹)

پریس کی مشین پر زکوٰۃ:

سوال: چھاپنے کی مشینوں کی اصل لاگت میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ان مشینوں پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳۶۰/۶/۱۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۱۹/۹)

== إذا اشترى قوارير فهو هكذا، الخ. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۲/ ۲٤۰، الفصل الثالث فی زكاة عروض التجارة، إدارة القرآن، كراتشی)

(۱،۲) فليس فی دور السكنىٰ وثياب البذلة وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الإستعمال زكاة ... وكذا كتب العلم إن كان من أهله وآلات المتحرفين، كذا فی السراج الوهاج، هذا فی الآلات التی ينتفع بنفسها ولايبقى أثرها فی المعمول وأما إذا كان يبقى أثرها فی المعمول كما لو اشترى الصباغ عصفراً، أو زعفراناً ليصنع لدبغ الجلد فحال عليه الحول كان عليه الزكاة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة: ۱/ ۱۷۲، رشيدية)

گھر کے سامان میں زکوٰۃ:

سوال: زید کہتا ہے کہ زکوٰۃ صرف زیور پر واجب ہے، سونے کی شکل میں ہو، یا چاندی کی صورت میں؛ لیکن بکر کہتا ہے کہ زیور پر، کپڑوں پر چاہے استعمال کے ہوں، نئے رکھے ہوں اور برتنوں پر جو کہ استعمال میں آرہے ہیں، یا وہ برتن جو یوں ہی رکھے ہوئے ہیں، یا گھر کے استعمال کی الماریاں ہوں، یا صندوق غرضیکہ جو بھی اشیا ہوں، سب پر زکوٰۃ واجب ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

چاندی، سونا نقد (نوٹ) اور مال تجارت پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، گھر کے استعمال سامان، کپڑوں، برتنوں، صندوقوں وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں، اگر چہ وہ ویسے ہی رکھے ہوں، استعمال میں نہ ہوں۔

"**(قوله:فارغ عن حاجته الأصلية) وفسره ابن ملک بما يدفع عنه الهلاک تحقيقاً أوتقديراً: أى فسرالمشغولة بالحاجة الأصلية،والأولٰى فسرها،وذلک حيث قال:وهى ما يدفع الهلاک عن النسان تحقيقاً كالنفقعة ودورالسكنٰى والآت الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر والبرد،أو تقديراً كالدين وكآلات الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها، آه**".(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۹/۱۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۲۴/۹)

رہائشی مکان اور گھریلو استعمال کی چیزیں نصاب زکوٰۃ میں شمار نہیں:

سوال: ایک آدمی مبلغ دو ہزار تین سو روپے کے قریب مقروض ہے، اس کے پاس ایک مکان رہائشی قیمت دو ہزار روپے کا ہے اور رہائشی اسٹیٹ کے اندر تین قطعے ہیں، جس کی قیمت تین سو سے زائد ہوگی اور مویشی گائے بیل بھینسا قریب چالیس راس کے ہیں، جن کی مجموعی قیمت یہاں دواڑھائی صد روپے سے زائد نہیں ہے اور قریب دس بارہ راس بکری ہیں، علاوہ اس کے گھر کا مصرفی سامان ہے، جو مکان دو ہزار روپے کا ہے، وہ کرایہ پر دوسرے کو دیا گیا ہے؛ مگر جب ضرورت ہوتی ہے تو خود بھی اس میں رہائش کرنی پڑتی ہے؛ کیوں کہ اگر اس میں نہ رہیں تو پھر دوسرا مکان کرایہ پر لینا پڑتا ہے اور باقی تین مکان اپنی رہائش کے لیے ہیں تو ایسی حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے کہ وہ شخص صاحب نصاب ہوگا کہ نہیں اور کن کن چیزوں میں اس کو کتنی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے؟

(المستفتی: ۱۹۹۵، محمد حسین صاحب (جے پوراسٹیٹ) ۲ رمضان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۸ نومبر ۱۹۳۷ء)

---

(۱) **الدرالمختار: ۲۶۲/۲، کتاب الزكاة، سعيد**

وأما كونه فارغاً عن الدين وعن حاجته الأصلية كدور السكنٰى وثياب البدلة وأثاث المنازل والآت المحترفين، وكتب الفقه لأهلها،فلأن المشغول بالحاجة الأصليه كالمعدوم.(تبيين الحقائق: ۲۳/۲، كتاب الزكاة، دارالكتب العلمية، بيروت)

الجواب

مکانات اور گائے بیل، بھینسا، بکریاں اور گھر کے اندر استعمال کرنے کا سامان نصاب زکوٰۃ میں محسوب نہیں ہوتا،(۱) جانوراگر سائمہ ہوں ان کو کھلانا نہ پڑے،جنگل میں چر کر زندگی بسر کریں تو ان کی خاص تعداد پر زکوٰۃ آتی ہے، مثلاً تیس گائے بھینس،(۲) اور چالیس بھیڑ بکری،(۳) اور اگر ان کو گھر سے کھلانا پڑے تو ان کپر زکوٰہ واجب نہیں۔ (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۲۶۲/۴-۲۶۳)

رہائش سے زائد مکان پر بھی زکوٰۃ نہیں:

ادھارفروخت کئے ہوئے مال پر زکوٰۃ:

زکوٰۃ مکان کی قیمت پرنہیں آمدنی پر ہے:

گھر کی ضرورت سے زائد غلہ پر زکوٰۃ نہیں:

تجارت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ:

تجارتی سامان رکھے ہوئے مکان پر زکوٰۃ نہیں:

سوال (۱) اگرکوئی مکان علاوہ رہائشی مکان کے رہن رکھا گیا ہو تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

(۲) تاجرلوگ ادھار مال فروخت کرتے رہتے ہیں اور یہ حد نصاب کی زائدرقم کئی کئی سال تک وصول نہیں ہوتی؛لیکن وصولی کی امید ہوتی ہے۔اب وصول شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہے، یا کل اصل رقم پر؟

(۳) اگرکوئی مکان بالفرض پانچ ہزار میں خرید کیا جائے اوراس کا کرایہ چالیس روپے سال آتا ہو، یا زائد تو زکوٰۃ مکان کی امدنی پر واجب ہے، یا اصل خرید پانچ ہزار پر؟

---

(۱) قولہ:وفارغ عن حاجتہ الأصلیہ...وھی ما یدفع الھلاک عن الإنسان تحقیقًا کالنفقة، ودورالسکنٰی، وآلات الحرب،والثیاب المحتاج إلیها لدفع الحراو البرد، أو تقدیرًا کالدین،فإن المدیون محتاج إلٰی قضائہ ...، وکآلات الحرفة،وأثاث المنزل،ودواب الرکوب،وکتب العلم لأھلها.(رد المحتار، کتاب الزکاة:۲۶۲/۲،سعید)

(۲) نصاب البقروالجاموس ثلا ثون سائمة،إلخ.(تنویر الأبصارعلٰی الدرالمختار، کتاب الزکاة،باب زکاة البقر:۲۸۰/۲،سعید)

(۳) نصاب الغنم ضأناً أومعزًا أربعون،وقیها شاة،إلخ.(تنویر الأبصار علی الدرالمختار، کتاب الزکاة،باب زکاة الغنم:۲۸۱/۲،سعید)

(۴) حتٰی لو علفها نصف الحول،لاتکون سائمة ولاتجب فیها الزکاة.(الھندیة،باب صدقة السوائم: ۱۷۶/۱، کوئٹہ)

(۴) گھر میں علاوہ ضروریات کے غلہ پڑا رہتا ہے، نیت فروخت کی نہیں ہوتی؛ لیکن زائد بچنے پر فروخت کر دیا جاتا ہے، کیا اس پر بھی زکوٰۃ ہے؟

(۵) مال تجارت میں اکثر الٹا پلٹی رہتی ہے، سال میں ہزار روپیہ وصول ہوتا ہے تو ڈیڑھ ہزار کا مال اُدھار میں چلا جاتا ہے، اس صورت میں زکوٰۃ کس طرح دی جائے؟

(۶) علاوہ رہائشی مکان کے اگر دو تین مکان خرید کئے جائیں اور ان میں کچھ تجارتی سامان ڈال دیا جائے تو ان مکانوں پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۹۳، حافظ رفیق صاحب (بمبئی) ۳ شوال ۱۳۵۶ھ، ۷/دسمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

(۱) مکان پر، یا اس کی قیمت پر تو کسی حال میں زکوٰۃ نہیں، خواہ رہائشی ہو، یا نہ ہو۔(۱) ہاں اگر مکانات کی تجارت کی جاتی ہو تو بحیثیت مال تجارت ہونے کے ان کی قیمت پر زکوٰۃ ہوگی۔

(۲) وصول شدہ پر زکوٰۃ اب واجب ہے اور غیر وصول شدہ پر بعد وصولی کے۔(۲)

(۳) نمبر (۱) دیکھو۔

(۴) نہیں، ایسے غلہ پر جس کو فروخت کرنے کی نیت نہیں ہوتی زکوٰۃ واجب نہیں۔(۳)

(۵) سال تمام پر جو مال اور نقد موجود ہے اس میں سے قرض منہا کر کے باقی کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔(۴)

(۶) اگر خود مکانوں کو بہ نیت تجارت خریدا گیا ہو تو ان کی قیمت پر زکوٰۃ ہوگی، ورنہ نہیں۔(۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ (کفایت المفتی: ۲۶۳/۴-۲۶۴)

---

(۱) کیوں کہ یہ مال غیر نامی ہے، البتہ جب مال تجارت بن جائے تو پھر مال نامی ہوگا اور چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینا ہوگا۔

ولا ...، ودور السكنٰى ونحوها إذا لم تنو للتجارة. (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲/ ۲٦٤، ط: سعيد)

(۲) ولو كان الدين على مقر مليء، أو علٰى معسر، أو مفلس أي محكوم بإفلاسه ...، فوصل إلٰى ملكه، لزم زكاة مامضٰى، إلخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲/ ۲٦٦-۲٦٧، طبع سعيد)

(۳) تجارت کی نیت کرے تب بھی زکاۃ نہیں، ہاں جب اس کو بیچ دے گا تو اس وقت اس کی قیمت پر زکاۃ واجب ہوگی۔

”و من اشترى جارية، و نواها للخدمة، بطلت عنها الزكاة ... وإن نواها للتجارة، لم تكن للتجارة حتٰى يبيعها، فيكون في ثمنها زكاة. (الهداية، كتاب الزكاة: ۱/ ۱۸۷، مكتبة شركت علمية، ملتان)

(۴) من كان عليه دين يحيط بماله ... وإن كان ماله أكثر من دينه، زكى الفاضل إذا بلغ نصابًا. (الهداية، كتاب الزكاة: ۱/ ۱۸٦، شركت علمية، ملتان)

(۵) أو نية التجارة في العوض أما صريحًا، ولابد من مقارنتها لعقد التجارة. (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲/ ۲٦٧، سعيد)

گھڑی کی زکوٰۃ:

سوال: ہاتھ کی گھڑی اور گھر میں الارم گھڑی کی زکوٰۃ نکالی جائے گی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر گھڑی چاندی سونے کی نہیں اور تجارت کے لیے بھی نہیں تو اس کی زکوٰۃ نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۴۲۵)

کرایہ کے مکانات پر زکوٰۃ:

سوال: ہماری اپنی رہائش اور پریس کے مصرف میں جو مکان ہے، اس کے علاوہ جو مکانات ہیں، اس کا کرایہ درج آمدنی ہوجاتا ہے اور تقریباً اس کے قریب قریب دوسرے مکانوں کا کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے، جو پریس کی ضروریات کے لیے کرایہ پر لینے پڑتے ہیں۔ نیز یہ کہ مکانات سال بھر تک کرایہ پر چڑھتے نہیں رہتے؛ بلکہ کبھی چڑھ گئے اور کبھی خالی بھی رہتا ہے کہ ایک مکان سال بھر تک چڑھا رہے، بہر حال متعین نہیں، ایسی صورت میں زکوٰۃ کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ان مکانوں پر زکوۃ واجب نہیں، (۲) ان کی آمدنی کا روپیہ اگر مقدار نصاب کو پہونچ کر اس پر سال بھر گزر جائے تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی، بشرطیکہ وہ حوائج اصلیہ سے فارغ ہوں۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۶/۶/۱۳۶۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۴۲۵-۴۲۶)

مکانات کے کرایہ پر زکوٰۃ:

سوال: مکانات کے کرایہ پر زکوٰۃ ہے، یا قیمت پر؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جو مکان کرایہ پر چلانے کے لیے خریدے گئے، ان مکانات کے کرایہ پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۱۵)

(۱،۲) فليس في دور السكنىٰ ... وسلاح الإستعمال زكاة ... وكذا كتب العلم إن كان من أهله وآلات المتحرفين ... هٰذا في الآلات التي ينتفع بنفسها ولا يبقى أثرها في المعمول. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة: ۱/۱۷۲، رشيدية)

(۳) إذا أجر دار قبله أو بعده بماتي درهم لاتجب الزكاة ما لم يحل الحول بعد القبض في قول أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ، فإن كانت الدار والعبد للتجارة وقبض أربعين درهماً بعد الحول، كان عليه درهم بحكم الحول الماضي قبل القبض؛ لأن أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزلة ثمن التجارة في الصحيح من الرواية". (فتاوىٰ قاضي خان بهامش الفتاوىٰ الهندية: ۱/۲۵۳، كتاب الزكاة، فصل في مال التجارة، رشيدية)

(۴) وكذلك العطار لو اشترىٰ القوارير ولو اشترىٰ جوالق ليواجرها من الناس فلا زكوٰة فيها؛ لأنه ==

گوٹہ کی زکوٰۃ:

سوال: عورتوں کے ملبوسات گوٹہ، ٹھپہ، بنت وغیرہ میں زکوٰۃ واجب ہے، یانہیں؟

الجواب

یہ اشیاعروض اورسامان کی فہرست میں داخل ہیں اورعروض میں بہ نیت تجارت زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔(البحر الرائق)(۱)(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۳۱)

لباس کی زکوٰۃ:

سوال: پہننے کے کپڑے سوتی ہوں، یا اُونی، ان میں زکوۃ ہے، یانہیں؟

الجواب

زکوٰۃ نہیں۔

ہدایہ میں ہے:

"وليس فى دورالسكنٰى وثياب البدن وأثاث المنزل ودواب الركوب و عبيدة الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة،إنتهى". (۲)(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۳۳)

جس روپے سے مکان خریدا کیا اس پرزکوٰۃ واجب ہے:

سوال: ایک شخص نے پانچ سوروپے میں ایک مکان خریدا، گھر والوں نے اس میں جانا پسندنہیں کیا، اس وجہ سے اس نے فروخت کرنے اکا رادہ کرلیا۔اس صورت میں اس پانچ سوروپے کی زکوٰۃ واجب ہے، یانہیں؟

الجواب

اس پانچ سوروپے کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، جس سے مکان خریدا گیا، جس وقت تک وہ روپیہ موجود تھا اورمکان نہ

== اشتراها للغلة لا للمبايعة،كذا فى محيط السرخسى .(الفتاوىٰ الهندية،الباب الرابع فى زكاة الغنم،مسائل شتىٰ: ۱۶۸/۱،ظفير)

(۱) وصرحوا أيضاً بأن العروض إذا كان للتجارة يجب فيها زكاة التجارةوقالوا:إن العرض خلاف النقد فيدخل فيها الحيوانات وحاصله أنه إن أسامها للحمل أو للركوب فلازكاة أصلا أو للتجارة ففيها زكاة التجارة.(البحر الرائق، باب صدقة السوائم:۲۲۹/۲،دارالكتاب الإسلامى بيروت،انيس)

بظاہر ہر مسئلہ مذکورہ میں تسامح ہوگیا؛ کیوں کہ سچا گوٹہ اورٹھپہ وغیرہ میں زکوۃ واجب ہوتی ہے۔(خورشید عالم)امدادالفتاویٰ مبوب ،جلد۲،صفحہ:۵ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) الهداية،كتاب الزكاة: ۹۶/۱،دارإحياء التراث العربى بيروت/وكذا فى مختصر القدورى،كتاب الزكاة، ص: ۵۱،دارالكتب العلمية بيروت،انيس

خریدا تھا، اس وقت تک کی زکوٰۃ لازم تھی، جب مکان خریدلیا، اس وقت سے زکوٰۃ اس کی ساقط ہوگئی، (۱) اور جس وقت مکان فروخت ہوکر نقد روپیہ حاصل ہوگا تو بعد حولان حول اس پر زکوٰۃ لازم ہوجاوے گی۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۱۲۸-۱۲۹)

گھر کا زیور تمام گھر والوں پر تقسیم ہوکر نصاب بنے گا، یا مجموعہ:

سوال: یہ جو یہاں پر رواج ہے کہ مرد وعورت واولاد ہوشیار نابالغ، یا بالغ سب اکٹھے رہتے ہیں اور گھر بار کا کام کرتے ہیں، وہ سب کے سب تمام ضروریات دنیاوی اپنی اسی پیشہ کے وصول (آمدنی) سے ادا کرتے ہیں، یہاں تک کہ جو کچھ عورت کو اس کے ماں باپ وغیرہ دیتے ہیں، وہ بھی اپنے اپنے زوج واولاد سے علاحدہ نہیں رکھتی ہے، مثلاً اس طرح پر بسر اوقات کرنے والے تین شخص ہیں: زوج، زوجہ، بٹیا۔ پس اگر ان کی تمام ضروریات سال کی ان کے پیشہ کے وصول سے ادا ہوکر باون روپے کا زیور، یا نقد، یا دیگر مال ہو تو مالک فقط زوج ہی ہوگا، یا زوجہ وبیٹے کا بھی حصہ سمجھا جائے گا؟ یا تا حیات زوج زوجہ، بیٹے کا حصہ شریعت میں نہیں ہے؟ بعض ایسے اشخاص ہیں کہ اگر مالک فقط زوج ہی سمجھا جائے تو اہل نصاب ہوتا ہے اور اگر زوجہ وبیٹے کے حصہ کا حساب لگایا جاوے تو حد زکوٰۃ کو نہیں پہنچتے۔

الجواب

وہ سب مال شوہر کا ہے، سوائے اس کے جو زوجہ کو اس کے ماں باپ کے یہاں سے ملا ہو، اس کی مالک زوجہ ہے اور جب کہ ملک شوہر کی قدر نصاب کو پہنچ جاوے تو بعد حولان حول اس پر زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔ (۱) فقط واللہ اعلم

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۷۷-۷۸)

---

(۱) (ولا زكاة في ثياب البدن) ... (وأثاث المنزل ودور السكنیٰ ونحوها). (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۳/۱۷۰، دار الكتاب ديوبند، ظفير)

(۲) (وشرطه) أي شرط افتراض أدائها (حولان الحول) وهو في ملكه (وثمنية المال، كالدراهم والدنانير) لتعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكاة كيفما أمسكهما ولو للنفقة. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۳/۱۷۳، دار الكتاب ديوبند، ظفير)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا زكاة في مال امرئ حتى يحول عليه الحول. (سنن الدارقطني، باب وجوب الزكوة بالحول: ۲/۷٦، رقم الحديث: ۱۸۷۰، انيس)

عن القاسم بن محمد قال: إن أبابكر رضي الله عنه كان لا يأخذ من مال زكاة حتى يحول عليه الحول. (موطأ الإمام محمد، باب الرجل يكون له الدين هل عليه فيه زكاة، رقم الحديث: ۳۲۷/السنن الكبریٰ للبيهقي، باب لا يعد عليهم بما استفادوه من غير نتاجها حتى يحول عليه الحول، رقم الحديث: ۷۳۹۰، انيس)

(۳) عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال: إن كان لك مال تزكيه فأصبت مالا قبل أن يحول عليه الحول فزكه معه إذا حال الحول فإن لم يكن لك مال فلا تزكه حتى يحول عليه الحول مذ يوم أصبته. (كتاب الآثار لأبي يوسف، باب الزكاة، رقم الحديث: ٤٣٢، انيس) ==

مکان کے لیے جمع رقم پر زکوٰۃ:

سوال: انڈیا کا ایک آدمی انگلینڈ میں ہے،اس کے پاس ۸/ ہزار روپے بنک میں جمع ہے،اب اس شخص کا ارادہ وہاں مکان بنانے کا ہے،ممکن ہے کچھ قرض بھی ہو جائے تو اب اس جمع کردہ پیسوں پر زکوۃ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

خرچ کرنے سے پہلے جب اس جمع شدہ روپیہ پر سال بھر گزر گیا تو اس پر زکوۃ فرض ہوگئی ، زکوٰۃ ادا کر کے پھر مکان وغیرہ بنائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ:۳۳۹/۹)

کارخانہ کی زمین ومشین پر زکوٰۃ:

سوال: میں نے ایک زمین خرید کر اس پر اپنا کارخانہ تعمیر کرایا، چناں چہ اس کارخانہ میں میری مشینیں چل رہی ہیں،اب اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل سوالات ہیں:

(۱) کیا اس سرزمین اور تعمیرات میں زکوٰۃ واجب ہے؟

(۲) جو مشینوں سے اس کارخانہ میں کام لیا جا رہا ہے، کیا اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر یہ زمین وتعمیرات ومشین خود فروخت کرنے کے لیے نہیں؛ بلکہ آمدنی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں تو ان پر زکوٰۃ لازم نہیں،(۲) ان سے حاصل شدہ آمدنی حسب ضابطہ شرعیہ دیگر نقود کی طرح زکوۃ واجب ہوگی۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۳۸۹/۸/۱۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۴۲۷/۹)

☆☆☆

== الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول.(الهداية، كتاب الزكٰوة:١٦٧/١،انيس)

(١) إذا امسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقى معه منه نصاب ، فإنه يزكى ذلك الباقى وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً فى المستقبل العدم استحقاق صرفه إلٰى حوائجة الأصلية وقت حولان الحول،بخلاف ما إذا حال الحول وهو مستحق الصرف إليها، الخ.(ردالمحتار، كتاب الزكاة:٢٦٢/٢،سعيد)

الزكاة إنما تجب إذا ملك نصابا تاماناميا حولا كاملاً.(خلاصة الفاوىٰ: ٢٣٥/١، كتاب الزكاة،أمجد أكادمى، لاهور)

(٢) فليس فى دور السكنٰى ... وسلاح الإستعمال زكاة ... وكذا كتب العلم إن كان من أهله وآلات المتحرفين ...هٰذا فى الآلات التى ينتفع بنفسها ولا يبقى أثرها فى المعمول.(الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة: ١٧٢/١،رشيدية)

حصص وشیئرز کی زکوٰۃ

شیئرز کی بیع اوران کی زکوٰۃ:

سوال(۱) ہمارے یہاں شیئرز کی ایک کمپنی ہے،اس کے اس شیئرز کی قیمت،مثلاً: دس روپیہ ہے تو زید نے دس روپیہ ہے تو زید نے دس شیئرز خریدے، وہ کمپنی منافع کچھ نہیں دیتی؛مگر جب اس کو بیچتے ہیں،اگر کمپنی کو نفع ہوتا ہے تو وہ نفع دیتی ہے اور اگر نقصان ہوتا ہے تو نقصان کے ساتھ اصل روپیہ کو واپس کرتی ہے تو اس طرح کا معاملہ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جب وہ روپیہ مل جاوے گا تو زمانہ ماضی کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، یا نہیں؟اور اگر ملنے سے قبل اس کی زکوٰۃ ادا کرے تو نفع کے حساب سے، یا نقصان کے حساب سے ادا کریں؟

(۲)　یہ کمپنی دوسری کو روپیہ دیتی ہے اور ظاہر بات ہے کہ سود پر ہی دیتی ہوگی اور کمپنی ہمیں سود میں سے دیتی ہوگی تو اس کا لینا جائز ہے، یا نہیں؟اور جب نقصان کا خطرہ ہو تو اپنے شیئرز کو بیچ کر اپنی اصل قیمت لے لینا صحیح ہے، یا نہیں؟

(۳)　چھ ہزار روپیہ کا شیئرز رکھا تو اس میں سے پانچ سو روپیہ کمیشن ایجنٹ کٹ جاتا ہے تو اب ہمیں ساڑھے پانچ ہزار کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے، یا چھ ہزار کی، جب کہ ۵۰۰/روپیہ ایجنٹ خود رکھ لیتا ہے،اسے بینک میں جمع ہی نہیں کرتا تو اب بینک سے چھ ہزار روپے ملنے کا انتظار کر کے روپیوں کو روکے رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۴)　زید کی پوری آمدنی سود کی ہے اور بعض حلال طریقہ کی تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی غیر مسلم دوست ہو اور اس کا کاروبار سود کا ہو،اس کے گھر کا کھانا کیسا ہے؟اور غیر مسلم کے ساتھ تعلق رکھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱)　اگر کوئی کمپنی تجارت کرتی ہے اور اسی مقصد کے لیے دس روپیہ کا لوگوں کو شریک بناتی ہے اور روپیہ کے مقدار کے اعتبار سے ہی نفع ونقصان کی تعیین کرتی ہے تو یہ صورت جائزہ بشرطیکہ تجارت بھی جائز ہو، شراب وغیرہ کی تجارت نہ ہو۔(۱) ہر شخص کو اپنے اپنے رأس المال کی ہر سال زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے، نفع اگر ہر سال ملتا ہے تو اس کو بھی

---

(۱)　سوال: ''اکثر ایسا ہوا ہے کہ بہت سے لوگ شریک ہو کر کمپنی بناتے ہیں اور تجارتی کاروبار کرتے ہین ان کمپنیوں کے حصص اکثر فروخت ہوتے رہتے ہیں، جو لوگ حصص خریدتے ہیں، ان پر سالانہ منافع جس قدر کمپنی کو ہو تقسیم کر دیا جاتا ہے،کبھی کم کبھی زیادہ، اسی طرح اگر کمپنی کو نقصان ہو تو حصہ داران اپنے حصوں کی نسبت سے نقصان کے ذمہ دار ہوتے ہیں، ایسے حصص خرید کرنا شرعا جائز ہے، یا ناجائز؟==

اصل ہی میں محسوب کرلیا جاوے، اگر نفع ہر سال نہیں ملتا ہے؛ بلکہ معاملہ ختم ہونے پر اصل مال مع نفع کے ملتا ہے، تب بھی اصل مال کی زکوٰۃ دے تو (سالانہ ادا کرنے کی بناپر) بری الذمہ ہوجاوے گا، صرف نفع کی زکوٰۃ باقی رہ جاوے گی، وہ بھی ادا کردی جاوے، اگر خدانخواستہ نقصان ہوا، تب بھی برأت میں تو شبہ نہیں۔(۱)

(۲) اگر کمپنی کا کاروبار سود پر ہی چلتا ہے، خود مستقل تجارت نہیں کرتا ہے تو اس کی شرکت ہی ناجائز ہے،(۲) اپنا روپیہ واپس لے لیا جاوے، اگر وہ کچھ نفع دے تو واپس کردیا جائے۔

(۳) جب آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی رقم ساڑھے پانچ ہزار رہ گئی تو زکوٰۃ بھی اتنے ہی روپے کی ہوگی،(۳) اگر وہاں صرف سود پر رقم دی جاتی ہے تو اس میں شرکت ہی درست نہیں، جلد از جلد روپیہ نکال لیا جاوے۔

(۴) جب متعین طور پر معلوم ہو کہ یہ سود کی آمدنی کھاتا ہے تو فیس ادا کر کے، یا بغیر ادا کئے ہوئے کھانا درست نہیں مسلم ہو، یا غیر مسلم سب کا حکم ایک ہے، اگر مخلوط آمدنی ہو تو غالب کا اعتبار ہوگا۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۱۹-۳۲۱)

شیئرز پر زکوٰۃ:

سوال: بعض لوگ کسی کمپنی کے شیئرز خرید لیتے ہیں اور وہ کمپنی تاجر ہوتی ہے، پھر ان کو سالانہ آمدنی سے بطور حصہ رسدی منافع دیتی ہے، مثلاً دو ہزار روپے کے شیئرز خرید کئے اور سالانہ نفع اس کا ہم کو تیس روپے ملا، جو بقدر زکوٰۃ

== الجواب

تجارتی کمپنی جس میں مختلف کاروبار ہوتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ چونکہ ہر حصہ دار اپنے حصہ کا مالک ہے اور عملہ کاروبار میں ان حصہ داروں کا وکیل ہوتا ہے، اور شرعاً ان کا فعل حصہ داروں کیطرف منسوب ہوگا، اگر وہ کوئی ناجائز کمپنیوں میں شرکت ناجائز ہے، اسی طرح حصص خریدنا چونکہ یہ روپیہ کا مبادلہ روپیہ سے ہے، اور درست نہیں اس لئے جائز نہیں۔ اور قرض کی تاویل بھی قواعد پر منطبق نہیں ہوتی''۔(امداد الفتاویٰ: ۳/۱۳۰، ۱۳۲، مکتبہ دارالعلوم دیوبند)

(۱) فمن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول مالاً من جنسه، ضمه إلٰى ماله وزكاه، سواء كان المستفاد من نمائه أولاً''. (الفتاوٰى الهندية، كتاب الزكاة: ۱/۱۷۵، رشيدية)

(۲) لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه، وقال: ''هم سواء''. (رواه مسلم) (مشكاة المصابيح كتاب البيوع، باب الرباء، الفصل الأول: ۱/۱۵۷، قديمي)

(۳) (وسببه): اى سبب افتراضها: أي الزكاة (ملك نصاب حولى). (الدرالمختار)

وفي رد المحتار: ''(قوله: ملك نصاب) فلازكاة في سوائم الوقف ... لعدم الملك''. (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۳/۲۰۸، سعيد)

(۴) إهدٰى إلٰى رجل شيئاً أوإضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هوالحرام ينبى أن لا يتقبل الهدية ولا يأكل الطعام إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أوالهدايا والضيافات: ۵/۳۴۲، رشيدية)

شرعی بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ دو ہزار کی زکوٰۃ پچاس روپے ہوتی ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ زکوٰۃ ان شیئرز کے نفع پر ہے، یا اصل رقم پر جو ہم نے کمپنی کو جمع کرائی ہے؟

(المستفتی: ۶۵۰، ابومحمد عبدالجبار (رنگون) ۲۳ر رجب ۱۳۵۴ھ، مطابق ۲۲ر اکتوبر ۱۹۳۵ء)

الجواب

کمپنی تجارت کرتی ہے تو زکوٰۃ جمع شدہ رقم پر ہوگی اور اگر کرایہ وصول کرنے کی کمپنی ہے تو جمع شدہ مال پر زکوٰۃ نہیں؛ بلکہ حاصل شدہ نفع پر ہوگی۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۴/۲۵۷)

کمپنی کے شیئرز پر زکوٰۃ:

(الجمعیۃ، مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۶ء)

سوال: کسی کمپنی کے شرکاء کو کس رقم پر زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے، آیا رقم ادا کردہ پر؟ حصوں کے ڈیویڈینڈ پر جو کمپنی حصہ داروں کو ہر سال کے اختتام پر دیا کرتی ہے۔ واضح ہو کہ کمپنی کے حصوں کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور کبھی کمپنی فیل بھی ہو جاتی ہے، جس سے حصہ داران کے راس المال بھی ضائع ہو جاتے ہیں؟

الجواب

کمپنی کے شیئرز کی ادا کردہ رقم پر جب کہ تجارتی ہو، زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۴/۲۶۷)

کمپنی کے حصص خریداری میں جو رقم لگائی اس پر زکوٰۃ ہے یا صرف اس کے منافع پر:

سوال: زید نے ایک کمپنی کے پندرہ حصے پانچ ہزار کے خریدے، اس میں جو کچھ نفع ہوتا ہے، وہ سالانہ تقسیم ہو کر حصہ داروں کو ملتا ہے، زید کو بھی پانچ روپے ملے۔ آیا زید کے ذمہ پانچ ہزار کی زکوٰۃ دینا لازم ہے، یا منافع سالانہ کی رقم پر زکوٰۃ لازم ہوگی؟

الجواب

زید کو اس رقم پانچ ہزار کی زکوٰۃ بھی دینی لازم اور فرض ہے۔ (کذا فی الدر المختار)(۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۱۴۰)

(۱،۲) یعنی کمپنی جمع شدہ رقم سے چیزیں خرید کر پھر چیزوں ہی کو فروخت کرتی ہو، لہٰذا جمع شدہ مال، مال تجارت ہوگا اور اس پر زکوٰۃ ہوگی اور اگر کمپنی جمع شدہ رقم سے چیزیں خرید کر پھر ان کو فروخت نہیں کرتی؛ بلکہ لوگوں کو کرایہ پر دیتی ہے تو یہ خرید کردہ چیزیں مال تجارت نہ ہوئیں تو زکوٰۃ بھی صرف منافع پر ہوگی۔

(۳) کالدراهم و الدنانير لتعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكوٰة كيفما أمسكهما. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۱۳، ظفير)

تجارتی کمپنی کے حصص خریدے اور حصص کی قیمت مختلف وقتوں میں مختلف رہی تو کس کا اعتبار ہوگا:

سوال (۱) ایک شخص نے تجارتی کمپنی کے حصص خریدے، جب کمپنی شروع ہوئی تھی، اس وقت ایک حصہ پانچ سو روپے کا تھا اور جس وقت اس نے حصے خریدے، اس وقت ایک حصہ کی قیمت ایک ہزار تھی اور اس وقت ایک حصہ کی قیمت پانچ سو ہے تو یہ شخص کس قدر زکوٰۃ دیوے؟

جس تاجر کے روپے کی مختلف نوعیت ہو، وہ کیسے زکوٰۃ ادا کرے:

(۲) ایک شخص کپڑے کی تجارت کرتا ہے، پانچ ہزار کا مال ہے، جو اس کے پاس ہے، اس نے جو ادھار بیچا ہے، اس میں سے پانچ ہزار کے آنے کی توقع یقینی ہے اور تین ہزار کے وصول ہونے میں شک ہے اور ایک ہزار کے وصول ہونے کی بالکل امید نہیں اور یہ شخص چار ہزار کا مقروض ہے۔ اس صورت میں کس قدر رقم کی زکوٰۃ دینی چاہیے؟

سرکار جو ٹیکس لیتی ہے، وہ زکوٰۃ میں محسوب ہوگا، یا نہیں:

(۳) سرکار تجارت کے منافع پر اور مکانات کے کرایہ پر ٹیکس لیتی ہے، یہ زکوٰۃ میں محسوب ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) جو قیمت اس وقت ہے؛ یعنی پانچ سو رے کی زکوٰۃ دیوے۔(۱)

(۲) جس قدر مال ونقد موجود ہے، اس کی زکوٰۃ اس وقت ادا کرے اور جو مال ادھار فروخت ہوا ہے اور قیمت اس کی لوگوں کے ذمہ قرض ہے، اس کی زکوٰۃ ادا کرنا وصول ہونے پر واجب ہوگی، جس قدر وصول ہوتا رہے، اس کی زکوٰۃ دیتا رہے،(۲) اور جس قدر اس کے ذمہ قرض ہو، اس کو مال موجودہ میں سے منہا کرے، باقی کی زکوٰۃ ادا کرے۔(۳)

(۳) ٹیکس میں جو کچھ روپیہ دیا جاتا ہے، وہ زکوٰۃ میں محسوب نہیں ہوسکتا، زکوٰۃ علاحدہ علاحدہ ادا کرنی چاہیے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۵/۶-۱۴۷)

---

(۱) وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الأداء ... ويقوم في البلد الذى المال فيه.(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۱۹۵/۳، ۱۹۶، دار الكتاب ديوبند، ظفير)

(۲) (ولو كان الدين على مقرّ مليء) ...(فوصل إلىٰ ملكه لزم زكاة مامضىٰ).(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۱۷۲/۳-۱۷۳، دار الكتاب ديوبند)

وفي رد المحتار: (فتجب) زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول لكن لا فوراً بل (عند قبض أربعين درهما من الدين) القوى كقرض (وبدل مال تجارة) فكلما قبض أربعين درهماً يلزمه درهم.(باب زكاة المال: ۱۷۳/۳، دار الكتاب ديوبند، ظفير)

(۳) (فلا زكاة علىٰ مكاتب) ... (ومديون للعبد بقدر دينه) فيزكى الزائد إن بلغ نصاباً.(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۹/۲، ظفير)

(۴) (أخذ البغاة والسلاطين الجائرة (زكاة) الأموال الظاهرة كالسوائم والعشر والخراج لا إعادة علىٰ==

بیمہ کمپنی میں جمع کرائی ہوئی، رقم پرزکوٰۃ نہیں:

پراویڈنٹ فنڈ پر جب تک وصول نہ کرے، زکوٰۃ نہیں:

شیئرز پرزکوٰۃ:

ڈاکخانہ کے کیش سرٹی فکٹ پرزکوٰۃ:

نابالغ کے مال پرزکوٰۃ نہیں، ولی اس کی طرف سے ادا نہیں کرسکتا:

حساب زکوٰۃ کے لیے مہر کی رقم کا اعتبار:

سوال (۱) زید نے اپنی زندگی کا بیمہ تین ہزارروپے میں کسی کمپنی میں کرایا اور ہر سال ایک سو بتیس روپے (۱۳۲) بیمہ کمپنی کو بھیجتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا زید کو اس قسم کے روپے پرزکوٰۃ ادا کرنا چاہیے، یا نہیں؟ اور اگر وہ ادا کرنا چاہے تو آیا تین ہزار روپے پر ادا کرنا چاہیے، یا اس روپے پر جو سال میں بھیجا گیا ہے، یا اس رقم پر جو ابتدائے بیمہ سے ابھی تک کمپنی کو دی جاچکی ہے۔(۱)

(۲) زید اپنی تنخواہ سے کچھ روپیہ ماہوار پراویڈنٹ فنڈ نکالتا ہے اور وہ روپیہ خزانہ سرکاری میں جمع ہوتا رہتا ہے اور یہ رقم منہا کر کے تنخواہ ملتی ہے، لہذا زید پر اس قسم کے جمع شدہ روپے پرزکوٰۃ فرض ہے، یا نہیں؟

(۳) زید نے کسی تجارت کے کمپنی میں تین ہزار روپے کے حصے خریدے ہیں؛ لیکن ابھی تک اس کو نہ کوئی نفع ملا ہے اور نہ حساب سے واقف کیا گیا ہے، لہذا ایسی صورت میں زید کو اس روپے پر جو اس نے خریداری حصہ کے لیے کمپنی کو دیئے ہیں۔ زکوٰۃ دینی چاہیے، یا نہیں؟

(۴) زید نے ڈاکخانے سے کیش سرٹی فکٹ خریدا ہے، لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا زید کو اس روپے پر زکوٰۃ دینا چاہیے، جتنے میں اس نے کیش سرٹی فکٹ خریدا ہے، یا اس پر جو اس وقت اس کی قیمت حساب سے ہوتی ہے؟

(۵) زید ایک نابالغ بچہ کا ولی ہے اور نابالغ صاحب جائیداد ہے، ولی کو نابالغ کے مال میں سے نابالغ کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے، یا نہیں؟

== أربابها إن صرف المأخوذ فی محله الآتی ذکره و(إلا)یصرف فیه فعلیهم فیما بینهم وبین الله.(الدر المختار)
وفی الرد: ویظهر لی إن أهل الحرب لوغلبوا علیٰ بلدة من بلادنا کذالک لتعلیلهم. (ردالمحتار ، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم:۱۹۶/۳-۱۹۷،دار الکتاب دیوبند،انیس)

(۱) بیمہ کے معمولی قواعد وضوابط سے آپ غالباً واقف ہوں گے کہ تاانقطاع میعاد مقررہ، یا ناگہانی وفات جمع شدہ روپیہ کمپنی سے واپس نہیں لیا جاسکتا۔

(۶) حساب زکوٰۃ کے لیے مہر کی رقم بطور قرضہ کے سمجھی جائے گی، یا نہیں؟

(المستفتی:۷۲۹،عزیز الرحمٰن عباسی (ضلع جونپور) ۹/ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ،مطابق ۳/فروری ۱۹۳۶ء)

الجواب

(۱) بیمہ کی رقم پر (تین ہزار مثلا)، یا ادا کردہ رقم پر زکوٰۃ نہیں؛ کیوں کہ اس کی وصولیابی اس شخص کے لیے متیقن نہیں۔(۱)

(۲) پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم پر بھی زکوٰۃ نہیں بعد وصولی کے حولان حول پر زکوٰۃ ہوگی۔(۲)

(۳) ہاں اس روپے کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔(۳)

(۴) اس پر بھی زکوٰۃ دینی ہوگی اور اتنی رقم کی جتنے کو خریدا ہے۔(۴)

(۵) نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں، نہ اس کا ولی اس کی جائیداد اور مال میں سے زکوٰۃ ادا کرسکتا ہے۔(۵)

(۶) ہاں اگر عورت وصول کرنے کا ارادہ رکھتی ہو اور خاوند ادا کرنے پر تیار اور قادر ہوں۔(۶)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۲۵۹/۴-۲۶۰)

مال تجارت میں نفع شامل کرکے زکوٰۃ ادا کی جائے:

سوال: ایک شخص نے ہزار روپے ایک کاروبار میں لگائے اور اس ہزار روپے سے وقتاً فوقتاً خرید وفروخت کرتا

---

(۱) یعنی بیمہ دار کے لیے وصولی یقینی نہیں، ورنہ ورثا کو بیمہ دار کے وقت مقررہ سے پہلے مرجانے پر ساری رقم مع سود کے واپس مل جاتی ہے۔فقط

(۲) کیوں کہ اب تک یہ مال اس کی ملکیت میں نہیں آیا ہے۔

(۳) اگرچہ نفع کی تفصیل معلوم نہ ہو۔

(۴) یعنی وقت اداء زکوٰۃ کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

(۵) (قوله:عقل،وبلوغ،إلخ) فلا تجب على مجنونٍ، وصبى،لأنهاعبادة محضة،وليسا مخاطبين بها،إلخ.(رد المحتار،كتاب الزكاة،مطلب فى أحكام المعتوه:۲/۲۵۸،سعيد)

عن على رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:رفع القلم عن ثلثة: عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبى حتى يحتلم وعن المجنون حتى يعقل.(سنن أبى داؤد،كتاب الحدود،باب فى المجنون يسرق أو يصيب حدا،رقم الحديث:۴۴۰۳/سنن ابن ماجة،كتاب الطلاق،باب طلاق المعتوه والصغير والنائم،رقم الحديث:۲۰۴۲،انيس)

عن ابن عباس قال : لا يجب على مال الصغير زكاة حتى تجب عليه الصلاة.(سنن الدار قطنى ، باب استقراض الوصى من مال اليتيم:۲/۹۷،رقم الحديث:۱۹۶۲،انيس)

عن ابراهيم قال ليس فى مال اليتيم زكاة حتى يحتلم.(مصنف ابن ابى شيبة،من قال ليس فى مال اليتيم زكوة حتى يبلغ:۲/۳۷۹،رقم الحديث:۱۰۱۲۶،انيس)

(۶) لہٰذا شوہر زکوٰۃ ادا کرتے وقت بقدر مہر مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا۔

رہا، سال بھر کے بعد اس کو تین سو روپے فائدہ ہوا تو زکوٰۃ ہزار روپے پر نکالی جائے گی، یا تیرہ سو روپے پر؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مال تجارت اگر ابتدا میں مقدار نصاب ہو تو بعد حولان حول اس کے ساتھ منافع کی بھی زکوٰۃ دینا چاہیے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۷/۶)

حصہ کی چیز خود زکوٰۃ میں اسی کو لوٹا دے تو کیا حکم ہے:

سوال: زید کی ہمشیرہ ہندہ کا انتقال ہوا ترکہ میں زید نے بھی کچھ زیور پایا اور اس کو ہمشیرہ کی زکوٰۃ واجبہ میں شرعاً دینے کے لیے اپنے بڑے بھائی بکر کو دے دیا، بکر نے یہ دیکھ کر کہ زید خود مصرف زکوٰۃ ہے اور بہت مقروض ہے، اس زیور کو فروخت کر کے اس کی قیمت زید کو بہ نیت زکوٰۃ ہمشیرہ دے دی، اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوئی، یا نہیں؟ شبہ یہ ہے کہ زید موکل ہے اور بکر صرف وکیل ہے اور وکیل کا فعل عین موکل کا فعل ہوتا ہے تو یہ صورت ہوگئی کہ زید گو، یا خود ہی زکوٰۃ دیتا ہے اور خود ہی رکھ لیتا ہے؟

الجواب

وہ زیور جو زید کو ترکہ ہمشیرہ میں سے میراث میں ملا، وہ مملوکہ زید کا ہے اور جب کہ زید کے وکیل نے اس کو فروخت کر کے پھر زید کو ہی دے دیا تو اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی؛ کیوں کہ اس صورت میں زید کا مملوکہ روپیہ زید کے پاس ہی رہا۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۷/۶)

زکوٰۃ آمدنی پر واجب ہے مشینری پر نہیں:

سوال: میرا انگریزی چھاپہ خانہ تقریباً بیس ہزار روپے کا بلاشرکت غیر سے ہے اور سود بٹا و ہر قسم کے بار کفالت سے پاک وصاف ہے، آٹھ عدد مشین ودیگر سامان سے مرتب ہے، مشین ودیگر سامان گھسنے اور ٹوٹ پھوٹ ہونے والا

(۱) من كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول مالاً من جنسه ضمه إلٰى ماله وزكاه سواء كان المستفاد من نمائه، أولا.(الهندية، كتاب الزكاة: ۱۷۵/۱، رشيدية، كوئٹہ)

عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال: إن كان لك مال تزكيه فأصبت مالا قبل أن يحول عليه الحول فزكه معه إذا حال الحول فإن لم يكن لك مال فلا تزكه حتى يحول عليه الحول مذ يوم أصبته.(كتاب الآثار لأبي يوسف، باب الزكاة، رقم الحديث: ۴۳۲، انيس)

(۲) ولايدفع المزكي زكاة ماله إلٰى أبيه وجده وإن علاولا إلٰى ولده ولا إلٰى ولد ولده وإن سفل؛ لأن منافع الإملاك بينهم متصلة فلايتحقق التمليك على الكمال.(الهداية، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع صدقات إليه: ۱۸۸/۲)

ويشترط أن يكون الصرف (تمليكا).(الدرالمختار على رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۴۴/۲، دارالفكر بيروت، ظفير)

ہے اور جو مشین ودیگر سامان خرید کیا جاتا ہے، وہ اگر فروخت کیا جائے تو نصف قیمت، یا کم وبیش پر فروخت ہوتا ہے اور بعد پرانا ہونے کے تو بہت کم قیمت رہ جاتی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

(نیازمند امیر مرزا)

الجواب

چھاپہ خانہ اور اس کی مشینیں مال تجارت نہیں ہیں؛ بلکہ آلات طبع ہیں، ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں، ان سے جو آمدنی ہوتی ہے، اس پر بشروط معینہ معلومہ زکوٰۃ واجب ہوگی، یا جو سامان کہ فروخت کرنے کے لیے تیار کیا جاتا ہو، یا خریدا جاتا ہو، یا تبادلہ میں آتا ہو، اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔(۱) واللہ اعلم (کفایت المفتی: ۲۵۵/۴)

☆ ☆ ☆

(۱) یعنی آلات پر تو زکوٰۃ واجب نہیں، البتہ جو آمدنی ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

وليس دور السكنىٰ، وثياب البدن ... وسلاح الإستعمال زكاة؛ لأنها مشغولة بالحاجة الأصلية، وليست بناميةً أيضاً وعلىٰ هٰذا كتب العلم لأهلها، وآلات المحترفين، لما قلنا. (الهداية، كتا ب الزكاة: ۱۸٦/۱، مکتبہ شرکت علمیہ)

فليس في دور السكنىٰ وثياب البذلة وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الإستعمال زكاة ... وكذا كتب العلم إن كان من أهله وآلات المتحرفين، كذا في السراج الوهاج، هٰذا في الآلات التي ينتفع بنفسها ولايبقى أثرها في المعمول وأما إذا كان يبقى أثرها في المعمول كما لواشترى الصباغ عصفراً، أو زعفراناً ليصنع لدبغ الجلد فحال عليه الحول كان عليه الزكاة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة: ۱۷۲/۱، رشيدية)

وصرحوا أيضاً بأن العروض إذا كان للتجارة يجب فيها زكاة التجارة وقالوا: إن العرض خلاف النقد فيدخل فيها الحيوانات وحاصله أنه إن أسامها للحمل أو للركوب فلازكاة أصلا أو للتجارة ففيها زكاة التجارة. (البحر الرائق، باب صدقة السوائم: ۲۲۹/۲، دارالكتاب الإسلامي بيروت، انيس)

مال مضاربت پر زکوٰۃ

مال مضاربت میں زکوٰۃ کا حکم:

سوال: زید نے بکر کو تجارت کے لیے روپیہ دیا کہ روپیہ زید کا اور محنت بکر کی اور نفع نصف نصف۔اب اس روپیہ کی زکوٰۃ زید کو دینا چاہیے، یا دونوں کو نصف نصف؟ دوسرے کی طرف سے بغیر اس کی اطلاع کے زکوٰۃ دے دیوے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اصل روپیہ زید کا ہے،اس کی زکوٰۃ بھی زید کے ذمہ نہیں،اگر زید کی اجازت سے بکر اصل روپیہ کی زکوٰۃ ادا کردے گا تو ادا ہوجائے گی، بغیر اجازت کے ادا نہیں ہوگی، (۱) اور ضمان بکر کے ذمہ لازم ہوگا، (۲) نفع میں بکر بھی نصف کا شریک ہے، وہ اپنے حصہ نفع کی زکوٰۃ دے گا، (۳) اور زید کی اجازت سے زید کے حصہ نفع کی زکوہ دینا بھی درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۴۲۱۔۴۲۲)

مضاربت میں زکوٰۃ:

سوال: ایک تجارت ہے، جس کے اندر تین شریک ہیں، اس طریقہ سے کہ رقم ایک آدمی اور باقی کی صرف محنت ہے اور نفع برابر برابر، مثلاً تین ہزار کا سالانہ نفع ہوا اور اصل رقم چالیس ہزار تھی، باقی شرکاء کا نفع زکوٰۃ ایک ایک ہزار کا نکالیں گے۔اب جس کی اصل رقم ہے، وہ اکتالیس ہزار کی نکالے گا، یا ایک ہزار کی، صرف نفع ہی کی زکوٰۃ نکالے گا تو باقی شرکا تو نفع میں رہے اور اس کا گھر سے بھی گیا؟

(۱) لأنه[أی المضارب]ليس بمالک، ولانائب عنه فی أداء الزكاة،إلا أن يكون فی المال ربح يبلغ نصيبة نصاباً فيؤخذ منه؛لأنه مالک له.(الهداية:۱/۱۹۸،باب فی من يمر علی العاشر،مكتبة شركة علمية)

(۲) لوأدی زكاة غيره بغير أمره فبلغه،فأجاز،لم يجز،لأنها وجدت نفاذاً علی المتصدق؛لأنه ملكه،ولم يصر نائباً عن غيرفنفذت عليه.(ردالمحتار:۲/۲۶۹،كتاب الزكاة،سعيد)

(۳) لأنه [أی المضارب] ليس بمالک ولانائب عنه فی أداء الزكاة إلا أن يكون فی المال ربح يبلغ نصبه نصاباً فيؤخذ منه؛لأنه مالک له.(الهداية)

قال ابن الهمام:بخلاف حصة المضارب؛لأنه يملكها فيؤخذ عنها.(فتح القدير:۲/۲۳۱،كتاب الزكاة،باب فيمن يمر علی العاشر،مصطفی البابی الحلبی،مصر)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ مضاربت کی صورت ہے، زکوٰۃ اصل مال اور نفع کے مجموعہ پر واجب ہوتی ہے، جس شخص کا رأس المال چالیس ہزار ہے اور ایک ہزار اس کا نفع ہوا تو اکتالیس ہزار کی زکوٰۃ اس کے ذمہ لازم ہے، دوسرے دوشر کا مضارب کی ملک میں اگر اس نفع کے علاوہ کچھ نہیں تو جب سے مقدار نصاب کے مالک ہوئے، اس وقت سے سال بھر پورا ہوجانے کے بعد اس کے ذمہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوگئی ہے۔(۱)

رہا یہ سوال کہ تجارت کا نفع کیا ہوا؟ تو خود غور کرلیں کہ سال بھر کے اخراجات بھی اس تجارت سے پورے کئے ہوں گے، اگر تجارت نہ کرتا تو وہ اخراجات چالیس ہزار سے منہا کیا جائے، پھر حساب لگا کر دیکھے کہ کیا نفع ہوا، نیز سال بھر کی زکوٰۃ مزید ہوئی؛ یعنی تجارت کی برکت سے سال بھر کے اخرجات حاصل ہوئے اور زکوٰۃ میں صرف رأس المال (چالیس ہزار روپیہ) میں سے پچیس روپیہ ادا کرنے کی نوبت آئی، تجارت نہ ہوئی تو سال بھر کے اخراجات اس چالیس ہزار سے نکلے اور زکوٰۃ بھی اس میں سے ادا ہوئی۔ نیز دوسرے دونوں شرکاء کو ایک ایک ہزار اس تجارت کی بدولت ملا اور تجارت کی ساکھ قائم ہوگئی، باقی آئندہ کتنا نفع ہوگا، اس کا علم اللہ کو ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۴۲۲-۴۲۳)

مضاربت پر جو تجارت ہورہی ہے، اس کی زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے:

سوال: زید کا روپیہ بکر کی محنت، دونوں مل کر کاروبار کرتے ہیں اور نفع نقصان کے دونوں ذمہ دار ہیں۔ اب دونوں مل کر زکوٰۃ ادا کریں، یا کیا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

اس روپے کی زکوٰۃ بذمہ زید واجب ہے اور بکر کو جب نفع کا روپیہ بقدر نصاب حاصل ہوجاوے اور سال بھر گزر جاوے تو اس کے ذمہ اس روپے کی زکوٰۃ واجب ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۵۵)

مضاربت کے روپے کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے:

سوال: ایک شخص نے دوسرے کو مضاربت کے واسطے روپیہ دیا تھا، اس نے روپیہ لے کر ایک دو سال تجارت کیا

---

(۱) ”لأنه[أي المضارب]ليس بمالك ،ولا نائب عنه في أداء الزكاة،إلا أن يكون في المال ربح يبلغ نصيبة نصاباً، فيؤخذ منه؛لأنه مالك له“. (الهداية: ۱/۱۹۸ ،باب في من يمرعلى العاشر ،مكتبة شركة علمية)

قال ابن الهمام: بخلاف حصة المضارب؛لأنه يملكها فيؤخذ عنها. (فتح القدير: ۲/۲۳۱، كتاب الزكاة، باب فيمن يمرعلى العاشر ،مصطفى البابي الحلبي، مصر)

”لو أدى زكاة غيره بغير أمره فبلغه ، فأجاز، لم يجز ،لأنها وجدت نفاذاً على المتصدق؛لأنه ملكه،ولم يصر نائباً عن غير فنفذت عليه“. (ردالمحتار: ۲/۲۶۹، كتاب الزكاة،سعيد)

اور رب المال کو منافع بالکل نہیں دیا؛ بلکہ خود رکھ لیا اور رب المال نے اس روپے کی زکوٰۃ بھی ادا کردی تو مالک روپے کو اصل روپیہ مع زکوٰۃ کے لینا جائز ہے، یا نہ؟

الجواب______________________

مضاربت اگر صحیحہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اصل روپیہ اور جو کچھ نفع معین ہوا نصف، یا ثلث وہ مالک روپے کو ملے گا، پس مضارب نے جب کہ خیانت کی اور روپیہ دینے سے انکار کیا تو وہ اصل روپیہ مع حصہ منافع کے لینے کا مستحق ہے اور زکوٰۃ ایسے روپیہ کی بعد وصول ہونے کے واجب الاداء ہوتی ہے؛ لیکن اگر قبل از وصول مالک نے زکوٰۃ ادا کردی تو وہ محسوب ہو جاتی ہے، پس جو روپیہ زکوٰۃ کا مالک نے اداء کیا، اس کو مضارب سے نہیں لے سکتا۔

”فتجب زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول، لكن لا فوراً بل عند قبض أربعين درهماً من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض أربعين درهما يلزمه درهم“. (الدر المختار)(۱)

وفيه لو عجل ذو نصاب زكاته لسنين أو لنصب صح. (ردالمحتار)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۵۳-۱۵۴)

سلم کے روپیہ اور زمین پر زکوٰۃ:

سوال: اہل نصاب کے پاس جو زمین ہے، اس زمین کی قیمت لگا کر زکوٰۃ دینا ہے، یا صرف جمع شدہ روپے کی زکوٰۃ دینا پڑے گی؟ اور جو روپیہ لوگوں کے پاس بطور قرض کے ہے، اس شرط پر کہ شوال کے ماہ قرض میں دیا ہے اور ربیع الاول کے ماہ میں ہر روپے کے بدلے میں ایک من؟ یا نصف من دھان دینا پڑے گا؟ اس طریقے پر مبلغ ساٹھ روپے قرض دیا ہے؟ اب اس روپیہ کی زکوٰۃ دینا ہوگی، یا نہیں؟

الجواب______________________ حامداً ومصلياً

زمین اگر کاشت کے لیے ہے، تجارت کے لیے نہیں تو اس زمین کی زکوٰۃ نہیں، خواہ اس کی قیمت کتنی ہی ہو، اس کی پیداوار پر عشر، یا نصف عشر واجب ہوگا، اگر وہ زمین عشری ہو، (۳) روپیہ بقدر نصاب اگر موجود ہو اور اس پر سال بھی گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، (۴) طریق مذکور پر جو روپیہ دیا ہے، وہ اس کی ملک سے خارج ہو گیا، اب اس

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب زكاة المال: ۲/۴۷، ظفير

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب زكاة الغنم: ۲/۳۶، ظفير

(۳) وقد أورد الزيلعي أيضاً ما إذا اشترىٰ أرض عشر وزرعها، أو اشترىٰ بزرا للتجارة وزرعه، فإنه يجب فيه العشر ولاتجب فيه الزكاة؛ لأنهما لا يجمعان، آه. (ردالمحتار: ۲/۲۹۸، باب زكاة الذهب والفضة والعروض، سعيد)

(۴) ويقوم يوم حال عليها الحول بالغة ما بلغت بعد إن كانت قيمتها في أول الحول مائتين، ويزكى عن مائتى درهم خمسة دراهم. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۲/۲۳۸، باب زكاة عروض التجارة، إدارة القرآن)

روپیہ کوواپس نہیں لے سکتا؛ بلکہ اس روپے کے عوض دھان خرید چکا ہے، دھان لینے کا حقدار ہے،لہٰذا اس روپیہ پرزکوۃ فرض نہیں ۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہانپور،۲۰/۱۱/۱۳۶۰ھ۔

الجواب صحیح :سعیداحمد غفرلہ، صحیح :عبداللطیف ۔(فتاویٰ محمودیہ:۹/۴۲۶-۴۲۷)

جس غلہ میں تجارت کی نیت نہ ہو،اس پرزکوٰۃ:

سوال: زید کے پاس دوسومن دھان (۲) موجود ہیں، اس پرحوالان حول بھی گزرگیا؛لیکن تجارت کی نیت نہیں، کیااس دھان پرزکوٰۃ واجب ہوگی ، یانہیں؟ اگرزید کے پاس دوسرروپیہ موجود ہو،اس دھا کےعلاوہ تواس صورت میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی ، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب کہ وہ دھان تجارت کے لیے نہیں تو اس پرزکوٰۃ واجب نہیں،خواہ اس پرحالان حول ہو، یانہیں ۔اس کےعلاوہ جوروپیہ موجود ہے، وہ اگرمقدار نصاب ہے تو اس روپیہ زکوٰۃ واجب ہوگی ۔(۳) دھان پرروپیہ کے ساتھ بھی زکوۃ واجب نہیں ہوگی ۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ(فتاویٰ محمودیہ:۹/۴۲۳-۴۲۴)

☆ ☆ ☆

(۱) قيد بكونها للتجارة؛لأنها لو كنت للغلة فلا زكاة فيها؛لأنها ليست للمبايعة.(البحر الرائق: ۲/۴۹۸، باب زكاة المال،رشيدية)

(۲) دھان: چاول کا پودا، چھلکے دار چاول۔(فیروز اللغات،ص:۶۶۰، فیروزسنز،لاہور)

(۳) ”وشرط حولان الحول وثمنية المال كالدراهم و الدنانير والسؤم ونية التجارة في العروض“.(تنوير الأبصارمع الدر المختار: ۲/۲۶۷، كتاب الزكاة، سعيد)

(۴) ولو وجد من أرضه حنطة تبلغ قيمتها قيمة نصاب،نوىٰ أن يمسكها وبيعها، فأمسكها حولاً،لاتجب فيها الزكاة،حتىٰ ينفذ ثمنها ويحول الحول.(الفتاوىٰ التاتارخانية:۲/۲۴۴،باب زكاة عروض التجارة، إدارة القرآن كراتشي)

نقد اور اُودھار کی زکوٰۃ

خریداروں کے ذمے جو رقم ہے، اس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: تاجروں کو تجارت میں سال کے بعد مال مہاجن کا منہا کر کے باقی روپیہ جو منافع کا زیادہ ہوتا ہے اور وہ اکثر خریداروں کے ذمہ باقی رہا کرتا ہے، اس روپے میں بھی زکوٰۃ ہوگی، یا نہیں؟ اگر زکوٰۃ کا روپیہ علاحدہ نہ نکالا جائے اور جملہ مال میں سے کبھی کبھی روپیہ دو روپیہ کر کے سال بھر میں زکوٰۃ ادا کرے تو زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

جو روپیہ قرض میں ہے، اس کی زکوٰۃ واجب ہے اور ادائے زکوٰۃ بعد وصولی لازم ہوتی ہے۔ (درمختار) (۱)

اور اگر زکوٰۃ کا روپیہ بہ نیت زکوٰۃ علاحدہ نہیں نکالا گیا تھا تو جس وقت روپیہ دو روپیہ کسی کو دے، اس وقت نیت زکوٰۃ کرنے سے زکوٰۃ ادا ہوگی، ورنہ نہیں۔ (درمختار) (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۳/۶-۱۴۴)

تاجر ادھار نقد دونوں کی زکوٰۃ دے یا صرف نقد کی:

سوال: ایک شخص تاجر ہے اور اس کا کچھ روپیہ اُودھار میں ہے اور کچھ اس کے پاس نقد موجود ہے تو وہ زکوٰۃ تمام روپے کی ادا کرے، یا جس قدر اس کے پاس موجود ہے؟

الجواب

تمام روپے کی زکوٰۃ ادا کرے؛ لیکن جس قدر روپیہ قرض میں ہے، اس کی زکوٰۃ بعد وصول کے ادا کرنی لازمی ہوتی ہے، بعد وصول کے گذشتہ ایام کی بھی زکوٰۃ دینا لازم اور واجب ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۶/۶)

ادھار دو سال بعد وصول ہوا تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: اُودھار سے دو سال کے بعد روپیہ وصول ہوا تو زکوٰۃ دونوں سال کی ادا کرے، یا ایک سال کی؟

(۱،۲) وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أى للأداء ولو كا نت المقارنة حكماً كما لو دفع بلانية ثم نوى والمال قائم فى يدالفقير الخ جاز. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ١٤/٢، ظفير)

(۳) (ولو كان الدين علىٰ مقر ملئى) ... (فوصل إلىٰ ملكه لزم زكوة مامضىٰ). (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ١٧٢/٣-١٧٣، دار الكتاب ديوبند، ظفير)

الجواب

دونوں سال کی زکوٰۃ ادا کرے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۵۶/۶)

بیوپاریوں کو جو مال بھیجا جاتا ہے اور روپیہ سال بھر بعد ملتا ہے، اس کی زکوٰۃ کا حکم:

سوال: جو مال بیوپاریان کو منافع لگا کر روانہ کیا جاتا ہے، اس کا روپیہ کبھی سال بھر میں کبھی ڈیڑھ سال میں وصول ہوتا ہے، اس کی زکوٰۃ مع منافع کے نکالی جاوے، یا بغیر منافع اور کبھی بیوپاری سال بھر کے بعد مال واپس بھی کر دیتے ہیں اور ان سے روپیہ مشکل سے وصول ہوتا ہے؟

الجواب

جو مال بیوپاری کو دیا جاتا ہے، اس کی جو کچھ قیمت مع منافع اس سے مقرر ہوئی ہے، اس قیمت پر بعد وصول کے زکوٰۃ واجب ہے، جس قدر وصول ہوتا جاوے، اس کی زکوٰۃ ادا کی جاوے اور جو وصول نہ ہو، اس کی زکوٰۃ کچھ لازم نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۵۵/۶)

جس تاجر کے پاس نقد بھی ہو، مال بھی ہو اور بقایا بھی، وہ کس طرح زکوٰۃ ادا کرے:

سوال: ایک تاجر تقریباً پانچ ہزار کا مال تیار رکھتا ہے اور اس مال میں سے اکثر مال تبدیل ہوتا جاتا ہے اور تقریباً دو ہزار کا مال کارخانہ پر مکمل رکھتا ہے اور تقریباً پانچ ہزار روپے لوگوں کے ذمہ بقایا ہے، جو بتدریج وصول ہوتا ہے، لہٰذا شرعاً صرف نقد تحویل کی جو گھر میں موجود ہے، زکوٰۃ دیوے، یا مال اور بقایا کی بھی؟

الجواب

نقد اور مال تجارت موجودہ اور اس روپے کی جو لوگوں کے ذمہ ہے، سب کی زکوٰۃ دینا لازم ہے، البتہ جو روپیہ لوگوں کے ذمہ ہے، اس کی زکوٰۃ بعد وصول کے گزشتہ سال کی بھی لازم ہوتی ہے، مثلاً اگر قرض دو برس کے بعد وصول ہوا تو بعد وصول کے دونوں سال کی زکوٰۃ دینا لازم ہوا، پس اگر قبل از وصول بھی دے دے تو کچھ حرج نہیں ہے، بہر حال زکوٰۃ سب کی لازم ہے، خواہ نقد ہو خواہ مال تیار شدہ، یا غیر تیار شدہ اور خواہ لوگوں کے ذمہ قرض ہو اور جو قرض اپنے ذمہ ہو، اس کو منہا کر لیا جائے گا۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۴۴/۶)

---

(۱) (ولو كان الدين على مقر مليئ) ... (فوصل إلى ملكه لزم زكاة ما مضى). (الدرالمختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ١٢/٢، ظفير)

(۲) فتجب زكاتها تم نصاباً وحال الحول؛ لكن لافوراً بل عندقبض أربعين درهماً من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ٤٧/٢، ظفير)

(۳) وشرط أى شرط افتراض أدائها حولان الحول وهوفى ملكه وثمنية المال كالدراهم والدنانيرلتعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكاة كيفما أمسكهما ولوللنفقة، الخ، ونية التجارة فى العروض أما صريحاً أو دلالة. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة: ١٣/٢)

جس مال کی قیمت بدلتی رہتی ہے، اس کی زکوٰۃ:

سوال: جس مال کی قیمت بدلتی رہے، یا بسا اوقات قیمت خرید سے بھی کم ہو جائے اور مال فروخت ہونے کی کوئی صورت نہ ہو، کیوں کر اس کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے؟

الجواب

جس وقت پورا سال مال تجارت پر ہو جائے تو جو قیمت اس مال کی اس وقت ہو، اس کا حساب کر کے چالیسواں دیوے، خواہ نقد سے، یا اس مال موجود میں سے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۵/۶)

تجارت میں جو نفع ہوا اور جو خرچ ہوا، سب کی زکوٰۃ دے، یا کیا کرے:

سوال: ایک سوداگر ایک ہزار روپے سے تجارت شروع کرتا ہے اور سال بھر کے بعد جب حساب کرتا ہے تو اس کے پاس ڈیڑھ ہزار روپے کا مال موجود ہے اور سال بھر تک وہ اس میں سے اپنا خرچ بھی ساتھ ساتھ کرتا رہا ہے تو کیا اس کو اب زکوٰۃ بموجب حکم شریعت سال بھر کا خرچ نکال کر دینی چاہیے، یا کہ ڈیڑھ ہزار کی پوری بغیر نکالے، خرچ سال آئندہ ادا کرنی چاہیے؟

الجواب

اب اس کو ڈیڑھ ہزار کی زکوٰۃ ادا کرنی لازم ہے۔(کذا فی الدر المختار)(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۵/۶)

تجار جو مال بیوپاری کے حوالے کرتے ہیں، اس کی زکوٰۃ:

سوال: اکثر تجار اپنا تجارتی مال بیوپاروں کے حوالے کر دیتے ہیں اور اس کی قیمت کا ادا ہونا قرائن قویہ سے متیقن بھی ہے ایسی صورت میں قیمت معہود نصاب زکوٰۃ میں محسوب ہوگی یا نہ، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آج تاجروں کے پاس مال ایا اور کل بیوپاری بطور قرض کے اٹھا لے گئے؟

الجواب

اس مال کی زکوٰۃ واجب ہے؛ مگر بعد وصول ہونے کے ادا کرنا زکوٰۃ کا واجب ہوتا ہے اور گزشتہ زمانہ کا بھی زکوٰۃ

---

(۱) وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا: يوم الأداء إجماعاً ويقوم في البلد الذي المال فيه. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۳۰/۲، ظفير)

(۲) ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول من جنسه ضمه إليه وزكاه به. (الهداية، كتاب الزكاة، فصل في الخيل: ۱۷۵/۱، ظفير)

عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال: إن كان لك مال تزكيه فأصبت مالا قبل أن يحول عليه الحول فزكه معه إذا حال الحول فإن لم يكن لك مال فلا تزكه حتى يحول عليه الحول مذ يوم أصبته. (كتاب الآثار لأبي يوسف، باب الزكاة، رقم الحديث: ۴۳۲، انيس)

میں کیا جاتا ہے، مثلاً اگر کئی برس میں وہ روپیہ وصول ہوتو سنین ماضیہ کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا لازم ہے۔(۱) فقط
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۴۷)

تجارت میں سال کے اندر مختلف اوقات میں جو نفع ہوتا ہے، کیا سب کی زکوٰۃ دی جائے گی:

سوال: زید نے کچھ رقم عمر کو تجارت کے واسطے دی اور عمر نے اس رقم سے تجارت شروع کی، سال ختم ہونے سے معلوم ہوا کہ اس میں منافع ہوا تو اصل رقم کی زکوٰۃ کے علاوہ منافع کی رقم جو کہ ایک سال میں روزانہ تھوڑی تھوڑی جمع ہوئی ہے۔اس رقم پر پہلے سال میں زکوٰۃ دینی لازم ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسئلہ یہ ہے کہ مال مستفا پر اصل کے ساتھ زکوٰۃ واجب ہے، حاصل یہ ہے کہ جب کہ نصاب پہلے سے وجود ہوتو اس پر جو کچھ نفع ہوگا ختم سال پر اس کی بھی زکوٰۃ لازم ہوگی؛ لیکن جس کا اصل روپیہ ہے، اس پر اس کے حصہ منافع کی زکوٰۃ بھی لازم ہوگی اور عمر جس کا محض نفع میں حصہ ہے اور اصل روپیہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے تو اس کے ذمہ منافع کی زکوٰۃ جب کہ وہ نفع بقدر نصاب ہو، بعد حولان حول کے لازم ہوگی۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۴۷-۱۴۸)

جس دکان کا حساب نہیں ہے، اس کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے:

سوال: زید کی دکان جب سے قائم ہوئی ہے، اس وقت تک کوئی ایسا حساب مرتب نہیں ہوا جس سے اس کی مالیت کا صحیح اندازہ ہو سکے، ایسی حالت میں زکوٰۃ ادا کرنے کی کون سی صورت اختیار کرے؟ سنین ماضیہ کی زکوٰۃ جو اس نے ادا نہیں کی، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

حساب کر کے زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے اور سنین ماضیہ کی بھی زکوٰۃ ادا کرے۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۴۸)

---

(۱) (فتجب) زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول،لكن لا فوراً بل(عند قبض أربعين درهماً من الدين) القوى كقرض(وبدل مال تجارة)فكلما قبض أربعين درهمايلزمه درهم.(الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار،كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۳/۳۱۷، دارالكتاب ديوبند، ظفير)

(۲) (والمستفاد) ولوبهبة أوأرث (وسط الحول يضم إلٰى نصاب من جنسه)فيزكيه بحول الأصل.(الدرالمختار) وفى رد المحتار:تحت(قوله أوأرث) أدخل فيه المستفاد بشراء أوميراث أووصية وما كان حاصلاً من الأصل كالأولاد والربح،الخ،(قوله:يضم إلٰى نصاب،الخ) وأشارإلٰى أنه لابد من بقاء الأصل حتٰى لوضاع استانف للمستفاد حولامنذ ملكه.(رد المحتار،باب زكوة الغنم: ۲/۳۱،ظفير)

(۳) (وفى عرض تجارة قيمته نصاب) ... (من ذهب أوورق) ... (ربع عشر).(الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار، كتاب الزكاة،باب زكاة المال: ۲/۴۱، ظفير)

نقد اور مال تجارت پر زکوٰۃ:

سوال: عطار خانہ کی دکان ہے، ہزاروں ادویہ ہیں اور بساط خانہ اور جوتے وغیرہ ہیں، اگر تخمیناً قیمت لگائی جائے اور زائد کر کے لگائی جائے تو خلاف شرع ہوگا، یا کیا؟ قرض تھوڑی مقدار میں ہے، کسی کے ذمہ ۴ر یا ۸ر کسی کے ذمہ پانچ روپے، بہت سے لوگ نادہند ہیں، جن سے امید وصولیابی نہیں ہے، اس طرح پر وہ دوسو روپے سو پچاس آدمی کے ذمہ ہیں، کسی کو چار مہینہ ہوئے، کسی کو آٹھ، کسی کو دس، اگر کسی سے دو برس کے، یا تین برس کے بعد وصول ہو تو زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ادویہ اور سامان بساط خانہ کی وہ قیمت لگائی جائے گی، جو اس وقت بازار میں ان کی قیمت ہے، اسی قیمت پر زکوٰۃ دی جاوے گی، (۱) اور قرض کی زکوٰۃ بعد وصول کے واجب الاداء ہوئی ہے، پس آخر سال تک جس قدر رقم وصول ہو کر شامل رقم موجودہ و مال موجود ہو جاوے، اس سب کی زکوٰۃ ادا کرے، اسی طرح جو اس کے بعد وصول ہوتا رہے، اس کو سال آئندہ کے حساب میں شامل کرے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۴۸/۶-۱۴۹)

اسباب تجارت کی قیمت میں کس نرخ کا اعتبار ہوگا:

سوال: اسباب تجارت پر زکوٰۃ دینے میں اعتبار نرخ خریدار کا کیا جاوے، یا جو نرخ اس وقت بازار میں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اسباب تجارت پر زکوٰۃ اس قیمت کے اعتبار سے دی جاوے گی، جو نرخ بازار کے موافق ہے، اسی پر عمل کرنا چاہیے، اگر نرخ خرید کے موافق زکوٰۃ دے اور باعتبار نرخ بازار زیادہ واجب ہوئی تھی تو باقی زکوٰۃ اس کے ذمہ رہی اس کو ادا کرے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۴۹/۶)

---

(۱) وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا: يوم الأداء وفي السوائم يوم الأداء إجماعاً وهو الأصح ويقوم في البلد الذي المال فيه. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۳۰/۲، ظفير)

(۲) (ولو كان الدين على مقر مليء) ... (فوصل إلى ملكه لزم زكاة مامضى). (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۱۷۲/۳-۱۷۳، دار الكتاب ديوبند، ظفير)

(۳) (وفي عرض تجارة قيمته نصاب) ... (من ذهب أو ورق) ... (مقوماً بأحدهما) إن استويا فلو أحدهما أروج تعين التقويم به ... (ربع عشر). (الدر المختار)

وفي رد المحتار: وقدم الشارح عند قوله وجاز دفع القيمة أنها تعتبر يوم الوجوب وقالا يوم الأداء كما في السوائم ويقوم في البلد الذي المال فيه، الخ. (كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲۹۸/۲-۲۹۹، دار الفكر بيروت، ظفير)

جائداد کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں، قرض بوقت ادائیگی زکوٰۃ وضع ہوگا:

سوال: ایک شخص کے پاس جائداد قیمتی پچاس ہزار منافع فی سال کی ہے اور سامان تجارتی بیس ہزار کا ہے، اس میں ڈھائی تین ہزار روپے سالانہ منافع ہوتا ہے اور وہ شخص کبھی تین ہزار روپے چھ ماہ کے واسطے قرض بھی لیتا ہے۔ ان سب صورتوں میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ اور اس کے ذمہ مہر بھی چاہتا ہے؟

الجواب

سامان تجارت جو بیس ہزار کا ہے، مثلاً: اس پر کل پر زکوٰۃ واجب ہے۔ چالیسواں حصہ اس کا ہر سال بھر میں زکوٰۃ کا نکالا کرے؛ یعنی فی سیکڑہ ڈھائی روپیہ زکوٰۃ دینا چاہیے، (۱) اور جائداد کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں ہے، (۲) اس کے نفع میں جو روپیہ حاصل ہو اور سال بھر گزر جائے، اس کی زکوٰۃ دیوے اور تین چار ہزار کا روپیہ جو اس کے ذمہ قرض ہوجاتا ہے، اگر ختم سال پر بوقت زکوٰۃ ادا کرنے کے اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کو مجرا کیا جاوے گا، باقی ماندہ سامان تجارت اور نقد روپیہ وزیور وغیرہ کی زکوٰۃ دیوے، (۳) اور دین مہر وضع نہ کیا جاوے گا وہ مانع زکوٰۃ سے نہیں ہے، کما فی الشامي: ''والصحيح أنه غير مانع''. (۴) یعنی صحیح یہ ہے کہ دین مہر موجل مانع زکوٰۃ سے نہیں ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۰/۶)

قرضہ وضع کے بعد جو مال کی قیمت ہو، اس کی زکوٰۃ دی جائے اور قیمت موجودہ نرخ پر لگائی جائے:

سوال (۱) تجارت میں اگر بعد ادائے قرضہ مثلاً ایک ہزار روپے کا مال دکانداری ہو تو کیا اس ایک ہزار پر زکوٰۃ دینا

(۱) (وفي عرض تجارة قيمته نصاب) ... (من ذهب أوورق) أي فضة مضروبة (فأفاد أن التقويم إنما يكون بالمسكوك عملاً بالعرف (مقوماً بأحدهما) (ربع عشر). (الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲۹۸/۲ـ۲۹۹، دارالفكر بيروت، انيس)

''و من اشترى جارية، و نواها للخدمة، بطلت عنها الزكاة ... وإن نواها للتجارة، لم تكن للتجارة حتٰى يبيعها، فيكون في ثمنها زكاة. (الهداية، كتاب الزكاة: ۱۸۷/۱، مكتبة شركت علمية، ملتان)

وصرحوا أيضاً بأن العروض إذا كان للتجارة يجب فيها زكاة التجارة وقالوا: إن العرض خلاف النقد فيدخل فيها الحيوانات وحاصله أنه إن أسامها للحمل أو للركوب فلازكاة أصلا أو للتجارة ففيها زكاة التجارة. (البحر الرائق، باب صدقة السوائم: ۲۲۹/۲، دارالكتاب الإسلامي بيروت، انيس)

(۲) (ولازكاة في ثياب البدن) ... (وأثاث المنزل ودورالسكنٰى ونحوها). (الدرالمختار)

وفي الرد تحته (قوله: ونحوها) كثياب البدن الغير المحتاج إليها وكالحوانيت والعقارات. (رد المحتار، كتاب الزكاة: ۱۷۰/۳، دارالكتاب ديوبند، ظفير)

(۳) (ومديون للعبد بقدردينه) فيزكي الزائد إن بلغ نصاباً. (الدرالمختار علٰى هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۱٦۸/۳، دارالكتاب ديوبند، ظفير)

(۴) رد المحتار، كتاب الزكٰوة تحت قوله أومؤجلا: ۱٦۵/۳، دارالكتاب ديوبند، ظفير

واجب ہے؛ لیکن دکانداری کا مال ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر اس کو فروخت کیا جائے اور دکان چھوڑنے کا قصد ہو تو کبھی ایک روپے کا مال ایک روپے میں فروخت نہیں ہوتا، اس مال کی قیمت ادائے زکوٰۃ کے وقت وہی محسوب ہوگی، جو اس کی اصلی قیمت بوقت موجودہ خرید ہے، یا وہ قیمت محسوب کرنی چاہیے، جو دکان چھوڑنے کے وقت مل سکتی ہے اور اس پر زکوٰۃ دینا چاہیے؟

جو قرض ہے، اس کی زکوٰۃ وصولی کے بعد ہے:

(۲) ایک سو روپے کا مال دکان میں موجود ہے اور پانچ سو روپے دوسرے اشخاص پر قرض بطور اُودھاری ہیں، جس میں یقینی طور پر سب کا وصول ہونا غیر ممکن ہے تو کیا مال موجودہ ایک سو روپے پر زکوٰۃ دینی چاہیے، یا رقم قرض پر بھی؟

الجواب

(۱) قرض دانواں کے ادا کرنے کے بعد اگر ایک ہزار روپے کا مال مثلاً بچے تو ختم سال پر اس کی زکوٰۃ دینی چاہیے اور زکوٰۃ قیمت مال موجودہ نرخ موجود کے حساب سے واجب ہوگی۔ دکان چھوڑنے کی حالت میں جو کمی پر مال فروخت ہو، اس کا خیال نہ کیا جاوے گا؛ بلکہ نرخ بازار موجودہ مال کا اعتبار ہوگا۔(۱)

(۲) ایک سو روپے موجودہ کی زکوٰۃ ختم سال پر فی الحال دینا لازم ہے اور پانچ سو روپے، جو قرض یافتنی ہے، اس میں سے جس قدر وصول ہوتا جاوے، اس کی زکوٰۃ سال گزشتہ وحال کی سب دینی لازم ہوگی۔

غرض یہ ہے کہ قرض یافتی پر زکوٰۃ واجب ہے؛ لیکن دینا زکوٰۃ کا بعد وصول قرض کے لازم ہوتا ہے اور اگر فرض کرو کہ قرض دو سال کے بعد وصول ہوا تو بعد وصول کے دونوں سال کی زکوٰۃ لازم ہوگی، (۲) اور جو روپیہ وصول نہ ہوگا، اس کی زکوٰۃ ساقط ہو جاوے گی۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۱۵۱-۱۵۲)

---

(۱) الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ماكانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب ... وتعتبر القيمة عند حولان الحول ... إذا كان له مائتا قفيز حنطة للتجارة تساوي مائتي درهم فتم الحول ثم زاد السعر أوانتقص فإن أدع من عينها أدىٰ خمسة أقفزة وإن أدىٰ القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب ... وعند هما يوم الأداء وكذا كل مكيل أوموزون أومعدو،الخ.(الفتاویٰ الهندية،كتاب الزكوٰة، الباب الرابع في مسائل شتىٰ: ۱/۱۶۹،ظفير)

وصرحوا أيضاً بأن العروض إذا كان للتجارة يجب فيها زكاة التجارةوقالوا:إن العرض خلاف النقد فيدخل فيها الحيوانات وحاصله أنه إن أسامها للحمل أو للركوب فلازكاة أصلا أو للتجارة ففيها زكاة التجارة.(البحر الرائق، باب صدقة السوائم:۲/۲۲۹،دارالكتاب الإسلامي بيروت،انيس)

(۲) وأما سائرالديون المقربها فهي علىٰ ثلاث مراتب ... قوي وهوما يجب بدلاً عن سلع التجارة إذا قبض أربعين زكّىٰ لمامضى.(الفتاویٰ الهندية،كتاب الزكاة،الباب الأول في تفسيرها: ۱/۱۷۵،انيس)

(۳) ولا(زكاة) في مال مفقود،الخ، ودين كان جحده المديون يمكن الانتفاع به مع بقاء الملك.(الدرالمحتار على هامش رد المحتار ،كتاب الزكاة:۲/۱۱-۱۲،ظفير)

منافع کی زکوٰۃ اصل کے ساتھ دی جائے گی:

سوال: کیا تجار قبل تمام سال جو منافع ہوتا ہے، اس کو اصل روپے کے ساتھ ملا کر کل کی زکوٰۃ نکالیں، یا صرف اصل کی زکوٰۃ نکالی جاوے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

درمیان کے جو منافع ہوئے، وہ ختم سال اصل مال پر زکوٰۃ دینے کے لیے شمار و معتبر کئے جاویں گے۔(۱)
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۲/۶)

دکان کی نقد اُودھار کی زکوٰۃ کیسے دی جائے:

سوال: زید نے ایک دکان آٹھ ہزار روپے سے کی اور اسی آٹھ ہزار روپے میں سے تین ہزار روپے اُودھار میں ہو گئے اور پانچ ہزار کا مال دکان میں باقی ہے، اب زکوٰۃ مال موجودہ ہی پر ہے، یا اُودھار پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، اُودھار کا روپیہ سال وار کل وصول نہیں ہوتا، تھوڑا روپیہ مثلاً ۶۰۰/۷۰۰ وصول ہوتا ہے اور پھر اتنا ہی ہو جاتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

اُودھار کی زکوٰۃ دینا واجب تو اس وقت ہوتا ہے کہ وہ روپیہ وصول ہو جاوے اور اس وقت پچھلے زمانہ کی بھی زکوٰۃ دینی لازم ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ کل مال اُودھار و موجودہ کی زکوٰۃ کا حساب کر کے ختم سال پر دے دیوے؛ تا کہ بار بار بوقت وصول اُودھار کے حساب کرنے کی دقت پیش نہ آوے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۲/۶-۱۵۳)

---

(۱) ومن كان له نصاب فاستفاد فى اثناء الحول من جنسه ضمه إليه وزكاه به. (الهداية، كتاب الزكاة، فصل فى الخيل: ۱۷۵/۱، ظفير)

عن أبى حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال: إن كان لك مال تزكيه فأصبت مالا قبل أن يحول عليه الحول فزكه معه إذا حال الحول فإن لم يكن لك مال فلا تزكه حتى يحول عليه الحول مذ يوم أصبته. (كتاب الآثار لأبى يوسف، باب الزكاة، رقم الحديث: ۴۳۲، انيس)

قوله: (ومطلق المستفاد يضم فى الحول). (تحفة الملوك متن منحة السلوك، كتاب الزكاة: ۲۳۱/۱، وزارة الأوقاف والؤون الإسلامية قطر، انيس)

(ويضم مستفاد من جنس نصاب إليه) يعنى إذا كان له نصاب فاستفاد فى أثناء الحول من ضنسه ضمه إلى ذلك النصاب وزكاه به. (تبيين الحقائق، زكاة الخيل: ۲۷۲/۱، المطبعة الكبرىٰ الأميرية بولاق، انيس)

(۲) واعلم أن الدين عند الامام ثلاثة، قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها إذا تم نصاباوحال الحول لكن لا فوراً بل عند قبض اربعين درهمامن الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم. (الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار، باب زاة المال: ۴۷/۲-۴۸، ظفير)

مال تجارت کی زکوٰۃ:

سوال: تجارت کا مال گڑ ہے، اس کی زکوٰۃ کس طرح دینی چاہیے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

گڑ کی قیمت کر کے چالیسواں حصہ زکوٰۃ دی جاوے، (۱) یا گڑ ہی زکوٰۃ میں دے دیا جائے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۵۴/۶)

قرض نفع کے ساتھ:

سوال: زید پارچہ کا بیوپار کرتا ہے۔ زید نے بکر کو چار سو روپے کا پارچہ فی صدی (۲) ہے کہ منافع پر ایک ماہ کی مدت کے وعدہ پر دیا اور یہ کہہ دیا کہ اگر حسب وعدہ رقم ادا ہوگئی تو فبہا، ورنہ بعد مدت مقررہ کے ایک روپیہ فی صدی منافع دینا ہوگا۔ بکر بھی اس بات پر رضا مند ہوگیا۔ یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

یہ جائز نہیں ہے؛ بلکہ حرام اور سود ہے۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۵۴/۶-۱۵۵)

جس ماہ زکوٰۃ ادا کرتا تھا اس سے ایک ماہ پہلے وہ نکل گیا تو کیا کرے:

سوال: اگر تمام روپیہ تجارت میں صرف ہوگیا اور یہ شخص رمضان میں زکوٰۃ ادا کیا کرتا تھا اور روپیہ شوال میں وصول ہوا تو اس سال کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، یا نہیں؟ اور کب ہوگی؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

اس سال کی زکوٰۃ بھی ادا کرے، شوال میں جو روپیہ وصول ہوا، اس کی زکوٰۃ بعد وصول ادا کرنا لازم ہے؛ لیکن پچھلے سال کی بھی اداء کرنا لازم ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۵۶/۶)

---

(۱) واللازم فی مضروب کل منهما (إلیٰ قوله) وفی عرض تجارة قیمته نصاب من ذهب أوورق مقوما بأحدهما ربع عشر. (الدرالمختار علی هامش رد المحتار: ۴۱/۲، ظفیر)

(۲) یعنی قرض پر اضافی رقم لینا سود ہے اور یہ حرام ہے۔

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لاَ يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِی يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِکَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا: إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا، وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا، فَمَنْ جَائَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ، وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِکَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (سورة البقرة: ۲۷۵)

عَنْ أَبِی حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ، وَالْمُوتَصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ، وَالْمُوتَشِمَةَ، وَالْوَاشِرَةَ، وَالْمُوتَشِرَةَ، وَالْوَاصِمَةَ، وَالْمُوتَصِمَةَ، وَآكِلَ الرِّبَا، وَمُطْعِمَهُ، وَشَاهِدَهُ، وَكَاتِبَهُ، وَالْمُحَلِّلَ، وَالْمُحَلَّلَ لَهُ. (کتاب الآثار لأبی یوسف، فی الخضاب والأخذ من اللحیة والشارب، رقم الحدیث: ۱۰۴۸، انیس)

درمیان سال میں جو وصول ہو، اس کی زکوٰۃ کس طرح دی جائے:

سوال: اگر درمیان سال میں روپیہ وصول ہو تو اس کی زکوٰۃ اسی وقت دینی ہوگی، یا رمضان شریف میں؟

الجواب

جس وقت وصول ہو تو اس وقت زکوٰۃ دینا لازم ہے؛ لیکن اگر پہلے، یا پیچھے دے دے، تب بھی درست ہے، حساب اول سے ہی لگے گا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۵۶/۶)

اسامی سے وصول میں، جو رقم خرچ ہوئی، اس میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: ایک اسامی سے نالش کر کے ستر روپے وصول ہوئے اور چالیس روپے عدالت میں خرچ ہوئے اور ان چالیس روپے کی زکوٰۃ ادا کر چکا تھا۔ اب ستر روپے کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی، یا بعد منہائے خرچ؟

الجواب

کل روپے کی زکوٰۃ ادا ہوگی، خرچ منہا نہ ہوگا۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۵۷/۶)

☆ ☆ ☆

---

(۱) وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرّيّة، وملك نصابٍ حوليٍّ فارغٍ عن الدّين وحاجته الأصليّة نامٍ، ولو تقديرًا. (كنز الدقائق)

(حاجته الأصلية) فسرها ابن الملك بما يدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقاً أو تقديراً فالثانی كالدين والأول كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرث والثياب المحتاج إليها لدفع الحر والبرد وآلات الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها فإن كانت له دراهم يصرفها إلى تلك الحوائج صارت كالمعدومة، انتهى. (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، كتاب الزكاة: ٤١٥/١، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

پراویڈنٹ فنڈ کی زکوٰۃ

پراویڈنٹ فنڈ کی زکوٰۃ:

سوال: پراویڈنٹ فند کا روپیہ جو بعد اختتام ملازمت ملتا ہے، اگر اس پر زکوٰۃ کا حکم ہے تو جس سے فی الحال ممکن نہ ہو، وہ کیا کرے؟

الجواب

ملازمان کی تنخواہ میں سے جو کچھ روپیہ وضع ہوتا ہے اور پھر اس میں کچھ رقم ملا کر بوقت ختم ملازمت ملازموں کو ملتا ہے، وہ ایک انعام سرکاری سمجھا جاتا ہے، اس کی زکوٰۃ گزشتہ برسوں کی واجب نہیں ہوتی، آئندہ کو بعد وصول کے جب سال بھر نصاب پر گزر جاوے گا، اس وقت زکوٰۃ دینا لازم ہوگا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۳۳۱)

پراویڈنٹ فنڈ کے سود کا حکم:

سوال: گورنمنٹ کی طرف سے ایک قاعدہ پراویڈنٹ فنڈ کا ہے، جس میں ملازمین کی تنخواہ میں سے کچھ حصہ اس کی تنخواہ کا جس قدر ملازم جمع کرنا پسند کرے، وضع کر کے فنڈ میں جمع کیا جاتا ہے اور اس رقم جمع شدہ پر سرکار بخوشی سود دیتی ہے۔اس کا لینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

سود لینا تو کسی سے جائز نہیں ہے،(۲) البتہ سرکار جو بطور انعام وضع شدہ رقم تنخواہ کے ساتھ اسی قدر، یا جس قدر ہو، ملا کر دیتی ہے، اس کا لینا جائز ہے اور نیز یہ بھی حکم کیا جاتا ہے کہ جن لوگوں کا روپیہ بنک وغیرہ میں جمع ہے، وہ اس کے سود کو وہاں نہ چھوڑیں اور کفار کی امداد نہ کریں؛ بلکہ وہاں سے لے کر غربا و فقرا و مساکین کو دے دیں۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۳۳۱-۳۳۲)

(۱) وعند قبض مائتين مع حولان الحول بعده:أي بعد القبض من دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهر ودية وبدل كتابة.(الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار،باب زكاة المال:۲/ ٤٩،ظفير)

(۲) ﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لاَ يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِى يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا: إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا، وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا، فَمَنْ جَائَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ، وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾(سورة البقرة:٢٧٥،انيس)

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ، وَالْمُوتَصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ، وَالْمُوتَشِمَةَ، وَالْوَاشِرَةَ، وَالْمُوتَشِرَةَ، وَالْوَاصِمَةَ، وَالْمُوتَصِمَةَ، وَآكِلَ الرِّبَا، وَمُطْعِمَهُ، وَشَاهِدَهُ، وَكَاتِبَهُ، وَالْمُحَلِّلَ، وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.(كتاب الآثار لأبي يوسف،رقم الحديث:١٠٤٨،انيس)

پراویڈنٹ فنڈ اور بنک کی رقموں پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: فتوی نمبر (۲۵۲۰) پہنچا، آیا پراویڈنٹ فنڈ بنک، یا ڈاکخانہ کی رقموں پر زکوٰۃ دینا واجب ہے، یا نہیں؟ بنک وڈاکخانہ کی رقمیں تو جمع کرنے والے کے قبضۂ واختیار میں رہتی ہیں، یعنی جب وہ چاہے روپیہ نکال سکتا ہے؛ مگر پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ایسی ہے کہ جو ملازمت ترک کرنے، یا وفات کے بعد مل سکتی ہے۔ پس اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟ دیگر یہ کہ جناب نے سود کو ناجائز لکھا ہے کہ سود لینا تو کسی سے جائز نہیں ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ بنک وغیرہ سے سود لے کر غربا کو دے دینا چاہیے، جب کہ سود ناجائز ہے تو ایسی ناجائز رقم غربا کو دینا کہاں تک جائز ہوسکتا ہے؟

الجواب

اس رقم پر زکوٰۃ بعد وصول ہونے کے اور وصول کے بعد سال بھر گزر جانے پر واجب ہوتی ہے، (۱) اور باجود عدم جواز سود کے جو یہ فتوی دیا جاتا ہے کہ بنک وغیرہ میں وہ رقم نہ چھوڑے؛ بلکہ وہاں سے لے کر غربا وفقرا ومساکین کو دے دی جاوے، اس کی وجہ ایک خاص ہے، وہ یہ کہ اگر وہ رقم اپنے اگر وہ رقم وہاں چھوڑی جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ رقم پادریوں کو دی جاتی ہے، جس سے وہ اپنے مذہب کی اشاعت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مرتد بنانے میں وہ روپیہ خرچ کرتے ہیں اور حکم شریعت کا یہ ہے: ''من ابتلیٰ ببلیتین فلیختر أهو نهما'' (۲) یعنی جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو، وہ اہون اور کمتر کو اختیار کرے۔ پس سود کا لینا بھی اگرچہ گناہ ہے؛ مگر نہ ایسا جیسا کہ مسلمانوں کے مرتد بنانے اور بے دین کرنے میں امداد دینا؛ اس لیے اس میں اس اہون طریق کو اختیار کیا گیا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۳۲/۶)

پراویڈنٹ فند پر زکوٰۃ:

سوال: ریلوے ملازمین سے ریلوے کمپنی تنخواہ کا بارہواں حصہ لازمی طور پر وضع کر کے بینک میں جمع کرتی جاتی ہے، مثلاً زید بمشاہرہ ایک سو بیس روپے کا ملازم ہے ہر ماہ بجائے ایک سو بیس روپے اس کو ایک سو دس روپے ملتے ہیں، دس تو وہ جو اس کی تنخواہ سے وضع ہوئے اور دس حق نیک چلتی، یا حق پنشن کے طور پر کمپنی اپنے پاس سے اور جمع کر دیتی ہے، گویا ایک سال میں زید کے ایک سو بیس روپے تو اس کی تنخواہ سے وضع ہوکر اور ایک سو بیس کمپنی کی طرف سے اور ان دونوں کے مجموعہ دو سو چالیس ۔۔۔ کا سود جمع ہوتا رہتا ہے اور ہر سال پرچہ حساب ملازمین کو ملتا رہتا ہے، یہ جمع شدہ رقم

---

(۱) و عند قبض مائتين مع حولان الحول بعده أى بعد القبض من دين ضعيف وهوبدل غيرمال كمهرو دية،ألخ. (الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار، باب زكاة المال: ٤٩/٢،ظفير)

(۲) قال الزيلعي في باب شروط الصلاة:ثم الأصل في جنس هذه المسائل أن من ابتلى ببليتين وهما متساويان يأخذ بأيتهما شاء، وإن اختلفا يختار أهونهما. (الأشباه والنظائر لابن نجيم،القاعدة الرابعة:إذا تعارض مفسدتان روعى اعظمهما ضررا بارتكاب أخفهما،ص:٧٦،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

زید کی بیوی، بیٹے، یا کسی قریبی رشتہ دار کے نام بوساطت زید جمع رہتی ہے، زید اپنی حیات میں جب تک وہ سلسلہ ملازمت میں ہے، اس روپے سے مستفید نہیں ہوسکتا، زید کے مرنے پر وہ رقم اس کو ملے گی، جس کے نام سے جمع ہوتی رہی ہے؛ لیکن اگر زید خود ملازمت سے دستبردار ہوتا ہے، یا کمپنی علاحدہ کرتی ہے تو وہ رقم چار پانچ ماہ بعد زید کو مل سکتی ہے، اگر زید خود مستعفی ہو اور کمپنی کے خیال میں اس کا چال چلن نیک اور اچھا نہیں ہے تو کمپنی کو اختیار ہے کہ وہ ملازم کا صرف جمع شدہ روپیہ ہی دے دے، جس کو کمپنی کسی حالت میں نہیں روک سکتی؛ لیکن حق نیک چلنی دے، یا نہ دے، اس کے اختیار میں ہے، کیا ایسے جمع شدہ روپے پر قبضہ کے قبل زکوٰۃ فرض ہے، یا روپیہ ملتے ہی، یا ایک سال پورا قبضہ رہنے کے بعد، یا اس وقت سے جب سے ملازم کا روپیہ وضع ہونا شروع ہوتا ہے؟

(المستفتی: حاجی حسین علی، سگنلیہ انچارج ٹیلی گراف آفس، گنگا پورسٹی)

الجواب

اس جمع شدہ رقم کی زکوۃ اس وقت تک واجب نہیں ہے، جب تک یہ وصول نہ ہو اور وصول ہونے کے بعد بھی جب سال گزر رے، اس وقت واجب الادا ہوگی اور صرف اسی زمانے کی جو وصول رقم کے بعد سے اس پر گزر رے گا؛ کیوں کہ یہ روپیہ ابھی تک اس شخص کے قبضے میں ہی نہیں آیا اور اس کا ایک حصہ اگر چہ بدل عمل ہے؛ مگر زیادہ حصہ اس کا محض عطیہ ہے، دین ضعیف ہے اور اس کا یہی حکم ہے۔(۱) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۰۶/۴-۳۰۷)

پراویڈنٹ فنڈ اور اس کی سود پر زکوٰۃ:

سوال: جن سرکاری ملازموں کی تنخواہ قلیل ہوتی ہے اور ان کو روپیہ پس انداز کرنے میں دقت پیش آتی ہے، ان کی سہولت کے لیے گورنمنٹ نے ایک قاعدہ ''جنرل پراویڈنٹ فنڈ'' جاری کر رکھا ہے، کم از کم ایک آنہ فی روپیہ اور زیادہ سے زیادہ دو آنے فی روپیہ کے حساب سے ہر اہلکار اپنی تنخواہ میں سے وضع کرا کر سرکاری خزانہ میں جمع کرا سکتا ہے، یہ کل روپیہ جب تک اہلکار کی پنشن نہ ہو، یا وہ ملازمت ترک نہ کرے، کبھی اور کسی وقت (دوران ملازمت) میں اس کو واپس نہیں مل سکتا، اگر اہلکار درمیان میں اپنا حساب بند کرانا چاہے تو حساب بند ہو جائے گا؛ یعنی تنخواہ میں وضع، یا جمع ہونا بند ہو جائے گا؛ لیکن جمع شدہ روپیہ اس کے قبضہ میں نہیں آئے گا؛ گویا ملکیت اہلکار کی اور قبضہ سرکار کا ہے۔ درصورت انتقال اہلکار کے جائز وارث، یا جن کو اہلکار نے بوقت ابتدائی درخواست نامزد کیا ہے، وہ روپیہ پانے کے

(۱) اس کے تفصیلی احکام کے لیے ملاحظہ ہو مفتی رشید احمد کی کتاب ''رسائل الرشید'' پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا حکم، صفحہ نمبر: ۲۱۷، مکتبہ علمیہ کراچی۔ حضرت اخیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''تفصیل مذکور سے ثابت ہوا کہ پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم ملازم کی ملک ہے، لہذا وصول سے قبل اس پر زکوٰۃ نہیں، الخ''۔ (رسائل الرشید، ص: ۲۸۶)

مستحق ہیں اور اس پراویڈنٹ فنڈ کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ ایسے اہلکاروں کے وارثوں کے لیے ایک سرمایہ بہ آسانی جمع ہو جائے، جو بعد میں ان کے کام آئے۔

اس پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ روپے پر زکوۃ واجب ہے، یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو جس اہلکار نے یکم اپریل ۱۹۳۲ء سے ۳۱/ مارچ ۱۹۳۳ء تک پانچ روپے ماہوار جمع کرائے اور بارہ مہینے میں جو ساٹھ روپے ہوئے، ان کی زکوۃ یکم اپریل ۱۹۳۳ء کو واجب الادا ہوگی، یا ان ساٹھ روپے پر ایک سال گزرنے کے بعد زکوۃ واجب الادا ہوگی؟ زکوۃ کی ادائیگی کے لیے شمسی سال کا اعتبار ہے، یا قمری کا؟ اس فنڈ پر ایک مقررہ شرح سے بھی سود لگایا جاتا ہے، جو قاعدہ کے اندر داخل ہے اور اس میں گورنمنٹ خود مختار ہے اور یہ سود ہر سال اس جمع شدہ روپے میں شامل ہوتا رہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(المستفتی:۶۶، مولانا حافظ محمد اعزاز علی صاحب، مدرس دار العلوم دیو بند ۲۴/ جمادی الاخری ۱۳۵۳ھ، مطابق ۱۵/۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

اس روپے پر جو پراویڈنت فنڈ میں ملازم کی تنخواہ میں سے وضع ہو کر اور سرکار کی طرف سے اسی قدر رقم جمع ہو کر اور پھر مجموعہ پر سود بڑھا کر جمع ہوتا رہتا ہے، زکوۃ واجب نہیں ہے اور سود کے نام سے جو رقم اس میں اضافہ ہوتی رہتی ہے، وہ سود کے حکم میں نہیں ہے،(۱) اس کا لینا جائز ہے، یہ تمام رقم جب ملازم کو دی جائے، اس پر حولان حول کے بعد زکوۃ واجب ہوگی، یہ تمام رقم ایک سرکاری انعام کی حیثیت رکھتی ہے اور تنخواہ میں سے وضع ہونے والی رقم تنخواہ کی مقدار سے مستثنیٰ ہے،(۲) یعنی جب کہ ماہوار کے ملازم کے لیے جبری طور پر ماہوار جمع کرانا لازم ہے اور یہ اس کے قبضہ میں دینے سے پہلے ہی وضع کر لیا جاتا ہے تو گویا یہ ملازم کا ہے اور سرکار اس کے وارث کو اس کے وضع شدہ اور اپنی طرف سے اور اس کا سود اس پر بڑھا کر بطور حق الخدمت آخر میں دے دیتی ہے تو یہ سب رقم ایک انعامی رقم ہے، جو قبضہ کے وقت قابض کی ملک میں آئے گی۔ ہاں بطور ایک قانون اور قانونی وعدہ کے ملازم اس کا مستحق ضرور ہوتا ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۳۰۷/۴-۳۰۸)

---

(۱) کیوں کہ اس پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی۔ علماء نے سود کی تعریف اس طرح کی ہے:

"ربا ... وأصله الزيادة ... وفي الشرع: زيادة على الأصل من غير عقد". (مجمع بحار الأنوار، مادة ربا: ۲۸۲/۲، دائرة المعارف العثمانية، انيس)

(۲) گویا معاہدہ اس طور پر ہوا کہ آپ نوکری کرتے رہیں اور ماہانہ تنخواہ لیتے رہیں اور ایک رقم آپ کو اس مجموعی نوکری کا دیں گے، جو ایک خاص ترتیب سے مقرر ہوگئی ہے۔

(۳) اس کے تفصیلی احکام کے لیے ملاحظہ ہو مفتی رشید احمد کی کتاب "رسائل الرشید" پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ اور سود کا حکم، صفحہ نمبر:۲۱۷، مکتبہ علمیہ کراچی۔ حضرت اخیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ "تفصیل مذکور سے ثابت ہوا کہ پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم ملازم کی ملک ہے، لہذا وصول سے قبل اس پر زکوۃ نہیں، الخ"۔ (رسائل الرشید، ص:۲۸۶)

پراویڈنٹ فنڈ میں سود کے نام سے دی جانے والی رقم سود نہیں:

سوال: پراویڈنٹ فنڈ کا سود وصول کر کے اپنے خرچ میں لانا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ دینے کا کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۵۰۴، مولوی حبیب اللہ (راولپنڈی) ۲۷/ربیع الاول ۱۳۵۴ھ، مطابق ۳۰/جون ۱۹۳۵ء)

الجواب

پراویڈنٹ فنڈ کا سود وصول کر کے اپنے خرچ میں لانا بھی درست ہے، وہ درحقیقت سود نہیں ہے؛ بلکہ وہ اس رقم کے حکم میں ہے، جو محکمہ اپنی طرف سے دیتا ہے، پراویڈنٹ فنڈ کے روپے پر وصول ہونے سے پہلے زکوٰۃ لازم نہیں ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۴/۳۰۸-۳۰۹)

پراویڈنٹ فنڈ اور بینک میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ:

سوال: جو رقم ماہانہ تنخواہ سے کاٹ کر جمع ہوتی ہے اور جس کو پراویڈنٹ فنڈ کہتے ہیں، اگر نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟ اور اس طرح سے اگر کوئی رقم بینک، یا ڈاکخانہ میں ہو اور اور جو سود اس رقم میں جمع ہوتا ہے، اس کے متعلق شارع علیہ السلام کے کیا احکام ہیں؟

(المستفتی: ۲۶۴۶، محمد یوسف صاحب پشاور، ۱۴/رجب ۱۳۵۹ھ، مطابق ۱۹/اگست ۱۹۴۰ء)

الجواب

(۱) پراویڈنٹ فنڈ کی رقم جو تنخواہ میں سے کاٹ لی جاتی ہے؛ یعنی ملازم کے قبضہ میں آنے سے پہلے وضع کر لی جاتی ہے، اس پر زکوۃ واجب نہیں، جب قبضہ میں آئے گی، اس وقت زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اس رقم پر جو رقم محکمہ کی طرف سے بڑھائی جاتی ہے اور پھر دونوں کے مجموعہ پر جو رقم انٹرنسٹ کے نام سے دی جاتی ہے، یہ سب ملازم کے لیے جائز اور حلال ہے، یہ شرعاً سود نہیں ہے۔(۲)

(۲) ڈاک خانہ، یا بینک میں جو رقم کہ خود مالک جمع کرتا ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہے، (۳) اور اس پر جو رقم

---

(۱) کیوں کہ وصول ہونے سے پہلے ملکیت ثابت نہیں ہوئی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے ملک تام شرط ہے، یہاں مستحق تو اگرچہ پہلے سے یہ ہے؛ لیکن ملکیت وصول ہونے کے بعد ثابت ہوئی۔

الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول. (الهداية، كتاب الزكاة: ١/١٦٧، انيس)

(۲) تفصیلی احکام کے لیے احسن الفتاویٰ: ۷/۳۵، میں پراویڈنٹ فنڈ کے نام پر رسالہ ملاحظہ ہو۔

(۳) کیوں کہ یہ ملکیت میں آنے کے بعد کی رقم ہے لہذا زکوٰۃ واجب ہوگی۔

ڈاک خانہ، یا بینک انٹرسٹ کے نام سے دیتا ہے، وہ سود ہے؛(۱) مگر اس رقم کو ڈاک خانہ، یا بینک سے وصول کر لینا اس لیے ضروری ہے کہ اگر مالک نہ لے تو وہ رقم مسیحی مشنری کو دیدی جاتی ہے اور تبلیغ مسیحیت میں کام آتی ہے؛ اس لیے اس رقم کو وصول کر کے اپنے کام میں نہ لایا جائے؛ بلکہ غربا وفقرا پر خرچ کر دی جائے اور اس خرچ کرنے میں ثواب کی نیت نہ کی جائے؛ بلکہ محض رفع وبال کی نیت سے خرچ کی جائے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۰۸/۴-۳۱۰) ☆

تنخواہ کا جو حصہ فنڈ کے نام پر کٹ جاتا ہے، اس کی زکوٰۃ:

سوال: زید ملازم ریلوے ہے، اس کی تنخواہ کا 1/14 حصہ ہر ماہ میں کٹ کر فنڈ میں جمع ہوتا ہے اور ریلوے اس فنڈ کے روپے سے قرض دے کر سود لیتی ہے۔ اس فنڈ کے کل روپے پر زکوٰۃ فرض ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس روپے کی زکوٰۃ بعد وصول کے آئندہ لازم ہوگی۔(۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۳۲/۶-۳۳۳)

---

(۱) اس لیے کہ کسی جائز عقد مثلا شرکت، یا مضاربت وغیرہ کے تحت نفع نہیں؛ بلکہ محض قرض کے طور پر ہے اور اس پر سود لیتا ہے، جو کہ حرام ہے۔"ربا ... وأصله الزيادة ... وفي الشرع: زيادة على الأصل من غير عقد". (مجمع بحار الأنوار، مادة ربا: ۲۸۲/۲، دائرة المعارف العثمانية، انيس)

(۲) رجل دفع الى فقير من المال الحرام شيئًا يرجو به الثواب يكفن. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، مطلب في التصدق من المال الحرام: ۲۹۲/۲، ط: سعيد)

☆ **پراویڈنٹ فنڈ پر وصول سے پہلے زکوٰۃ نہیں:**

(الجمعیۃ، مورخہ ۱۳/اکتوبر ۱۹۳۶ء)

الجواب

پراویڈنٹ فنڈ کی رقم پر قبل وصول ہونے کے زکوٰۃ نہیں۔ (اس کے تفصیلی احکام کے لیے ملاحظہ ہو مفتی رشید احمد کی کتاب "رسائل الرشید" پراویڈنٹ فنڈ پر زکاۃ اور سود کا حکم، صفحہ نمبر ۲۱۷، مکتبہ علمیہ کراچی۔ حضرت اخیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ "تفصیل مذکور سے ثابت ہوا کہ پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم ملازم کی ملک ہے، لہذا وصول سے قبل اس پر زکوۃ نہیں، الخ" (رسائل الرشید، ص: ۲۸۶)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳۱۰/۴)

(۳) ولا زكاة علىٰ مكاتب، الخ، ولا في مال مفقود، الخ، أخذ مصادرة ثم وصل إليه بعد سنين، لعدم النمو. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۱۱/۲)

واعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف تجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لافوراً بل عند قبض أربعين درهم من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض أربعين درهما يلزمه درهم، الخ، وعند قبض مائتين مع حولان الحول بعده أى بعد القبض من دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهر ودية، الخ. (أيضا: باب زكاة المال: ۴۷/۲، ظفير)

جو روپیہ ملازمت کی ضمانت کے لیے سرکار میں جمع کیا ہے، اس پر زکوٰۃ ہوگی:

سوال: ایک شخص نے بغرض ضمانت ملازمت مبلغ ایک سو روپیہ سرکار میں جمع کیا، جب تک وہ شخص ملازم رہے گا، اس وقت تک اس کو ضمان واپس نہیں ملے گا، جب پنشن لے گا، یا کسی وجہ سے برخاست ہوگا، تب وہ روپیہ اس کو دیا جائے گا۔ اب اس روپے پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو بعد واپسی کے یا ہر سال اس کو زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا؟

الجواب

اس روپے کی زکوٰۃ بعد واپسی کے تمام گزشتہ سالوں کی ادا کرنا لازم ہے، اگر اس خیال سے کہ بعد واپسی کے بہت برسوں گزشتہ کی زکوٰۃ دینی پڑے گی اور رقم کثیر ہوجاوے گی، ہر سال موجودہ روپے کے ساتھ زکوٰۃ دے دیا کرے تو یہ بھی درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/ ۱۲۹-۱۳۰)

پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ:

سوال: وہ سرکاری ملازمین جن کی تنخواہوں میں سے کچھ رقم وضع کر کے پراویڈنٹ فنڈ میں جمع کرلیا جاتا ہے اور یہ رقم یا تو اس کے ریٹائرڈ ہونے کے وقت اکٹھا گورنمنٹ کی طرف سے ادا کر دی جاتی ہے، یا مرنے کے بعد اس کے وارثان کو دے دی جاتی ہے، اس دوران ملازمت میں اس سرکاری ملازم کو یہ حق ضرور ہوتا ہے کہ وہ اپنے پراویڈنٹ فنڈ سے بطور دستگرواں بہ وقت ضرورت کچھ رقم لے سکتا ہے؛ مگر قسط وار اس کی وصولی بھی کرلی جاتی ہے۔

اب سوال یہ ہے:

(الف) اس فنڈ میں جمع شدہ رقم پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟

(ب) اگر بالفرض فی الحال زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی تو کیا اس کے ریٹائرڈ ہونے کے وقت جب یہ کل رقم ملے گی تو اس وقت جس سال اسے ملے گی، صرف اسی سال کی زکوٰۃ واجب ہوگی، یا اس پوری ملازمت کی مدت کا سالانہ حساب کیا جائے گا؟

---

(۱) (ومدفون ببرية نسي مكانه)ثم تذكره، كذاالوديعة عندغير معارفه بخلاف المدفون في حرز واختلف في المدفون في كرم وأرض مملوكة. .(الدرالمختار)

(قوله:عند غير معارفه)أي عند الأجانب،فلوعندمعارفه تجب الزكاة،الخ.(ردالمحتار كتاب الزكاة: ٢/ ٢٦٦،دارالفكر بيروت، ظفير)

إن كانت عند معارفه وجبت الزكاةلتفريطه بالنسيان في غير محله،بحر.(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح،ص: ٧١٧،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

پراویڈنٹ فنڈ دین ضعیف کے حکم میں ہے؛ یعنی دین واجب فی الذمہ ہے؛ لیکن غیر مال کا بدل ہے، جیسے: دین مہر، یا دیت۔(۱) پس اس پر زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی، جب وہ رقم وصول ہو جائے اور اس پر سال گزر جائے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، ص:۸۴)

☆ ☆ ☆

(۲) دین ضعیف وہ دین ہے، جو کسی فروخت شدہ چیز کا ثمن، یا نقدی قرض کا بدل نہ ہو؛ یعنی غیر مال کا بدل ہو، جیسے مہر، دیت، بدل کتابت اور بدل خلع وغیرہ اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر آدمی دین ضعیف کے کچھ حصہ پر قبضہ کر لے، اس حال میں کہ اس کے پاس پہلے سے بقدر نصاب مال موجود ہو اور حولان حول بھی ہو جائے تو مال مستفاد کی طرح اس کی بھی اصل مال کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی اور اگر پہلے سے وہ مالک نصاب نہیں ہے تو اس وقت تک اس مال پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی، جب تک بقدر نصاب مال پر قبضہ نہ کر لے اور اس پر سال نہ گزر جائے۔ "الدین الضعیف :وهو ما لم يكن ثمن مبيع و لابدلاً لقرض نقد ومثا له المهر والدية وبدل الكتابة والخلع". (الموسوعة الفقهية: ۲۳/ ۲٤۰ ،بحواله:الدر المختار وحاشية ابن عا بدين: ۲/ ۳٥-۳٦)

(۱) عند قبض (مائتين مع حولان الحول بعده)أى بعد القبض (من)دين ضعيف.(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۳۹/۳ ،طبع دارالکتب العلمیه بیروت)

☆ **پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ:**

سوال: وہ سرکاری ملازمین جن کی تنخواہوں میں سے کچھ رقم وضع کر کے پراویڈنٹ فنڈ میں جمع کر لیا جاتا ہے اور یہ رقم یا تو اس کے ریٹائرڈ ہونے کے وقت اکٹھا گورنمنٹ کی طرف سے ادا کر دی جاتی ہے، یا مرنے کے بعد اس کے وارثان کو دے دی جاتی ہے، اس دوران ملازمت میں اس سرکاری ملازم کو یہ حق ضرور ہوتا ہے کہ وہ اپنے پراویڈنٹ فنڈ سے بطور دستگرداں بہ وقت ضرورت کچھ رقم لے سکتا ہے؛ مگر قسط وار اس کی وصولی بھی کر لی جاتی ہے۔

اب سوال یہ ہے:

(الف) اس فنڈ میں جمع شدہ رقم پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟

(ب) اگر بالفرض فی الحال زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی تو کیا اس کے ریٹائرڈ ہونے کے وقت جب یہ کل رقم ملے گی تو اس وقت جس سال اسے ملے گی، صرف اسی سال کی زکوٰۃ واجب ہوگی، یا اس پوری ملازمت کی مدت کا سالانہ حساب کیا جائے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

پراویڈنٹ فنڈ دین ضعیف کے حکم میں ہے؛ یعنی دین واجب فی الذمہ ہے؛ لیکن غیر مال کا بدل ہے، جیسے مہر دین، یا دیت، پس اس پر زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی، جب وہ رقم وصول ہو جائے اور اس پر سال گزر جائے۔(وأما سائر الديون المقر بها فهى على ثلاث مراتب عند ابى حنيفة رحمه الله تعالى ضعيف وهو كل دين ملك بغير فعله لا بد لا عن شئ نحو الميراث او بفعله لا بد لا عن شئى كالوصية او بفعله بدلا عما ليس بمال كالمهر وبدل الخلع والصلح عن دم العمد والدية وبدل الكتابة لا زكوٰة فيه عنده حتى يقبض نصاباً ويحول عليه الحول. (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۱۷٥)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجاہد الاسلام قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴۱/۳)

گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ

گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ جوشرعاادانہیں ہوئی،اس کے لیے کیا صورت اختیار کیا جائے:

سوال: میں نے جو عرصہ بیس پچیس سال سے زکوٰۃ دی ہے تو ایسے شخصوں کو دی ہے، جو میرے ذمہ سے ادا نہیں ہوئی؛ یعنی اپنی پوتوں اور ہمشیرہ اور لڑکی وغیرہ غریب کو؛ مگر اب میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی بات ایسی مجھ کو بتا دی جائے کہ جو سال گزر چکے ہیں، ان کی زکوٰۃ میرے ذمہ سے ادا ہو جاوے؛ مگر مجھ کو یہ یاد نہیں کہ جو سال گزر چکے ہیں، فلاں سال میں اس قدر روپیہ میرے پاس تھا اور فلاں سال میں اس قدر روپیہ تھا؛ بلکہ یہ مجھ کو خوب معلوم ہے کہ اس روپے سے کسی قسم کی تجارت وغیرہ کی ہے؛ بلکہ اس میں سے خرچ ہی کرتا رہا ہوں۔ اس صورت میں کیا کیا جاوے، جو گزشتہ زکوٰۃ میرے ذمہ سے دا ہو جاوے؟

الجواب

گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ جو ادا نہیں ہوئی، اس کی ادائیگی کی اب اس کے سوائے اور کچھ صورت نہیں ہو سکتی کہ اپنے خیال میں ان برسوں کا اندازہ کیا جاوے کہ ہر سال میں کتنا کتنا روپیہ تخمیناً موجود تھا اور نیز واضح ہو کہ بہن اور بہن کی اولاد جو غریب ہوں، ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے، البتہ بیٹوں، پوتوں اور پوتیوں اور نواسیوں اور نواسوں کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔(۱) پس یہ بھی اندازہ کیا جاوے کہ کس قدر پوتوں اور لڑکیوں کو دی گئی ہے اور کس قدر بہن کو؛ کیوں کہ جو بہن کو دی گئی، وہ ادا ہو گئی اور جو اولاد، یا اولاد کی اولاد کو دی گئی، وہ ادا نہیں ہوئی۔ الغرض اس اندازہ سے جس قدر روپیہ ہر سال میں موجود ہونا خیال میں آوے، اس کی زکوٰۃ کا حساب کرا کر اس کو ادا کر دیا جاوے اور حتی الوسع تخمینہ ایسا کیا جاوے کہ اپنے خیال کے موافق اس میں کمی نہ رہے، کچھ زیادہ ہی ہو جاوے کہ احتیاط اسی میں ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۳۶/۶-۳۳۷)

---

(۱) ولا إلٰی من بینهما ولاد. (الدر المختار)

وفی رد المحتار: وقید بالولاد لجوازه لبقیة الأقارب کالأخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولٰی؛ لأنه صلة وصدقة. (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۸۶/۲، ظفیر)

(۲) اگر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو جس دن زکوٰۃ ادا کی جائے، اس دن زکوٰۃ کی جو قیمت ہے، اس قیمت کا اعتبار ہوگا؛ یعنی گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ موجودہ ریٹ کے حساب سے ادا کی جائے گی۔

"وإنما له ولایة النقل إلی القیمة یوم الأداء فیعتبر قیمتها یوم الأداء، والصحیح أن هذا مذهب جمیع أصحابنا". (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، فصل فی صفة الواجب فی أموال التجارة: ۲۲/۲، دار الکتب العلمیة، انیس)

پگڑی اور پیشگی کے طور پر دی ہوئی رقم کی زکوٰۃ:

سوال: مجلّہ بحث ونظر (جنوری تا مارچ کی اشاعت) میں پگڑی کے تعلق سے بحث ومباحثہ شائع ہوا ہے اسی قبیل سے؛لیکن مختلف النوع ایک مسئلہ فی زمانہ درپیش ہے؛ یعنی مکان، دکان، خصوصاً کارخانے کرائے پر اٹھاتے وقت کرائے دار سے مالک مکان، دکان ایک معتد بہ رقم بطورزرپیشگی لیتے ہیں، یہ رقم لاکھ، دولاکھ تک پہنچ جاتی ہے اور کرایہ کی جگہ خالی کرنے تک مالک مکان کے پاس رہتی ہے اور جگہ خالی کرنے کے موقع پر واپس ملتی ہے، یہ مدت سال، دوسال کی بھی ہوسکتی ہے اور دس، بیس سال کی بھی، اس عرصے تک مالک مکان اس رقم سے نفع حاصل کرتا رہتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ اس رقم پر زکوٰۃ کون ادا کرے؟ اس مسئلہ میں آپ کی رہنمائی کا طالب ہوں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

آپ نے دوسوال کئے ہیں۔آپ کا پہلا سوال کرایہ داری کے ضمن میں زرپیشگی (Advance) کی زکوٰۃ سے متعلق ہے، میں نے اس مسئلہ پر غور کیا، جو روپے کرایہ دار مالک مکان کو دیتا ہے، وہ رقم اس کے قبضہ اور تصرف سے نکل جاتی ہے، اس طرح کے جب تک وہ مکان، یا دکان نہ چھوڑ دے، وہ رقم واپس نہیں لے سکتا، اس رقم کو ’’مال ضمار‘‘،(۱) یا ڈوبا ہوا تو نہیں کہا جاسکتا؛ لیکن اس کے قبضہ میں نہیں ہے اور نہ وہ اس پر کوئی تصرف کرسکتا ہے۔امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک وجوب زکوٰۃ کے لیے ’’ملک تام‘‘ (مکمل ملکیت) ضروری ہے؛ یعنی وہ شخص اس چیز کا مالک بھی ہو اور اس کے قبضہ میں بھی ہو، اگر ملک ہو، قبضہ نہ ہو، یا قبضہ ہو؛ مگر ملک نہ ہو تو اس مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی،(۲) البتہ قبضہ حقیقی بھی ہوسکتا ہے اور حکمی بھی، جیسے کسی کو قرض دیا ہو تو روپیہ اگرچہ حقیقۃً قبضہ میں نہیں ہے؛ لیکن مانا جائے گا کہ وہ

---

(۱) قَوْلُهُ: أَوْ مَالُ الضِّمَار، إلَخْ بِالْكَسْرِ مِنْ الْإِضْمَارِ الْإِخْفَاءُ وَالْمُرَادُ بِهِ مَالٌ غَائِبٌ لَا وُصُولَ لَهُ لِمَالِكِهِ فَلَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ لِعَدَمِ النَّمَاءِ لَا تَحْقِيقًا وَهُوَ ظَاهِرٌ وَلَا تَقْدِيرًا لِعَدَمِ التَّمَكُّنِ مِنْ الِاسْتِنْمَاءِ وَلِأَنَّهُ مَمْلُوكٌ رَقَبَةً يَدًا فَلَا يَتِمُّ الْمِلْكُ فِيهِ فَبَعْدَ وُصُولِهِ إلَى الْمَالِكِ لَا تَجِبُ الزَّكَاةُ فِيهِ لِمَا مَضَى مِنْ الْأَيَّامِ الَّتِي كَانَ بِهَا ضِمَارٌ.(غمزعيون البصائر شرح الأشباه والنظائر، كاتب الزكاة،ص: ۱۷۵،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

(۲) (وسببه) أى سبب افتراضها (ملك نصاب وحولى)...(تام).(الدرالمختار)أن المراد بالتام المملوك رقبةً ويداً.(ردالمحتار، كتاب الزكاة : ۲/۴)

قوله: (الزكاة تجب على كل حر بالغ عاقل مسلم)أقول: معنى يجب: يفترض، لأن الوجوب مستعمل بمعنى الفرض توسعاً، واحترز بقوله: (حر) عن الرقيق، ومعتق البعض، وبقوله: (بالغ عاقل) عن الصبى والمجنون وقال الشافعى: يجب عليهما، لعموم النصوص قلنا: الأهلية معدومة فيهما، فصارت كالصلاة وبقوله: (مسلم) احترز عن الكافر، لعدم أهليته لأداء العبادات قوله: (ملك نصاباً) صفة لقوله: (حر بالغ) لأنه بملك النصاب يصير غنياً، والزكاة إنما تجب على الغنى قوله: (ملكاً تاماً) احتراز عن الملك الناقص، حيث لا يجب فيه الزكاة، كالبيع قبل القبض: لا زكاة فيه، وكالدية على العاقلة، والمهر إذا كان ديناً، وبدل الصلح عن دم العمد، وبدل الخلع.(منحة السلوك فى شرح تحفة الملوك، كتاب الزكاة: ۲۱۷/۱،وزارة الأوقاف قطر،انيس)

جب چاہے واپس لے سکتا ہے اور اس پر تصرف کرسکتا ہے، بشرطیکہ مقروض قرصہ کا اقرار کرتا ہو، یا اگر انکار کرتا ہو تو قرضہ دینے والے کے پاس اس کا ثبوت موجود ہو؛(۱) لیکن رہن کی صورت میں جو مال رہن رکھا گیا ہے، اگرچہ وہ مالک کی ملکیت میں ہے؛ لیکن اس کے قبضہ میں نہیں ہے؛ اس لیے ''مال رہن'' پر زکوٰۃ نہیں ہے، مالک پر اس لیے نہیں کہ اس کا قبضہ نہیں اور جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے، اس پر اس لیے نہیں کہ وہ قابض تو ہے؛ مگر مالک نہیں۔(۲) دوسرا اصول یہ ہے کہ وہ مال جو ضروریات زندگی، یا وسائل رزق میں مشغول ہو، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، جیسے رہائشی مکان، یا صنعت کار کے آلات اور اس کی مشینیں،(۳) میرے نزدیک صورت زیر بحث میں بطور پیشگی (Advance) جو رقم مالک مکان یا دکان کو دی جاتی ہے اس کی حیثیت رہن کی سی ہے اور اس پر مالک کو ملک تام حاصل نہیں اور جس طرح رہن میں جب تک دین ادا نہیں کرتا، مال رہن کو واپس نہیں لے سکتا، اسی طرح یہاں جب تک مکان، دکان، کارخانہ خالی نہ کردے، پیشگی میں دی ہوئی رقم کو واپس نہیں لے سکتا، لہٰذا اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہونی چاہیے، مزید براں یہ کہ رہائشی مکان ہو، یا تجارتی دکان ہو، یا صنعتی کارخانہ ہو، اگر کرایہ پر لیا گیا تو وہ رقم بطور اڈوانس دی گئی ہے، وہ ضروریات اصلیہ، یا وسائل رزق میں مشغول ہے، رہائشی مکان تو ظاہر ہے کہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے، دکان اور کارخانے کے سلسلہ میں جو رقم اڈوانس دی گئی ہے، اس کی وجہ سے وہ دکان چلا پا رہا ہے، یا کارخانہ چلا رہا ہے اور دکان وکارخانہ کی آمدنی کی سالانہ بچت اگر نصاب کو پہنچ جائے، اسے زکوٰۃ نہیں ہوتی کہ وہ ذرائع ووسائل ہیں، اس کی حیثیت تجارتی مال کی نہیں، اسی طرح وہ رقم جو دکان اور کارخانے کو کرایہ پر لینے میں مشغول ہے، اسے ان مشینوں کی طرح تصور کیا جانا چاہیے اور ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہونی چاہیے۔

اس لیے میری رائے میں مکان، دکان اور کارخانے کی کرایہ داری پر دیا ہوا (اڈوانس) ایسا مال ہے، جو مالک کے قبضہ وتصرف میں نہیں ہے، مال رہن کی طرح ہے۔ نیز ضروریات ووسائل رزق میں مشغول ہے، اس لیے ان پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، جب وہ رقم واپس آجائے گی تو سال گزرنے پر زکوٰۃ دینی ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجاہد الاسلام قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳/۴۲-۴۴)

---

(۱) وأما سائر الديون المقربها فهي علىٰ ثلاث مراتب عند أبى حنيفة رحمه الله تعالى ضعيف ... ووسط ... وقوى وهو ما يجب بدلاً عن سلع التجارة إذا قبض أربعين زكى لما مضى، كذا فى الزاهدى. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۵)

وإن كان الدين علىٰ جاحد وعليه بينة غير عادلة قيل لاتجب والصحيح أنها تجب... وفى مقربه تجب مطلقاً سواء كان ملياً ومعسراً أومفلساً. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة: ۱/۱۷۵)

(۲) (قوله: ولا فى مرهون) أى لا على المرتهن لعدم ملك الرقبة ولاعلى الراهن لعدم اليد و إذا استرده الراهن لا يزكى عن السنين الماضية. (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲/۷)

(۳) (ولا فى ثياب البدن)...(وأثاث المنزل ودورالسكنىٰ ونحوها)...وكذلك آلات المحترفين، الخ. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار: ۲/۸-۹)

صدقہ کا ثواب مالک خانہ کو ملے گا، یا سب گھر والوں کو:

سوال: اگر کسی گھر میں نو دس آدمی ہیں اور ایک شخص کا اختیار تمام چیز پر ہے اور مختار سب کی خوشی سے ہے، اگر وہ صدقہ دے گا تو اس کو ہی ثواب ملے گا، یا تمام گھر والوں کو؟

الجواب

جب کہ صدقہ خیرات سب کے مال مشترکہ سے ان کی اجازت سے ہے تو سب کو ثواب ملے گا۔(۱)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۳۹/۶)

☆ ☆ ☆

(۱) عَنْ حَجَّاجٍ قَالَ سَمِعْتُ شُعْبَةَ يُحَدِّثُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ أَنَّ أُمَّهُ مَاتَتْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ سَقْيُ الْمَاءِ فَتِلْكَ سِقَايَةُ سَعْدٍ بِالْمَدِينَةِ. (سنن النسائی، كتاب الوصايا، ذكر الإختلاف على سفيان، رقم الحديث: ٣٦٩٦، انیس)

قرض، رہن میں دیئے گئے روپے کی زکوٰۃ

قرض روپے کی زکوٰۃ:

سوال: قرض میں جو روپیہ پڑا ہوا ہے اور وہ بقدر نصاب ہے اور سال بھر گزر گیا ہے تو اس کی زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

قرض میں جو روپیہ پڑا ہوا ہے اور بقدر نصاب ہے اور سال بھر گزر گیا ہے تو اس کی زکوٰۃ بعد وصول کے ادا کرنا واجب ہوتی ہے، جس قدر وصول ہوتا جاوے، اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی، جو روپیہ مارا جاوے گا، اس کی زکوٰۃ بھی ساقط ہو جاوے گی۔ (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۳۹/۶)

قرضہ کی زکوٰۃ بعد وصول:

سوال: قرضہ جو قابل وصول ہے، اس پر زکوٰۃ دی جاوے، یا قرضہ کے وصول پر اور جو قرضہ فی الحال قابل وصول ہے؛ لیکن شاید کچھ عرصہ کے بعد غیر قابل وصول ہو جاوے، یا بعض قرضہ اقساط کے ساتھ وصول ہو، اس کے واسطے کیا ارشاد ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

بعد وصول قرضہ کے زکوۃ دینا واجب ہوتا ہے؛ لیکن اگر قبل از وصول دے دی جاوے تو یہ بھی جائز ہے، جو قرضہ اب قابل وصول ہے اور بعد میں شاید قابل وصول نہ رہے، اس میں بھی یہی حکم ہے، جو گزرا۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۳۹/۶)

قرض روپے کی زکوٰۃ کب ادا کی جائے:

سوال: خالد نے عابد کو روزگار کے واسطے قرض روپیہ دیا، عابد نے روزگار میں نقصان پایا، روپیہ خالد کا صرف ہو گیا اپنا مکان عابد نے خالد کو رہن لکھ دیا، اب خالد اس روپے کی زکوٰۃ کیوں کر ادا کرے۔

---

(۱) (ولو كان الدين على مقر ملئ أو) على (معسر أو مفلس) أى محكوم بإفلاسه (أو) على (جاحد عليه بينة) وعن محمد لا زكاة، وهو الصحيح ذكره ابن ملك وغيره ... (فوصل إلى ملكه لزم زكاة ما مضى). (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۱۲/۲، ظفير)

الجواب

قرض میں جو روپیہ ہے، اس کی زکوٰۃ بعد وصول کے ادا کرنا واجب ہوتی ہے۔ پس جو روپیہ وصول نہ ہوا، اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہ ہوئی۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۳۹/۶)

جو قرضہ حکومت کو دیا گیا ہے، اس کی زکوٰۃ کب واجب ہوگی:

سوال: زید نے سرکار کو سو روپے بطور قرضہ کے دیئے تھے، ابھی وصول نہیں ہوئے، ایک سال کے بعد امید وصول کی ہے تو اس کی زکوٰۃ زید کے ذمہ بعد وصول کے واجب الادا ہوگی، یا قبل وصول کے ہر سال زکوٰۃ دینا چاہیے؟

الجواب

ایسے قرض کی زکوٰۃ بعد وصول کے واجب الادا ہوتی ہے، وصول سے پہلے زکوٰۃ دینا واجب نہیں ہے؛ لیکن اگر زکوٰۃ اس کی قبل وصولیابی کے دے دیوے تو ادا ہو جاوے گی، بعد وصول کے پھر دینی نہ آوے گی۔ (کذا فی کتب الفقہ) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۴۷/۶)

قرضِ حسنہ پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: جو روپیہ کسی کو قرضِ حسنہ دیا۔ اُس پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب　حامداً و مصلیاً و مسلماً

وصول ہونے کے بعد اُس روپیہ کی زکوٰۃ دی جائے گی، اگر وصول ہونے سے قبل زکوٰۃ دے دے تو یہ بھی درست ہے۔ (فتاوی دارالعلوم: ۴۵/۶ بحوالۂ شامی: ۱۲/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۲۹/۲)

قرض اگر مالِ تجارت سے زائد ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۷ء)

سوال: ایک شخص قرضدار ہے اور اس کا کاروبار چل رہا ہے؛ لیکن یہ نہیں کہ اس کا سرمای قرضہ کی ادائیگی تک ہے، ادائیگی بشرطیکہ وصول بھی ہو جائے تو بھی ہزار تک قرضہ رہے گا؛ لیکن زیور خانگی آٹھ نو سو روپے کا بھی ہے، جو

(۱) قلت: وقدمنا أول الزكاة اختلاف التصحيح فيه ومال الرحمتي إلى هذا وقال: بل في زماننا يقر المديون بالدين وبملاء ته ولا يقدر الدين على تخليصه منه فهو بمنزلة العدم. (ردالمحتار، باب مصرف الزكاة والعشر: ٣٤٤/٢، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) (ولو كان الدين على مقر ملئي أو) على (معسر أو مفلس) أى محكوم بإفلاسه (أو) على (جاحد عليه بينة) وعن محمد لا زكاة، وهو الصحيح ذكره ابن ملك وغيره ... (فوصل إلى ملكه لزم زكاة ما مضى). (الدر المختار على هامش رد المحتار: ١٢/٢، ظفير)

ہر طرح سے محفوظ ہے، ایک مکان رہائشی بھی ہے، علاوہ ازیں حسب حیثیت سامان گھر کا بھی ہے؟

الجواب

رہائشی مکان اور گھر کے اسباب خانہ داری میں زکوٰۃ نہیں ہے،(۱) چاندی سونے کے زیور اور گوٹہ ٹھپہ اور مال تجارت میں زکوٰۃ ہے، جب کہ وہ دین سے فارغ ہو۔(۲) اگر قرض اتنا ہے کہ مال تجارت اور زیور وغیرہ سب کو ادائے قرض میں محسوب کرنے کے بعد بھی قرض باقی رہتا ہے، یا نصاب زکوٰۃ باقی نہیں بچتا تو ان صورتوں میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے بعد اتنا مال بچتا ہو جو نصاب زکوٰۃ کے برابر ہو اور حاجات ضروریہ پوری ہونے کے بعد اس پر سال گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔(۳) فقط

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۲۶۸/۴-۲۶۹)

قرض کی زکوٰہ ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے ایک ہزار روپیہ قرض دیا اور ۳۰۰ (سہ صد) ماہوار قسط سے لیتا ہے تو زکوٰۃ اس روپے پر ہے، جو قرض ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس قدر وصول ہوتا رہا ہے، اس کی زکوٰۃ سب سالوں کی دینی لازم ہے؛ یعنی بعد وصول قرض گزشتہ ایام کی زکوٰۃ بھی دینی ہوگی۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۱/۶-۸۲)

---

(۱) یعنی آلات پر تو زکوٰۃ واجب نہیں، البتہ جو آمدنی ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

"**وليس دور السكنٰى، وثياب البدن ... وسلاح الإستعمال زكاة؛ لأنها مشغولة بالحاجة الأصلية، وليست بنامية أيضاً، وعلىٰ هٰذا كتب العلم لأهلها، وآلات المحترفين، لما قلنا، إلخ.** (الهداية، كتا ب الزكاة: ۱۸۶/۱، مكتبة الشركة العلمية كراتشي)

وصرحوا أيضاً بأن العروض إذا كان للتجارة يجب فيها زكاة التجارة وقالوا: إن العرض خلاف النقد فيدخل فيها الحيوانات وحاصله أنه إن أسامها للحمل أو للركوب فلا زكاة أصلا أو للتجارة ففيها زكاة التجارة. (البحر الرائق، باب صدقة السوائم: ۲۲۹/۲، دار الكتاب الإسلامي بيروت، انيس)

(۲) **قال أصحابنا: كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكاة، إلخ.** (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة: ۱۷۲/۱، مكتبة رشيدية، كوئٹة)

(۳) **ومن كان عليه دين يحيط بماله ... وإن كان ماله أكثر من دينه، زكى الفاضل إذا بلغ نصابًا.** (الهداية، كتاب الزكاة: ۱۸۶/۱، مكتبة الشركة العلمية كراتشي)

(۴) **واعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول لكن لا فوراً بل (عند قبض أربعين درهماً من الدين) القوى كقرض (وبدل مال تجارة) فكلما قبض يلزمه درهم.** (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۳۰۵/۲، دار الفكر، بيروت)

قرض میں لگی ہوئی رقم کی زکوٰۃ:

سوال: زید کے پاس نقد دوسو روپئے ہیں اور دوسو اس نے بکر کو قرض دے رکھا ہے، اب سال گزر جانے کے بعد صرف دوسو روپیوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا، یا ان دوسو روپیوں کی بھی زکوٰۃ ادا کرے گا، جو اس نے بکر کو قرض دے رکھا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

یہ دوسو روپئے جو زید نے بکر کو قرض دیئے ہیں، یہ دین قوی ہے۔(۱) اگر زید کے پاس والی نقد رقم اور بکر کو دی ہوئی

(۱) قوی جو مال تجارت کا، یا قرض کا بدل ہو۔ متوسط جو مال تجارت کے علاوہ کسی اور مال کا بدل ہو۔ ضعیف جو کسی مال کا بدل نہ ہو، یا بغیر بدل کے ہو۔ قرض کی تین قسمیں: (۱) دَینِ قوی (۲) دَینِ متوسط (۳) دَینِ ضعیف۔ ان تینوں قسم کے دُیون (قرضوں) کے وصول ہونے پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ اور حکم قدرے مختلف ہے، ذیل میں اجمالاً دَین کی تینوں قسموں پر روشنی ڈالی جاتی ہے:

دَینِ قوی کا حکم: اگر کسی شخص کو نقد روپیہ، یا سونا، یا چاندی بہ طورِ قرض دی، یا کسی شخص کے ہاتھ تجارت کا مال بیچا اور اس کی قیمت ابھی وصول نہیں ہوئی، پھر یہ مال ایک سال، یا دو، تین سال کے بعد وصول ہوا تو ایسے قرض کو "دَینِ قوی" کہتے ہیں۔

ایسا قرض اگر چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہے تو وصول ہونے پر سابقہ تمام سالوں کی زکوٰۃ حساب کر کے دینا فرض ہے؛ لیکن اگر قرض یک مُشت وصول نہ ہو؛ بلکہ تھوڑا تھوڑا وصول ہو تو جب چاندی کے نصاب کا بیس فی صد (یعنی: ساڑھے دس تولے) وصول ہوجائے تو صرف اس بیس فی صد کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوگا، پھر جب مزید بیس فی صد وصول ہوجائے گا تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوگی، اسی طرح ہر بیس فی صد وصول ہونے پر زکوٰۃ فرض ہوتی رہے گی اور زکوٰۃ سابقہ تمام سالوں کی نکالی جائے گی۔

اور اگر قرض کی رقم چاندی کے نصاب کے برابر نہیں؛ بلکہ اس سے کم ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی؛ البتہ اگر اس آدمی کی ملکیت میں کچھ اور مال، یا رقم ہے اور دونوں کو ملانے سے چاندی کے نصاب کے برابر، یا اس سے زائد ہوجاتے ہیں تو زکوٰۃ فرض ہوگی۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال: ۲/۳۰۵-۳۰۷، سعید)

دَینِ متوسط کا حکم: اگر کسی کو قرض نقد روپے اور سونا چاندی کی صورت میں نہیں دیا اور تجارت کا مال بھی فروخت نہیں کیا؛ بلکہ کوئی چیز فروخت کی جو تجارت کی نہیں تھی، مثلاً: پہننے کے کپڑے، یا گھر کا کوئی سامان، یا کوئی زمین فروخت کی تھی، اس کی قیمت باقی ہے تو ایسے قرض کو "دَینِ متوسط" کہتے ہیں۔

تو اگر یہ قیمت چاندی کے نصاب کے برابر، یا اس سے زائد ہے اور چند سالوں کے بعد وصول ہوئی تو وصول ہونے پر سابقہ تمام سالوں کی زکوٰۃ اس پر فرض ہوگی اور اگر یک مُشت وصول نہ ہو تو جب تک یہ قرض چاندی کے نصاب کے برابر، یا اس سے زائد وصول نہ ہوجائے، تب تک زکوٰۃ ادا کرنا فرض نہ ہوگا، البتہ وصول ہونے کے بعد گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

اگر مذکورہ شخص صاحبِ نصاب ہو تو "دَینِ متوسط" سے جو بھی تھوڑی تھوڑی رقم ملتی رہے، اس کو اپنے پاس موجود نصاب میں ملاتا رہے اور زکوٰۃ دے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الزکوٰۃ، باب اقسام الدیون: ۱/۱۷۵، رشیدیہ)

دَینِ ضعیف کا حکم: کسی شخص کو نہ نقد روپیہ قرض دیا، نہ سونا چاندی فروخت کی اور نہ ہی کوئی اور چیز فروخت کی؛ بلکہ کسی اور سبب سے یہ قرض دوسرے کے ذمے ہوگیا، مثلاً: شوہر کے ذمے اپنی بیوی کا حق مہر ادا کرنا باقی ہو، یا بیوی کے ذمے شوہر کا بدلِ خلع ادا کرنا باقی ہو، یا کسی کے ذمے دیت ادا کرنا باقی ہو، یا کسی مالک کے ذمے اپنے ملازم کی تنخواہ دینا باقی ہو تو ایسے قرضوں کو "دَینِ ضعیف" کہتے ہیں۔ ==

قرض والی رقم ملا کر نصاب کو پہنچ جاتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگئی؛ لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی قرض کی واپسی پر کرنی ہوگی۔(۱) اگر پہلے ادا کرے تو بھی جائز؛ بلکہ بہتر ہوگا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ قاضی مجاہدالاسلام قاسمی، ص:۸۴) ☆

مقروض پر زکوٰۃ:

سوال: مقروض پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگراس کا قرضہ مالِ موجودہ کے برابر ہوتو زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر قرضہ اس کے مال سے کم ہے تو اگر زائد مال ضروریات سے زائد اور بقدر نصاب ہوتو اسی مقدار میں زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

ہدایہ میں ہے:

”ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه ... وإن كان ماله أكثر من دينه زكّى الفاضل إذا بلغ نصاباً، إنتهىٰ“. (۲) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۳۳)

== ایسے قرضوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم یہ ہے کہ ان اموال کی زکوٰۃ کا حساب وصول ہونے کے دن سے ہوگا، اس شخص پر سابقہ سالوں کی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔ وصول ہونے کے بعد اگر یہ پہلے سے صاحبِ نصاب ہوتو اس نصاب کے ساتھ اس مال کو ملا کے زکوٰۃ ادا کرے گا، ورنہ وصول ہو جانے کے بعد اس مال پر سال گزر جانے کے بعد زکوٰۃ ادا کرے گا۔ (فتح القدیر، کتاب الزکاۃ:۱۲۳/۲، رشیدیہ)

اور جو اُدھار خود لیا ہوا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ فوراً سارے کا سارا ادا کرنا لازم ہے تو اس کو نصاب سے منہا کیا جائے گا، دوسری قسم یہ کہ یک مشت اس کل رقم کی ادائیگی لازم نہیں؛ بلکہ قسطوں میں ادا کرنا ہے تو صرف اس مہینے کی قسط نصاب سے منہا کی جائے گی۔ اس کے علاوہ قرض اگر تجارت کے لیے لیا ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کسی عمارت، بلڈنگ یا مشینری وغیرہ کے لیے لیا ہے تو اسے نصاب سے منہا نہیں کیا جائے گا اور اگر محض تجارت کے لیے لیا ہے تو اسے نصاب سے منہا کیا جائے گا۔ (ردالمحتار، کتاب الزکوٰۃ:۲۶۳/۲، سعید، انیس)

(۱) اعلم أن الديون عند الإ مام ثلا ثه:قو ى و متو سط،وضعيف (تجب)ز كا تها إذا تم نصا باً وحال الحول؛ لكن لا فو راً بل (عند قبض أربعين .د رهما مّن الدين)القو ى كقرض .(الدر المختارعلى ردالمحتار،با ب ز كا ة المال:۲۳٦/۳)

☆ قرض میں لگی ہوئی رقم کی زکوٰۃ:

سوال: زید کے پاس نقد دوسو روپے ہیں اور دوسو اس نے بکر کو قرض دے رکھا ہے، اب سال گزر جانے کے بعد زید صرف دوسو روپیوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا، یا ان دوسو روپیوں کی بھی زکوٰۃ ادا کرے گا، جس اس نے بکر کو قرض دے رکھا ہے؟

الجواب وباللّٰه التوفيق

یہ دوسو روپے جو زید نے بکر کو قرض دیئے ہیں، یہ دین قوی ہے۔ اگر زید کے پاس والی نقد رقم اور بکر کو دی ہوئی قرض والی رقم ملا کر نصاب کو پہنچ جاتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگئی؛ لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی قرض کی واپسی پر کرنی ہوگی۔((و) اعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة: قوى ومتوسط وضعيف ف (تجب) زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول،لكن لا فوراً بل (عند قبض أربعين درهماً من الدين) القوى كقرض .(الدر المختارعلىٰ هامش رد المحتار ،باب زكاة المال: ۳٥/۲) اگر پہلے ادا کرے تو بھی جائز؛ بلکہ بہتر ہوگا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجاہدالاسلام قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴۱/۳)

(۲) الهداية، كتاب الزكاة: ۹٥/۱، دار إحياء التراث العربى بيروت، انيس

قرض کی زکوٰۃ کا حکم:

سوال: اُودھار روپے جو لوگوں کے یہاں لگے ہوئے ہیں، بقدر نصاب ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟ جب کہ وصولی عدم وصولی پر متیقن ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جو دیون ایسے ہیں کہ ان کی وصولی کی امید غالب ہے، اگر وہ بقدر نصاب ہیں تو ان کی زکوٰۃ بھی نکالنی چاہیے۔(۱)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس غفرلہ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۵۶/۳)

شئ مرہون پر زکوٰۃ:

سوال: عبد الحفیظ کے لڑکے کی طبیعت خراب ہوگئی، علاج ومعالجہ کے لیے روپے کی ضرورت پیش آئی، اس کے پاس روپے نہیں تھے، اس نے حامد سے دس ہزار روپے بطور قرض لیا اور اس کے پاس جو زیورات تھے ان کو بطور رہن رکھ دیا، زیورات تقریباً ۱۴/ ہزار روپے کے تھے۔ عبد الحفیظ نے اس کو دو سال بعد رقم واپس کیا اور اپنے زیورات واپس لیے، تو اب بتلایا جائے کہ عبد الحفیظ پر گزشتہ دو سالوں کی زکوٰۃ ان زیورات کی لازم ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شئ مرہون کی زکوٰۃ نہ تو راہن (رہن رکھنے والا) پر ہے اور نہ ہی مرتہن (جس کے پاس رہن رکھا جائے) پر ہے، راہن پر اس لیے نہیں ہے کہ اس کے قبضہ میں نہیں ہے اور مرتہن پر اس لیے نہیں ہے کہ اس کی ملکیت نہیں ہے اور فرضیت زکوٰۃ کے لیے ملکیت تام (قبضہ اور ملکیت دونوں) ضروری ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں عبد الحفیظ پر زیورات مرہونہ کی زکوٰۃ گزشتہ دو سالوں کی لازم نہیں ہے، البتہ اب جب کہ زیورات اس کے قبضہ میں آ گئے ہیں تو سال مکمل ہونے کے بعد ان کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

(فلا زكاة على مكاتب) ... ولا في مرهون بعد قبضه. (الدر المختار)

(قوله: ولا في مرهون) أي لا على المرتهن لعدم ملك الرقبة ولا على الراهن لعدم اليد وإذا استرده الراهن لا يزكي عن السنين الماضية وهو معنى قول الشارح بعد قبضه ويدل عليه قول البحر ومن موانع الوجوب الرهن. (رد المحتار: ۷/۲) فقط والله تعالىٰ أعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۸/۱۱/۱۴۱۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۵۷/۳)

(۱) ''چاہیے'' وجوب کے معنی میں ہے واعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة قوي ومتوسط وضعيف ف(تجب) زكاتها إذا تم نصاباً و حال الحول، لكن لا فوراً بل (عند قبض أربعين درهماً عن الديون) القوي كقرض وبدل مال تجارة (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار: ۳۵/۲)

اجتماعی زکوٰۃ

اجتماعی طور پر زکوٰۃ جمع کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ کرام شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے شہر ناگپور میں ''اصلاح المسلمین'' نام سے ایک تنظیم ہے، اس تنظیم کے تمام ہی ممبران پڑھے لکھے، باحیثیت، سرمایہ دار اور اچھے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، یہ تنظیم رمضان شریف میں زکوٰۃ وصدقات کی رقم جمع کرتی ہے، جو لاکھوں کی صورت میں ہوتی ہے، آئندہ رمضان تک تنظیم اس رقم کو مندرجہ ذیل مصارف میں تقسیم کرتی ہے:

(۱) غریب ونادار اور مستحق بچوں کو کاپیاں کتابیں وغیرہ دلانا۔

(۲) غریب بچیوں کی شادی میں کچھ سامان وغیرہ دینا۔

(۳) ایم، بی، بی، ایس کرنے والے غریب طلبا کو دس سے بیس ہزار تک رقم دینا۔

(۴) غریبوں میں مفت دوائیں تقسیم کرنا، ان کے علاج ومعالجہ پر خرچ کرنا۔

(۵) غریب طلباء کو ڈاکٹر بننے کے لیے رقم دینا۔

سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا طریقہ پر تنظیم کا زکوٰۃ وغیرہ وصول کر کے فنڈ کے طور پر رکھنا اور پورے سال، یا چندہ ماہ کی مدت تک مصارف میں لانا اور ڈاکٹری وغیرہ اور اسکولی تعلیم کے لیے نادار طلبا کو اس فنڈ سے رقم دینا کیسا ہے؟

ان تمام صورتوں میں زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ میں تو کوئی خلل نہ ہوگا؟ اور تنظیم کے ذمہ داران عند اللہ قابل مؤاخذہ تو نہ ہوں گے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیق

مذکورہ مقاصد تنظیم قابلِ قدر ہیں؛ لیکن ان مقاصد کی تکمیل کے لیے صرف امدادی (غیر صدقات واجبہ) رقومات ہی جمع کی جائیں، زکوٰۃ وصدقات واجب ہے کہ ہرگز وصول نہ کی جائے؛ اس لیے کہ مذکورہ مقصد زکوٰۃ کے یقین کے مصارف بنائے جانے کے قابل نہیں ہیں؛ کیوں کہ عموماً دنیاوی اسکولوں میں پڑھانے والے لوگ معاشی اعتبار سے اتنے نادار نہیں ہوتے کہ انہیں زکوٰۃ دینا درست ہو۔ یہی حال ایم، بی، بی، ایس وغیرہ اعلی تعلیم حاصل کرنے والوں کا ہے؛ اس لیے ایسے لوگوں پر جو زکوٰۃ کی رقم خرچ ہوگی، وہ اپنے محل تک نہ پہنچنے کی وجہ سے معتبر نہ ہوگی اور غلط مصارف میں خرچ کرنے پر تنظیم کے ذمہ داران عند اللہ، ماخوذ ہوں گے۔ (مستفاد، فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/۱۳۷)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ﴾ (سورة التوبة: ٦٠)

عن عطا بن يسار أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لاتحل الصدقة لغني إلا لخمسة لغار في سبيل اللّٰه، أو لعامل عليها، أو لغارم، أو لرجل اشتراها بماله، أو لرجل كان له جار مسكين فتصدق على المسكين فأ هداها المسكين للغني. (سنن أبي داؤد / باب من يجوز له الصدقة وهوغني: ٢٣١/١، رقم: ١٤٣٥، سنن ابن ماجه، باب من تحل له الصدقة: ١٣٢/١، رقم: ١٨٤١)

ولا يحل أن يسأل شيئاً من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب. (طحطاوي على مراقي الفلاح، باب المصرف: ٧٢٢، أشرفية، الدر المختار: ٣٠٦/٣، زكريا، البحر الرائق: ٢٥٠/٢، كوئٹه)

مصرف الزكاة هو فقير، وهو من له أدنى شيء: أي دون نصاب، أو قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة، ومسكين من لا شيء له على المذهب. (الدر المختار)

(قوله: على المذهب) من أنه أسوأ حالاً من الفقير، وقيل على العكس، والأول أصح. (رد المحتار، باب المصرف: ٣٣٩/٢، كراتشي، ٢٨٣/٣، زكريا، كذا في البحر الرائق، باب المصرف: ٤١٩/٢، رشيدية، فتح القدير، الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز: ٢٦١/٢، المكتبة التجارية دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر، الزكاة، باب في بين أحكام المصرف: ٢٢٠/١، دار إحياء التراث بيروت، مراقي الفلاح مع الطحطاوي: ٣٩٢، كراتشي) فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۹/۱۱/۱۴۲۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۱/۷-۳۳) ☆

☆ اجتماعی زکوٰۃ وصولی کے لیے علاقائی، یا ملکی سطح پر تنظیم بنانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ انفرادی طور پر زکوٰۃ ادا کرنے سے بے شک زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ اس سے کوئی بڑا کام انجام نہیں دیا جاسکتا اور اگر کسی تنظیم کے تحت اجتماعی طور پر زکوٰۃ جمع کر دی جائے تو اس زکوٰۃ کے فنڈ سے بڑے بڑے اہم کام مثلاً کمزور اور تباہ حال مسلمانوں کی آبادکاری اور بازآبادکاری، مفت، یا معمولی اخراجات والے ہسپتالوں کا قیام، ناخواندہ، یا کم خواندہ مسلمانوں کی شرحِ تعلیم میں اضافے کے لیے اسکولوں اور کالجوں کا قیام، بے روزگار مسلمانوں کو روزگار سے جوڑنے کے لیے ٹریننگ سینٹروں کا قیام اور اس جیسے بہت سے قومی وملی کام انجام دیئے جاسکتے ہیں۔ آج کے علمی وسائنسی اعتبار سے ترقی یافتہ دور میں مسلمانوں کی علمی پس ماندگی کو دور کرنا اور ضروری ترقی کے لیے راہ ہموار کرنا یقیناً وقت کی ایک اہم ضرورت ہے، کیا اس ضرورت کی بنیاد پر کسی علاقائی، یا ملکی، یا عالمی تنظیم کے تحت اجتماعی طور پر ایک جگہ زکوٰۃ جمع کی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ اور ایسا کرنا شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ جب کہ اسلامی بیت المال کا قیام نہیں ہے۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

قرآن پاک اور احادیث شریفہ میں زکوٰۃ کے جو مصارف بیان کئے گئے ہیں، ان سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں زکوٰۃ کا مقصد غرباء ومساکین کا تعاون ہے، قومی اعتبار سے دنیاوی ترقیات کا حصول زکوٰۃ کے مصارف ومقاصد میں داخل نہیں ہے؛ اس لیے زکوٰۃ انفراداً جمع کی جائے، یا اجتماعاً بہر صورت اسے غرباء ومساکین اور مستحقین پر خرچ کرنا لازم ہے، اس رقم سے ہسپتال، کالج، اسکول، یا دیگر قومی وملی اداروں کو تعمیر کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ قرآنی حکم کے خلاف ورزی ہے، نیز علاقائی ملکی، یا عالمی پر اگر اجتماعی زکوٰۃ جمع کرنا ضروری قرار دیا جائے ==

قرضہ جات کی ادائیگی کے لیے ادارہ کا زکوٰۃ وصول کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید ایک ادارہ برائے وصول یابی زکوٰۃ کسی مخصوص برادری کے افراد سے قائم کرتا ہے اور خاص اسی برادری کے ضرورت مند افراد پر مندرجہ ذیل مدات میں خرچ کرتا ہے:

(الف) ادائیگی قرضہ جات سودی وغیر سودی۔

(ب) قرض حسن برائے ادئیگی قرضہ جات سودی اور بعد وصولی اس رقم کو بلا قید قرض ادئیگی قرضہ جات سودی غیر سودی کے لیے دینا۔

(ج) کچھ سرمایہ مستقل برائے ضروریات ہنگامی رکھنا چاہتا ہے، مثلاً: امداد ومسافر وامداد برائے فساد زدگان بلا قید برادری۔

(د) بقدر پانچواں حصہ برائے اخراجات طعام طلبہ مدرسہ دینیات مخصوص کرتا ہے۔

== تو اس میں مستحقین کی حق تلفی کا امکان زیادہ ہے؛ کیوں کہ اس تنظیم کے ذمہ داران اپنے تعلقات معلومات، یا تحفظات کو سامنے رکھ کر ہی زکوٰۃ کو خرچ کریں گے اور اس بات کا بہت حد تک امکان رہے گا کہ بہت سے واقعی مستحق افراد اور ادارے ان کے اعتماد میں نہ آسکیں اور وہ زکوٰۃ سے محروم رہ جائیں، اس کے برخلاف انفرادی طور پر زکوٰۃ کی ادائیگی میں زیادہ وسیع حد تک زکوٰۃ اصل مستحقین تک پہنچائی جاسکتی ہے اور بحمدہ تعالیٰ پہنچ رہی ہے؛ اس لیے زکوٰۃ کے اجتماعی نظل کی کلی تائید نہیں کی جاسکتی۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿إِنَّمَاالصَّدَ قَاتُ لِلْفُقَرَ آ ءِ وَالْمَسَا كِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَ لَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِيْ الرِّ قَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾(سورة التوبة: ٤٠)

عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لاتحل الصدقة لغنی ولا لذی مرة سوی. (سنن الترمذی: ١٤١/١)

عن سفیان الثوری قال: الرجل لا یعطی زکاة ماله فی کفن میت ولا دین میت ولا بناء مسجد. (المصنف لعبد الرزاق، کتاب الزکاة، باب لمن للزکاة: ١١٣/٤، رقم: ٦١٦٠)

لایصرف إلی بناء نحو مسجد ولا إلیٰ کفن میت وقضاء دینه، (الدر لمختار مع الشامی: ٢٩١/٣، مکتبه زکریادیوبند)

مصرف الزکاة هو فقیر، وهو من له أدنی شيء: أيدون نصاب، أو قدر نصاب غیر نام مستغرق في الحاجة، ومسکین من لا شي ء له علی المذهب. (الدرالمختار)

(قوله: علی المذهب) من أنه أسوأ حالاً من الفقیر، وقیل علی العکس، والأول أصح. (رد المحتار، باب المصرف: ٢/ ٣٣٩، کراتشی، ٣/ ٢٨٣، زکریا، کذا فی البحر الرائق، باب المصرف: ٤١٩/٢، رشیدیة، فتح القدیر، کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصدقة إلیه ومن لا یجوز: ٢٦١/٢، المکتبة التجاریة دارالفکر بیروت، مجمع الأنهر، الزکاة، باب في بین أحکام المصرف: ٢٢٠/١، دار إحیاء التراث بیروت، مراقي الفلاح مع الطحطاوي: ٣٩٢، کراتشی) فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۳۰ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفی اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/ ۳۴-۳۵)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ الجواب ـــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زکوٰۃ کی رقم سے مال داروں کے قرضہ جات ادا کرنا اور بلاحکم فقرا کے قرضے ادا کرنا، اسی طرح زکوٰۃ کی رقم عام مسلمانوں کو بطور قرضہ دینا، یا ہنگامی ضرورتوں کے لیے لمبی مدت تک محفوظ رکھنا درست نہیں ہے، لہٰذا ان مقاصد کے لیے کسی خاص ادارہ کا قیام بھی صحیح نہیں ہوگا، بریں بناہر صاحب نصاب شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی صواب دید کے مطابق اپنی زکوٰۃ شرعی مصارف میں شرعی طریقہ پر ادا کرے اور اداء زکوٰۃ کے اجتماعی نظام میں شامل ہوکر زکوٰۃ کو خطرے میں نہ ڈالے۔ (مستفاد، کفایت المفتی:۳۰۶/۴-۳۰۷)

وتجب علی الفور عند تمام الحول حتی یأ ثم بتاخره من غیر عذر. (الفتاوی الهندیة: ۱۷۰/۱)

ویشرط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة کما مر. (الدر المختار: ۲۹۱/۳،زکریا)

(قوله: وقضاء دینه) لانعدام التملیک وقضاء دین الغیر لایقتضی التملیک من ذلک الغیر الحیی فالمیت أولیٰ. (البحر الرائق، باب المصرف: ۲۴۳/۲، کوئٹه)

ولا یجوز أن یکفن بهامیت، ولا یقتضیٰ بها دین المیت، کذا فیی التبیین. (الفتاویٰ الهندیة: ۱۸۸/۱) **فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۷/۱۴۱۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفی اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۵/۷-۳۶)

زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے کمیٹی بنانا اور مستحقین پر خرچ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے محلّہ میں چند افراد نے ایک کمیٹی بنا رکھی ہے، جس میں جماعت اسلامی کے افراد بھی شامل ہیں، یہ کمیٹی محلہ والوں کا صدقۂ فطرہ، زکوٰۃ، چرم قربانی وصول کرتے ہیں اور اس کو اپنے یہاں جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس میں وقتاً فوقتاً حسب ضرورت یتیموں، مسکینوں اور غریبوں پر خرچ کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کے ماہانہ وظیفے بھی مقرر کر رکھے ہیں اور پریشان حال کو کاروبار بھی کراتے ہیں اور کسی غریب کی لڑکی کی شادی بھی کراتے ہیں تو آیا ان کا یہ عمل صحیح ہے یا غلط، ان کو کرنا چاہیے، یا نہیں؟ اور یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے اور زکوٰۃ، فطرہ، چرم قربانی دینے والوں کو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ الجواب ـــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی کا ہر شخص خود ذمہ دار ہے، اس کی طرف سے خواہ مخواہ کوئی کمیٹی ذمہ دار نہیں ہے اور زکوٰۃ اس وقت تک ادا نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ اپنے مصرف میں نہ لگ جائے اور مستحق اس کا مالک نہ ہو جائے، اب اگر آپ یہ تحقیق کرلیں کہ مذکورہ کمیٹی کیا واقعی جمع شدہ ایک ایک پیسہ مصرف میں لگا دیتی ہے، یا کہیں بلامصرف بھی خرچ کرتی ہے؟ اگر ذاتی طور پر آپ کو اطمینان ہو تو آپ اسے وکیل بنا سکتے ہیں۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾(سورة التوبة: ٤٠)

ويشرط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كمامر، لايصرف إلى بنء نحو مسجد ،قوله :نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل مالا تمليك فيه.(الدرالمختار مع الشامي:٣/٢٩١،زكرياديوبند)

مصرف الزكاة هو فقير،وهو من له أدنى شيء:أيدون نصاب ، أو قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة، ومسكين من لا شي ء له على المذهب.(الدرالمختار)

(قوله:على المذهب) من أنه أسوأ حالاً من الفقير،وقيل على العكس،والأول أصح. (رد المحتار، باب المصرف: ٢/ ٣٣٩، كراتشي،٣/ ٢٨٣،زكريا ،كذا في البحر الرائق،باب المصرف:٢/٤١٩، رشيدية ،فتح القدير،الزكاة،باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز: ٢/ ٢٦١،المكتبة التجارية دارالفكر بيروت ،مجمع الأنهر،الزكاة،باب في بين أحكام المصرف: ١/ ٢٢٠،دار إحياء التراث بيروت ،مراقي الفلاح مع الطحطاوي:٣٩٢، كراتشي)فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴۱۹/۱۰/۲۸ھ۔الجواب صحیح:شبیر احمد عفی اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۷/۳٦-۳۷)

چرم قربانی اور زکوٰۃ کی وصول یابی کے لیے مسلم تنظیم قائم کرنا:

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسلمانوں میں بعض تنظیمیں ایسی قائم کی جارہی ہیں، جو چرم قربانی، زکوٰۃ اور لاچار افراد کی مدد کرتی ہیں، انہوں نے باقاعدہ فارم چھپوار کھے ہیں، جن پر اپنی انجمن کے کسی فرد کی تصدیق وسفارش پر رقم عنایت کردی جاتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ مذکور مدات رقومات صاحب بیت المال کے نام پر، یا اپنی انجمن کے نام پر لوگوں سے وصول کرتے ہیں اور اپنی تحویل میں لے کر اپنی صواب دید سے غربا و یتامی وغیرہ پر صرف کرنا، یہ عمل شرعاً درست وجائز ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اموال باطنہ (روپیہ، سونا، چاندی وغیرہ) کی زکوٰۃ ہر شخص پر انفرادی طور پر نکالنا مستحب اور بہتر ہے اور اسلامی حکومت میں بھی کسی شخص کو مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ ان اموال کی زکوٰۃ اسلامی بیت المال میں جمع کرے۔

(بدائع الصنائع:۲/۳۵)

دوسرے یہ ہے کہ اس دور میں امانت ودیانت کا فقدان ہے اور کوئی ایسی قوت موجود نہیں ہے، جو غلط کاروں کو غلطی سے روک سکے؛ اس لیے جب تک کسی ادارے میں زکوٰۃ وصدقات کا مصرف واقعی پہلے سے موجود نہ ہو، (جیسے قیام

وطعام والے مدارس دینیہ) تو اس ادارہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار دینا بڑے مفاسد کا دروازہ کھول دینے کا ذریعہ اور لوگوں کے اموال ضائع کرنے کا سبب بن سکتا ہے اور محض اجتماعی زکوٰۃ لینے کے لیے ادارے قائم کرنے کی کوشش ممنوع لغیرہ قرار پائے گی اور اگر بالفرض ایسے ادارے قائم بھی ہوگئے تو زکوٰۃ کی رقم جب تک اپنے صحیح مصرف میں نہ لگائی جائے تو اس وقت تک نہ تو دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوگی اور نہ لینے والے ذمہ سے بری ہوں گے۔ (مستفاد، نظام الفتاویٰ: ۱۷۰)

ویشرط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة کمامر، لا یصرف إلی بناء نحو مسجد، (قوله: نحو مسجد) کبناء القناطر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل مالا تملیک فیه. (الدر المختار مع الشامی: ۲۹۱/۳، زکریا دیوبند)

والواجب علی الأئمة أن یوصلوا الحقوق إلٰی أربابها. (الفتاویٰ الهندیة: ۱۹۱/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲/۱۴۱۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/ ۳۷-۳۹)

مسلم کمیٹی کو زکوٰۃ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ دینی اعتبار سے بالکل پیچھے ہے، جس کی وجہ سے یہاں پر کچھ تہذیب یافتہ لوگوں نے ایک تنظیم بنا کر بستی بستی میں گھوم پھر کر کمیٹی بنا رہے ہیں، مسلم پریشانیوں کے لیے اس میں ان لوگوں نے پانچ چیزوں کا انتخاب کیا ہے تو پہلے وہ بیان کروں:

(۱) دنیاوی تعلیم کے لیے، بچوں کی تعلیمی سہولت کے لیے، جس کسی کے ماں باپ اس کے پڑھانے سے عاجز ہوں؛ یعنی غریب ہونے کی وجہ سے اس کی پڑھائی کا خرچ نہیں برداشت کر سکتے تو یہ لوگ خرچہ دے کر پڑھوائیں گے؛ تاکہ وہ بڑے سے بڑے افسر بنے اور لوگوں کے کام سنوارے۔

(۲) بچوں کی ختنہ کروائیں گے۔

(۳) عورتوں کو سلائی کا کام سکھانے کے لیے سلائی مشین دیں گے اور ماہر ٹیلر لگا کر لڑکیوں کو درزی کا کام سکھائیں گے۔

(۴) بستی میں کچھ لوگ غریب ہونے کی وجہ سے اپنی بچی کی شادی نہیں کر سکتے تو یہ لوگ خصوصی طور پر شادی کریں گے۔

(۵) کاروبار کرنے کے لیے نوجوانوں کو رقم دے کر کاروبار کروائیں گے، اس کے لیے یہ لوگ جو رقم ادا کر رہے ہیں، وہ صدقۂ فطر، زکوٰۃ کا پیسہ اور کچھ چندہ۔

تو ہمارا معلوم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان مصارف میں صرف کرنے کے لیے پیسہ دیا جائے، یا نہیں؟ صدقہ، زکوٰۃ، عشری زکوٰۃ ان سب چیزوں کا پیسہ ان پانچ مصرفوں میں جو یہ لوگ خرچ کرنا چاہتے ہیں، کیا جائز ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

بستی والوں نے جن کاموں کا بیڑا اٹھایا ہے، وہ بہت اہم اور ضروری ہے؛ لیکن ان کاموں میں زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کا روپیہ نہ لگایا جائے؛ کیوں کہ ان لوگوں نے مصارف زکوٰۃ میں خرچ کرنے کا صحیح انتظام نہیں کیا ہے اور اکثر مصارف میں بلا تملیک خرچ کرنے، یا محض قرض کے بطور رقم زکوٰۃ دینے کا ضابطہ بنایا ہے، جو صحت زکوٰۃ سے مانع ہے، لوگوں کو چاہیے کہ اگر ضرورت ہو تو وہ نفلی امداد اور عطیات سے ان کاموں کو فروغ دیں۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كمامر. (الدر المختار: ۲۹۱/۳، زکریا دیوبند)

ولا تجوز الزكاة إلا إذا قبضه الفقير لأن التمليك لايتم بدون القبض. (الفتاوىٰ الولوالجية، كتاب الزكاة: ۱۴۹/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

واعلم أن التمليك شرط، قال تعالىٰ: ﴿وَاٰتُوا الزَّكَاةَ﴾ والإيتاء: الإعطاء، والإعطاء التمليك فلا بد فيها من قبض الفقير أو نائبه؛ لأن التمليك لايتم بدون القبض. (الإحتيار لتعليل المختار: ۱/ ۱۲۱، الدر المختار: ۲۹۱/۳، زکریا دیوبند) فقط واللہ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۲/۲۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفی اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/ ۳۹-۴۰)

ادارہ کا زکوٰۃ وصول کر کے ناداروں کی مدد کرنا اور دواخانہ وغیرہ بنانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مراد آباد کے ایک علاقہ میں صدیقی برادری کے کچھ افراد نے ایک ادارہ قائم کر رکھا ہے، یہ ادارہ لوگوں سے زکوٰۃ اور عطیات کی رقم اکٹھا کرتا ہے اور اس رقم سے کچھ نادار افراد کی مالی امداد کرتا ہے، اس کے ساتھ ہی یہ ادارہ ایک چیریٹیبل دواخانہ چلا رہا ہے، جس میں نہایت کم قیمت پر تمام افراد کو بغیر کسی امتیاز کے دوا علاج مہیا کرائی جاتی ہے، اب کچھ ناگزیر حالات کے پیش نظر اس دواخانہ کے لیے ایک مکان کی ضرورت ہے، کیا اس طرح اس ادارہ کے ذریعہ اکٹھا کی گئی اس زکوٰۃ کی رقم سے دواخانہ کے لیے مکان کی خریداری کی جاسکتی ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

سوال میں ذکر کردہ مقاصد کے لیے زکوٰۃ کی وصولی اور اس کا استعمال جائز نہیں؛ اس لیے کہ دواخانہ سے نفع اٹھانے والے لوگ مال دار اور صاحب نصاب بھی ہوتے ہیں، جو زکوٰۃ کے مستحق نہیں۔ نیز زکوٰۃ کا روپیہ مذکورہ ادارہ کے لیے مکان کی خریداری اور اس کی تعمیر میں نہیں لگایا جاسکتا؛ کیوں کہ یہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں؛ لہٰذا مذکورہ مقاصد کے لیے صرف امدادی رقم حاصل کی جائے، زکوٰۃ حاصل نہ کی جائے۔

قال الله تبارک وتعالىٰ: ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ

قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾(سورة التوبة: ٦٠)

ويشرط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كمامر، لايصرف إلى بنء نحو مسجد ،قوله :نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل مالا تمليك فيه. (الدرالمختار مع الشامي: ٢٩١/٣،زكريادیوبند)

قوله:بناء مسجد وتكفين ميت وقضاء دينه وشراء قنٍّ يعتق وعدم الجواز لانعدام التمليك الذيى هوالركن. (البحر الرائق،مصارف الزكاة: ٢/ ٢٤٣،كوئته)

ولايجوز أن يبنى بالزكاة المسجد وكذا القناطر والساقيات وصلاح الطرقات وكل ما لا تمليك فيه. (الفتاویٰ الهندية: ١٨٨/١،دارالفكربيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۴/۱۴۲۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفی اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/ ۴۰-۴۱)

بیت المال میں زکوٰۃ جمع کر کے درج ذیل مصارف میں خرچ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے یہاں بیت المال کا نظام قائم ہے، جس میں ہمارے محلّہ ہی سے زکوٰۃ، صدقات، عطیات اور قربانی وغیرہ کی رقمیں جمع ہوتی ہیں؛ لیکن زیادہ تر ۲۵۰۰۰ رقم زکوٰۃ کی ہے، الغرض جتنی بھی رقم جمع ہوتی ہے، ان تمام کو ہم چند مصارف میں خرچ کرتے ہیں:

(۱) امدادی کوپن، ہر ماہ ۸۵ غریب ونادار مسلم مکانات کرایہ پر دیئے ہیں۔

(۲) تعلیمی امداد: غریب یتیم بچوں کو کتابیں، کاپیاں اور یونیفارم وغیرہ دیتے ہیں۔

(۳) امدادنکاح: غریب بہنوں کی شادیوں میں اشیاء کی مدد کرتے ہیں۔

(۴) رمضانی امداد: غریبوں میں کپڑے اور عید کے موقع پر شیر خورمہ کا سامان تقسیم کرتے ہیں۔

ہمارا یہ عمل بھی شریعت وسنت کی نظر میں صحیح ہے، یا نہیں؟ برائے مہربانی جواب حوالوں کے ساتھ جلد از جلد تحریر فرمائیں؟ نیز اس عمل میں ہماری صحیح رہبری بھی فرمائیں؛ تا کہ ہمارا یہ عمل عنداللہ مقبول ہو جائے، عین نوازش ہوگی۔

باسمه سبحانه وتعالىٰ الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

آپ نے زکوٰۃ کی رقومات کے جو مصارف ذکر کے ہیں، ان میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے سے مالکان کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؛ لیکن اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ رقم مستحق غربا ومساکین پر ہی خرچ کی جائے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾(سورة التوبة: ٤٠)

قال:الأصل فيه قوله تعالىٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ فهٰذا ثمانية أصناف الفقيروالمسكين والعامل والرقاب والغارم وفى سبيل الله منقطع الغزاة وابن السبيل،قال: فهٰذا

جهات الزكاة، فلمالک أن يدفع إلٰى كل واحد منهم وله أن يفتقر علٰى صنف واحد. (الهداية، باب من يجوز دفع الصدقات أليه ومن لا يجوز: ۱/ ۲۰٤، أشرفية ديوبند، الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/ ۱۹۸، زكريا ديوبند، البحر الرائق، باب المصرف: ۲/ ۲٤۰، كراتشى)

مصرف الزكاة والعشر هو فقير. (الدرالمختار: ۳/ ۲۸۳، زكرياديوبند)

ويشرط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة. (الدر المختار: ۳/ ۲۹۱، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۸/۱۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفی اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/ ۴۱-۴۳)

بیت المال میں زکوٰۃ کی رقم جمع کرکے اپنی صواب دید پر خرچ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بعض افراد اور تنظیموں کی طرف سے بیت المال قائم کرنا شرعا کیسا ہے؟ اور محصلہ رقم کو اپنی صواب دید پر خرچ کرنے سے لوگوں کی زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ الجواب ــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

بیت المال قائم کرکے زکوٰۃ کی رقمیں وصول کرنا اور انہیں تملیک کے بغیر من مانے طور پر خرچ کرنا قطعاً اجازت نہیں، اس طرح خرچ کرنے سے بیت المال کے ذمہ داران عند اللہ ماخوذ ہوں گے۔

وكذلک فيي جميع أبواب البر التى لايقع بها التمليک كعماره المسجد لا يجوز صرف الزكاة إلى هٰذه الوجوه. (الفتاویٰ الهنديه: ٦/ ۳۹۲)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحةً. (الدرمختارمع الشامي: ۳/ ۲۹۱، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۶/۵/۱۹ھ۔ (کتاب النوازل: ۷/ ۴۳)

بیت المال اور قومی فنڈ ایسے اداروں کو زکوٰۃ دینا جو غریبوں کو قرضہ دیتے ہیں:

سوال: اہل شہر، یا اہل قصبہ نے چندہ کے طور پر، یا اور کسی صورت سے کچھ روپیہ ومال فراہم کرکے ایک فنڈ قائم کیا اور اس فنڈ کو بیت المال قرار دیا اور اس بیت المال کا مقصد یہ ہوا کہ وقتی تنگی میں غربا وفقرا امداد حاصل کریں اور فراخی وقت میں پھر وہ روپیہ، یا مال وصول کریں اب سوال یہ ہے کہ اس بیت المال میں زکوٰۃ صدقہ فطرہ قربانی کی کھال کا روپیہ داخل کرسکتے ہیں، یا نہیں؟ مسجد کا مال اس کے ساتھ ملا کر رکھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ مگر حساب الگ رہے گا، نیز اس کو واقعی طور پر بیت المال کہہ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اگر نہ کہہ سکیں تو فرمائیے کہ بیت المال کے لیے کیا کیا شرط ہونی چاہیے، اس میں کون کون سا مال داخل ہوا کرتا تھا۔ نیز اس بیت المال کو صرف کرنے کے لیے فقرا مساکین کو مع شرط مذکور کے دینے کے علاوہ کسی مدرسہ میں کسی طالب علم کو، مسافر اور اشاعت اسلام کے واسطے وغیرہ وغیرہ سات مواقع

جو کہ مصارف بیت المال ہیں ان کو بھی دیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ ہمیں شریعت کے صحیح احکام بتلا کر مع استدلال کے ممنون ومشکور فرمائیں گے؟

(المستفتی: ۲۳۳۲، منصور الحق ہردوانی دار العلوم دیوبند، ۲۲/ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ، ۲۲/جون ۱۹۳۸ء)

الجواب

بیت المال کے معنی یہ ہیں کہ اس میں اموال جمع کئے جائیں اور اپنے اپنے مصرف میں صرف کئے جائیں فقہانے چار بیت المال ذکر کئے ہیں:

(اول) خمس غنیمت اور رکاز رکھنے کے لیے۔

(دوم) زکوٰۃ سوائم اور عشر وغیرہ رکھنے کے لیے۔

(سوم) خراج اور جزیہ وغیرہ کے لیے۔

(چہارم) لاوارث اموال کے لیے۔(۱)

پہلی دو قسموں کے بیت المال کے اموال کا مصرف فقرا ومساکین اور وہ مواقع ہیں جو نص قرآنی: ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ﴾ الخ (۲) اور ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾، الخ (۳) میں مذکور ہیں ان میں حنفیہ کے نزدیک تملیک ضروری ہے۔(۴) ان کو بطور قرض کے دینا اور پھر واپس لینا درست نہیں ہے، طالب علم کو تملیک کے طور پر دیا جائے تو جائز ہے، اسی طرح مسافر کو اشاعت اسلام میں بھی اگر مستحق تملیک کے طور پر دیا جائے تو جائز ہوگا، ورنہ نہیں؟

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۲۳/۴-۳۲۴)

---

(۱) شعر:

بیوت المال أربعة لکل مصارف بینتها العالمونا

فأولها الغنائم، والکنوز رکاز بعدها المتصدقونا

(الدر المختار، کتاب الزکاة، باب العشر: ۳۳۷/۲، ط: سعید)

(۲) ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیٍٔ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتَامٰی وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ (سورة الأنفال: ٤١)

(۳) ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ، وَالْمَسَاكِيْنِ، وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا، وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ، وَفِی الرِّقَابِ، وَالْغَارِمِيْنَ، وَفِی سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ (سورة التوبة: ٦٠)

(۴) فهی تملیک حال من فقیر مسلم غیر هاشمی، ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن الملک من کل وجه. (الفتاویٰ الهندية، کتاب الزکاة: ١٧٠/١، ط: کوئٹہ)

تجارت کی نیت کرے تب بھی زکوٰۃ نہیں، ہاں جب اس کو بیچ دے گا تو اس وقت اس کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

ومن اشترٰی جارية، ونواها للخدمة، بطلت عنها الزکوٰة...، وإن نواها للتجارة بعد ذلک، لم تکن للتجارة حتٰی یبیعها، فیکون فی ثمنها زکوٰة. (الهداية، کتاب الزکاة: ١٨٧/١، مکتبة شرکة علمية، ملتان)

اجتماعی ادارے کا قرض دینے کے لیےٹکٹوں کی شرط لگانا:

سوال: موضع نواب گنج ضلع پرتاب گڑھ باغ میں تقریبا دوسو گھر مسلمانوں کے ہیں، جس میں ۱۹۳۶ء سے باسم بیت المال کمپنی قائم ہے، جس کا مقصد مسلمانوں کو سودی قرض سے بچانا ہے، علاوہ اس کے محتاجوں، لاوارثوں کی میتوں کی تجہیز و تکفین اور یتیموں، بیواؤں کی امداد کرنا ہے؛ مگر اب تک ذرائع آمدنی ایسے نہیں، جس سے خرچ آمد ورفت پورا ہو سکے۔ یہ بھی واضح رہے کسی مسلمان پر کسی قسم کا چندہ نہیں ہے، ہاں صرف آمدنی فطرہ، چرم قربانی وعقیقہ اور نکاح آنے پر اب تک چلایا، کیا یہ وہ وقت آیا کہ بیت المال بالکل خالی ہے اور مسلمان کاشتکاروں کو روپیہ تخم ریزی کے لیے کہاں سے دیا جاوے؟ آج کمیٹی یہ طے کرتی ہے کہ آمدنی بڑھانے کے لیےٹکٹ بٹوائے جائیں؛ یعنی ٹکٹ قرض دار سے لے کر فارم پر چسپاں کر کے درخواست دے تو بلاسودی قرضہ تین ماہ کے لیے دیا جاوے، ایک روپے سے پانچ روپے تک کے قرض دار کو دوآنے کا ٹکٹ چسپاں کرنا ہوگا وغیرہ تو اس قسم کا معاملہ جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۵۷۵، سجاد حسین سکریٹری بیت المال، نواب گنج ضلع پرتاب گڑھ، مورخہ ۴/صفر ۱۳۵۹ھ، ۱۴/مارچ ۱۹۴۰ء)

الجواب

فارم کے ٹکٹوں کی قیمت قرض خواہوں سے لے کر قرض دینا بھی جائز نہیں؛ کیوں کہ یہ قیمت ٹکٹوں کی لینا قرض خواہوں سے بجنسہ سود ہی ہے۔ واللہ اعلم

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین، نائب مفتی مدرسہ امینیہ، دہلی

الجواب

ہوالموفق: اس ٹکٹ کی اباحت کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ یہ رقم دفتری مصارف کے کام میں آئے گی، کسی شخص کے ذاتی مفاد کے لیےقرض پر کوئی سود نہیں ہے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۲۴/۴)

موجودہ دور میں بیت المال کی ضرورت:

(الجمعیۃ، مورخہ ۵/اپریل ۱۹۳۰ء)

سوال: موجودہ صدی میں کس قدر مسلمانوں کی جائیدادیں سود بٹہ کی نذر ہو چکی ہیں، آئندہ ان کی حفاظت کے لیےایک اسلامی مالیہ؛ یعنی بیت المال کا افتتاح کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟

(۱) دونوں حضرات کے جوابوں کی تفریع شاید الگ الگ ہے، پہلے جواب میں ناجائز اور سود کہا؛ اس لیے کہ قرض دہندہ بھی ڈاکخانہ ہے اور ٹکٹ کی رقم بھی ڈاکخانہ میں جاتی ہے اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ ٹکٹ کی رقم اہل قیمت سے زیادہ ہے، جب قرض زیادہ ہو تو ٹکٹ کی قیمت بھی زیادہ وصول کرتا ہے اور دوسرے جواب میں ٹکٹ پر رقم وصول کرنے والوں کے کاغذات اور دفتری اخراجات کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

الجواب

مسلمانوں کی موجودہ تباہی اور ہر طرف سے ذلت آمیز پستی اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ اب اس سے غفلت اور اغماض برتنا قومی جرم ہوگیا ہے، اس میں بھی شک نہیں کہ مذہبی لاپروائی اور جہالت کے علاوہ اقتصادی کمزوری بھی اسباب تباہی میں سے بڑا سبب ہے، سودی قرضوں نے ان کی جائیدادوں، تجارتوں کو اندر ہی اندر کھا کر غارت کر دیا ہے اور رات دن ان کو ہلاکت کے عمیق غار کی طرف لیے جارہے ہیں، ایسی حالت میں تمام ایسی تدبیریں جو مسلم قومیت کو اس مہیب اور مہلک خطرے سے بچانے میں مؤثر اور مفید ہوں، عمل میں لانا بزرگان قوم کا انسانی وملی فریضہ ہے، بلاشبہ اگر قومی بیت المال قائم ہوجائے اور صحیح اصول پر اس کی ترتیب وتنظیم کرلی جائے تو تمام مفاسد کا دفعیہ آسانی سے ہوسکتا ہے اور اس صورت میں قوم مسلم دین ودنیا کے فوائد وبرکات سے مالا مال ہوجائے گی۔ واللہ الموفق

محمد کفایت اللہ غفرلہ، دہلی

الجواب صحیح: وحید حسین مدرسہ امینیہ، محمد عنایت اللہ عفی عنہ، مدرسہ نعمانیہ۔ تاج الدین عفی عنہ، مدرسہ رحیمیہ۔ خدا بخش عفی عنہ، مدرسہ امینیہ۔ نور الحسن عفی عنہ، مدرسہ حسین بخش۔ محمد فرید اللہ مدرسہ نعمانیہ۔ ضیاء الحق عفی عنہ (دیوبندی)، مدرسہ امینیہ

بیت المال ایک نہایت ضروری چیز ہے، بشرطیکہ صحیح ضوابط وقواعد کے تحت اس کا اجرا کیا جائے اور معتمد، دیانت دار اصحاب کی نگرانی میں اس کی حفاظت کی جائے۔

احمد سعید دہلوی

بیت المال کی سخت ضرورت ہے، مسلمان اس طرف توجہ کریں، اس میں مسلمانوں کی بہتری ہے، اس کے متعلق جو شرائط وضوابط ہوں، ان کا لحاظ ضروری ہے، بغیر قیام بیت المال مسلمانوں کا کام درہم برہم ہورہا ہے۔

احمد اللہ دار الحدیث رحمانیہ

بیشک اگر معتمدین کی نگرانی میں بیت المال قائم کیا جائے اور وہ اپنے صحیح مصرف پر خرچ کیا جائے تو اس سے بہتر مسلمانوں کی بہبودی کے لیے کوئی دوسرا کام نظر نہیں آتا؛ مگر معاونین بیت المال پر ضروری ہے کہ وہ اس کے کارکنان کا اچھی طرح اطمینان کرلیں؛ تاکہ ان کا مال ضائع نہ ہونے پائے۔

محمد مظہر اللہ غفرلہ، امام مسجد فتح پوری

چوں کہ قوم کی حالت اکثر اعتبارات سے ناگفتہ بہ ہے، خصوصا قرضہ کی بلائے عام نے جس حضیض تنزل تک قوم کو پہنچایا ہے، وہ بھی اظہر من الشمس ہے، لہٰذا اس کا واحد اور مؤثر علاج اگر ہوسکتا ہے تو وہ قوم ہی کی اجتماعی امداد (بیت المال) ہوسکتی ہے، لہذا اس کی طرف فوری توجہ کی شدید ضرورت ہے۔

محمد امین، وائس پرنسپل طبیہ کالج قرول باغ، دہلی (کفایت المفتی: ۴/۳۲۴-۳۲۵)

ایسے ادارے کو زکوٰۃ دینا جو غریبوں کو قرضہ فراہم کرتا ہو:

سوال: دہلی کے پنجابی سوداگران نے جو بغرض تجارت کلکتہ میں بودوباش اختیار کئے ہوئے ہیں، اپنی ایک قومی جماعت بنائی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ آپس میں محبت وشفقت کے جذبہ کو فروغ دیا جائے، آپس کے تنازعات کا فیصلہ کیا جائے اور اپنے یہاں کے ناداروں اور بیکاروں کو کام سے لگانے کی کوشش کی جائے، ناداروں کی کفالت اور انسداد بیکاری کے سلسلہ میں ایک امدادی شعبہ قائم کیا گیا ہے اور کچھ روپیہ بھی فراہم کیا گیا ہے؛ لیکن امداد کی یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ کسی کو رقم بالمقطع نہ دی جائے، کسی کے وظیفے مقرر نہ کئے جاویں؛ بلکہ ضرورت مند کی (جو قوم کا فرد ہو) امداد ایک ایسی صورت سے کی جائے کہ جس کے ذریعہ وہ کوئی کام کر سکے اور ایک مدت معینہ کے بعد (جو ضرورت مند کے احوال پر منحصر ہے) جو رقم امداد کے طور پر دی گئی ہو، جمعیت کو واپس مل جائے؛ یعنی امداد قطعی نہ ہو؛ بلکہ عارضی بصورت قرض ہو؛ تاکہ ایک رقم سے ہر پھر کر متعدد اشخاص فائدہ حاصل کرلیں اور سلسلہ قائم رہے؛ کیوں کہ قوت بازو سے روپیہ پیدا کرنے کے قابل بنانا ہے، جو اپنے جائز اخراجات کی کفالت کر سکے، اس وجہ سے طالب امداد کے لیے ضروری رکھا گیا ہے کہ کسی قسم کی ضمانت پیش کرے، چاہے وہ کسی معتبر شخص کی ضمانت ہو، یا کسی ایسی چیز کی ضمان پہلے سے اس کے پاس موجود ہو (مثلاً معمولی زیور اور کپڑا)، یا پھر وہی مال جو امداد شدہ رقم سے خریدا جائے، وہی بطور ضمانت رکھا جائے اور حساب وکتاب باقاعدہ رکھا جائے، مقصد اس شرط سے صرف اتنا ہے کہ سائل کے اوپر ہر ایک وقت ایک قسم کا دباؤ رہے، جو اسے اپنے فرائض سے غافل نہ کردے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسی تجویز کے لیے ایک رقم کثیر کی ضرورت ہے اور امداد بھی بعض حالات میں سودوسواڑھائی سو روپے تک کی گئی ہے۔

مسئلہ درپیش یہ ہے کہ زکوٰۃ کے روپے سے اس فنڈ کو فروغ دیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ روپیہ لینے والی جمعیت ہے، اس کو خرچ کرنے کا اختیار بھی جمعیت کو ہے، جو شخص اس فنڈ میں ایک دفعہ روپیہ دے دے، اس کو واپس نہیں دیا جائے گا۔ اب تک اس معاملے میں حلقے کے علما سے جو مسئلہ دریافت کیا گیا تو مختلف جوابات ملے، اس وجہ سے آپ سے گزارش ہے کہ براہ مہربانی اس بارے میں اپنا فتویٰ دے کر عنداللہ ماجور ہوں؟

(المستفتی: ۲۳۵۵، جمعیت قوم پنجابیان دہلی مقیم کلکتہ، ۵/ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ، ۴/ جولائی ۱۹۳۸ء)

الجواب

قوم کی امداد کی غرض سے یہ تجویز بہت اچھی اور مبارک اور مفید تجویز ہے اس میں امدادی رقوم اور صدقات نافلہ دیئے جاسکتے ہیں۔

لیکن زکوٰۃ اور صدقات واجبہ (صدقہ فطر وکفارات) کی رقم اس میں نہیں دی جاسکتی؛ کیوں کہ حنفیہ کے اصول کے

بموجب زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی صحت ادا کے لیے تملیک مستحق شرط ہے،(۱) اور اس میں چوں کہ رقم تملیکاً نہیں دی جائے گی؛ بلکہ بشرط واپسی بعد ضمانت دی جائے گی؛ اس لیے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ حنفیہ تو ایسی صورتوں میں بھی زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کو ناجائز کہتے ہیں، جن میں واپسی بھی نہیں ہوتی؛ مگر تملیک نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، جیسے تعمیر مسجد، تعمیر چاہ، تکفین وغیرہ۔(۲) اس فنڈ میں زکوٰۃ کی رقوم جس قدر لی جائیں، وہ بطور تملیک بغیر عوض خرچ کرنی ہوگی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۴/۳۲۵-۳۲۷)

☆ ☆ ☆

(۱) يشترط أن يكون الصرف تمليكًا، لإباحة كمامر، ولايصرف إلٰى بناء نحو مسجد، ولا إلٰى كفن الميت، وقضاء دينه، إلخ.

وفي الشامية: (قوله نحو مسجد) كبناء القناطر، والسقايات، واصلاح الطرقات، وكرى الأنهار، وكل مالا تمليك فيه، إلخ. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳٤٤، ط: سعيد)

(۲) فهي تمليك مال من فقير مسلم غيرهاشمي، ولا مولاه يشترط قطع المنفعة، عن المملك من كل وجه، إلخ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة: ۱/۱۷۰، ط: كوئٹة)

هي تمليك مال مخصوص لشخص مخصوص فرضت على حر مسلم مكلف مالك لنصاب من نقد ولو تبرا أو حليا أو آنية أو ما يساوي قيمته من عروض تجارة فارغ عن الدين وعن حاجته الأصلية ولو تقديرا. (مراقي الفلاح على صدر حاشية الطحطاوي، ص: ۷۱۳-۷۱٤، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

پیشگی زکوٰۃ

پیشگی زکوٰۃ اگر زائد ادا کردی جائے تو اس کا حکم:

سوال: اگر پیشگی زکوۃ غلطی سے زائد ادا کردی جائے تو اسے آئندہ سالوں میں محسوب کیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ مثلاً دس ہزار کی مالیت کا اندازہ کر کے سال حال اور ایک سال آئندہ کی زکوٰۃ ادا کردی اور بعد میں حساب کے جانچ کرنے سے معلوم ہوا کہ اصل مالیت آٹھ ہی ہزار ہے تو یہ جو دو ہزار سال حال اور دو ہزار سال آئندہ کی جملہ چار ہزار کی زکوٰۃ غلطی سے پیشگی ادا ہوگئی ہے، یہ اس کے بعد کے سال میں وضع کی جاسکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

وضع کی جاسکتی ہے۔

قال فی الهندية: رجل له أربع مائة درهم فظن أن عنده خمس مائة، فأدى زكاة خمس مائة، ثم علم، فله أن يحسب الزيادة للسنة الثانية، آه. (۱۱۳/۱)(۱)

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ (امداد الاحکام: ۲۱/۳)

مقدار فرض سے زائد زکوٰۃ ادا کی تو وہ آئندہ سال زکوٰۃ میں محسوب ہوسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: یہ امر دریافت طلب ہے کہ دوران سال میں وقتاً فوقتاً زکوٰۃ تقسیم کی جاتی ہے اور سال تمام پر حساب پورا کر دیا جاتا ہے، اگر زکوٰۃ امسال مقدار فرض سے زائد تقسیم ہو جائے تو اس زائد رقم تقسیم شدہ کو آئندہ سال کی زکوٰۃ میں مجریٰ و محسوب کر دیا جائے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

مقدار واجب سے زائد جو رقم زکوٰۃ میں دی گئی ہے وہ آئندہ سال کی زکوٰۃ میں محسوب ہوسکتی ہے۔

كما فی الشامی (۴۲/۲): وفی الولوالجية: لو كانت عنده أربعمائة درهم فأدى زكاة خمس مائة ظاناً أنها كذلك كان له أن يحسب الزيادة للسنة الثانية؛ لأنه أمكن أن تجعل الزيادة تعجيلاً، آه.

احقر عبد الکریم عفی عنہ، ۲۴ صفر ۱۳۴۵ھ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد، ۲۵ صفر ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۲۲/۳)

---

(۱) وفی الولوالجية: لو كان عنده أربعمائة درهم فأدى زكاة خمسة ظاناً أنها كذلك كان له أن يحسب الزيادة للسنة الثانية لأنه أمكن بأن الزيادة تعجيلاً. (النهر الفائق، فصل فی الغنائم: ۴۳۵/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

سال آنے سے پہلے زکوٰۃ نکالنا جائز ہے:

سوال: بکر صاحب نصاب ہے سال آنے سے پہلے وقتاً فوقتاً کسی کو کپڑا کسی کو غلہ کسی کو نقدی زکوٰۃ میں دے دیتا ہے، دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت بھی کر لیتا ہے، سال پورا ہونے پر جو پیسہ حساب سے زکوٰۃ کا نکلتا ہے، اس میں سے پیشگی دی ہوئی مذکورہ چیزوں کی صحیح قیمت اور نقدی کا جوڑ ملا کر اصل رقم مذکورہ سے نکال لیتا ہے اور کمی بیشی کا حساب بدستور نوٹ کر لیتا ہے۔ اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

بکر اپنی زکوۃ سال بھر ادا کرتا رہتا ہے اور اخیر میں ادا شدہ زکوٰۃ کی قیمت پوری کر دیتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں یہ جائز ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۹۸/۴)

☆ ☆ ☆

(۱) ویجوز تعجیل الزکاۃ بعد ملک النصاب، ولایجوز قبله. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الزکاۃ: ۱۷۶/۱، ط: کوئٹة)

قال أبو جعفر: (ویجوز تقدیم الزکاۃ بعد وجود النصاب قبل الحول).

وذلک لما روی حجیة عن علی أن العباس بن عبد المطلب رضی الله عنهما سأل رسول الله صلی الله علیه وسلم فی تعجیل صدقته قبل أن تحل، فرخص له فی ذلک، وفی خبر آخر عن العباس رضی الله عنهما: أنه استسلف منه صدقة عامین، وفی حدیث أبی هریرة رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال فی شأن العباس رضی الله عنه حین منع الصدقة، فقال: هی علی، ومثلها معها؛ یعنی لسنة مستقبلة. (شرح مختصر الطحاوی، باب صدقة الغنائم: ۲۶۶/۲-۲۶۷، دار البشائر الإسلامیة، انیس)

زکوٰۃ کی رقم بھیجنے کا صرفہ

زکوٰۃ کی رقم بذریعہ ڈاک بھیجنے میں فیس کہاں سے دی جائے:

سوال: زکوٰۃ کا روپیہ اگر بذریعہ منی آرڈر روانہ کیا جاوے تو فیس منی آرڈر اس میں سے دینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بذریعہ منی آرڈر بھیجنا زکوٰۃ کے روپے کا درست ہے؛ مگر فیس منی آرڈر علاحدہ اپنے پاس سے دینی چاہیے۔(۱)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۳۳۴-۳۳۵)

صرفۂ ڈاک زکوۃ سے وصول نہیں کیا جاسکتا:

سوال: زید جو ہندوستان میں تجارت کرتا ہے، ہندوستان کے اکثر مسلمان زید کی معرفت غربائے حرمین اور وہاں کے مہاجرین کی مالی خدمت کیا کرتے تھے، جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ زید جو روپیہ ہندوستان کے اہل خیر کا جمع کرتا تھا، اس کی دہانید(۲) حرمین کے تاجروں کو بھیج دیا کرتا تھا اور وہ تاجر غربا و مہاجرین کو تقسیم کر دیا کرتے تھے اور حرمین شریفین کے تاجر وہ روپیہ جو دہانید میں ادا کرتے تھے، حوالہ ہندی کے ذریعہ ہندوستان میں وصول کرایا کرتے تھے؛ لیکن اب کچھ عرصہ سے سونے کی قیمت بڑھ جانے سے اور شرح تبادلہ ایکسچینج کے فرق کی وجہ سے وہ حضرات اس سلسلہ ختم کرنا چاہتے ہیں؛ اس لیے اب مجبوراً زید نے یہ صورت اختیار کی کہ یہ زائد رقم جو اہل خیر صدقات بھیجتے ہیں، ان سے ہی وصول کر کے مثلاً جو لوگ سو روپے بھیجتے ہیں، ان سے ایک سو دس وصول کر کے بھیجتا ہے؛ تا کہ وہ زائد رقم اسی سے وصول کر لی جائے اور اس طرح حرمین کے غربا و مہاجرین کو پوری رقم مل جائے اور وہاں کے تاجروں کو بھی نقصان نہ پہونچے۔ زید کا ایسا کرنا درست ہے، یا نہیں؟ حرمین کے غربا کو دہانید میں سونے، یا چاندی کا سکہ دیا جاتا ہے اور زید وہ رقم حرمین کے تاجروں کو نوٹوں کی شکل میں ادا کرتا ہے۔ فقط

---

(۱) ولایخرج (المزکی) عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الزکاة: ۱/۱۲۷، دارالکتب العلمية بيروت)

اور یہ مسلم ہے کہ فیس منی آرڈر فقرا کو نہیں ملتی؛ اس لیے وہ زکوۃ میں نہیں شمار ہوگی۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۲) دہانیدن: دینا، دلانا۔ (فرہنگ فارسی، ص: ۳۶۲، دارالاشاعت)

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زید سو روپے کے بجائے ایک سو دس لے کر بھیجے؛ تا کہ اس کو نقصان نہ پہونچے (یہ درست ہے)۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۴۸۳-۴۸۴)

جو رقم منی آرڈر پر خرچ ہوتی ہے، وہ زکوٰۃ میں شمار نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص مثلاً (دس روپے) بمد زکوٰۃ دوسری جگہ بذریعہ منی آرڈر بھیجے اور ۲/ (پیسے) اس مرسلہ میں بابت محصول، ڈاک داخل رجسٹر سرکار کرے تو اس صورت میں یہ دو آنہ زکوٰۃ میں محسوب ہوں گے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

جو خرچ منی آرڈر کا ہوا ہے، وہ زکوٰۃ میں محسوب نہ ہوگا، اس کا دینا واجب رہے گا۔(۲) فقط

(مجموعہ رام پور، ص: ۷) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۰۲)

☆ ☆ ☆

(۱) بشرطیکہ جو دس روپے لے رہا ہے، وہ زکوٰۃ کے نہ ہوں، اگر زکوٰۃ ہی کے ہیں، چوں کہ وہ مستحق کو نہیں ملیں گے، لہذا وہ زکوٰۃ میں شمار نہیں ہوں گے، جیسا کہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں تصریح ہے کہ ''یہ مسلم ہے کہ فیس منی آرڈ فقرا کو نہیں ملتی؛ اس لیے وہ زکوٰۃ میں شمار نہیں ہوگی''۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۳۳۵، متفرق مسائل زکوٰۃ، امدادیہ ملتان)

''ولایخرج المزکی عن العھدة بالعزل، بل بالأداء للفقراء''. (الدرالمختار: ۲/۲۷۰، کتاب الزکاة، سعید)

(۲) کیوں کہ غریب تک زکوٰۃ پہنچانا مالدار کی ذمہ داری ہے۔ (پالن پوری)

جانوروں کی زکوٰۃ

جانورں کی زکوٰۃ:

سوال: ایک شخص کے پاس چار بھینس اور چار بیل، تین گائے ایک گھوڑا، ایک اونٹ تخمیناً ایک ہزار روپے کی مالیت کے ہیں، ان کو گھاس مول خرید کر کھلایا جاتا ہے، کیا ان جانوروں میں زکوٰۃ شرعی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ جانور تجارت کے لیے نہیں ہیں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۰۶/۶)

مسئلہ: سال گزر جانا سب میں شرط ہے۔

مسئلہ: ایک قسم جانوروں کی جن میں زکوٰۃ فرض ہے، سائمہ ہے اور سائمہ وہ جانور ہیں، جن میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں:

(۱) سال کے اکثر حصے میں اپنے منہ سے چر کر اکتفا کرتے ہیں اور گھر میں ان کو کھڑے کر کے نہ کھلایا جاتا ہو، اگر نصف سال اپنے منہ سے چر کے رہتے ہوں اور نصف سال ان کو گھر میں کھڑے ہو کر کھلایا جاتا ہو تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں۔اسی طرح اگر گھاس ان کے لیے گھر میں منگائی جاتی ہو، خواہ با قیمت، یا بے قیمت تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں۔

(۲) دودھ کی غرض سے، یا نسل کے زیادہ ہونے کے لیے فربہ کرنے کے لیے رکھے گئے ہوں، اگر دودھ اور نسل اور فربہی کی غرض سے نہ رکھے گئے ہوں؛ بلکہ گوشت کھانے، یا سواری کے لیے تو پھر سائمہ نہ کہلائیں گے۔

مسئلہ: گائے اور بھینس دونوں ایک قسم میں ہیں، دونوں کا نصاب بھی ایک ہے، اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہوتا ہو تو دونوں کو ملا لیں گے، مثلاً بیس گائے ہوں اور دس بھینسیں تو دونوں کو ملا کر تیس کا نصاب پورا کر لیں گے؛ مگر زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا، جس کی تعداد زیادہ ہو، اگر گائیں زیادہ ہوں تو زکوٰۃ میں گائے دی جائے گی اور بھینس زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں بھینس دی جائے گی اور جو دونوں برابر ہوں تو قسم اعلیٰ میں جو جانور کم قیمت کا ہو، یا قسم ادنیٰ میں جو جانور زیادہ قیمت کا ہو دیا جائے گا، پس تیس گائے بھینس میں گائے، یا بھینس کا ایک بچہ جو پورے ایک برس کا ہو نر ہو، یا مادہ تیس سے کم میں کچھ نہیں، چالیس گائے، یا بھینس میں پورے دو برس کا بچہ، یا مادہ، جب ساٹھ ہو جائیں تو ایک ایک برس کے دو بچے دئے جائیں گے، پھر جب ساٹھ سے زیادہ ہو جائیں تو ہر تیس میں ایک برس کا بچہ اور ہر چالیس میں دا برس کا بچہ۔(ماخوز از دین کی باتیں، مصنفہ: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ)

(۱) وليس في دورالسكنىٰ وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة؛لأنها مشغولة بالحاجة الأصلية.(الهداية: ۱/۱۹۶)

ولافي ثياب البدن ... ونحوها وكذا الكتب وإن لم تكن لأصلها إذا لم تنو للتجارة،الخ. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار:۲/۱۰)

وشرطه حولان الحول وثمنية المال كالدراهم والدنانير،الخ، أو نية التجارة.(الدرالمختار،ظفير)

ان جانوروں کی زکوٰۃ جو استعمال میں ہوں:

سوال: بیل جو زراعت کے اور گھوڑے سواری کے اور گائے دودھ پینے کی ان جانوروں میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب

ان جانوروں کی زکوٰۃ نہیں ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۶/۶)

نصاب سے کم جانوروں میں زکوٰۃ نہیں:

سوال: زید کے پاس ۳۵؍ بھیڑ اور دو گائے ہیں اور ایک بھینس بھی ہے، کل ۴۰؍ عدد ہیں، جنگل میں چرایا جاتا ہے۔ ان پر زکوٰۃ واجب ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو کس حساب سے ادا کی جاوے؟

الجواب حامداً و مصلیاً

زید کے پاس بھیڑ: ۳۵؍، گائے: ۲؍، بھینس: ۱؍ اس مجموعہ میں زکوۃ واجب نہیں، کسی کا بھی نصاب پورا نہیں، (۲) اور ایک جنس کو دوسری جنس کے ساتھ ملا کر نصاب پورا کرنے کا حکم نہیں۔ (۳) ہاں اگر یہ جانور تجارت کے لئے ہوں تو زکوہ قیمت کے اعتبار سے چالیسواں حصہ واجب ہوگی۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۹/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۴۲۹-۴۳۰)

---

(۱) وليس دورالسكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة. (الهداية: ۱۹۶/۱، ظفير)

(۲) "ليس في أقل من أربعين من الغنم السائمة صدقة". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة، الفصل الرابع في زكاة الغنم: ۱۷۸/۱، مكتبه رشيديه)

"وفي فتح القدير: والضأن والمعز سواء: أي في تكميل النصاب". (البحر الرائق، كتاب الزكاة، فصل في الغنم: ۳۷۸/۲، رشيديه)

"ليس في أقل من ثلاثين من البقر صدقة ... والجاموس كالبقر". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة، الفصل الثالث في زكاة البقر: ۱۷۷/۱-۱۷۸، رشيدية)

(۳) "وأما السوائم إذا اختلف أجناسها، لايضم البعض إلى البعض لتكميل النصاب". (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الزكاة، زكاة المال: ۲۳۳/۲، إدارة القرآن كراتشي)

"والمستفاد وسط الحول يضم إلى نصاب من جنسه". (الدرالمختار) "(قوله: جنسه) سيأتي إن أحد النقدين يضم إلى الآخر، وإن عروض التجارة تضم إلى النقدين للجنسية بإعتبار قيمتها، واحترز عن المستفاد من خلاف جنسه كالإبل مع الشياه، فلاتضم". (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲۸۸/۲، سعيد)

وكذا في البدائع، كتاب الزكاة، فصل: وأما صفة نصاب السائمة، ... ومنها ان يكون الجنس فيه واحد من الإبل و البقر والغنم الخ: ۳۰/۲، سعيد)

(۴) "أما التي نوى بها التجارة، فتجب فيها زكاة التجارة". (ردالمحتار، باب زكاة الغنم: ۲۸۲/۲، سعيد)==

بھینس پر زکوٰۃ ہے، یا دودھ پر:

سوال: ہماری بھینس جو کہ تجارت کی غرض سے ہے، جس کا دودھ کا فروخت کیا جاتا ہے؛ لیکن اس کی گھاس اور مختلف قسم کے دانے تیل وغیرہ کا انتظام خود کیا جاتا ہے، وہ چرتی نہیں ہے تو کیا اس صورت میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر بھینسوں کی بھی تجارت ہوتی ہے، تب تو دیگر مال تجارت کی طرح ان میں زکوۃ لازم ہوگی؛ یعنی سال بھر گزرنے پر جتنی قیمت کی بھینس موجود ہوگی، اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کریں گے، درمیان سال جو کچھ ان کو کھلایا پلایا، یا ان سے کما کر کھایا، خرچ کرڈالا اس کا کوئی حساب زکوٰۃ میں نہیں ہوگا۔ اگر تجارت بھینسوں کی نہیں؛ بلکہ ان کے دودھ کی تجارت ہوتی ہے تو بھینسوں پر زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی؛ بلکہ دودھ کی قیمت کا جو روپیہ سال پورا ہونے پر موجود ہو، اس میں زکوٰۃ لازم ہوگی۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۳/۱۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۲۸/۹)

زراعت، یا دودھ کے لیے جانور جو ہیں، کیا ان پر زکوٰۃ ہے:

سوال: زراعت کے لیے کوئی شخص جانور پالے اور ان کے ساتھ گائے بھینس بھی متعدد رکھے؛ تا کہ ان کے دودھ سے اہل وعیال کو غذا ہو اور بچے ان کی زراعت میں کام آویں تو کیا ایسے جانوروں کی ہر سال زکوٰۃ نکالنی چاہیے، جب کہ جانور وسیع جنگل میں رکھے گئے ہیں اور سرکار میں اس اراضی کا مقررہ محصول ادا کیا جاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

زراعت کے لیے جو جانور پرورش کئے گئے ہوں، اگر چہ سائمہ ہوں، ان کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور دودھ پینے اور نسل حاصل کرنے وغیرہ کے لیے جو جانور پالے جاویں اور وہ سائمہ ہوں، ان میں زکوٰۃ واجب ہے، بشرطیکہ نصاب کو پہونچ جاویں۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۵/۶)

== "ويضم بعض العروض (أي عروض التجارة) إلى بعض وإن اختلف اجناسها". الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة ، الفصل الثاني في العروض: ۱۸۰/۱، رشيدية)

"يجب ربع العشر في عروض التجارة إذا بلغت نصابا من احدهما ... وكل شئ فهو عرض سوى الدراهم و الدنانير ... فيدخل الحيوان". (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۳۹۸/۲، رشيدية)

(۱) "وإن كانت للتجارة فحكمها حكم العروض، يعتبر أن تبلغ قيمتها نصاباً، سواء كانت سائمةً أو علوفةً". (الفتاویٰ الهندية: ۱۷۸/۱، كتاب الزكاة، رشيدية)

(۲) هي الراعية وشرعاً المكتفية بالرعي المباح في أكثر العام لقصد الدر والنسل، الخ، والزيادة والسمن ليعم الذكور فقط لكن في البدائع لو أسامها للحم فلا زكاة فيها كما لو أسامها للحمل والركوب. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب السائمة: ۲۰/۱، ظفير)

تجارت کے جانوروں کی زکوٰۃ:

سوال: ایک شخص نے تجارت کے لیے بکرے، اونٹ، گھوڑے وغیرہ خریدے، یہ جانور ایک سال میں کئی دفعہ بک جاتے ہیں اور خریدے بھی جاتے ہیں تو اب ان کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ سال ختم ہونے پر ادا کیا جائے، پھر چاہیے قیمت دے دی جائے اور چاہے اس قیمت کا جانور دے دیا جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۲۹/۹)

---

(۱) "وتجب الزكاة أيضاً في عرض التجارة بلغت قيمتها نصاباً من أحدهما، إلخ". (مجمع الأنهر: ۳۰٦/۱، باب زكاة الذهب والفضة والعروض، دارالكتب العلمية، بيروت)

"عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه كان يقول: "في كل مال يدار في عبيد، أو دواب، أو بز التجارة، تدار الزكاة فيه كل عام". رواه عبدالرزاق بأسناد صحيح". (الدراية: ۱٦۳) (إعلاء السنن: ٦٤/۹، باب زكاة عروض التجارة، إدارة القرآن، كراتشي)

"لاتجب في العلوفة ... حتى لو كانت العلوفة للتجارة، كان فيها زكاة للتجارة". (النهر الفائق: ٤٦٨/۱، فصل الغنم، رشيدية)

گائے اور بھینس کی زکوۃ ایک نظر میں:

گائے	کتنی زکوۃ	مسنہ یا تبیعہ		گائے	کتنی زکوۃ	مسنہ	تبیعہ
30	1	تبیعہ		60	2	تبیعہ	
40	1	مسنہ		70	1	مسنہ	ایک تبیعہ
41	1.025	مسنہ		80	2	مسنہ	
42	1.050	مسنہ		90	3	تبیعہ	
43	1.075	مسنہ		100	2	تبیعہ	ایک مسنہ
44	1.1	مسنہ		110	2	مسنہ	ایک تبیعہ
45	1.125	مسنہ		120	3	مسنہ	
46	1.15	مسنہ		130	3	تبیعہ	ایک مسنہ

اسی پر قیاس کرتے جائیں۔

نوٹ: ایک گائے میں مسنہ کا چالیسواں حصہ لازم ہوتا ہے؛ اس لیے 40 کو ایک میں تقسیم دیں تو 0.025 نکلے گا، اسی 0.025 کو ایک گائے، دو گائے جو چالیس سے زیادہ ہو ضرب دیتے جائیں تو حساب نکلتا جائے گا جو اوپر درج ہے، یہ حساب کلکیولیٹر سے کیا ہے۔==

بکریوں کی زکوٰۃ:

سوال: بکریوں کی زکوٰۃ میں بچوں کی زکوٰۃ آوے گی اور بچے بڑوں کے ساتھ شمار ہوں گے، یا نہیں؟

== **اونٹ کی زکوٰۃ کا نصاب ایک نظر میں:**

اونٹ	زکوٰۃ	اونٹ	زکوٰۃ	اونٹ	زکوٰۃ
۵	ایک بکری	۵	ایک بکری	۱۲۵	۲ حقہ اور ایک بکری
۱۰	۲ بکریاں	۱۰	۲ بکریاں	۱۳۰	۲ حقہ اور ۲ بکریاں
۱۵	۳ بکریاں	۱۵	۳ بکریاں	۱۳۵	۲ حقہ اور ۳ بکریاں
۲۰	۴ بکریاں	۲۰	۴ بکریاں	۱۴۰	۲ حقہ اور ۴ بکریاں
۲۵	ایک بنت مخاض	۲۵	ایک بنت مخاض	۱۴۵	۲ حقہ اور ایک بنت مخاض
۳۶	ایک بنت لبون	۳۰	ایک حقہ	۱۵۰	۳ حقہ
۴۶	ایک حقہ	شروع سے			
۶۱	ایک جذعہ	۵	ایک بکری	۱۵۵	۳ حقہ اور ایک بکری
۷۶	۲ بنت لبون	۱۰	۲ بکریاں	۱۶۰	۳ حقہ اور ۲ بکریاں
۹۱	۲ حقہ	۱۵	۳ بکریاں	۱۶۵	۳ حقہ اور ۳ بکریاں
۱۲۰	۲ حقہ	۲۰	۴ بکریاں	۱۷۰	۳ حقہ اور ۴ بکریاں
شروع سے		۲۵	ایک بنت مخاض	۱۷۵	۳ حقہ اور ایک بنت مخاض
		۳۶	ایک بنت لبون	۱۸۶	۳ حقہ اور ایک بنت لبون
		۴۶	ایک حقہ	۱۹۶	۴ حقہ
		۵۰	ایک حقہ	۲۰۰	۴ حقہ

(ماخوز از اثمار الہدایہ، مصنفہ مولانا مفتی ثمیر الدین قاسمی)

بکری، بھیڑ کا نصاب:

زکوٰۃ کے بارے میں بکری، بھیڑ سب یکساں ہیں، خوا بھیڑ دمدار ہو جس کو دنبہ کہتے ہیں، یا معمولی ہو، اگر دونوں کا نصاب الگ الگ پورا ہو تو دونوں کی زکوٰۃ ساتھ دی جائے گی اور مجموعہ ایک نصاب ہوگا اور اگر ہر ایک نصاب کا پورا نہ ہو؛ مگر دونوں میں وہی دیا جائے گا اور دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے، چالیس بکری، یا بھیڑ سے کم میں کچھ نہیں، چالیس بکری، یا بھیڑ میں ایک بکری یا بھیڑ، پھر ایک سو اکیس میں دو بھیڑ، یا بکریاں، پھر دو سو ایک میں تین بھیڑ یا بکریاں، پھر چار سو میں چار بھیڑیں، یا بکریاں، پھر چار سو سے زیادہ میں ہر سو میں ایک بکری کے حساب سے زکوٰۃ دینی ہوگی۔

مسئلہ: بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں نر مادہ کی قید نہیں، ہاں ایک سال سے کم بچہ نہ ہونا چاہئے، خواہ بھیڑ ہو یا بکری۔ (ماخوذ از دین کی باتیں، مصنفہ: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ)

الجواب

بڑوں کے ساتھ شمار ہوں گے، زکوٰۃ سب کی آوے گی۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۰۶/۶)

بکریوں کی زکوٰۃ کا حکم و نیز سرکاری اور زمینداری کی زمین میں ان کے چرنے کا حکم:

سوال: ایک شخص رئیس کے پاس کچھ بکریاں بھی ہیں اوراس کی زمین میں اس کے نوکر چراتے ہیں، ان میں زکوٰۃ ہے، یانہیں؟

الجواب

بکریاں اگر چالیس، یااس سے زائد ہوں تو سال گذر جانے پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اگر بکریاں محض کھانے کے واسطے نہیں پالتا؛ بلکہ اصل مقصود مال کا بڑھانا ہے، گوطبعاً کبھی کھا بھی لیتا ہو، جس کا مفصل بیان کتب فقہ میں موجود ہے، خواہ وہ اپنی زمین میں چراتا ہو، یا سرکاری زمین میں، یا زمیندار کی زمین میں، سب صورتیں برابر ہیں، البتہ اگر چالیس سے کم ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

سوال: ایک شخص کے پاس بکریاں ہیں دوسو؛ مگر زمین نہیں ایک انگل، سرکاری زمین میں، یا زمینداروں کی زمین میں چرا کر لاتا ہے، بازار میں دودھ بیچ کر گزر کرتا ہے۔اس میں زکوٰۃ ہے، یانہیں؟

الجواب

سرکاری اور زمیندار کی زمین میں چرانا درست ہے، بشرطیکہ کھیتوں اور درختوں کا نقصان نہ کرے، خودرو گھاس یا پتے چرائے اور جس شخص کے پاس دوسو بکریاں ہیں اور وہ دودھ بیچ کر گزارا کرتا ہے، اس کا مقصود بکریوں کے پالنے سے کیا ہے، آیا صرف دودھ بیچنے ہی کے واسطے بکریاں پالتا ہے، یا مقصود مال کا بڑھانا ہے اور بکریوں سے بچے لینا اور تبعاً دودھ سے بھی نفع حاصل کرلیتا ہے، ان دونوں باتوں میں سے جو مقصود ہو، اس کو واضح لکھا جائے تو جواب دیا جائے گا۔

سوال: چند زمیندار آپس میں ایک دوسرے کی زمین میں ڈنگر بکریاں چرا لیتے ہیں، آپس کی رضامندی سے عام رواج سے یہ کیسا ہے؟

الجواب

جائز ہے، بشرطیکہ کھیتوں اور درختوں کا نقصان نہ کرے۔

۱۸/رمضان ۱۳۴۲ھ (امدادالاحکام:۳۲/۳-۳۳)

---

(۱) ولا فی حمل ... الاّ تبعا لکبیر. (الدر المختار علیٰ ھامش رد المحتار، باب زکاۃ الغنم:۲۶/۲، ظفیر)

بکریوں کی زکوۃ ایک نظر میں:

بکریاں	40	121	201	400	500
زکوٰۃ	ایک بکری	دوبکریاں	تین بکریاں	چاربکریاں	پانچ بکریاں

علوفہ اور تجارتی مواشی پر وجوب زکوٰۃ کا حکم:

سوال(۱) زید کے پاس ایک سو علوفہ بھینسیں ہیں، جن کا دودھ فروخت کرتا رہتا ہے اور جب کبھی ان بھینسوں میں سے کسی بھینس کا دودھ کم ہو جاتا ہے تو معاً بھینس کا خسارہ برداشت کرتے ہوئے اگر چار سو کی بھی ہو، تب بھی ایک سو، یا کچھ کم وبیش سے قصابوں کو فروخت کر دی جاتی ہے، اور فوراً اس کی جگہ پر دوسری بھینس خرید کر کے ایک سو کی تعداد پوری کر لی جاتی ہے، چھ، یا سات ماہ کے بعد ہر ایک بھینس کا دودھ کم ہو جانا لابدی امر ہے اور دودھ کم ہونے پر اسے فروخت کر دینا اور اس کے قائم مقام دوسری رکھ چھوڑنا بھی ضروری ہے۔ غرض کہ کامل سال کسی بھینس پر بھی نہیں گزرتا ہے؛ بلکہ مرقومہ بالا صورت سے فروخت ہوتی رہتی ہیں اور نئی آتی رہتی ہیں۔

زید روزانہ اپنا حساب اس طور سے کرتا رہتا ہے کہ روزانہ جس قدر آمدنی ہوتی ہے، اس میں سے خرچ شدہ رقم کے علاوہ ہر ایک بھینس کے عوض میں ایک روپیہ کاٹتا رہتا ہے اور اسی ایک روپے کے عوض میں بھینس کو روزانہ ایک روپیہ کم قیمت کا سمجھتا رہتا ہے، مثلاً ایک دودھ دو سو پچیس (۲۲۵) روپیہ کا فروخت ہوا تو ان میں سے سو (۱۰۰) روپے خرچ کے نکال دیئے اور ایک سو روپے ہر ایک بھینس کی قیمت میں سے ایک ایک کاٹا ہوا الگ خرچ میں لیا گیا تو گویا کل دو سو (۲۰۰) روپے خرچ ہو کر پچیس (۲۵) روپے سالم جو بچے، ان کو اس روز کا نفع تصوّر کرتے ہوئے حساب میں لاتا ہے اور بھینس کی قیمت میں سے کم کرنے کی مثال یہ ہے کہ مثلاً تین سو روپے کی ایک بھینس دودھ فروخت کرنے کے لیے آج خریدی، تو آج ہی سے اس کی قیمت میں سے ایک روپیہ کم کرتے ہوئے وہ بھینس دو سو ننانوے (۲۹۹) روپے کی تصوّر کی گئی، علی ہذا القیاس ایک روپیہ روزانہ اس کی قیمت میں سے کم سمجھتا رہا، حتی کہ دو سو دنوں کے بعد دو سو روپے کم تصوّر کرتے ہوئے بھینس صرف پچاس (۵۰) روپے کی تصوّر کی گئی اور دودھ کم ہونے پر پچاس (۵۰) روپے میں قصّاب کو فروخت کی گئی اور اپنے دل کو طفل تسلّی کے طور پر یوں سمجھا لیا کہ ڈھائی سو کی بھینس گویا ڈھائی سو ہی میں فروخت کی گئی، اب جو اس کی جگہ پر نئی بھینس خریدی جائے گی، اس کے لیے پچاس روپے تو یہ بھینس کی قیمت کے وصول شدہ موجود ہیں اور دو سو ایک ایک روپیہ روزانہ قیمت میں کم کئے ہوئے اور آمد میں سے کاٹ کر خرچ میں لیے ہوئے موجود ہیں تو اس صورت سے کاٹنے سے کیا علوفہ بھینس تجارت کی بن جاتی ہے؟ بینوا، توجروا۔

ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ دودھ فروخت کرنے کی وجہ سے یہ کل علوفہ بھینسیں مال تجارت بن چکیں، لہٰذا ان پر زکوٰۃ واجب ہے، حالاں کہ متون میں سے کسی کتاب سے بھی علوفہ پر زکوٰۃ ثابت نہیں ہے؛ بلکہ تمام میں نفی موجود ہے۔ صاحبِ درمختار وجوبِ زکوٰۃ کے لیے نیت تجارت کو شرط قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"(و) لافی (عوامل وعلوفة) ما لم تكن العلوفة للتجارة". (۱)

(۱) الدر المختار، كتاب زكاة الغنم: ۲۸۲/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

صاحب ہدایہ علوفہ پرعدمِ وجوبِ زکوٰۃ کی علت بایں طور تحریر فرماتے ہیں کہ:

"لأن في العلوفة تتراكم المؤنة". (۱)

صورت مسئولہ میں تو ہجوم مؤنت ونفقات کا یہ عالم ہے کہ طویلہ کا کرایہ الگ دیا جاتا ہے اور بھینسوں کی خدمت کے لیے جونوکرر کھے جاتے ہیں، ان کو تنخواہیں الگ دی جاتی ہیں اور دونوں وقت صبح وشام بھینسوں کو چارہ بانٹا الگ دیا جاتا ہے۔ فقہانے چوپایوں میں علتِ وجوبِ زکوٰۃ نموکو قرار دی ہے کہ نمو خواہ حقیقتاً ہو، یا حکماً؛ لیکن زید کی نیت اپنی موجودہ بھینسوں کے متعلق بھی اور آئندہ جو خرید کرے گا، ان کے بارے میں بھی یہ ہوتی ہے کہ جب کبھی کسی بھینس کا دودھ کم ہوجائے گا، خسارہ برداشت کرتے ہوئے چار سو کی بھینس بھی سو، یا سوا سو تک قصابوں کو فروخت کرڈالوں گا تو اس صورت میں بایں طور نیت کرنے سے نمو نہ تو حقیقی پایا گیا اور نہ حکمی، پھر کیا یہ نیت وجوبِ زکوٰۃ کے لیے مؤثر ثابت ہوگی، یا لغو ہوجائے گی؟

حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسین صاحب صدر المدرسین مدرسہ راندیر تحریر فرماتے ہیں کہ صورت مسئولہ میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ درمختار کی یہ عبارت اس کے لیے شاہد ہے کہ:

ولو نوى التجارة بعد العقد أو اشترى شيئاً للقنية ناوياً بأنه إن وجد ربحاً باعه لا زكاة عليه. (۲)

لیکن مولوی صاحب موصوف اسے تسلیم نہیں کرتے۔ براہ کرم ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب مع حوالۂ کتب محقق ومدلل تحریر فرماتے ہوئے عنداللہ ماجور ہوں۔

سوال (۲) جوہرۂ نیرہ، مطبوعہ خیریہ، جلد اوّل، صفحہ: ۱۲۰ میں سائمہ کے متعلق "قوله: والسائمة، الخ" کے تحت میں درج ہے کہ:

"لأن أصحاب السوائم قد لا يجدون بدّاً أن يعلفوا سوائمهم في بعض الأوقات فيجعل الأقل تابعاً للأكثر ثم هذا الذي ذكره من الإسامة في حق ايجاب زكاة السوائم إنما يصح إن لو كانت الإسامة للدّر والنسل أمّا إذا كانت للتجارة أو للحمل والركوب فلا تجب فيها الزكاة أصلاً". (۳)

یہ عبارت کسی اور کتاب میں نہیں ہے، لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ عبارت صحیح ہے، یا غلط؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــ وهو الموفق للصواب

یہ بات تو ظاہر ہے کہ جب وہ بھینسیں علوفہ ہیں تو ان پر زکوٰۃ سوائم واجب نہیں، اور درمختار کی عبارت "ولا فـــــي

(۱) الهداية: ۱/ ۱۰۰، دار إحياء التراث العربي بيروت، انيس

(۲) الدر المختار، قبيل باب السائمة: ۱/ ۱۲۸، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۳) الجوهرة النيرة، باب زكاة الخيل: ۱/ ۱۲۰ـ ۱۲۱، المطبعة الخيرية/ كذافي المبسوط للإمام السرخسي، زكاة الإبل: ۲/ ۱۶۶، دار المعرفة بيروت، انيس

عوامل وعلوفة" میں زکوٰۃ سوائم ہی کی نفی ہے، ونیز جوہرۂ نیرہ کی عبارت مرقومہ بالا؛ یعنی "أما إذا كانت للتجارة أوللحمل والركوب فلا تجب فيها الزكاة أصلاً"، میں زکوٰۃِ سوائم ہی کی نفی ہے اور درمختار کی عبارت مذکورہ "ولو نوى التجارة بعدالعقد،الخ" سے معلوم ہوا کہ اگر فروخت کرنے کا حتمی قصد نہیں ہے تو علوفہ میں زکوٰۃِ تجارت بھی واجب نہیں۔

اب رہی یہ بات کہ زید کی نیت مذکورہ فی السوال حتمی نیت ہے، یا نہیں؟ اور دودھ فروخت کرنا بھی تجارت مواشی ہے، یا نہیں؟ سو بظاہر یہ نیت بیع مواشی کی حتمی نہیں اور نہ تجارتِ لبن کو تجارت مواشی کہہ سکتے ہیں، لہٰذا زکوٰۃِ تجارت ان بھینسوں پر نہ ہوگی۔ اللہ اعلم

عبدالکریم عفی عنہ، ۱۹/ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ۔ (امدادالاحکام: ۳/۳۴-۳۵)

زراعت، یا دودھ کے لیے جانور جو ہیں کیا ان پر زکوٰۃ ہے:

سوال: زراعت کے لیے کوئی شخص جانور پالے اور ان کے ساتھ گائے بھینس بھی متعدد رکھے؛ تا کہ ان کے دودھ سے اہل وعیال کو غذا ہو اور بچے ان کی زراعت میں کام آویں تو کیا ایسے جانوروں کی ہر سال زکوٰۃ نکالنی چاہیے، جب کہ جانور وسیع جنگل میں رکھے گئے ہیں اور سرکار میں اس اراضی کا مقررہ محصول ادا کیا جاتا ہے؟

الجواب ـــ

زراعت کے لیے جو جانور پرورش کئے گئے ہوں، اگرچہ سائمہ ہوں ان کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور دودھ پینے اور نسل حاصل کرنے وغیرہ کے لیے جو جانور پالے جاویں اور وہ سائمہ ہوں، ان میں زکوٰۃ واجب ہے، بشرطیکہ نصاب کو پہونچ جاویں۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۰۵)

---

(۱) باب السائمة: (هى) الراعية وشرعا (المكتفية بالرعى) المباح ،ذكره الشمنى (فى أكثر العام لقصد الدروالنسل) ذكره الزيلعى،وزاد فى المحيط: (والزيادة والسمن) ليعم الذكورفقط،لكن فى البدائع: لوأسامها للحم فلا زكاة فيها كما لو أسامها للحمل والركوب ولو للتجارة ففيها زكاة التجارة. (الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة،باب السائمة: ۲۰/۱ ، ظفير)

(هى) أى: السائمة فى عرف الفقهاء (التى تكتفى بالرعى فى أكثر السنة) هذا تعريف لمطلق السائمة لا التى تجب فيها ماسيأتى إذ يشترط فيها ذلك لقصد الدر والنسل حتى لو أسامها للحمل والركوب لم يجب فيها شىء أو للتجارة،كذا فى (النهاية)و(فتح القدير)،قال فى (البحر): وقد يجاب بأنهم إنما تركوا هذا القيد لتصريحهم بعد ذلك بالحكمين الآخرين وأقول هذا غير دافع إذ التعريف بالأعم لا يصح ولا ينفع فيه ذكرالحكمين بعده ولكن بقى أن هذا الشرط يقتضى أنها لو كانت كلها ذكوراً أو إناثاً لا زكاة فيها إذ لا در ولا نسل حينئذ مع أن المذكور فى (البدائع) و (المحيط) وجوب الزكاة فيها. (النهرالفائق،باب صدقة السوائم: ۴۲۰/۱ ،دارالكتب العلمية،انيس)

جن مختلف جانوروں کو چارہ گھر کھلایا جاتا ہے، ان میں زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: میرے پاس دو بھینس، ایک بھینسا، سترہ گائے، تین بیل بچہ، گائے تیرہ، کل چھتیس جانور ہیں جن کو گھاس شب کو ملازموں سے کٹوا کر کھانے کو دی جاتی ہے اور دانہ بھی دیا جاتا ہے، ایسے جانوروں پر زکوٰۃ ہے، یا نہ؟

الجواب

ان جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، جیسا کہ شامی میں ہے:

"إذ لو حمل الکلاء إلیها فی البیت لا تکون سائمةً". (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/ ۱۰۵-۱۰۶)

☆ ☆ ☆

(۱) رد المحتار، کتاب الزکاة، باب السائمة: ۲/ ۲۰، ظفیر

سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان:

مسئلہ: سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ میں یہ شرط ہے کہ وہ اونٹ اونٹنی یا گائے بیل، بھینس، بھینسا، بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ ہو۔ جنگلی جانوروں جیسے ہرن وغیرہ پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں اگر تجارت کی نیت سے خرید کر رکھے جائیں تو ان پر تجارت کی زکوٰۃ فرض ہوگی، جو جانور کسی دیسی اور جنگلی جانور سے مل کر پیدا ہو تو اگر ان کی ماں دیسی ہے تو وہ بھی دیسی سمجھے جائیں گے۔

مثال: بکری اور ہرن سے کوئی جانور پیدا ہوا تو وہ بکری کے حکم میں ہے اور نیل گائے اور گائے سے کوئی جانور پیدا ہو تو وہ گائے کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: جانوروں کے بچوں میں اگر وہ تنہا ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں، ہاں اگر ان کے ساتھ بڑا جانور بھی ہو تو پھر ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہو جائے گی اور زکوٰۃ میں وہی بڑا جانور دیا جائے گا اور سال پورا ہونے کے بعد اگر وہ بڑا جانور مر جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

مسئلہ: وقف کے جانوروں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

مسئلہ: گھوڑوں پر جب وہ سائمہ ہوں اور نر و مادہ مخلوط ہوں تو زکوٰۃ ہے، یا تو فی گھوڑا ایک دینار؛ یعنی پونے تین روپے دے دے اور یا سب کی قیمت لگا کر اس قیمت کا چالیسواں حصہ دے دے۔

مسئلہ: گدھے اور خچر پر جب کہ وہ تجارت کے لیے نہ ہوں، زکوٰۃ فرض نہیں۔ (ماخوذ از دین کی باتیں، مصنفہ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ)

اونٹ کا نصاب:

مسئلہ: یاد رکھو کہ پانچ اونٹ میں زکوٰۃ فرض ہے، اس سے کم میں نہیں، پانچ اونٹ میں ایک بکری اور دس میں دو اور پندرہ میں تین اور بیس میں چار بکری دینا فرض ہے، خواہ نر ہو یا مادہ؛ مگر ایک سال سے کم نہ ہو۔

مسئلہ: اونٹ کی زکوٰۃ میں اونٹ دیا جائے تو مادہ ہونا چاہیے، البتہ اگر نر قیمت میں مادہ کے برابر ہو تو درست ہے۔ (ماخوذ از دین کی باتیں، مصنفہ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ)

زکوٰۃ کی رقم قرض میں دینا

زکوٰۃ کی رقم بطور قرض دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زکوٰۃ کی رقم بطور قرض دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ اگر زید جو کہ ایک مدرسہ کا ناظم ہے، اپنی تجارت میں یہ رقم لگائے تو کیا یہ درست ہے، جب کہ اکثر مدارس والے اپنا کل روپیہ جس میں زکوٰۃ وفطرہ شامل ہوتا ہے، بینک میں رکھتے ہیں اور بینک والے بھی یہ روپیہ تجارت ہی میں لگاتے ہیں، اگر یہی صورت زید اختیار کرے تو کیا یہ درست ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ الجواب ــــــــــــ وباللہ التوفیق

مدرسہ کا ناظم مدرسہ کی رقومات کا امین ہے، اسے اس امانت (زکوٰۃ وغیرہ) میں تصرف کرتے ہوئے اسے بطور قرض دینا، یا تجارت میں لگانا جائز نہیں، بینک والے کیا کرتے ہیں، اس کے وہ خود ذمہ دار ہیں اور زید ناظم مدرسہ اپنی تحویل میں امانت کا خود مسئول ہے؛ اس لیے بینک کے خلاف شرع معمول سے اس کے لیے وجہ جواز پیدا نہیں ہوسکتی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۸/۶، فتاویٰ محمودیہ ۵۲۶/۱، ۱۰۸/۱۶)

متولی الوقف إذا رهن الوقف بدين لايصح ،وفي جامع الفتاویٰ: وكذالک أهل الوقف إذا رهنوا، لايجوز. (الفتاویٰ التاتار خانية ،باب تصرف القيم في الأوقات: ۷٦٠/٥،إدارة القرآن كراتشي، كذافي الفتاویٰ الهندية،الباب الخامس في ولاية الوقف: ٤٢٠/٢ ،رشيدية)

سئل أبو القاسم عن أهل مسجد أراد بعضهم أن يجعلو المسجد رحبة والرحبة مسجداً، أو يتخذوا له باباً،أويحو لوا بابه عن مو ضعه، وأبى البعض ذلک،قال:إذا اجتمع أكراهم وأفضلهم، ليس للأقل منعهم.(ردالمحتار، كتاب الوقف،مطلب في جعل شئى من المسجد طريقاً: ٣٧٨/٤، كراتشي)

إن القيم ليس له إقراض مال المسجد .(البحر الرائق، كتاب الوقف: ٢٣٩/٥، كراتشي،الفتاویٰ الهندية، كتابالوديعة: ٤٦٧/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۶/۶/۲۷ھ۔ (کتاب النوازل: ۱۲۵/۷-۱۲۶)

صاحب نصاب کا زکوٰۃ کی رقم سے قرض مانگنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کچھ لوگ ہمارے پاس سے

زکوٰۃ کی رقم قرض کی نیت سے مانگتے ہیں، حالاں کہ وہ خود صاحب نصاب ہیں تو کیا ان کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صاحب نصاب شخص کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں اور زکوٰۃ کی رقم قرض کے طور پر بھی نہ دی جائے؛ کیوں کہ اس سے زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر لازم آتی ہے، جو پسندیدہ نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَا تُ لَلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ﴾ (سورۃالتوبۃ: ٦٠)

عن عطاء بن یسار أن رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: لاتحل الصدقۃ لغنی إلا لخمسۃ: لغاز فی سبیل اللّٰہ، أولعامل علیھا، أولغارم. (سنن أبو داؤد، باب من یجوز لہ أخذالصدقۃ وھو غنی: ۲۳۱/۱، رقم: ۱۳۵، الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ۲۰۲/۳، رقم: ٤١٣١، زکریادیوبند)

ولا إلٰی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجتہ الأصلیۃ من أی مال کان. (الدرالمختار مع الشامی: ۲۹۵/۳، زکریادیوبند)

ذکر الحاکم الشھید فی المنتقی: أن وجوبھا علی الفورعند أبی یوسف ومحمد، وفی الخلاصۃ: وھو الأصح. (الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ۱۳۵/۳، زکریادیوبند)

وقیل: فوری أی واجب علی الفور وعلیہ الفتویٰ، فیأثم بتأخیرھا بلا عذر. (الدر المختار: ۱۹۱/۳-۱۹۲، زکریادیوبند) فقط واللّٰہ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۱/۲۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۲۶/۷-۱۲۷)

ضرورت مند کو زکوٰۃ کی رقم قرض حسنہ کہہ کر دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زکوٰع کو قرض حسنہ کہہ کر صرف اس لے دینا کہ ضرورت مند مستحق اپنی ناک کی خاطر سے لینے سے انکار کردے گا، جب کہ دینے والے کی نیت ادائیگی زکوٰۃ ہے اور اس نے سوچ لیا ہے کہ اگر واپس کرے گا تو پھر کسی دیگر مستحق کو دے دی جائے گی۔ کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زکوٰۃ کا قرض حسنہ کہہ کر دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، بعد میں وہ رقم مستحق زکوٰۃ سے واپس نہ لی جائے۔

ومن اعطی مسکیناً دراھم وسماھا ھبۃ، أو قرضاً ونوی الزکاۃ، فإنھا تجزیہ وھو الإصح. (الفتاویٰ الھندیۃ: ۱۷۱/۱)

ولا یشترط علم الفقیر أنھا زکاۃ علی الأصح، حتی لو أعطا ہ شیاً وسماہ ھبۃ أو قرضاً ونوی بہ الزکاۃ صحت. (مراقی الفلاح، ص: ۳۹۰، مجمع الأنھر: ۱۹٦/۱، البحرالرائق: ۳۷۰/۲، زکریادیوبند)

وشرط صحۃ أدائھا نیۃ مقارنۃ لہ أی للأداء. (الدرالمختار)

وتحته فی الشامية: (قوله:نية) أشار إلى أنه لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة أو فر ضاً تجزيه في الأصح. (ردالمحتار: ۳/ ۱۸۷، زکریادیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۱/۱۴۳۰ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/ ۱۲۷)

قرض دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا اور واپسی پر دوسرے کو زکوٰۃ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے پاس کوئی شخص قرض کے لیے آیا، ہم نے اس کو اپنے پاس زکوٰۃ نکلی ہوئی رقم میں سے قرض دے دیا اور یہ نیت کرلی کہ جب یہ ادا کرے گا تو پھر ہم زکوٰۃ کے مستحق کو دے دیں گے، نہیں تو یہ اسی کو زکوٰۃ دے دی تو کیا وہ زکوٰۃ ادا ہوگئی؟ آپ ہمیں کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ　الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں اگر قرض دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کی جائے اور یہ ارادہ ہو کہ اس سے یہ رقم کبھی واپس نہیں لینی ہے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اور اگر یہ نیت کی کہ واپس کرے گا تو دوسری جگہ صرف کردوں گا، جیسا کہ سوال نامہ میں لکھا گیا ہے، اس طرح دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

نوى الزكاة إلا أنه سماه قرضا جاز في الأصح؛ لأن العبرة للقلب لا اللسان، الخ. (الدرالمختار، كتاب الخنثى: ۱۰/ ۴۵۵، زکریادیوبند)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا. (ردالحتار: ۳/ ۲۹۱، زکریادیوبند)

ومن أعطى مسكينا دراهم وسماهم هبة، أو قرضاً ونوى الزكاة، فإنه تجزيه وهو الأصح. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/ ۱۷۱)

ولايشرط علم الفقر أنها زكاة على الأصح، حتى لو أعطاه شيئاً وسماه هبة أو قرضاً ونوى به الزكاة صحت. (مراقي الفلاح: ۳۹۰، مجمع الأنهر: ۱/ ۱۹۶، البحرالرائق: ۲/ ۳۷۰، زکریادیوبند)

وشرط صحة إدائها نية مقارنة له أي للأداء.

وتحته في الشامية: (قوله:نية) أشارة إلى أنه لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة أو فرضاً تجزيه في الأصح. (ردالمحتار: ۳/ ۱۸۷، زکریادیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۳/۱۱/۱۴۳۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/ ۱۲۸-۱۲۹)

ملازم پر قرض کی رقم کو زکوٰۃ کی نیت سے چھوڑنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مزدور ایک کارخانہ

والے مالک کے پاس کام کرتا تھا، اس نے کام کے دوران کچھ رقم قرض کے طور پر لیا تھا، اب اس مزدور کی حیثیت نہیں ہے کہ وہ رقم قرض والی ادا کر سکے تو کیا کارخانہ دار اس رقم کو زکوٰۃ کی نیت سے چھوڑ سکتا ہے، اگر زکوٰۃ کی نیت سے چھوڑ سکتا ہے تو حیلہ کی کوئی صورت ہو تو وضاحت فرما دیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

مسئولہ صورت میں قرض کی رقم کو زکوٰۃ کی نیت سے چھوڑنا تو جائز نہیں ہے، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ مالک مذکور مقروض ملازم کو زکوٰۃ کی رقم دے کر اسے مالک بنادے اور پھر اس سے اپنے قرض کا مطالبہ کرے اور اس سے قرض وصول کرے۔

ولو أبرأ رب الدين المديون بعد الحول فلا زكاة. (الدرالمختار، باب زكاة المال: ۲٤٠/۳، زكريا)

ولا يجزى عن الزكاة دين أبرى عنه فقير بنيتها والحيلة أن يعطى المديون زكاة ثم يأخذها عن دينه. (حاشية الطحطاوى، ص: ۳۹٠)

وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكاته ثم يأخذهاعن دينه، ولو امتنع المديون مداً يده وأخذها لكونه ظفر بجنس حقه. (الدرالمختار مع الشامى، كتاب الزكاة: ۱۹٠/۳، زكريا، كذافى البحر الرائق، كتا ب الزكاة: ۳۷٠/۲) فقط واللہ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۴/۴/۱۴۲۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۲۹/۷-۱۳۰)

تاجر مقروض کو زکوٰۃ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص کے دولڑکے ملازمت کرتے ہیں؛ لیکن اس کے باوجود وہ لوگوں کا کافی مقروض ہے اور اس کی دو بیٹیاں جوان گھر میں ہیں، کیا ایسے آدمی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، نیز اس کے پاس میرا قرض ہے اگر میں نیت کرلوں قرض میں سے زکوٰۃ کی رقم اسے چھوڑتا ہو تو کیا میری طرف سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

مسئولہ صورت میں جب کہ یہ مقروض شخص مالک نصاب نہ ہو، یا مالک نصاب تو ہو؛ لیکن قرضہ اس سے کہیں زیادہ ہے تو اس مقروض کو اتنی زکوٰۃ دینا درست ہے کہ اس کے ذریعہ قرضہ ادا کردے، پھر بقدر نصاب اس کے پاس باقی نہ رہے تو اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؛ لیکن مقروض کو زکوٰۃ کی نیت کرکے قرض سے بری کرنا ادائے زکوٰۃ کے لیے کافی نہیں؛ البتہ اگر مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دے دی جائے، پھر اس سے قرض میں وصول کرلی جائے تو درست ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿اِنَّمَاالصَّدَقَا تُ لَلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ (سورة التوبة: ٦٠)

عن قبيصة بن مخارق،قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا قبيصة ! إن المسئلة لا تحل إلا لأحد ثلاثة رجل ... ورجلٌ أصابته جائحةٌ اجتاحت ماله فحلت له المسئلة،الخ. (صحيح مسلم،رقم:١٠٤٤،لمعا ت التقيح فى شرح مشكاة المصا بيح:٣٠٠/٤،دارالنوادر)

مديون لايملك نصابا فاضلا عن دينه وفى الظهيرية:الدفع للمديون أولى منه للفقير. (الدر المختار مع الشامي:٢٨٩/٣،زكرياديوبند)

وكره إعطاء فقير نصابا أوأكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً،أو كان صاحب عيال بحيث لوفرقه عليهم لايخص كلا،أولا يفضل بعد دينه نصاب فلايكره. (الدرالمختار مع الشامي،باب المصرف:٣٠٤/٣،زكريا ديوبند،مجمع الأنهر،الزكاة،فى بيان أحكام المصارف:٣٣٣/١،بيروت)

قوله:والمديون أطلقه كالقدورى،وقيده فى الكافى بأن لايملك نصابا فاضلاً عن دينه؛لأنه المراد بالغارم فى الآية،وهو فى اللغة:من عليه دين لا يجد قضاء كما ذكره القتيبى وفى الفتاوىٰ الظهيرية: الدفع إلى من عليه الدين أولى من الدفع إلى الفقير.(البحر الرائق،باب المصرف:٢٤٢/٢،كراتشى)

سئل الشيخ إبوحفص الكبير عمن يعطى الزكاة إلى الفقراء أحب أم إلى من عليه دين ليقضى دينه! قال:إلى من عليه الدين ليقضى دينه.(الفتاوىٰ التاتارخانية:٢٢١/٣،رقم:٤٨٣،زكرياديوبند)

ولو أبرأ رب الدين المديون بعد الحول فلازكاة.(الدرالمختار مع الشامي:٢٤٠/٣،زكرياديوبند)

وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقيرزكاته،ثم يأخذها عن دينه.(الد رالمختار مع الشامي:١٩٠/٣،زكريا)

ولو قضىٰ دين الفقير بزكاة ماله إن كان بأمره يجوز.(الفتاوىٰ الهندية:١٩٠/١)

فإن كان مديوناً فدفع إليه مقدار مالو قضى به دينى لا يبقى له شيء أو يبقى دون المائيين لابأس به .(الفتاوىٰ الهندية: ١٨٨/١،فتح القدير: ٢٧٨/٢،بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳؍۷؍۱۴۳۰ھ۔الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۱۳۰/۷-۱۳۱)

بینک کے مقروض کو زکوٰۃ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے رشتہ داروں میں کچھ ایسے لوگ ہیں، مثلاً بکر ہے، ان کے پاس مکان اور فیکٹری ہے؛ مگر یہ سب جائداد بینک میں گروی ہے اور جو بینک سے اس کے عوض لیا تھا، وہ سب نقصان ہوگیا، یہ مقروض ہے، دوسری کوئی جائیداد بھی نہیں، بکر کے پاس جو فروخت کر کے بینک کے قرض سے سبک دوش ہوجائے، اب اس حال میں زید اپنی زکوٰۃ کی رقم کو بکر کی زندگی کے گزاران کے لیے اور بکر کے بچوں کی شادی بیاہ کے لیے اور بکر کی جائیداد کو بینک سے نکالنے کے لیے دے سکتا ہے، یا نہیں؟ ایسے لوگوں پر استعمال کرسکتا ہے، یا نہیں؟ شریعت کی نظر میں ایسے لوگوں پر زکوٰۃ استعمال کرنے پر زید کی زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر بکر کے پاس اتنی مالیت ہو کہ بینک کے کل قرض کو ادا کرنے کے بعد اس کے پاس بقدر نصاب مال نقدی یا مل تجارت کی شکل میں موجود رہے تو اسے زکوٰۃ دینی درست نہیں ،اور اگر قرض کی رقم اس کی موجودہ مالیت سے زائد ہو تو اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، پھر بھی قیمت نصاب (۶۱۲ رگرام ۳۶۰ ملی گرام چاندی یا اس کی قیمت) (ایضاح المسائل ۱۰۲) کے بقدر دینا مکروہ ہوگا ، بہتر ہے کہ ایک وقت میں ایک شخص کو نصاب سے کم ہی زکوٰۃ دی جائے۔

ومديون لايملك نصاباً فاضلاً عن دينه. (الدرالمختار: ۲۸۹/۳)

ويكره أن يدفع إلى رجل مائتى درهم فصاعداً وإن دفعه جاز. (الفتاوىٰ الهندية: ۱۸۸/۱،الهداية: ۲۰۷/۱)

الـدفـع للمديون إولى منه الفقير، أى أولى من الدفع للفقير الغير المديون لزيا دة احتياجه. (الدر المختار: ۲۸۹/۳،زكريا،كذافي الطحطاوى على مراقى الفلاح،ص: ۳۹۲،كراتشى)

وأما الغارمون فهم الذين لزمهم الدين فهم محل الصدقة،وإن كان فى أيديهم مال إذا كان المال لا يزيد على الدين قدر مائتى درهم فصا عداً. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۰۲/۳،رقم: ۴۱۳۱،زكريا)

أخـرج مسـلـم حديثاً طويلاً فيه:ياقبيصة: إن المسئلة لا تحل إلا لأحد ثلاثة...: رجل تحمل حمالة فحلت له المسئلة،حتى يصيبها ثم يمسكها. (صحيح مسلم،باب من تحل له المسئلة: ۳۳۴/۱، رقم: ۱۰۴۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۰/۵/۱۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۳۲/۷۔۱۳۳)

مقروض صاحب جائیداد کا زکوٰۃ لینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص ہے، جس کے اوپر تقریباً ۶۵ ر ہزار روپیہ قرض ہے، نوعیت اس کی طرح سے ہے، اس کے پاس ایک کھیت سولہ ۱۷ ربیگھہ کا ہے، اس کھیت میں کسی قسم کی پیداوار نہیں ہوسکتی ، اس وجہ سے وہ بک بھی نہیں سکتا ہے، ایک دوسرا کھیت ہے جو تقریباً ڈھائی بیگھہ ہے، جس سے وہ اپنا گذر بسر کررہا ہے، مکان بھی اس کا خود کا ہے، جو اس کی ضرورت کے مطابق رہنے کی لائق ہے، کیا یہ شخص زکوٰۃ لے کر اپنا قرض ادا کرسکتا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

برتقدیر صحت واقعہ مذکورہ مجبور شخص بقدر ضرورت زکوٰۃ لے کر اپنا قرض ادا کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۳۷۳/۷)

عن عطاء بن يسار أن رسو ل الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغنى إلا لخمسة الـغـاز فـى سبيـل الـلّٰه،أو لعامل عليها، أو لغارم. (سـنـن أبـوداؤد،بـاب مـن يجوز له أخذ الصدقة وهو غنى: ۲۳۱/۱،رقم: ۱۶۳۵،الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۰۲/۳،رقم: ۴۱۳۱،زكريادیوبند)

ومنها الغارم:وهو من لزمه دين ولا يملك نصابا فاضلا عن دينه والمدفع إلى من عليه الدين أولى من الدفع إلى الفقير.(الفتاویٰ الهندية: ۱۸۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۷/۱۴۲۶ھ۔الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۷/ ۱۳۳-۱۳۴)

زکوٰۃ کی رقم سے میت کا قرض ادا کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید مقروض تھا اور اس کا انتقال ہوگیا ہے، زید کے مقروض ہونے کا علم اس کے گھر والوں کو ہے، یا نہیں؟ واللہ اعلم

عمر زید کا قریبی دوست ہے، عمر کو زید کے مقروض ہوے کا علم ہے، کیا زید کی طرف سے عمر اپنی زکوٰۃ کی رقم سے زید کا قرض ادا کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اور اس صورت میں عمر کی زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟ یا عمر کو اپنی زکوٰۃ کی رقم کا تملیک کرانا ضروری ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

میت کی طرف سے زکوٰۃ کی رقم سے قرض لے کر ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اس کے لیے تملیک لازم ہے، اور اگر میت نے اپنے قرض کی ادائیگی کی وصیت کی ہے اور ترکہ چھوڑا ہے تو اسی ترکہ سے اس کے قرض کی ادائیگی ہونی چاہیے، زکوٰۃ کا پیسہ ایسے شخص کے قرض کی ادائیگی میں نہیں لگانا چاہیے۔(مستفاد:احسن الفتاویٰ:۴/ ۲۶۰،فتاویٰ محمودیہ:۹/ ۴۷۶)

أخرج عبد الرزق عن الثورى قال: الرجل لا يعطى زكاة ماله من يجس على النفقة من ذوى أرحامه ولا يعطيها فى كفن ميت ولا دين ميت.(المصنف لعبد الرزاق،باب لمن الزكاة: ۱۱۳/٤، رقم: ۷۱۷۰،بيروت)

إذا قضى دين غيره من زكاته ،فإن قضى بأمر المديون وكان المديون فقيراً يجوز ،وإن أدى بغير أمره لا يجوز ،ولا يتصور قضاء الدين عنه إلا بعد تمليك قدر الزكاة عنه؛ لأنه لم يرض بوقوع الملك له ، فلا يمكن أن يجعل هذا تمليكا منه؛ فلهذا لا يخرج عن العهدة. (المحيط البرهاني: ۴۸۰/۲، كوئته)

ولا يقضى بهادين ا لميت.(الفتاویٰ الهندية: ۱۸۸/۱،تبيين الحقائق: ۱۲/۲)

ولا إلى كفن ميت وقضاء دينه لعدم صحة التمليك منه.(الدرالمختار،كتاب الزكاة،باب المصرف: ۳٤٤/۲، كراتشى)

ولا يقض بهادين ميت.(الفتاویٰ التاتارخانية: ۲۰۸/۳،رقم: ٤١٤٠،زكريا ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۲/۱۴۳۱ھ۔الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۷/ ۱۳۴-۱۳۵)

مجبور اور لاچار شخص کا زکوٰۃ کے لے کر قرض ادا کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے پاس ایک دوکان ہے، جس میں ۵۶/ ہزار روپیہ کا مال ہے، اور اس کے اوپر اور لوگوں کے ۶۱/ ہزار روپئے ہیں، جو اس کے ذمہ قرض ہیں، اور زید کا قرض جو لوگوں پر ہے اور اس کو لینا ہے وہ ۴۴ ہزار ہے، جس میں سے صرف بارہ ہزار روپیہ ملنے کی امید ہے، وہ بھی ہلکی سی، اور باقی ڈوب جانے کی امید ہے اور وہ ۱۲ ہزار روپیہ بھی پتہ نہیں کب ملیں گے، اور دوکان بھی اپنی نہیں ہے، دوسرے شخص کی ہے، اور زید سارا مال بیچ کر بھی قرضہ ادا کرنا چاہتا ہے، اس کے لئے اس نے کوشش بھی کی، مگر وہ بھی اکٹھا کر کے وہ جلد سے جلد قرض ادا کر دے، آمدنی بھی صرف اتنی ہوتی ہے، جس سے بمشکل اور بہت کفایت سے گھر کا خرچ ہی چل پاتا ہے، گھر بھی رہائش کے لئے کرایہ کا ہے اپنا نہیں ہے، تو گھر کا خرچ اور مکان کا کرایہ بھی بڑی مشکل سے دوکان سے نکل پاتا ہے، حالات بہت نازک ہیں اور دوکان کے علاوہ کوئی اور ذریعہ معاش نہیں ہے، اور بیوی کے پاس زیور بھی نہیں ہے، جس کو بیچ کر قرض ادا کر دے، تو کیا ایسا شخص زکوٰۃ کا مستحق بنتا ہے، یعنی وہ زکوٰۃ کے مال کو لے کر اپنے اوپر خرچ نہ کر کے صرف قرضہ کی ادائیگی میں دے کر قرض سے سبکدوش ہوسکتا ہے یا نہیں، یعنی زکوٰۃ کے مال سے قرض ادا کرسکتا ہے، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیق

پہلے آپ اپنی دوکان میں موجود ۵۶/ ہزار روپیہ کا سامان فروخت کر کے قرض ادا کریں اور اس دوران آپ اپنا قرضہ جو دوسروں پر ہے، اسے وصول کرنے کی کوشش کرتے رہیں، اور جیسے جیسے قرضہ وصول ہوتا رہے اس سے اپنے قرضہ کی ادائیگی کرتے رہیں، اگر یہ سب مال دینے کے باوجود بھی آپ کا قرضہ رہ جائے تو اس مجبوری کی صورت میں بچے ہوئے قرضہ کی ادائیگی کے لئے زکوٰۃ لے سکتے ہیں، اس کے بغیر لینا جائز نہیں۔

عن معقل قال: سألت الزهوى عن ﴿الْغَارِمِيْنض﴾ قال: أصحاب الدين ﴿وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾ وإن كان غنياً. (المصنف لابن أبی شيبة: ۴۲۴/۲، رقم: ۱۰۶۶۲، بيروت)

ولا يجوز دفع الزكاة إلى من ملك نصاباً سواء كان من النقود أو السوائم أو العروض. (رد المحتار: ۲۹۷/۳، زكريا، الهداية، باب من يجوز دفع الصدقات إليه: ۷۸/۲، مكتبه بشرىٰ كراتشى)

ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً: أى ما ل كان دنانير أو دراهم أو سوائم أو عروضاً للتجارة أولغير التجارة فا ضلاً عن حا جته فى جميع الستة هكذا فى الزا هدى. (الفتاویٰ الهندية: ۱۸۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۴/۲/۱۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/۱۳۵-۱۳۶)

مقروض کو یک مشت نصاب سے زائد رقم دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مقروض ضرورت مند شخص کو پندرہ ہزار روپئے کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر وہ ضرورت مند شخص مقروض ہے تو اسے ایک مشت نصاب سے زائد رقم دینا بھی جائز ہے۔

ويكره لمن عليه الزكاة أن يعطى فقيراً مائتى درهم ،وليس عليه ولا له عيال، فإن كان عليه دين فلا بأس بأن يتصدق عليه قدر دينه وزيادة مادون المائتين. (بدائع الصنائع،دفع الزكاة لمالك نصاب يخاف الحاجة: ۱۶۰/۲،مكتبه نعيمية ديو بند)

فإن كان مديوناً فدفع إليه مقدار مالو قضى به دينه لايبقى له شئى ء أو يبقى دونه المائتين لا بأس به. (الفتاوىٰ الهندية: ۱۸۸/۱،الدر المختار مع الشامي،باب المصرف: ۳۰۳/۳،زكريا،مجمع الأنهر الزكاة، في بيان أحكام المصارف: ۳۳۳/۱،بيروت،كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۲۱/۳، رقم: ۴۱۸۵، زكريا ديو بند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۸/۹/۱۴۱۷ھ۔ (کتاب النوازل: ۱۳۶/۷-۱۳۷)

مستحق زکوٰۃ کو کاروبار کے لئے نصاب سے زائد رقم دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید، عمر، عبداللہ صاحب نصاب ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، ان کی زکوٰۃ کی رقومات تقریباً پچاس ہزار، ایک لاکھ، پانچ لاکھ کے قریب ہوتی ہے، جوکہ تقسیم کردی جاتی ہے؛ لیکن فی الوقت اپنی ہی قرابت دار مستحق زیادہ ہوتے جارہے ہیں، حالاں کہ یہ پہلے کبھی اس قدر زیادہ نہ تھا، زید عمر عبداللہ کی خواہش ہے کہ زکوٰۃ کی ان رقومات سے مستحق لوگوں کو یہ رقم پوری پوری دے کر کاروبار کرادیا جائے؛ تاکہ آنے والے سالوں میں وہ خود مستحق زکوٰۃ نہ رہ کر صاحب نصاب ہوجائیں اور خود زکوٰۃ ادا کرنے والے بن جائیں، براہ کرم قرآن وحدیث کے دلائل سے جواباً مطلع فرمائیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شریعت میں زکوٰۃ کا منشا فقرا اور محتاجین کی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے اور ان میں یہ خیال رکھا گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ فقرا اور ضرورت منداس رقم سے مستفیذ ہوں، یہ مقصود نہیں ہے، جسے زکوٰۃ دی جارہی ہے، وہ خود مال دار بن جائے، شریعت کی اس سنت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرات فقہانے کسی ایک مستحق زکوٰۃ کو جب کہ وہ مقروض نہ ہو،

نصاب سے زائد رقم یک مشت دینے کو مکروہ لکھا ہے، لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر زید عمر عبداللہ اپنی زکوٰۃ کی مکمل رقمیں ایک ایک مستحق کو یک مشت دے دیں تو گو کہ ان کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؛ مگر ایسا کرنا مکروہ ہوگا۔

ويكره أ ن يدفع إلى رجل مائتى درهم فصا عداً وإن دفعه جاز. (الفتاویٰ الهندية: ١٨٨/١)

ويكره لمن عليه الزكاة أن يعطى فقير اً مائتى درهم أو أكثر،ولو أعطى جاز وسقط عنه الزكاة فى قول أصحابنا الثلاثة ولنا: أنه إنما يصير غنياً بعد ثبوت الملك له، فأما قبله فقد كان فقيراً فالصدقة لا قت كف الفقير فجازت، وهذا لأ ن الغنيايثبت بالملك والقبض شرط ثبوت الملك، فيقبض ثم يملك المقبوض ثم يصير غنياً،ألا ترى أنه يكره؛لأن المنتفع به يصير هو الغنى. (بدائع الصنائع: ١٦٠/٢ ،مكتبه نعيمية ديوبند)

سئل الشيخ أبو حفص الكبير عمن يعطى الزكاة إلى الفقراء أحب أم إلى من عليه دين ليقضى دينه ؟ قال: إلى من عليه الدين ليقضى دينه. (الفتاویٰ التاتارخانية: ١٢٢/٣ ،رقم: ١٤٨٣، زكرياديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۷/۹/۲۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۳۷/۷-۱۳۸)

☆ ☆ ☆

مصارف زکوٰۃ

مسکین کی تعریف:

سوال: مسکین کس کو کہتے ہیں؟

الجواب

جوشخص مالک نصاب نہ ہواور وہ محتاج ہو، اس کوفقیر اور مسکین کہتے ہیں اور کتب فقہ میں اس کی پوری تفصیل لکھی گئی ہے۔(۱)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۹۴)

مسکین کسے کہتے ہیں:

سوال: مسکین کی کیا تعریف ہے؟ مفصل تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے پاس کچھ نہیں، کھانے اور بدن چھپانے کے لیے بھی سوال کی حاجت پیش آئے۔

''مسکین من لاشئ له، فیحتاج إلی المسألة لقوته وما یوار بدنه،الخ''.(الدرالمختار والشامی)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۰/۱۰/۱۳۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور،۱۱/شوال ۱۳۶۷ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۹/۵۱۶-۵۱۷)

---

(۱) ومسکین من لاشيء له علی المذهب لقوله تعالیٰ:﴿أومسکیناً ذا متربة﴾وآیة السفینة للترحم.(الدرالمختار) (قوله:علی المذهب) من أنه أسوأ حالاً من الفقیر، وقیل:علی العکس، والأول أصح،بحر،وهوقول عامة السلف،إسمٰعیل،وأفهم بالعطف أنهما صنفان وهوقول الإمام، وقال الثاني: صنف واحد.(ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف:۲/۸۰)

اس سے معلوم ہوا کہ اصطلاح میں مسکین اسے کہا جاتا ہے، جس کے پاس کچھ نہ ہو، بالکل بدحال ہواور جو صاحب نصاب نہ ہو؛ مگر کھاتا پیتا ہوتو اصطلاح میں سے فقیر کہتے ہیں:''فقیروهومن له أدنی شيء أي دون نصاب.(أیضا) اردو کے محاورہ میں مسکین اور فقیر ایک ہی معنی میں بولا جاتا ہے؛ یعنی جو مستحق زکوٰۃ ہو۔واللہ اعلم (ظفیر)

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب المصرف:۲/۹۲،سعید

فقیر کی تعریف:

سوال: زید مسلک شافعیہ وحنفیہ کے اصول کے مطابق نصاب نہیں، زید پر زکوۃ واجب نہیں ہے، زید کوزکوٰۃ لینا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو زید کا شمار کس فرقہ میں ہوگا؟ اگر مساکین میں ہے تو مساکین کی تعریف وتشریح کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جوشخص مقدار نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی کا مالک نہ ہو، وہ مستحق زکوٰۃ ہے، ایسے شخص کو شرعاً فقیر کہتے ہیں۔ بعض نے مسکین کی یہ تعریف کی ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۶/۹)

مستحق زکوٰۃ کون ہے:

سوال: خیرات لینا، دینا اور خیرات مانگنے کا کس کو حق ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ہرصاحب وسعت اپنی حیثیت کے موافق خیرات کرسکتا ہے، وجوب زکوٰۃ کے لیے نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے، یا ساڑھے سات تولہ سونا شرط ہے، اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے، جوشخص مالک نصاب نہ ہو، اس کو خیرات زکوٰۃ وغیرہ دینا درست ہے،(۲) اور صدقۂ نافلہ مالک نصاب کے لیے بھی جائز ہے،(۳) جس کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو اس کو خیرات مانگنا اور سوال کرنا جائز نہیں، البتہ اگر ایک وقت کا کھانا بھی نہ ہو تو اس کو سوال کرنا درست ہے، بشرطیکہ کمانے پر بھی قادر نہ ہو۔(۴) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ جمادی الثانیہ ۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۶/۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۵۱۷-۵۱۸)

---

(۱) "(مصرف الزكاة والعشر هو فقير، وهو من له أدنىٰ شئ: أي دون نصاب، أو قدر نصاب غير نام مستغرق فى الحاجة، ومسكين من لا شئ له على المذهب". (الدر المختار)

"(قوله: على المذهب) من أنه أسوأ حالاً من الفقير، وقيل: على العكس ، والأول أصح". (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۳۳۹/۲، باب المصرف، سعيد)

(۲) ولايحل أن يسأل من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب، الخ". (الدر المختار: ۳۵٤/۲، باب المصرف، سعيد)

(۳) الصدقة بمنزلة الهبة فى المشاع وغير المشاع وحاجتها إلى القبض، إلا أنه لارجوع فى الصدقة إذا تمت ويستوى إن تصدق علىٰ غنى أو فقير فى أنه لارجوع فيها، ومن أصحابنا رحمهم الله تعالىٰ من بقول: الصدقة على الغنى والهبة سواء ، كذا فى المحيط". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة، الباب الثانى عشر فى الصدقة: ٤٠٦/٤، رشيدية)

(۴) اگر کمانے پر قادر ہو تو اس کو سوال کرنا جائز نہیں۔ ==

سب سے بہتر مصرف زکوٰۃ:

سوال: زکوٰۃ کے روپیہ کا سب سے بہتر مصرف کیا ہے؟ سنا جاتا ہے کہ دینی تعلیم اور اشاعت میں کرنا فی زمانہ بہتر ہے۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زکوٰۃ کا بہترین مصرف اپنے دیندار اقربا ہیں، جب کہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں۔(۱) اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ دین میں مشغول ہوں تو اس میں رشتہ داری اور تعلیم دین کی رعایت ہوسکتی ہے، فساق وفجار کو دینے سے تعلیم دین میں مشغول ہونے والوں کو دینا بہرحال افضل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۷/۱۳۵۵ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۸/۹)

مصارف زکوٰۃ:

سوال: زکوٰۃ کن کن لوگوں کو دی جائے گی، اس کے بارے میں بھی واضح فرمادیں تو بہتر ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زکوٰۃ ایسے مسلمانون کو دی جائے، جو غریب فقیر ہوں، سید نہ ہوں، اپنے عزیز قریب مقدم ہیں، لاوارث بچے، نادار طالب علم، بیوائیں سب مستحق ہیں؛(۲) مگر اپنے والدین، دادا، دادی، نانا، نانی، شوہر، بیوی کو نہ دی جائے۔(۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۱۳۹۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۹/۹)

== قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ:"(ولا) يحل أن (يسأل) شيئاً من القوت(من له قوت يومه)بالفعل أوبالقوة كالصحيح المكتسب". (الدرالمختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ:(قوله كالصحيح المكتسب)؛ لأنه قادر بصحته واكتسابه علىٰ قوت اليوم". (ردالمحتار، كتاب الزكاة،باب المصرف: ۳۵٤/۲_۳۵٥، سعيد)

"ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحاً مكتسباً". (الفتاوىٰ الهندية: ۱۸۹/۱، الباب السابع فى المصارف،رشيدية)

(۱) قيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة و الأعمام والخوال الفقراء،بل هوأولىٰ؛لأنه صلة وصدقة،وفي الظهيرية: ويبدأ في الصدقات بالأقارب،ثم الموالي،ثم الجيران". (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۳٤٦/۲،باب المصرف،سعيد)

(۲) مصرف الزكاة والعشر هو الفقير، وهو من له أدنى شئ، ومسكين من لاشئ له ... إن طالب العلم يجوز له اخذ الزكاة ولا غنيا إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب والحاجة ... والا يصرف إلى بناء نحو مسجد ... ولا إلى من بينهما ولاد او زوجية،الخ". (الدر المختار: ۳۳۹/۲_۳٤٦، باب المصرف،سعيد)

(۳) "أنه لايجوز دفع الزكاة إلى اولاده، او اولاد اولاده من قبل الذكور والاناث وإن سفلوا، ولا إلىٰ والديه وأجداده وجداته وإن علوا من قبل الآباء والأمهات ... ولايجوز الدفع إلىٰ بني هاشم ولا إلىٰ مواليهم ...ولايجوز الدفع إلى الغني،الخ". (خلاصة الفتاوىٰ: ۲٤۲/۱،جنس آخر من أداء الزكاة، امجد اكادمى لاهور)

مصارف بیت المال:

سوال (۱) ایک کمیٹی کے زیر نگرانی ایک بیت المال قائم ہے، اس میں زکوٰۃ کی رقم اور کچھ عطیات جمع کر کے بوقت ضرورت حاجت مندوں کو قرض دینا اس سے زکوۃ ادا ہو جائے گی، یا نہیں؟

(۲) اس جمع شدہ رقم میں سے مسجد کی تعمیر، یا مرمت میں خرچ کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

(۳) اماو مؤذن کی تنخواہ بھی زکوٰۃ میں دی جا سکتی ہے، یا نہیں؟

(۴) یتیم طلبا، یا غریبوں مسکینوں کے نابالغ بچے ان کا انتظام، یا کھانا کپڑا وغیرہ، یا کتب بیت المال سے دی جاسکتی ہیں، یا نہیں؟

(۵) ان تمام بچوں کو مصارف ودھلائی، سلائی وغیرہ دی جا سکتی ہے، یا نہیں؟

(۶) کتابیں، غلہ، کپڑا کافی مقدار میں خرید کر بطور ذخیرہ رکھا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) اس طرح زکوۃ ادا نہیں ہوگی، سب کی زکوٰۃ تباہ و برباد ہوگی اور وبال ذمہ میں باقی رہے گا، زکوٰۃ جس مصرف (حاجت مند) کو دی جائے، بطور تملکی دی جائے، نہ کہ بطور قرض۔

(۲) ان مواقع میں زکوۃ صرف کرنا جائز نہیں، (۱) نہ قرض کے طور پر دینا درست ہے۔

(۳) زکوۃ کی رقم تنخواہ میں دینا جائز نہیں۔

(۴) ان کو کھانا، کپڑا، کتاب زکوۃ سے دینا درست ہے؛ مگر جو کچھ دیا جائے، ان کو اس کا مالک بنا دیا جائے، پھر ان سے واپس نہ لیں۔

(۵) رقم زکوۃ ان کو دے دیں، پھر وہ دھلائی، کرایۂ آمد ورفت میں جہاں ضرورت ہو، خرچ کریں۔ (۲)

(۶) درست ہے؛ مگر جو کچھ زکوۃ میں مستحقین کو دیں، اس کا مالک بنا دیں، زکوٰۃ کے علاوہ وصدقات اور عطیات سے مذکورہ بالا تمام مصارف میں صرف کرنا درست ہے؛ اس لیے بیت المال کے دونوں مدجدار کھے جائیں، نیز کسی کو مجبور نہ کیا جائے کہ وہ اپنی رقم زکوۃ عطیہ بیت المال کو ہی دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۰/۹-۵۲۱)

---

(۱) ويشترط ان يكون الصرف تمليكا إباحة كمامر، لا يصرف إلى بناء نحو مسجد ... إن الحيلة ان يتصدق على الفقير، ثم يامر بفعل هذه الاشياء، الخ. (الدر المختار)

(قوله: نحو مسجد) كبناء القناطر، والسقايات، وإصلاح الطرقات، وكرى الانهار، والحج، والجهاد، وكل مالا تمليك فيه. (ردالمحتار: ۳٤٤/۲، باب المصرف، سعيد)

(۲) هى تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمى ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه الله تعالىٰ". (الدر المختار: ۲٥۸/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

بیت المال:

سوال: جب کہ آج کے دور میں مسلمانوں کے اقتصادی حالات نازک ہیں، روزانہ حالت خراب ہو رہی ہے تو کیا ایسے وقت میں ایک بیت المال قائم کرلیا جائے، جس غریب مسلمانوں کی حالت بہتر بنایا جاسکے، جب کہ اسلام میں بیت المال کی اجازت ہے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بیت المال قائم کیا گیا تھا۔ شرعی اعتبار سے بیت المال کی کیا تعریف ہے؟ اور کیا اصول ہونے چاہئیں؟ اور کس قسم کا مال جمع ہوسکتا ہے؟ کیا زکوٰۃ وغیر کی اجازت ہے؛ تاکہ گریب مسلمان پر خرچ ہوسکے، چوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں؛ مگر جو اس کے مستحق ہیں ان کو نہیں ملتی؛ بلکہ غیر لوگ حاصل کرلیتے ہیں اور مستحق لوگ محروم رہ جاتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

امیر المؤمنین خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وقت میں جو بیت المال تھا، اس کے شرائط کا اس وقت یہاں وجود نہیں۔ ہاں مسلمانوں کی موجودہ پریشانیوں کے دفعیہ کے لیے ایک اجتماعی نظم اتفاق واتحاد سے یہاں بھی یہی نظم ہے، بہت یہ ہے کہ وہاں سے ضوابط اور طریق کار کے کاغذات منگالیں، یا تکلیف کرکے ایک روز کے لیے تشریف لے آئیں اور پوری تفصیل اس کے ذمہ داروں سے سمجھ لیں، پھر اگر شرعی حیثیت سے کسی چیز پر اشکال ہو تو اس کو حل کرلیں۔ (۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۱/۹)

زکوٰۃ اور عشر کا مصرف:

سوال (۱) زکوٰۃ وعشر کی رقم سے فساد زدہ مسلمانو کی مدد کی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

(۲) کسی یتیم بچے کو میں اپنی پرورش میں رکھ لوں اور اس سے اپنی خدمت بھی کراؤں تو ایسے بچے کو زکوٰۃ اور عشر وغیرہ کی رقم سے کپڑا اور علاج کراسکتا ہوں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) زکوۃ کی رقم واجب التملیک ہے، جو لوگ مستحق زکوۃ ہیں تو ان کو تملیکاً دے دی جائے، (۲) پھر وہ جہاں چاہیں صرف کریں، یا ان کو اس رقم کا سامان ضرورت خرید کردے دیا جائے، اس طرح صرف نہ کریں کہ ان کی ملک نہ ہوسکے، مثلاً اگر ان کا مقدمہ ہو تو عدالت کے اخراجات میں ان کی طرف سے از خود خرچ نہ کریں، قانون کے موافق

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فاسئلوا اھل الذکر إن کنتم لاتعلمون﴾ (سورۃ النحل: ٤٣)

(۲) وھی تملیک جزء مال عینہ الشارع، وھو ربع عشر نصاب حولی من مسلم فقیر، غیر ھاشمی، ولا مولاہ مع قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ اللّٰہ تعالیٰ. (الدر المختار، کتاب الزکاۃ: ٢٥٦/٢ ـ ٢٥٨، کتاب الزکاۃ، سعید)

ہمارے اطراف میں زمینداروں کی ملک ختم کر کے سب زمین ملک حکومت قرار دے دی گئی ہیں؛ اس لیے عشر واجب نہیں رہا؛ تاہم جو کچھ بھی دیدیں وہ باعث خیر وبرکت ہے، اس کے خرچ کرنے میں اتنی تنگی نہیں جتنی زکوٰۃ میں ہے۔

(۲) کپڑے بنا کر زکوٰۃ کی رقم سے اس کو دینا درست ہے، علاج کے لیے اس کو پیسے دے دیں کہ وہ خود چاہے دوا میں خرچ کرے، چاہے فیس وغیر میں دے دے، یہ بھی درست ہے؛(۱) مگر یہ یاد رہے کہ خدمت کے معاوضہ میں دے دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اس لئے خدمت کا معاوضہ جداگانہ اس کو دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۶/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۶/۲۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/)

تاجر مقروض کو زکوٰۃ دینا:

سوال: زید بزنس مین پچاس ساٹھ ہزار روپے کا قرض دار ہوگیا اور ساری پونجی ختم ہوگئی، اب بکر مد زکوٰۃ سے اس کی مدد کرنا چاہتا ہے اور زید ہے اور زید کے گھر میں تقریباً دس ہزار کا زیور بھی ہے، کیا بکر مذکورہ رقم ایسی صورت میں زید کو دے سکتا ہے؟ (مشتاق احمد، بلٹ بیکر بمبئی)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

زید کے گھر میں جو دس ہزار کا زیور ہے، وہ اس کی بیوی کا ہوگا اور قرض خود زید کے ذمہ ہے؛ اس لیے زید مستحق زکوۃ ہے اور اگر خود وہ زیور زید کی ملک ہو، تب بھی وہ حاجت اصلیہ سے زائد نہیں ہے، قرض اس سے بہت زیادہ ہے، تب بھی وہ مستحق زکوٰۃ ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۵۲۳)

مقروض کب مستحق زکوٰۃ ہے:

سوال: زید صاحب نصاب ہے؛ لیکن وہ قرض دار ہے، وہ کسی مدرسہ میں پڑھتا ہے، اس کے لیے مدرسہ کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر وہ مقروض ہے اور مقدار قرض کے علاوہ صاحب نصاب ہے تو زکوٰۃ وغیرہ کا کھانا مدرسہ سے نہ لے، (۳) اگر

(۱) أما إذا أدى من خلاف جنسه ، فالقيمة معتبرة اتفاقا. (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲۸۶/۲، باب الغم، سعيد)

(۲) مديون لا يملك نصاباً فاضلاً عن دينه، وفي الظهيريه: الدفع للمديون أولٰى منه للفقير". (الدرالمختار، كتاب الزكاة: ۳٤۳/۲، باب المصرف، سعيد)

(۳) ومديون للعبد بقدر دينه، فيزكي الزائد إن بلغ نصابا، الخ". (الدرالمختار: ۲٦۳/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

مقدار قرض کے علاوہ صاحب نصاب نہیں تو اس کے لیے اجازت ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۴/۰۱/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۳/۹۔۵۲۴)

مقروض کو زکوٰۃ دینا:

سوال (۱) جو کسان قرض میں ڈوبے ہوئے ہیں، مثلاً کوئی تین ہزار کوئی پانچ ہزار کا قرضدار ہے، اب ایسے کسانوں کو زکوٰۃ کا مالک بنادیا جائے اور وہ فوراً اسی جگہ قبضہ کر کے سوسائٹی میں قرض کے عوض جمع کرادیں تو ایسا کرنے سے صاحب زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟ جب کہ کاشتکار قبضہ کر کے اپنے ہی ہاتھ سے جمع کرائے گا؟

(۲) ایک قرضدار کو ایک دو تین نصاب کی مقدار مال دیا گیا، مثلاً ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت چھ سو روپے اور چھتیس روپے کے قرضدار کو چاندی کے چھ نصاب کی مقدار مال دیا گیا تو آیا یہ جائز ہے؟

(۳) چند حضرات دوکان چلانے کے لیے، یا زمین بڑھانے کے لیے، یا مکانات بنانے کے لیے رقم صرف کرتے ہیں اور خود کو قرضدار سمجھتے ہیں تو آیا ان کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) مدیون کو اتنی زکوٰۃ دینا درست ہے کہ اس کے ذریعہ دین ادا کردے، پھر بقدر نصاب اس کے پاس باقی نہ رہے، اس طرح زکوٰۃ ہو جائے گی، (۲) مصرف زکوٰۃ اس پر مالکانہ قبضہ کر کے اپنا دین ادا کردے اور سبکدوش ہو جائے۔

(۲) یہ بھی درست ہے۔(۳)

(۳) ان کے حوائج اصلیہ دین وغیرہ سے فاضل اگر مقدار نصاب ان کی ملک میں نہیں تو وہ مستحق زکوٰۃ ہیں۔(۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۴/۹۔۵۲۵)

---

(۱) مدیون لا یملک نصابا فاضلا عن دینه، وفی الظهیریه: الدفع للمدیون أولٰی منه للفقیر". (الدرالمختار، کتاب الزکاة: ۳۴۳/۲، باب المصرف، سعید)

(۲) وذکره إعطاء فقیر نصابا او اکثر، إلا إذا کان المدفوع إلیه مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقه علیهم لا یخص کلا، او لا یفضل بعد دینه نصاب، فلا یکره. (الدرالمختار: ۳۵۳/۲، باب المصرف، سعید)

(۳) ویکره ان یدفع إلی واحد مائتی درهم فصاعدا، وإن دفع جاز. (الهدایة: ۲۰۷/۱، باب من یجوز دفع الصدقة إلیه ومن لا یجوز، شرکیة علمیة ملتان)

(۴) ویجوز دفعها إلٰی من یملک أقل من النصاب وإن کان صحیحاً مکتسباً. (الفتاویٰ الهندیة: ۱۸۹/۱، الباب السابع فی المصارف، رشیدیة)

ولا یجوز دفع الزکاة إلی من یملک نصابا من أی مال کان ویجوز دفعها إلی من یملک أقل من ذلک وإن کان صحیحا مکتسبا. (مختصر القدوری، باب من یجوز دفع الصدقة إلیه، ص: ۶۰، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

جس کی ضروریات تنخواہ سے پوری نہ ہوں، وہ بھی مستحق زکوٰۃ ہے:

سوال: اسلم ایک دینی مدرسہ، یا مسجد کا خادم ہے، اس کی ضروریات اس کی تنخواہ سے پوری نہیں ہوتیں، اس صورت میں اسلم زکوٰۃ لے سکتا ہے، یا نہیں؟

ایضاً:

سوال: خالد ایک مسجد کا خادم تھا، اپنی سال بھر کی ضروریات جو تنخواہ سے پوری نہیں ہوسکتی تھیں، مال زکوٰۃ سے پوری کرتا تھا، اب ایک دینی مدرسہ میں اس کو خدمت کا موقع ملا، اب آمدنی کچھ بڑھ گئی، معمولی تنگی کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کرسکتا ہے؛ مگر صاحب نصاب نہیں بنا، اس صورت میں خالد حسب معمول زکوۃ لے سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) لے سکتا ہے؛ مگر معاوضۂ خدمت میں نہ ہو۔(۱)

(۲) جب تک ساڑھے باون تولہ چاندی، یا اس کی قیمت حاجت اصلیہ سے زائد اس کے پاس نہ ہو، وہ مستحق زکوۃ ہے؛(۲) مگر جب اللہ تعالیٰ نے آمدنی کا شکریہ ہے، اس سے مزید ترقی کی توقع ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۵۲۵-۵۲۶)

پس انداز کرنے والی بیوہ کا زکوٰۃ لینا:

سوال: مسماۃ زاہدہ خاتون کے شوہر کا عرصہ چار سال قبل انتقال ہوا، مرحوم نے کوئی جائیداد از قسم مکان اور نقدی زیور کچھ نہیں چھوڑا، البتہ تین بچے دو بچیاں ان کی یادگار ہیں، جو ابھی نابالغ ہیں۔ بیوہ اور بچوں کا خرچ مرحوم کے بڑے بھائی دوسو روپیہ ماہوار مرحوم کے بعد سے اب تک دے رہے ہیں، بیوہ اسی خرچہ سے تھوڑا تھوڑا کفایت کر کے اب تک اس غرض سے بچارہی ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے بچیاں ہیں، رہنے کا کوئی مکان نہیں، یا ان کی تعلیم، بیاہ شادی وغیرہ کرنا ہے، لہٰذا اب تک دو ہزار روپیہ، یا اس سے کچھ زیادہ پس انداز کر چکی ہے۔

---

(۱) وذكره إعطاء فقير نصابا او اكثر، إلا إذا كانالمدفوع إليه مديونا أو كان صاحب عيال بحيث لوفرقه عليهم لا يخص كلا، او لا يفضل بعد دينه نصاب، فلا يكره.(الدر المختار: ۳۵۳/۲،باب المصرف،سعيد)

(ويكره ان يدفع إلى واحد مائتى درهم فصاعدا، وإن دفع جاز".(الهداية: ۲۰۷/۱،باب من يجوز دفع الصدقة إليه و من لا يجوز، شركية علمية ملتان)

ويجوز دفعها إلى من يملك اقل من النصاب وإن كان صحيحا مكتسبا.(الفتاوىٰ الهندية: ۱۸۹/۱،الباب السابعفى المصارف، رشيدية)

(۲) ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة،لا يصرف ... ولا إلىٰ غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أى مال كان،الخ.(الدرالمختار: ۳۴۷/۲،باب المصرف،سعيد)

دریافت طلب امر یہ ہے کہ بیوہ کو اس حالت میں زکوٰۃ لینا چاہیے، یا نہیں؟ بحوالۂ کتب جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اب بیوہ کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں، بیوہ پر خود زکوٰۃ واجب ہوگئی،(۱) اگر نابالغ بچوں اور بچیوں کو وہ روپیہ دے کر اپنی ملک ختم کردے اور خود بطور محافظ وامین اپنے قبضہ میں رکھے تو بیوہ پر زکوۃ نہیں ہوگی اور وہ مستحق زکوۃ رہے گی اور بالغ ہونے سے پہلے ان بچوں بچیوں پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔(۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۵/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۵۲۶۔۵۲۷)

جس کا گزر تنگی سے ہوتا ہے، کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہے:

سوال: بکر کی آمدنی کم ہے، تنگی سے گزر اوقات ہوتے ہیں۔ اس صورت میں بکر زکوۃ لے سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

لے سکتا ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۷/۱۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۵۲۷)

گداگروں کو زکوٰۃ:

سوال: دیہاتوں میں جو فقیر بھیک مانگتے پھرتے ہیں، نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ روزہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو زکوٰۃ وغیرہ دے سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر وہ صاحب نصاب ہیں تو ان کو دینا جائز نہیں۔(۴) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱۰/۱۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱۰/۲۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۵۲۷۔۵۲۸)

---

(۱) ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة، لا یصرف ... ولا إلیٰ غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الاصلية من ای مال کان،الخ.(الدر المختار: ۳۴۷/۲،باب المصرف ،سعید)

(۲) وشرط افتراضها عقل وبلوغ) فلاتجب مجنون وصبی؛ لانها عبادة محضة وليسا مخاطبين بها.(رد المحتار: ۲۵۸/۲، کتاب الزکاة،سعید)

(۳) ويجوز دفعها من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحا مكتسباً، كذا فی الزاهدی.(الفتاویٰ الهندية، الباب السابع فی المصارف: ۱۸۹/۱،رشدية)

(مصرف الزكاة والعشر ... هو فقير، وهو من له ادنى شيئ): أی دون نصاب، قدر نصاب غير نام مستغرق فی الحاجة (ومسكين) من لاشئ له، الخ.(المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۳۹/۲،سعید)

(۴) ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصابا:ای مال کان : دنانير او دراهم ... فاضلا عن حاجته فی جميع السنة"(الفتاویٰ الهندية،الباب السابع فی المصارف: ۱۸۹/۱،رشيدية)

لڑکی کی شادی کے لیے چندہ مانگنے والے کو زکوٰۃ دینا:

سوال: موجودہ رسم ورواج کے پیش نظر آج کل لڑکی کی شادی پر ہزاروں روپیہ خرچ ہوجاتے ہیں، اب ایک شخص جو کہ صاحب نصاب نہیں ہے، شادی کے لیے چندہ فراہم کرکے صاحب نصاب ہوجاتا ہے، یا قبل ہی سے صاحب نصاب ہے؛ مگر اس کے باوجود اسباب شادی کی تکمیل کے لیے چندہ مانگ رہا ہے تو کیا اس کو زکوٰۃ کی رقم دینا درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اس کو چندہ مانگنا اور دوسروں کا اس کو اس حالت میں زکوٰۃ دینا درست نہیں؛ **لانہ لیس بمصرف للزکاۃ کما فی کتب الفقه.** (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۵۲۸-۵۲۹)

عالم کی اولاد کے لیے زکوٰۃ:

سوال: زید ایک عالم ہے، اس کی بالغ اولاد کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اور اولاد خود اپنے خرچہ میں لائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر اولاد مصرف زکوٰۃ ہے تو اس کو لینا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۸/۱۳۶۰ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۵۲۹)

امام اور عالم کو صدقات واجبہ دینا:

سوال: ایک شخص بستی والو کی طرف سے امام مسجد مقرر ہوا ہے، درس دیتا ہے، بستی والے اس کو مقرر کردیتے ہیں کہ تمام صدقات، خیرات، مثلاً صدقۂ فطر شرعاً لے سکتا ہے، یا نہیں؟ جب کہ وہ خود صاحب نصاب ہے، زکوٰۃ اس پر فرض ہے، لے لے تو دینے والو کی زکوٰۃ ہوجائے گی، یا نہیں؟ کتاب ''سلطان الفقہ''، جلد اول میں لکھا ہے:

إذا عينوا لإمامهم شيئا من الأوقاف والصدقات والهدايا وغيرها، لزمهم أداء ها''.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقۂ فطر، چرم قربانی امام معین لے سکتا ہے۔

گزشتہ زمانوں میں علما اور قاضیوں کو بیت المال سے وظائف ملتے تھے اور وہ بیت المال زکوٰۃ وغیرہ کے روپے اور اجناس کا فراہم شدہ مال ہوتا تھا، اس میں سے قاضی اور عالم جو خود بھی صاحب نصاب ہوتے تھے لیتے تھے، جب وہ بیت المال کے جمع شدہ روپے سے وظائف لیتے تھے تو اب بھی زکوٰۃ، یا صدقات واجبہ کا روپیہ کسی امام معین کو دے

---

(۱) ''لا يحل أن يسأل شيئا من القوت من له قوت يومه بالفعل او بالقوة كالصحيح المكتسب، ويأثم معطيه إن علم بحاله لإعانته على المحرم''. (الدالمختار: ۲/۳۵٤، باب المصرف، سعيد)

دیا جائے تو منع کیوں ہے؟ ''فتوی جوہر'' ص:۲۴۶، جلد اول میں لکھا ہے:

''من اشتغل بتعليم العلم، على المسلمين كفافه، وإذا كان العالم والمتعلم فى بلد ليس له من بيت المال وظيفة، يجب علىٰ أغنياء تلك البلدة نفقته وكسوته''.

یعنی عالم اور متعلم کو کفاف دینا اہل قریہ پر واجب ہے۔

ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب نصاب ہو، یا نہ ہو، امام معین صدقہ وغیرہ لے سکتا ہے اور اگر امام معین اراضی اور مال نامی رکھتا ہے؛ لیکن اس اراضی کی پیداوار اور مال کی آمدنی اس کفایت نہیں کرتی، عوام کو بھی اس کے مستحق ہونے کا علم نہیں اور وہ خود اپنے اس حال قرض وغیرہ تنگی معاش کو لوگوں سے چھپاتا ہے۔ (المستفتی: نور احمد، بھاولپور)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

ان دونوں شخصوں کو زکوٰۃ، صدقات واجبہ زکوٰۃ وغیرہ کا لینا درست نہیں، اگر کسی نے ان کو زکوٰۃ وغیرہ دی تو اس کی زکوۃ ادا نہیں ہوئی۔

اول شخص میں عدم جواز کی دو وجہ ہیں: ایک یہ کہ وہ غنی صاحب نصاب ہے اور ہدایۃ، درمختار، زیلعی، مجمع الانہر، ہندیہ، قاضی خان وغیرہ جملہ کتب فقہ میں تصریح ہے کہ ''لا تدفع إلىٰ غنى، آه''.(۱)

دوم وجہ یہ ہے کہ اس کو امامت وتدریس کے عوض اجرت میں زکوٰۃ دی جارہی ہے اور زکوٰۃ کے لیے ضروری ہے کہ بشرط ''قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ'' ہو۔(۲)

دوسرے شخص میں اول وجہ موجود نہیں، البتہ دوسری وجہ موجود ہے ''أحصروا فى سبيل الله'' کے مصداق کو بھی اجرت میں دینا درست نہیں۔

سلطان الفقہ میرے پاس موجود نہیں، اگر یہ کوئی معتبر کتاب ہے اور اس کے مسائل قابل اعتماد ہیں، تب بھی عبارت مذکورہ استدلال کے لیے کافی نہیں؛ کیوں کہ اس میں صرف ''الصدقات'' ہے، ''واجبہ'' کی قید نہیں اور چوں کہ دیگر کتب معتبرہ میں صدقات واجبہ کے عدم جواز کی تصریح ہے، لہذا یہاں صدقات غیر واجبہ مراد ہوں گے۔

بیت المال سے جو وظائف علماء اور قضاۃ کو ملتے تھے، وہ زکوٰۃ سے نہیں؛ بلکہ خراج اور جزیہ وغیرہ سے ملتے تھے۔

''والنوع الثالث: الخراج والجزية، وما يؤخذ من صدقات بنى تغلب، وما يأخذ العاشر من أهل

---

(۱) الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۴٦/۳، رشيدية

(۲) ''هى تمليك جزء مال عينه لاشارع من مسلم فقير، غيرهاشمى، ولامولاه مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ''. (الدر المختار: ۲۵٦/۲-۲۵۸، كتاب الزكاة، سعيد)

''أما قوله تعالىٰ: ﴿وفى سبيل الله﴾ [التوبة: ٦٠] عبارة عن جميع القرب، فيدخل فيه كل من سعى فى طاعة الله وسبيل الخيرات إذا كانمحتاجا''. (بدائع الصنائع: ۲۷۱/۲، فصل فى الذى يرجع إلى المؤدى، دارالكتب العلمية، بيروت)

الذمة، ومن أهل الحرب إذا مرواعليه،فهٰذا نوع مصروف إلٰى نوائب المسلمين. ومنها: إعطاء المقاتلة كفايتهم،وكفاية عيالهم؛ لأنهم فرغوا أنفسهم للجهاد،ولدفع شر المشركين عن المسلمين،فيعطون الكفاية من أموالهم،ومن هٰذا النوع إيجاد الكراع والأسلحة، وسد الثغور، وإصلاح القناطر والجسور،وسد البثق،وكرى الانهار العظام،ومنه رزاق القضاة والمفتين والمحتسبين والمعلمين، وكل من فرغ نفسه لعل من اعمال المسلمين على وجه الحسبة، فكفاته فى هذا النوع من المال،آه. (المبسوط:۱۸/۳)(۱)

فتاویٰ جواہر کی عبارت میں تو صدقات واجبہ دینے کا اشارہ تک بھی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۱۰/ذی قعدہ ۱۳۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، صحیح: عبداللطیف، ۱۱/ذی قعدہ ۱۳۶۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۹/۹-۵۳۲)

امام کو زکوٰۃ دینا:

سوال: محلّہ کے بلاتنخواہ کے اماموں کو اہل محلّہ مل کر زکوۃ اور صدقۂ فطر اس نیت سے دیں کہ نماز پڑھادیں، کیا ایسی صورت میں زکوٰۃ اور فطرہ ادا ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ معاوضۂ امامت ہے، اس سے نہ زکوٰۃ ادا ہوگی، نہ صدقۂ فطرہ۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۲/۹)

شریک مکان کو زکوٰۃ دینا:

سوال (۱) زید اور بکر ماموں بھانجے ہیں، ایک ہی مکان میں جو بکر کی ملک ہے، دونوں رہتے ہیں، بکر نادار اور غریب ہے، کیا اسی مکان کی مرمت میں جب کہ مرمت میں دونوں کا فائدہ ہے، زید بکر کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے اور بکر اس رقم کو مرمت وغیرہ میں لگا سکتا ہے؟

(۲) زید اور بکر دونوں کا کھانا مشترک تیار ہوتا ہے، کیا زید بکر کو زکوٰۃ کی رقم سے خورد ونوش کا سامان منگوا سکتا ہے اور دے سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) بھانجا اگر ماموں کو زکوہ دے تو شرعا درست ہے، بشرطیکہ کسی دباؤ سے نہ ہو، پھر ماموں کو اختیار ہے کہ

---

(۱) المبسوط للسرخسی ، باب مایوضع فیه الخمس: ۲۲/۲،الجز الثالث،غفارية، كوئٹه

(۲) هى تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمى ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالٰى. (الدر المختار: ۲۵۸/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

مکان کی تعمیر وغیرہ میں جہاں چاہے صرف کرے۔(۱)

(۲) اگر زکوٰۃ کا پیسہ بکر کو دے دیا، پھر اس نے سامان خریدا اور زید کے ساتھ مشترکہ طور پر وہ کھانا پکایا گیا تو شرعا درست ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۲/۹-۵۳۳)

صاحب زکوٰۃ نے جب اجازت دے دی ہو تو پھر دریافت کی ضرورت نہیں:

سوال: میں جس کے یہاں ملازم ہوں اس نے زکوٰۃ نکالی اور یہ کہا کہ تین روپے تم خود لے لینا تو اب میں بلا دریافت کئے لے سکتا ہوں، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

جب کہ اس نے؛ یعنی مالک نے اجازت دے دی تو لینا درست ہے، بہ نیت زکوٰۃ لے کر اپنے کام میں لاوے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۴/۶-۱۹۵)

کیا زکوٰۃ کی رقم تجارت میں لگائی جاسکتی ہے:

سوال (۱) کیا زکوٰۃ کا روپیہ تجارت میں لگایا جاسکتا ہے اور اس سے جو منافع ہو وہ اپنے ذاتی صرف میں لایا جاسکتا ہے، جب کہ اصل مامون ومحفوظ ہو؟

موجودہ رقم سے زکوٰۃ دے، یا الگ سے بھی دے سکتا ہے:

(۲) زید کے پاس دوسو روپے ہیں، آیا من جملہ اس رقم کے پانچ روپے زکوٰۃ دینا چاہیے، یا یہ کہ زید اصل اپنے پاس رکھ کر اور علاحدہ سے کچھ انتظام کر کے قرض وغیرہ سے پانچ روپے زکوٰۃ دے دے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

(۱) اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی زکوٰۃ کے روپیہ کا ملک بنانا ایسے مسلمان کو جو کہ مالک نصاب نہ ہو اور سید نہ ہو ضروری ہے۔(۴)

---

(۱) الأفضل صرف الزكوتين: يعنى صدقة الفطر وزكاة المال إلى احد هؤلاء السبعة الأول السبعة الاول: إخوته الفقراء وأخواته، ثم إلى أولادهم ثم إلى اعمامه الفقراء،ثم إلى أخواله وخالاته، ثم ذوى الارحام الفقراء، الخ.(الفتاویٰ التاتارخانية: ۲۷۱/۲،باب من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراتشى)

(۲) إذا دفع الزكاه إلى الفقير، لا يتم الدفع ما لم يقبضها.(الفتاویٰ الهندية: ۱۹۰/۱،الباب السابع فى المصارف، رشيدية)

(۳) وللوكيل أن يدفع لولده الفقير وزوجته لالنفسه إلا إذاقال ربها ضعها حيث شئت.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۱۴/۲-۱۵،ظفير)

(۴) ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لااباحة.(الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار،باب المصرف: ۸۵/۲، ظفير)

(۲) یہ اختیار ہے کہ خواہ دوسو روپے میں سے ۵/ زکوٰۃ کا دے دے، یا علاحدہ اس کے پاس ہوں تو اس میں سے دے دے؛ لیکن اگر اس کے پاس دوسو روپے سے کچھ زیادہ ہوگا تو اس زاید کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی ہوگی اور قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ غرض نتیجہ یہ ہے کہ جس قدر روپیہ اس کے پاس ہے، اس کی زکوٰۃ حساب کر کے اس میں سے دے دے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۹۵)

زکوٰۃ کی رقم سے کپڑا بنا کر دیا جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: زکوٰۃ کے روپے میں سے مستحق زکوٰۃ کو اگر کپڑے بنا کر دیئے جائیں تو جائز ہے، یا نقد دینا ضروری ہے؟

الجواب

زکوٰۃ کے روپے سے کسی مستحق کو کپڑے بنا کر دے دیئے جاویں تو یہ بھی درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۹۶)

زکوۃ وعشر اور مصرف کی تحقیق:

سوال (۱) زمینی پیداوار کی زکوہ چالیسواں حصہ ہے، یا بیسواں حصہ؟ اور کن شرائط کے ساتھ؛ یعنی کیا موجودہ حکومت کا لگان اور مال گزاری دینے کی حالت میں بھی زکوٰۃ کی وہی مقدار ادا کرنی پڑے گی، جو اسلام نے اسلامی حکومت میں مقرر کی ہے؟

(۲) زمینی پیداوار میں صرف غلہ، مثلاً گیہوں اور چنا وغیرہ کا شمار ہے، یا ادرک اور آلو وغیرہ بھی زمینی پیداوار میں شامل ہے؟

(۳) زمینی پیداوار کی زکوٰۃ کب فرض ہوتی ہے؟ حاصل ہونے کے ساتھ ہی، یا سال بھر تک کھانے پینے سے اگر بچے اس وقت؟

(۴) پیداوار کی زکوٰۃ پوری حاصل شدہ پیداوار میں نکلے گی، یا مزدوری اور دیگر ضروری اخراجات نکال کر جو باقی بچے اس میں سے زکوٰۃ نکلے گی؟

(۵) مقروض پر زکوۃ فرض ہے، یا نہیں؟ اگر فرض نہیں ہے تو صرف سونے چاندی کی فرض نہیں ہے، یا پیداوار کی بھی زکوٰۃ اس پر فرض نہیں ہے؟

(۶) اگر کوئی شخص مقروض ہے؛ لیکن اس کے پاس اتنی جائیدار بصورت زمینداری موجود ہے، جس کی قیمت قرض کے بار سے زائد ہے اور مقروض اس جائیداد کا پورا مالک ہے، فروخت اور رہن سب کچھ کرنے کا اختیار رکھتا ہے، ایسی حالت میں اس کے لیے سونے چاندی اور زمینی پیداوار کا کیا حکم ہے؛ یعنی ان چیزوں کی زکوٰۃ اس پر فرض ہے کہ نہیں؟

---

(۱) والازم فی مضروب کل منهما ومعموله ولوتبراً،الخ، وفی عرض تجارة قیمته نصاب،الخ،ربع عشر. (الدر المختار،باب زکاةالمال: ٢/ ٤١،ظفیر)

(۷) اگر کہیں مسلمانوں نے مل کر اپنا یک قومی بیت المال قائم کرلیا ہو، وہاں کوئی شخص زکوٰۃ نکال کر بیت المال میں نہ بھیجے؛ بلکہ بطور خود تقسیم کردے تو یہ زکوۃ ادا ہوئی کہ نہیں؟

(۸) کیا زکوٰۃ رقم جنس ایسے مکاتب میں لگائی جاسکتی ہے، جو تعلیم قرآن پاک کے لیے قائم کئے گئے ہوں؟

(۹) کیا زکوۃ کی قم کسی ایسے جلسہ میں خرچ ہوسکتی ہے، جو تبلیغ اسلام کے خیال سے منعقد کئے جائیں؟ مثلا ۱۲/ربیع الاول کا جلسہ میلاد النبی جس میں غیر مسلمین کو خصوصیت کے ساتھ اس لیے دعوت دی جاتی ہے کہ ان کے سامنے اسلام اور شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پیش کئے جائیں اور وہ اس کا کوئی بہتر اثر قبول کرسکیں۔

(۱۰) اگر سونے چاندی اور پیداوار کی زکوٰۃ نہ نکالی جائے تو اس کے استعمال کے متعلق کیا حکم ہے؛ یعنی اس سونے چاندی، یا غلہ کا استعمال کرنا اور کھانا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو کس مرتبہ میں؛ یعنی صرف ناجائز ہے، یا حرام؟

(۱۱) زیور کی زکوۃ فرض ہے، یا نہیں؟

(۱۲) عام خیرات وزکوٰۃ ایسے لوگوں کو جو۔۔اور دیگر ذرائع آمدنی رکھتے ہیں، روپے اور غلہ کے خود مالک ہیں، جائز ہے، یا نہیں؟ نیز ان لوگوں کو زکوٰۃ وخیرات دینا جائز ہے، یا نہیں؟ جو ہاتھ پاؤں کے مضبوط ہیں؛ یعنی محنت کرنے کے قابل ہیں؛ لیکن بلاوجہ محنت نہیں کرتے؟ نیز یہ بھی ارشاد ہو کہ ان دونوں قسموں کے لوگوں کو خیرات اور زکوٰۃ کی رقم وجنس کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

(۱۳) موجودہ فقیر جو ہاتھ پاؤں کے مضبوط یا کھیت اور روپے وغیرہ کے مالک ہیں؛ لیکن بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ذات کے فقیر ہیں، ان کو از روئے شریعت بھیک دینا جائز ہے کہ نہیں؟ اور ان کے لیے بھیک مانگنا جائز ہے، یا نہیں؟ نیز کیا اسلام میں فقیر کی کوئی ذات ہے کہ نہیں؟

(۱۴) اگر نمبر:۱۳ میں درج شدہ لوگوں کو زکوٰۃ وخیرات کا کوئی ثواب بھی دینے والے کو ملے گا، یا نہیں؟

(۱۵) جو لوگ اپنے کو ذات کا فقیر کہتے ہیں؛ لیکن پیداوار سونے چاندی کے مالک ہیں، ان پر زکوٰۃ فرض ہے کہ نہیں؟ از راہ عنایت مذکورہ بالا مسائل کے متعلق بالتفصیل قرآن پاک واحادیث نبوی وفتاویٰ فقہیہ کے حوالہ سے جواب تحریر فرمائیں اور ہر نمبر کا علاحدہ علاحدہ بالترتیب جواب دینے کی زحمت گوارہ کریں اور خدا سے اجر وثواب حاصل کرنے کے لئے مستحق بنیں؟ (المستفتی:سکریٹری کمیٹی قاضی پورہ نواب گنج، گونڈہ، یوپی)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) جو غلہ وغیرہ عشری زمین سے پیدا ہو، خواہ اس کی پیداوار بارش کے پانی سے ہوئی ہو، یا قدرتی نہر وغیرہ کے پانی سے بلا قیمت ہوئی ہو، اس میں زکوۃ واجب ہے اور وہ پیداوار کا دسواں حصہ ہے۔

"قال أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ: وفى قليل ما أخرجته الأرض وكثيره العشر، سواء سقى سيحاً أو سقته السماء". (۱)

اوراگر چرس (۲)، یا ہرٹ وغیرہ کے ذریعہ سے اس میں کاشت کی گئی ہے تو اس کی زکوٰۃ پیداوار کا بیسواں حصہ ہے۔

(۲)　یہ چیزیں بھی پیداوار میں شمار ہیں، ان میں بھی زکوۃ مذکورہ لازم ہے۔

"فيما سقته السماء أو سقى سيحاً أو أخذه من ثمر جبل العشر، قل أو كثر". (۳)

(۳)　حاصل ہونے کے ساتھ ہی لازم ہوجاتی ہے، سال بھر گزرنا لازم نہیں۔

"بلاشرط نصاب وبقاء وحولان حول". (سكب الانهر) (۴)

(۴)　پوری پیداوار میں سے لگائی جائے گی، مزدوری وغیرہ کو اس سے منہا نہیں کیا جائے گا۔

"وكل شئ اخرجته الارض عما فيه العشر لايحتسب أجرة العمال ونفقة البقر، آه". (۵)

(۵-٦) قرض کی ادائیگی کے بعد اگر سونا، یا چاندی بقدر نصاب اس کے پاس بچے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے، ورنہ نہیں۔ (٦) زمین کی پیداوار میں بہرصورت زکوٰۃ؛ یعنی عشر واجب ہے۔

(۷)　ادا ہوجائے گی، (۷) اگر بیت المال کے ذمہ دار منتظم اسے صحیح مصرف پر صرف کرتے ہیں تو وہاں دینا بھی درست ہے۔

---

(۱)　الهداية: ۲۰۱/۱، باب زكاة الزروع والثمار، مكتبه شركة علمية ملتان

(۲)　چرس: چمڑے کا بڑا ڈول۔ (فیروز اللغات، تحت لفظ چ رس: ۵۲٦، فیروز سنز، لاہور)

(۳)　ملتقى الأبحر علىٰ مجمع الأنهر: ۳۱۷/۱، باب زكاة الخارج، دارالكتب العلمية بيروت

"يجب العشر عند أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ فى كل ما تخرجه الأرض من الحنطة والشعير والدخن والأرزو أصناف الحبوب، والبقول والرياحين ولاوراد والرطاب وقصب السكر والزريرة والبطخ والقثاء والخيار والباذنجان والعصفر وأشباه ذلك مماله ثمرة باقية او غيرباقية قل أو كثر". (الفتاوىٰ الهندية، الباب السادس فى زكاة الزروع والثمار: ۲۰۱/۱، رشيدية)

(۴)　بلاشرط نصاب، وبلاشرط بقاء وحولان حول؛ لأن فى معنى المؤنة. (الدرالمختار، كتاب الزكاة: ۳۲٦/۲، باب العشر، سعيد)

(۵)　الهداية: ۲۰۲/۱، باب زكاة الزروع والثمار، مكتبه شركة علمية ملتان

"(بلا رفع مؤمن) يجب العشر فى الاول ونصف فى الثانى بلا رفع اجرة العمال ونفقة البقر وكرى الانهار واجرة الحافظ ونحو ذلك". (ردالمحتار: ۳۲۸/۲، باب العشر، سعيد)

(٦)　"ومن كان عليه دين يحيط بماله، فلازكاة عليه وإن كان اكثر من دينه، زكى الفاضل إذا بلغ نصابا، الخ. (فتح القدير: ۱٦۰/۲، مصطفى البابى الحلبى، مصر)

(۷)　"فى المال الظاهر الافضل ان يؤدى الزكاة بنفسه؛ لانهم لا يضعون مواضعها". (خلاصة الفتاوىٰ: ۲٤۱/۱۱، جنس اخر فى اداء الزكاة، امجد اكادمى لاهور)

(۸)　زکوٰۃ سے غریب لڑکوں کو جو کہ سید نہ ہوں، وظیفہ اور کپڑا وغیرہ تملیکا دینا واجب ہے، (۱) مکتب کی تعمیر میں لگانا، یا معلم کی تنخواہ میں دینا درست نہیں، اگر کسی مستحق کو زکوٰۃ دی جائے اور وہ اس پر قبضہ کر کے اپنی طرف سے مکتب کے متولی اور مہتمم کو دے دے تو پھر معلم کی تنخواہ وغیرہ میں دینا بھی درست ہوگا۔ (۲)

(۹)　ادائے زکوٰۃ کے لیے یہ ضروری ہے کہ کسی غریب مسلم غیر سید کو بلا کسی معاوضہ ومنفعت کے برائے خدا تملیکاً دی جاوے اور ایسے جلسوں میں یہ صورت نہیں ہوتی، لہذا جلسہ میں خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

"**الزكاة هي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى**". (زيلعي) (۳)

(۱۰)　زکوٰۃ اگر فرض ہو اور کوئی ادا نہ کرے تو وہ سخت گنہگار، فاسق اور مردود الشہادہ ہے؛ مگر اس مال میں حرمت نہیں آتی، (۴) اگرچہ غلہ کا کھانا قبل ادائے زکوۃ منع ہے۔ (۵)

(۱۱)　جس طرح چاندی سونے میں زکوٰۃ ضروری ہے، اسی طرح چاندی سونے کے زیور میں بھی زکوٰۃ ضروری ہے۔

"**يجب في مائتي درهم وعشرين دينارا ربع العشر ولو تبراً أو حليا، آه... ودليل وجوب الزكاة في الحلي أحاديث في السنن: منها قوله عليه السلام لعائشة رضي الله تعالىٰ عنها لما تزينت له الفتخات: "أتؤدين زكاتهن"؟ قالت: لا، قال: "هو حسبك من النار، آه**". (البحر: ۲۲۹/۲) (۶)

۱۲۔　جو شخص ایک زکوہ یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کی کوئی اوشئ رکھتا ہو اور وہ اس کی حاجت اصلیہ سے زائد ہو اگرچہ اس پر سال بھر نہ گزرا ہو اور اگرچہ وہ تجارت کے لئے نہ ہو، ایسے شخص کو زکوۃ ہرگز نہ دیجائے ورنہ زکوۃ ادا نہ ہوگی، شرعا ایسا شخص غریب اور فقیر نہیں اور شخص کو زکوۃ لینا حرام ہے اور اس قدر مالیت اس کے پاس نہیں تو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے اگرچہ اس میں کمانے کی قدر ہو:

"**(المصرف) هو الفقير، وهو من يملك لا يلغ نصاباً ولا قيمة من أي مال كان، ولو صحيحاً مكتسباً، آه**". (مراقي الفلاح، ص: ٤١٧) (۷)

---

(۱)　**ولو ادى من خلاف جنسه، تعتبر القيمة بالاجماع.** (مجمع الانهر: ۳۰۵/۱، كتاب الزكاة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲)　**وحيلة التكفين بها التصدق على فقير، ثم هو يكفن، فيكون الثواب لهما، وكذا في تعمر المسجد، وتمامه في حيل الاشباه.** (الدرالمختار: ۱۷۲/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

(۳)　تبيين الحقائق: ۱۲۱/۲، كتاب الزكاة، باب المصرف، دارالكتب العلمية، بيروت

(۴)　"**عن محمد: ان من لم يؤد الزكاة، لم تقبل شهادته**". (بدائع الصنائع: ۳۷٤/۲، في كيفية فرضها، دارالكتب العلمية بيروت)

(۵)　"**ولا ياكل من طعام العشر حتى يؤدى العشر، وإن كل ضمن عشره**". (الدرالمختار: ۳۳۲/۲، باب العشر، سعيد)

(۶)　البحرالرائق: ۳۹٤/۲، باب زكاة المال، رشيدية

(۷)　مراقي الفلاح، باب المسڑ، ص: ۷۱۹، قديمي

تاہم بہتر یہ ہے کہ جو شخص زیادہ حاجت مند ہے اور کمانے سے عاجز ہے، اس کو دی جائے، جس کے پاس کھیت کی آمدنی اس قدر نہیں کہ اس کو اور اس کے اہل وعیال کو کافی ہو، اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے، اگرچہ کھیت کی قیمت زائد ہو۔

(۱۳)　جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو، اس کو سوال کرنا اور بھیک مانگنا حرام ہے۔ (کذا فی الطحطاوی، ص:۴۲۰)(۱)

ایسے لوگوں کو بھیک دینا بھی ناجائز ہے، البتہ اگر کسی شخص کے متعلق علم نہ ہو، یہ مالدار ہے، یا نہیں، یا اس کے غریب اور عاجز ہونے کا علم نہیں تو اس کو دینا درست ہے۔ شریعت مطہرہ میں سوال کو منع فرمایا ہے، لہٰذا جب تک بغیر سوال کئے ضرورت پوری ہو جائے، سوال کرنا حرام ہے، پس فقیر بننا اور باوجود صاحب مال ووسعت ہونے کے مانگنے کا پیشہ اختیار کرنا حرام ہے۔

(۱۴)　ایسے لوگوں کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور دینے کا گناہ ہوگا کہ اعانت معصیت ہے۔

(۱۵)　اگر بقدر نصاب سونا یا چاندی ہے اور حاجت اصلیہ سے زائد ہے، نیز اس پر سال بھر گزر چکا ہے تو زکوٰۃ فرض ہے اور پیداوار میں بھی زکوٰۃ لازم ہے۔

”فرضت علٰی حر مسلم مکلف مالک لنصاب من نقد ولو تبرا أوحلیا أوزینة أوما یساوی قیمته من عروض تجارة، فارغ عن الدین وعن حاجته الاصلیة، نام ولو نقدیر، وشرط وجوب أدائها حولان الحول علی النصاب الأصلی، آه“. (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۵/۹/۱۵ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶؍رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۴۴۶-۴۵۲)

کسی زکوٰۃ کی رقم تقسیم کے لیے دی گئی ہے، وہ اپنی مسکین بیوی کو دے سکتا ہے، یا نہیں:

سوال:　زید نے عمر کو زکوٰۃ کا روپیہ دیا کہ وہ مستحق پر تقسیم کردے، عمر صاحب نصاب ہے؛ مگر زوجہ اس کی مسکین ہے تو عمر اپنی زوجہ کو زید کی زکوٰۃ میں سے کچھ دے سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں عمر اپنی زوجہ کو زکوٰۃ کا روپیہ دے سکتا ہے۔ (۳) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۶/۱۹۶)

---

(۱)　**”ولا یحل ان یسال شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب ویأتم معطیه إن علم بحاله لإعانته علی المحرم، الخ“. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۷۲۲، باب المصرف، قدیمی)**

(۲)　**الزکاة إنما یجب إذا ملک نصابا نامیا حولا کاملا. (خلاصة الفتاویٰ: ۱/۲۳۵، کتاب الزکاة، أمجد اکامی لاهور)**

(۳)　**وللوکیل أن یدفع لولده الفقیر وزوجته لالنفسه، الخ. (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، کتاب الزکاة: ۲/۱۴، ظفیر)**

بغیر زکوٰۃ کا نام لیے رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، یا نہیں:

سوال: اگر اپنا عزیز زکوٰۃ کے نام سے روپیہ لیتا ہوا شرماوے، اس کو اس طرح سے کہہ کر زکوٰۃ دینا (کہ اس کے کپڑے بنو لینا، بچوں کے کپڑے بنوا دینا) درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس طرح دینی درست ہے اور زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے، اپنی نیت دل میں زکوٰۃ کی کرلینا کافی ہے، جس کو دی جاوے اس پر ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۹۶-۱۹۷)

رقم مسکین کے ہاتھ میں نہ دی اس کے حکم سے ٹکٹ خرید کردے دیا تو زکوٰۃ ادا ہوئی، یا نہیں:

سوال: ایک سیٹھ صاحب زکوٰۃ اس طرح مسکینوں، مسافروں کو دیتے ہیں کہ جس جگہ مسافر مسکین کو جانا ہوتا ہے، اپنے آدمی کو اس کے ہمراہ بھیج کر اسٹیشن سے ٹکٹ دلا دیتے ہیں اور نقد پیسے اس کے ہاتھ میں نہیں دیتے، اگر مسافر کسی عذر کی وجہ سے نہ جاوے اور ٹکٹ ردی ہوجاوے تو اس سیٹھ صاحب کی زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

وہ آدمی سیٹھ صاحب کا جب کہ اس مسکین کی اجازت سے ٹکٹ خریدتا ہے تو وہ آدمی نائب اور وکیل اس مسکین کا قبض زکوٰۃ اور خرید ٹکٹ میں ہوجاتا ہے، جیسا کہ وہ آدمی وکیل اور نائب سیٹھ صاحب کا ہے، لہٰذا زکوٰۃ سیٹھ صاحب مذکور کی اس صورت میں ادا ہوجاتی ہے، پھر اگر وہ مسافر بوجہ کسی عذر کے سفر میں نہ جاوے اور ٹکٹ ردی ہوجاوے، تب بھی زکوٰۃ دا ہوچکی۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۹۷)

والد کی زندگی میں بطور میراث جو ملے، وہ مانع زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: والد کی زندگی میں جو چیز وراثت میں ملے گی۔ وہ مانع زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب

والد کی حیات میں اس کی اولاد مالک اس کے مال کی نہیں ہے، لہٰذا وہ مانع عن اخذ الزکوٰۃ اولاد بالغین کے لیے نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۹۸)

اگر لینے والے کو زکوٰۃ کی خبر نہ ہو تو زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں:

سوال: مدارس میں زکوٰۃ کے روپے سے چندہ دیا جاتا ہے اور دینے والے کہتے ہیں کہ ہم زکوٰۃ کا روپیہ دیتے

(۱) ولایجوز أداء لازکوٰۃ إلا بنیة مقارنة للأداء أومقارنة لعزل مقدار الواجب،الخ.(الدر المختار: ۱/۱۷،ظفیر)

(۲) إلا إذا وکله الفقراء.(الدر المختار)لأنه کلما قبض شیئاًملکوه.(ردالمحتار، کتاب الزکاة: ۲/۱٤،ظفیر)

ہیں؛ مگر لینے والا نہیں جانتا کہ کیسا روپیہ ہے۔ اس میں زکوٰۃ ادا ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس طرح لوگوں کا روپیہ مدرسہ میں دینا درست ہے؛ مگر لینے والے کو چاہیے کہ وہ اس طرح صرف کرے کہ جس میں دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جاوے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۰۰)

زکوٰۃ کے روپے سے طلبہ کو کتابیں دلانا کیسا ہے:

سوال: زکوٰۃ کے روپے سے طلبہ کو کتابیں، یا پارے دلا دینا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۰۰)

زکوٰۃ کا غلہ بیچ کر کپڑا بنا دینا درست ہے:

سوال: اگر کوئی زکوٰۃ کا غلہ فروخت کر کے کسی مسکین کو کھانا کھلا دے، یا کپڑے بنا دے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست ہے۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۰۱)

پیشہ ور فقیروں کو زکوٰۃ دینا درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو لوگ سوال پیشہ ہیں، ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے فقیروں کو جن کا پیشہ مانگنے کا ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ لوگ اکثر متمول ہوتے ہیں، دینا درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۰۴)

زکوٰۃ کے روپے سے غریب لڑکیوں کی تعلیم درست ہے، یا نہیں:

سوال: زکوٰۃ کے روپے سے غریب لڑکیوں کی تعلیم مذہبی و تدریس جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وشرط حصة أدائها نية مقارنة للأداء الخ أونوى عند الدفع للوكيل ثم دفع الوكيل بلانية أومقارنة بعزل ماوجب كله أوبعضه. (الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الزكوٰة: ۲/۱٤، ظفير)

(۲) يصرف المزكى إلٰى كلهم أوإلٰى بعضهم الخ تمليكاً لا إباحة. (الدرالمختار علٰى هامش رد المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۸۳، ظفير)

(۳) وجاز دفع القيمة فى زكوٰة وعشر وخراج. (الدرالمختار، كتاب الزكوٰة باب الغنم: ۲/۲۹، ظفير)

الجواب

زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے؛ یعنی کسی محتاج کو اس کا مالک بنا دینا چاہیے، پس غریب لڑکیوں کو اگر نقد، یا کپڑا، یا کھانا زکوٰۃ سے دے دیا جاوے تو درست ہے؛ لیکن معلّمہ کی تنخواہ، یا دیگر ملازمین کی تنخواہ دینی زکوٰۃ سے درست نہیں ہے، (۱) اور باقی زکوٰۃ کے مسائل کی تحقیق اور اس کے مصارف کی تفصیل دہلی کے علما سے پوری طرح تحقیق کر لیے جاویں، یا بہشتی زیور وغیرہ کتابوں میں دیکھ لیا جاوے، تحریر میں سب امور کا لانا اور سمجھنا دشوار ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۰۴-۲۰۵)

زکوٰۃ کے مال سے کھانا پکا کر دینا، یا کوئی چیز خرید کر دینا کیسا ہے:

سوال: زکوٰۃ کے مال کا کھانا پکا کر کھلا دیا جائے، یا کوئی چیز خرید کر دی جائے، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۰۵)

جسے زکوٰۃ دے، کیا اسے اطلاع کرنا بھی ضروری ہے:

سوال: جس کو زکوٰۃ دے، اس کو مطلع کرنا بھی ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب

ضروری نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۰۶)

صحرائی جائیداد رکھنے والے کو ادائیگی قرض کے لیے زکوٰۃ دینا درست ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص مقروض ہے اور اس کے پاس صحرائی جائداد ہے تو مال زکوٰۃ سے اس کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ اگر ادا کیا جا سکتا ہے تو زیادہ سے زیادہ کتنا روپیہ اس کے قرض میں دیا جا سکتا ہے؟

الجواب

مال زکوٰۃ قرض میں محسوب ہوگا، مثلاً اس صورت میں روپیہ جو موجود ہے، وہ قرض کے ادا کے لیے مقرر کیا جاوے گا، نہ جائیداد صحرائی۔ درمختار میں ہے:

ولوله نصب صرف الدين لأيسرها قضاءً، الخ.

شامی میں ہے: **"كأن يكون عنده دراهم ودنانير وعروض التجارة وسوائم يصرف الدين إلى الدراهم والدنانير ثم إلى العروض ثم إلى السوائم كما في البحر".** (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۰۶-۲۰۷)

---

(۱) ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا اباحة كما مر فلا تصرف إلى بناء نحو مسجد وإلى كفن ميت وقضاء دينه. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب المصرف: ۲/۸۵، ظفير)

(۲)

زکوٰۃ سے مدرسہ کے ملازمین کی تنخواہ دینا درست ہے، یا نہیں:

سوال: ہمارا ارادہ ہے کہ ایک مدرسہ بناویں اور اس کے اخراجات؛ یعنی تنخواہ مدرسین وغیرہ اور طلبہ کا خرچ سب مدزکوٰۃ سے دیں، کیا تنخواہ ملازمین مدزکوٰۃ سے دینی درست ہے؟

الجواب

معلم کو تنخواہ میں زکوٰۃ کا روپیہ دینا درست نہیں ہے، زکوٰۃ بلا کسی معاوضہ وتعلیم وغیرہ کے للہ مسکین اور غربا کو دینا اور ان کو مالک بنانا ضروری ہے، هٰكذا في كتب الفقه. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۸/۶)

مالک نصاب معلم کو زکوٰۃ عشر وغیرہ دینا درست ہے، یا نہیں، اگر وہ عیال دار ہو:

سوال: ایک شخص صاحب زکوٰۃ ہے، اگر وہ ایسے شخص کو مال زکوٰۃ دیوے، جو تعلیم وتعلم کے کام میں ہمیشہ مصروف ہے، قدر نصاب کے خود بھی مال رکھتا ہے، ہاں عیال دار ضرور ہے، آیا اس شخص مذکور کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے اور یہ مدرس عیال دار مصرف غلۂ عشر و چرمۂ قربانی کا ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ وہ معلم مالک نصاب ہے، زکوٰۃ دینا اس کو درست نہیں اور زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور استاد مدرسہ جو مالک نصاب ہے، وہ بھی مصرف زکوٰۃ نہیں ہے، (۲) اور مدرس اگر چہ مالک نصاب نہ ہو تب بھی اس کو تنخواہ میں زکوٰۃ کا روپیہ دینا درست نہیں ہے اور مدرس عیال دار جو کہ خود مالک نصاب ہے، مصرف عشر وغیرہ نہیں ہے، (۳) جس کو زکوٰۃ دینا درست ہے، اس کو چرم قربانی اور عشر بھی دینا درست ہے اور جس کو یہ دینا درست نہیں اس کو چرم قربانی وعشر بھی درست نہیں، (۴) اگر مدرسہ میں زکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ طلبہ مساکین کے لیے دی جائے تو درست ہے، طلبہ ومساکین پر وہ روپیہ صرف ہوسکتا ہے۔ (۵) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۹/۶)

---

(۱) ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساكين﴾، الخ. (سورة التوبة)
ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا اباحة. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، ظفير)

(۲) ولا إلىٰ غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أى مال كان. (الدر المختار)
فإن كان له فضل عن ذلک (أى الحاجة الأصلية) تبلغ قيمته مائتى درهم حرم عليه أخذ الصدقة. (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/ ۸۸، ظفير)

(۳،۴) مصرف الزكاة والعشر الک ه فقير. (الدر المختار)
وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذالک من الصدقات الواجبة، كمافى القهستانى. (رد المحتار، باب المصرف: ۷۹/۲، ظفير)

(۵) مصرف الزكاة، الخ، هو فقير، الخ، مسكين، الخ، وفى سبيل الله وهو منقطع الغزاة وقيل: الحاج وقيل: طلبة العلم، الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۸۳/۲، ظفير)

مالدار صدقہ ونذر اور زکوٰۃ لے سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: مالدار کو صدقہ اور زکوٰۃ اور نذر کا مال لینا کیسا ہے؟

الجواب

حرام ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۶/۲۱۱)

خبر نہ ہونے کی وجہ سے مالک نصاب کو زکوٰۃ دے دی، بعد میں معلوم ہوا تو کیا کرے:

سوال (۱) مال زکوٰۃ، یا فطرہ، یا دیگر صدقات واجبہ اگر ایسے شخص کو دیں کہ وہ مالک نصاب ہو؛ لیکن دینے والے کو خبر نہ ہو؟

غنی کی نابالغ محتاج اولاد کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے:

(۲) یا ان اطفال نابالغین کو دیں کہ خود مفلس محض ہوں؛ لیکن والدین ان کے ذی نصاب ہوں تو جائز ہے، یا نہیں؟ اور زکوٰۃ وغیرہ ادا ہوگی، یا نہ؟

الجواب

(۱) اگر دینے والے کو اس کے صاحب نصاب ہونے کا علم نہ ہو تو زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔

"وإن بان غناه الخ لايعيد،الخ".(۲)

(۲) اور غنی کی محتاج اولاد صغار کو زکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ دینا درست نہیں ہے، اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۶/۲۱۱-۲۱۲)

تعمیر مسجد میں زکوٰۃ کا روپیہ لگانا درست نہیں:

سوال (۱) زکوٰۃ کا روپیہ تعمیر مسجد میں خرچ ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

احاطہ کٹیہ میں زکوٰۃ کی رقم صرف ہو سکتی ہے، یا نہیں:

(۲) ایک کٹیہ میں ایک مسجد واقع ہے اور اس کٹیہ کے چار طرف تالاب ہے تو اگر بغرض حفاظت اراضی کٹیہ جس

---

(۱) ولا إلىٰ غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان.(الدرالمختار)فإن كان له فضل عن ذلك تبلغ قيمته مائتي درهم حرم عليه أخذالصدقة.(ردالمحتار،باب المصرف:۲/۸۸)

وهومصرف أيضاً:لصدقة الفطر والكفارة ولنذروغيرذالک من الصدقات الواجبة،كما في القهستاني.(رد المحتار،باب المصرف:۲/۷۹،ظفير)

(۲) الدرالمختارعلىٰ هامش ردالحتار،باب المصرف:۲/۹۳،ظفير

(۳) ولاإلىٰ طفله (الدرالمختار) أي الغني .(ردا لمحتار،باب المصرف: ۲/۹۰)

میں ایک مسجد واقع ہے، زکوٰۃ کا روپیہ احاطہ کٹیہ کی دیوار، یا گل اندازی میں صرف کریں تو صرف ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱،۲) دونوں جگہ زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا درست نہیں ہے، کمافی عامتہ کتب الفقہ۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۱۳)

پیش امام کو زکوٰۃ لینا کیسا ہے:

سوال: پیش امام جو کہ صاحب نصاب اور رسید وغیرہ بھی نہ ہو، مال زکوٰۃ لے سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

زکوٰۃ وفطرہ وغیرہ صدقات واجبہ بلا معاوضہ فقرا کو دینا ضروری ہے۔ پس امام کو بمعاوضہ امامت اس میں سے دینا اور اس کو لینا درست نہیں ہے۔(۲) فقط (البتہ اگر یہ رقم مشاہرہ کے علاوہ الگ سے محتاج سمجھ کر دی جائے اور وہ مستحق زکوٰۃ ہے تو درست ہے۔ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۱۳-۲۱۴)

مندرجہ مستحقین میں زکوٰۃ کسے دینا اچھا ہے:

سوال (۱) زکوٰۃ ہمشیرہ خود، قریبی یتیم، قریبی یتیم وغریب، ہمسایہ غریب بیوہ عورت، مقروض آدمی، مسکین، مثلاً لولے لنگڑے، اندھے عالم، امام مسجد، مدرسہ یتامیٰ ودینیہ ان سب کی موجودگی میں کس کا حق اول ہے؟

صدقہ کا زیادہ حقدار کون ہے:

(۲) صدقہ خیرات کا زیادہ حقدار کون ہے؟

نذر ونیاز کا کھانا کسے دیا جائے:

(۳) نیاز یا نذر جو خدا تعالیٰ کے نام کی مانی جائے اور وہ طعام کی صورت میں دی جائے، اس کے لیے حقدار مقدم کون ہے؟

اولیائے کرام کے ایصال ثواب کے لیے کسے دینا بہتر ہے:

(۴) لوگ جو وقتاً فوقتاً اولیاء کرام، یا بزرگان دین کی ارواح کے ثواب پہنچانے کے لیے صدقہ وخیرات کرتے ہیں، اس میں مقدم مستحق کون ہے؟

---

(۱) ولایجوز أن یبنی بالزکاة المسجد وکذا لقناطر، والسقایات واصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل مالا تملیک فیه. (الفتاوی الهندیة، کتاب الزکاة، باب السامع فی المصارف: ۱/۱۸۸، ظفیر)

(۲) قال: الأصل فیه قوله تعالیٰ: إنما الصدقات للفقراء، الخ. (الهدایة، باب من یجوز دفع الصدقات إلیه: ۱/۱۸۶)
یہ فقرا اور دوسرے مستحقین کا حق ہے، لہذا معاوضہ میں دینا درست نہ ہوگا۔(ظفیر)

الجواب

(۱) زکوٰۃ کا مصرف غریب محتاج شخص ہے، جو مالک نصاب نہ ہو، اگر اپنا قریبی رشتہ دار سوائے اصول وفروع کے محتاج ہوتو اس کو دینے زیادہ ثواب ہے، مثلاً بھائی بہن غریب ہوں تو ان کو دینے میں ثواب زیادہ ہے اور عالم محتاج ہوتو اس کو دینا بھی درست ہے، (۱) اور امام مسجد کو بمعاوضہ امامت دینا درست نہیں ہے۔

(۲) قریبی رشتہ دار زیادہ احق بالصدقہ ہے۔ (۲)

(۳) اس میں رشتہ داروں کو مقدم کرے، اس کے بعد عام محتاجوں کو دینا چاہیے۔

(۴) اس میں بھی وہی رعایت رکھی جائے، جو باقی صدقات میں ہے کہ اقربا ومساکین کو مقدم کرے۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۱۵-۲۱۶)

زکوٰۃ وعشر مسجد میں صرف کرنا درست نہیں:

سوال (۱) زکوٰۃ وعشر وصدقہ عید الفطر وبقرعید وعقیقہ ومنت، ان سب مدوں کے مال سے مسجد بنانا، یا مسجد میں چراغ جلانا وغیرہ ضروریات میں صرف کرنا جائز ودرست ہے، یا نہیں؟

زکوٰۃ کسے دینا بہتر ہے:

(۲) مال مذکورہ کو مدرسہ اسلامیہ میں دینے کا زیادہ ثواب ہے، یا اس فقیر کو جو زکوٰۃ کی آمدنی نشہ کی چیزوں میں صرف کرے؟

الجواب

(۱) زکوٰۃ وعشر صدقہ وفطر وغیرہ صدقات واجبہ کو مسجد کی تعمیر ومرمت وغیرہ میں صرف کرنا درست نہیں، اس میں تملیک فقرا ضروری ہے۔ (۴)

---

(۱) مصرف الزكاة، الخ، هو فقير وهو من له أدنٰى شئ الخ ومسكين، الخ، يصرف المزكى إلٰى كلهم أو إلٰى بعضهم، الخ، وكره نقلها إلا إلٰى قرابته بل فى الظهرية: لاتقبل صدقة الرجل وقرابته محاويج حتى يبدأ بهم فيسد حاجتهم أو أحوج أو أصلح أو أورع أو أنفع للمسلمين. (الدرالمختار علٰى هامش ردالمحتار، باب المصرف: ۲/۷۹، ظفير)

(۲) بل فى الظهيرية: لاتقبل صدقة الرجل وقرابته محاويج حتى يبدأ بهم فيسد حاجتهم. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۹۳)

(۳) عن أبى هريرة مرفوعًا إلى النبى صلى الله عليه وسلم قال: "يا أمة محمد والذى بعثنى بالحق لايقبل الله صدقة من رجل وله قرابة محتاجون إلٰى صلته ويصرفها إلٰى غيرهم آه وفى القريب جمع بين الصلة والصدقة الخ وفى القهستانى: والأفضل إخوته وأخواته ثم أولادهم ثم أعمامه وعماته ثم أخواله وخالاته ثم ذووا أرحامه ثم جيرانه ثم أهل سكته ثم أهل بلده. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۹۳-۹٤، ظفير)

(۴) مصرف الزكاة. (الدرالمختار) ==

(۲) ایسے فقیروں کو نہ دیا جاوے کہ اس کو معصیت میں صرف کریں، مدرسہ کے طلبہ کو دینا زیادہ ثواب ہے کہ وہ علم دین حاصل کررہے ہیں۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۱۷/۶۔۲۱۸)

زکوٰۃ کے روپے میں سے قرض دینا اور تجارت میں لگانا کیسا ہے:

سوال: کسی نے سو روپے مثلاً زکوٰۃ کے نکال کر علاحدہ رکھ دیئے؛ لیکن اسی کے قبضہ میں رہے، بلا کسی کی تملیک کرائے ہوئے وہ اس روپے میں سے کسی کو قرض دے سکتا ہے، یا نہیں؟ یا زکوٰۃ کے روپے کو تجارت میں لگادے اور نفع کو بھی زکوٰۃ والوں کا حق سمجھے تو جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

جب تک وہ روپیہ جو بہ نیت زکوٰۃ علاحدہ رکھ دیا ہے، فقرا ومساکین کو نہ دے دیا جاوے اور ان کو مالک نہ بنا دیا جاوے، اس وقت تک وہ روپیہ صاحب نصاب کی ملک ہے۔(۱) اگر اس کو کسی کو قرض دے دیوے، یا تجارت میں لگا دیوے درست ہے؛ لیکن پھر جس وقت وہ روپیہ بعد واپس لینے کے، یا اور روپیہ اپنے پاس سے زکوٰۃ میں دیوے تو پھر نیت زکوٰۃ کی کرنی چاہیے اور تجارت میں جو نفع ہو، وہ روپیہ والے کا ہی ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۱۸/۶)

طلبہ کو زکوٰۃ دینے کے لیے ان کی اہلیت کی تفتیش کی جائے، یا نہیں:

سوال (۱) زکوٰۃ طلبہ کو دینا بلا قید اہلیت زکوٰۃ جائز ہے، یا نہیں؟ یعنی یہ دیکھنا کہ وہ صاحب نصاب ہے، یا سید ہے، یا قریشی ہے اور یہ خیال کرنا کہ ان کے ماں باپ پرورش کرنے والے صاحب نصاب ہیں، یا نہیں؟ اگر ان کے ماں باپ، یا پرورش کرنے والے صاحب نصاب ہیں؛ لیکن لڑکوں کو کتابیں کپڑے نہیں دیتے تو ایسے سامان کا دینا ان طلبہ کو جائز ہے، یا نہیں؟

جن طلبہ کے متعلق معلوم نہیں کہ مستحق ہیں، یا نہیں؟ انھیں زکوٰۃ دینا کیسا ہے:

(۲) اگر مہتمم کو یہ معلوم نہ ہو کہ ان کے ماں باپ، یا پرورش کرنے والے صاحب نصاب ہیں، یا نہیں؟ تو ایسی حالت میں طالب علم کی استعانت مد زکوٰۃ سے جائز ہے، یا نہیں؟

== وهو مصرف أيضاً: لصدقة الفطر الكفارة والنذر وغير ذالك من الصدقات الواجبة، الخ.(ردالمحتار، باب المصرف: ۷۹/۲)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا اباحةً ولايصرف إلى بناء نحو مسجد.(الدرالمختار على هامش رد المحتار، باب المصرف: ۸۵/۲، ظفير)

(۱) ولايخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء.(الدر المختار)

(قوله: لايخرج عن العهدة بالعزل) فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكاة ولو مات كان ميراثا عنه.(ردالمحتار، كتاب الزكوٰة، باب المصرف: ۱۵/۲، ظفير)

تاجر کی تملیک جو سر دست صاحب نصاب نہیں:

(۳) جو شخص صاحب نصاب نہیں ہے اور تجارت کرتا ہے، اور اس میں صرف منافع اس کو ملے گا، جس کی مقدار اس کو معلوم نہیں ہے اور اس پر پورا سال بھی نہیں ہے، احتمال ہے کہ پچاس سے زائد ہو، ایسی حالت میں اس کی تملیک جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) یہ قید طلبہ میں بھی ہے کہ وہ بھی مصرف زکوٰۃ ہوں؛ یعنی مالک نصاب نہ ہو، سید نہ ہوں اور اگر وہ طلبہ نابالغ ہیں تو ان کے والدین صاحب نصاب اور غنی نہ ہوں، بالغ کے لئے تو ماں باپ کا غنی ہونا مانع نہیں ہے، جب کہ وہ خود فقیر ہوں اور زکوٰۃ سے کپڑے، یا کتابیں اسی وقت دینا درست ہے کہ وہ مصرف ہوں، غنی نہ ہوں اور اغنیا کی اولاد صغار نہ ہوں، (۱) اس کی تحقیق کر لینی چاہیے۔ (۲)

(۲) معلوم کرنا ضروری ہے؛ لیکن اگر طالب علم خود کہے کہ میں غریب ہوں اور میرے والدین بھی غریب ہیں تو موافق اس کے کہنے کے اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ (۳)

(۳) ایسی حالت میں اس کو اس وقت زکوٰۃ دینا درست ہے، (۴) اور جب اس کو نفع مل جاوے گا اور وہ بقدر نصاب ہوگا تو اگر چہ سال بھر نہ گزرے تو پھر اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۹/۶-۲۲۰)

زکوٰۃ اور صدقۂ فطر وغیرہ، غیر مسلم کو دینا کیسا ہے:

سوال: مال زکوٰۃ اور گوشت قربانی اور صدقۂ فطر اور صدقۂ نذر اللہ غیر مذہب والوں کو دینا درست ہے یا نہیں

الجواب

مال زکوٰۃ غیر مذہب والوں کو دینا درست نہیں ہے، کما ورد: "**توخذ من أغنيائهم**" (الحديث)، (۵) البتہ

---

(۱) ولا إلىٰ غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أى مال كان، الخ، ولا إلىٰ طفله بخلاف ولده الكبير، الخ. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب المصرف: ۸۸/۲-۹۰)

(۲) لودفع بلا تحرلم يجزان أخطأ. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب المصرف: ۹۳/۲)

(۳) إذا شك وتحرى فوقع فى أكبررائه أنه محل الصدقة فدفع اليه أوسأمنه فدفع أوراه فى صف الفقرائفدفع فإن ظهر محل الصدقة جازبالاجماع وكذا ان لم يظهر حاله عنده. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة، باب المصارف: ۱۹۰/۱، ظفير)

(۴) مصرف الزكاة، الخ، هوفقرى وهومن له أدنىٰ شئ أى دون نصاب غيرنام مستغرق فى الحاجة. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۷۹/۲-۸۰، ظفير)

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى اليَمَنِ، فَقَالَ: ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ. (صحيح البخاری، باب وجوب الزكاة، رقم الحديث: ۱۳۹۵، انيس)

سوائے مال زکوٰۃ کے صدقہ نذر اللہ یا گوشت قربانی اور صدقۂ فطر غیر مذہب والوں کو دینا درست ہے، **کما فی الدر المختار** :'' **وجاز دفع غیرها، الخ، أی غیر الزکاۃ إلیه أی الذمی ولو واجباً کنذر وکفارۃ وفطرۃ، الخ**''. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۲۰/۶)

جن کے مندرجہ ذیل اوصاف ہوں، ان کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے:

سوال: کچھ روپیہ زکوٰۃ کا یہاں کے مساکین کے لیے رکھ لیا تھا؛ لیکن چند روز سے ارادہ بدل گیا، وجہ یہ ہوئی کہ اکثر یہاں کے لوگ محض نام کے مسلمان ہوتے ہیں، کوئی بات ان میں مسلمانی کی نہیں ہے، عقائد، عبادات، معاملات سب خراب ہیں، عقائد کی یہ حالت ہے کہ ایک قوم یہاں فقیر ہے، جو بہت مشرک سمجھی جاتی ہے، ان کی حالت یہ ہے کہ ایک شخص جو میرے یہاں ملازم ہے، چوری وغیرہ کے تذکرہ پر کہنے لگے کہ صاحب اگر آپ کا غلہ وغیرہ میں چوری کرتا ہوں تو بیل ہو کر آپ کا دانہ دانہ بھروں، یہ حالت اچھے لوگوں کی ہے، عوام تو ان سے بڑھ کر ہیں، ایسے شخص کو مسلمان کہنا، یا مسلمان کا برتاؤ کرنا کیسا ہے؟ شرک بدعت، تعزیہ پرستی وغیرہ ان کا کام ہے۔ اللہ ورسول کو جانتے ہی نہیں، نماز نہ روزہ، جھوٹ، فریب، زنا، چوری کو برا نہیں جانتے، بچنا تو درکنار، بعث بعد الموت کو جانتے ہی نہیں، ایسی حالت میں ان کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے، اگر جائز ہو تو خیر، ورنہ شاہ آباد اور آرہ کے مظلومین کی حالت تو آپ نے اخباروں میں دیکھی ہوگی، میرا جی چاہتا ہے کہ ان کے پاس بھیج دوں؛ لیکن وہاں بھی مذکورہ بالا شبہ ہے؛ بلکہ گمان غالب ہے کہ وہ اس سے بدتر حالت میں ہوں گے۔ اس صورت میں کیا کیا جاوے؟

الجواب

اپنی بستی کے ان لوگوں کو جن کا حال آپ نے لکھا ہے، زکوٰۃ دینا درست ہے، پس جو کچھ رقم آپ نے زکوٰۃ کی ان لوگوں کے لیے رکھی ہے، وہ انھیں کو دینا درست ہے؛ کیوں کہ اپنے اہل شہر غربا کا بھی حق ہے؛ بلکہ زیادہ حق ہے اور شاہ آباد کے مظلومین اگرچہ زیادہ مستحق ہیں؛ مگر اس میں خرچ کرنے والے کی بے احتیاطی کا اندیشہ ہے، جس سے یہ خوف ہے کہ زکوٰۃ ادا نہ ہو؛ کیوں کہ ادائے زکوٰۃ میں تملیک فقرا کی شرط ہے، جس کی وجہ سے کسی مسجد اور مکان وغیرہ کی مرمت و درستی میں صرف اس کا درست نہیں ہے اور تجہیز و تکفین میت میں بھی صرف کرنا درست نہیں ہے۔ پس معلوم نہیں کہ جس کے پاس رقم بھیجی جاوے گی، وہ اس شرط کا پورا لحاظ کرے گا، یا نہ کرے گا اور وہ مصاف زکوٰۃ سے پوری طرح واقف ہو، یا نہ ہو، آپ کے اہل شہر جن کا حال آپ نے لکھا ہے، اگرچہ خرابی ان کے اعمال اور عقائد کی ظاہر ہے؛

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف: ۹۲/۲، ظفیر
مگر مسلمان فقرا کو دینا بہتر ہے۔
واختلفوا فی صدقة الفطر والنذر والکفارات قال أبو حنیفة و محمد رحمهما اللّٰه تعالیٰ: یجوز الا ان فقراء المسلمین أحب إلینا، کذا فی شرح الطحاوی. (الفتاویٰ الهندیة، باب السابع فی المصارف: ۱۸۸/۱، ظفیر)

مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ جب کہ وہ کلمہ گو اور مدعی اسلام ہیں، اگرچہ اعمال وعقائد ان کے خراب ہیں تو عموماً ان کی تکفیر کا حکم نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں جس خاص شخص سے کوئی کلمہ موجب کفر سنا گیا، یا اس کا حال محقق طور سے معلوم ہو گیا کہ اس کے عقاید کفریہ ہیں تو اس پر حکم کفر کر دیا جاوے گا؛ مگر عموماً عام مسلمانوں پر ایسا حکم نہ کیا جاوے گا۔ پس جب حکم کفر عموماً ان پر عائد نہیں کیا جا سکتا تو زکوٰۃ دینا ان کو درست ہے کہ غریب محتاج ہیں اور اپنے پڑوسی میں زکوٰۃ کے دینے میں اسی جزو کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ اپنے شہر کے ہیں، غریب محتاج ہیں، اس سے زیادہ کنج وکاؤ کی حاجت نہیں ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے ارادہ کیا صدقہ دینے کا (عام ہے کہ وہ صدقہ نفل ہو، یا فرض؛ یعنی زکوٰۃ) اول دن چور کو دیا گیا، پھر دوبارہ زانیہ عورت کو دیا گیا، پھر غنی کو دیا گیا، اس کو اس کا افسوس ہوا تو اس کو خواب میں یہ کہا گیا کہ تیرے تینوں صدقے قبول ہوئے کہ چور کو شاید عبرت ہو، وہ چوری سے تائب ہو جائے اور زانیہ زنا سے توبہ کر لیوے اور غنی کو نصیحت ہو کہ وہ بھی صدقہ زکوٰہ وغیرہ دینے لگے، انتہیٰ مختصراً۔(۱) اور تینوں صورتوں میں ہمارے فقہاء حنفیہ بھی ادائے زکوٰۃ کے قائل ہیں۔

درمختار میں ہے: **(دفع بتحر) لمن يظن مصرفاً (فبان أنه عبده أو مكاتبه أو حربي ولو مستامناً أعادها) لما مر، (وإن بان نمناه أو كونه ذمياً أو أنه أبوه أو إبنه أو امرأته أو هاشمي، لا) يعيد؛ لأنه أتى بما في وسعه، الخ.** (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۲۱-۲۲۲)

نیوتہ کا بقیہ روپیہ نصاب برابر ہو؛ مگر وصول نہیں ہوا ہے تو زکوٰۃ دی جائے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص کے نیوتہ کا روپیہ ہے جو نصاب کو پہنچتا ہے اور وہ وقت معہود پر ملے گا؛ لیکن اس وقت وہ فقیر اور مسکین ہے، ایک شخص نے اس کو زکوٰۃ کا روپیہ دے دیا تھا۔ آیا اس کی زکوٰۃ ادا ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

نیوتہ کا روپیہ جو لوگوں کے ذمہ ہے، اس کے نہ آنے اور وصول ہونے اور نہ ہونے میں تردد ہے؛ اس لیے اگر اس کو زکوٰۃ دی جاوے گی، ادا ہو جائے گی؛ کیوں کہ سردست وہ فقیر ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۳۰)

ماہوار آمدنی کافی ہو؛ مگر صاحب نصاب نہیں تو زکوٰۃ لے سکتا ہے، یا نہیں:

سوال (۱) جس شخص کی ماہواری آمدنی معقول ہو لیکن سال بھر تک اس کے پاس قدر نصاب جمع نہیں رہتا اور وہ صاحب زکوٰۃ نہیں ہے، ایسے شخص کو مال زکوٰۃ یا صدقہ نافلہ سے دینا اور اس کو لینا کیسا ہے؟

---

(۱) دیکھئے: مشكوٰة المصابيح: باب الإنفاق وكراهية الإمساك، الفصل الأول، عن أبي هريرة، ص: ۱٦٥، ظفير

(۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصر: ۲/۹۲-۹۳، ظفير

(۳) ويجوز صرفها إلى من لايحل له السول إذا لم يملك نصاباً. (الفتاوىٰ الهندية، باب المصارف: ۱/۱۸۹، ظفير)

مسلمان سپاہی پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا کیسا ہے:

(۲) جنگ میں جو مسلمان سپاہی مجروح ہوتے ہیں، ان کی ضروریات کا سامان مال زکوٰۃ سے خرید کر بھیجنا، یا نقد روپیہ اس کو اسطے بھیجنا کہ ان کی ضروریات میں صرف کیا جاوے، درست ہے، یا نہیں؟ زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

(۱) اس کو مال زکوٰۃ، یا صدقہ نافلہ دینا درست ہے اور اس کو لینا بھی جائز ہے۔(۱)

(۲) زکوٰۃ میں تملیک فقیر ضروری ہے؛ یعنی مالک بنانا ایسے شخص کو جو مالک نصاب نہ ہو لازم ہے، پس اگر مجروحین مسلمین کے پاس پہنچنا زکوٰۃ کا جو کہ مالک نصاب نہ ہوں یقین ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگی، ورنہ نہیں۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۳۲-۲۳۳)

زکوٰۃ کے روپے سے چاول خرید کر فقیروں کو بھیک دی، نیت سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے:

سوال: زکوٰۃ کے روپے سے چاول خرید کر سال بھر تک فقیروں کو بھیک دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

ادا ہو جاوے گی۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۳۳)

بلا تملیک مطبخ سے کھانا دینا کیسا ہے:

سوال: اگر مہتمم مدرسہ زکوٰۃ کے روپے سے مطبخ قائم کرے اور بلا تملیک طلبۂ مدرسہ کو کھانا کھلائے، تو اس صورت میں تملیک ہو جائیگی یا نہیں، حالاں کہ طلبہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنے کھانے کو لے جاویں، یا جس کو جی چاہے کھلاویں، اگر نہیں تو کون سی ایسی صورت ہوگی، جس سے زکوٰۃ کا روپیہ اپنے مصرف میں صرف ہو؟

الجواب

زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے اور یہ صورت طلبہ کو کھانا کھلانے کی جو آپ نے لکھی ہے، تملیک کی صورت نہیں ہے، اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اس کی تدبیر یہ ہے کہ اول نقد روپیہ، یا اجناس زکوٰۃ کی تملیک کرادی جائے، پھر اس کی طرف سے داخل مدرسہ کر کے کھانا طلبہ کو کھلایا جائے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۳۴)

---

(۱) ویجوز دفعها إلٰی من یملک أقل من النصاب وإن کان صحیحاً مکتسباً کذا فی الزاهدی.(الفتاویٰ الهندیة،باب المصارف:۲/۱۸۹،ظفیر)

(۲) ویشترط أن یکون الصرف تملیکا.(الدر المختار علٰی هامش رد المحتار،باب المصرف:۲/۸۵،ظفیر)

(۳) وجاز دفع القیمة فی زکاة وعشر،الخ.(الدر المختار،کتاب الزکاة،باب الغنم:۲/۲۹،ظفیر)

(۴) وحیلة التکفین أن یتصدق بها علٰی فقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لهما وکذا فی تعمیر المسجد.(الدر المختار علٰی هامش رد المحتار،کتاب الزکاة:۲/۱۶،ظفیر)

گھر پر صاحب نصاب ہے اور پردیس میں مفلوک الحال تو وہ زکوٰۃ لے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص اپنے مکان پر صاحب نصاب ہے اور وطن سے باہر سو دوسو کوس پر ہے، وہاں صاحب نصاب نہیں؛ بلکہ تنگ دست ہے اور امامت کرتا ہے، اس کے سوا اور کوئی ذریعہ گزر کا نہیں ہے، ایسے شخص کو زکوٰۃ وصدقہ فطر وقربانی کی کھال کا روپیہ لینا جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

مسافر اگر سفر تنگ دست ہو، اس کو زکوٰۃ وغیرہ دینا اور لینا درست ہے؛(۱) لیکن امام مسجد کو بوجہ امامت کے زکوٰۃ وصدقہ فطر وقیمت چرم قربانی لینا اور دینا درست نہیں ہے۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۵/۶)

مسجد، مدرسہ اور داماد کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے:

سوال: مسجد اور مدرسہ کی تعمیر میں زکوٰۃ کو صرف کرنا کیسا ہے، داماد اگر غریب ہو، اس کو دینا خواہ اس کی بیوی صاحب نصاب ہو، یا کسی مستحق کو دی جائے، غربا کو کھانا کھلایا جاوے؟

الجواب

مسجد اور مدرسہ کی تعمیر میں زکوٰۃ کو صرف کرنا درست نہیں ہے،(۳) اور اولاد کو دینا بھی درست نہیں ہے،(۴) اور داماد اگر صاحب نصاب نہ ہو، اس کو دینا درست ہے،(۵) اور دیگر مستحقین یعنی فقراء ومساکین ویتامیٰ کو دینا بھی درست اور اس روپے کا کھانا پکا کر تقسیم کر دینا بھی درست ہے مگر بٹھا کر نہ کھلاوے بلکہ ان کو تقسیم کر دے اور مالک بنا دیوے، پھر خواہ وہ وہاں اس کو کھالیں یا اپنے ساتھ لے جاویں۔(۶) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۷/۶)

زکوٰۃ کے روپے کا جمع کرنا اور اسے تجارت میں لگانا کیسا ہے:

سوال: اگر چند اشخاص دولت مند کئی ہزار روپے زکوٰۃ کا جمع کر کے چند فقیر لوگوں کے سپرد اس غرض سے

(۱) وابن السبيل وهو كل من له مال لا معه. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۸٤/۲، ظفير)

(۲) الأصل فيه قوله تعالى إنما الصدقات للفقراء والمساكين، الخ. (الهداية: ۱۸٦/۱، ظفير)

(۳) ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة ولا يصرف إلى بناء نحو مسجد، الخ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب المصرف: ۸٥/۲، ظفير)

(۴) ولا إلى من بينهما ولاد. (الدر المختار)

أي بينه وبين المدفوع إليه؛ لأن منافع الإملاك بينهم متصلة، الخ، أي أصله وإن علا كأبويه، الخ، وفرعه وإن سفل الخ كأولاد الأولاد، الخ. (رد المحتار، باب المصرف: ۸٦/۲، ظفير)

(۵) قيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب، الخ. (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۸٦/۲، ظفير)

(٦) ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة. (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۸٥/۲، ظفير)

کریں کہ وہ روپیہ حقداران زکوٰۃ کو حسب ضرورت دیتے رہیں، وہ لوگ جن کی سپردگی میں مال زکوٰۃ دیا گیا ہے، وہ اس مال کو بڑھانے کی غرض سے تجارت میں لگا سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

یہ جائز ہے کہ ایک شخص، یا چند اشخاص اپنے مال کی زکوٰۃ کا روپیہ نیت زکوٰۃ سے علاحدہ کر کے رکھیں، یا کسی کے سپرد کر دیں کہ وہ شخص حسب ضرورت اس رقم زکوٰۃ کو فقرا و مساکین پر صدقہ کرتا رہے؛(۱) مگر اس شخص کو یہ درست نہیں ہے کہ اس مال زکوٰۃ کو تجارت میں لگاوے، فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۴۰)

سو روپے آمدنی ہو اور تین سو خرچ تو اسے زکوٰۃ دینا کیسا ہے:

سوال: ایک شخص کو سو روپے سالانہ کی آمدنی اپنے مکان سے ہے اور خرچ اس کا تین سو روپے سالانہ کا ہے، اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص مصرف زکوٰۃ ہے، اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۴۰)

مستحق کو رقم نہ دی؛ بلکہ اس کے گھر کی مرمت میں خرچ کر دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں:

سوال (۱) زید زکوٰۃ کا روپیہ بکر کو دینا چاہتا ہے؛ مگر بکر موجود نہیں، زید نے زکوٰۃ کا روپیہ بکر کے مکان کی مرمت وغیرہ میں لگا دی اور بکر کو خط لکھ دیا کہ ہم نے اس قدر روپیہ تمہارے کام میں صرف کر دیا ہے، جس کے وصول کرنے کا تم سے کوئی دعویٰ نہیں۔ اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟

اجازت لے کر اس کے کام میں صرف کرے تو کیا حکم ہے:

(۲) زید نے بکر کو خط لکھا کہ اس قدر روپیہ ہم تمہارے فلاں کام میں خرچ کرنا چاہتے ہیں اور تم سے کبھی وصول کرنے کا ارادہ نہیں ہے، بکر نے لکھدیا کہ کردو، تب زید نے زکوٰۃ کا روپیہ مکان وغیرہ کی مرمت میں لگا دیا، اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟

---

(۱) وشرط حصة أدائها نية مقارنة له أي للأداء، الخ، أو مقارنة بعزل ما وجب كله أو كله أو بعضه، الخ. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲/۱۴، ظفير)

(۲) ولا إلیٰ غنیٰ يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية. (الدر المختار)

قال في البدائع: قدر الحاجة هو ما ذكره الكرخي في مختصره فقال: لابأس أن يعطیٰ من الزكٰوة من كان له مسكن وما يتاثث به في منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم إن كان من أهله الخ وذكر في الفتاویٰ فيمن له حوانيت ودور الغلة لكن غلتها لاتكفيه وعياله أنه فقير ويحل له أخذ الصدقة عند محمد وعليه الفتوی. (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۸۸، ظفير)

الجواب

(۱) اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی؛ بلکہ یہ ضروری ہے کہ بکر کو اول وہ روپیہ زکوٰۃ کا دے کر اس کو قطعی طور سے مالک بنادیا جاوے، پھر وہ اپنی طرف سے مکان بناوے، یا مرمت کرے۔(۱)

(۲) اس صورت میں بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ الغرض جس کو زکوٰۃ دی جاوے، پہلے اس کو مالک بنادیا جاوے، بشرطیکہ وہ مالک نصاب نہ ہو۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۴۱)

قیمت چرم قربانی اور صدقہ جمع کر کے بتدریج سال بھر میں خرچ کرنا درست ہے، یا نہیں:

سوال: قیمت چرم قربانی وصدقۂ فطر جمع کر کے سال بھر تک بتدریج خرچ کرنا، یا صدقہ فطر کی قیمت دوسری جگہ بھیجنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست ہے۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۴۱)

فدیہ روزۂ رمضان کا ایک فقیر کو دیا جائے، یا دو کو:

سوال: ایک شخص کے پاس تخمیناً چار روپے نقد قیمت فدیہ روزہ رمضان شریف کی جمع ہے، وہ ایک ہی مسکین کو دی جائے، یا دو کو بھی دے سکتے ہیں، دو مسکین کے دینے میں ادائیگی فدیہ میں تو کچھ نقصان نہیں آتا؟

الجواب

ایک شخص کو دینا اس کا ضروری نہیں ہے، کئی اشخاص مساکین کو بھی دینا درست ہے۔ فدیہ میں اس سے کچھ نقصان لازم نہ آوے گا۔(۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۴۷)

(۱،۲) ولایخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، کتاب الزکاة:۲/۱۵)

ویشترط ان یکون الصرف (تملیکًا) لا إباحة، کما مر. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب مصرف الزکاة والعشر:۲/۸۵، ظفیر)

(۳) (وافتراضها عمری) أی علٰی التراخی وصححه الباقانی وغیره. (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، کتاب الزکاة:۲/۲۷۱، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

(۴) مصرف الزکاة. (الدرالمختار)

وهو مصرف أیضا لصدقة الفطر والکفارة والنذر وغیر ذلک من الصدقات الواجبة، کما فی القهستانی. (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف:۲/۷۹)

یصرف المزکی إلٰی کلهم أوالٰی بعضهم ولو واحدا من أی صنف کان. (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب لمصرف:۲/۸٤، ظفیر)

جس کے پاس صرف ایک جانور رہو، اسے زکوٰۃ لینا کیسا ہے:

سوال: ایک شخص کے پاس صرف ایک جانور چالیس پچاس روپے قیمت کا ہے، اس کو زکوٰۃ وصدقہ وغیرہ لینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس کو زکوٰۃ وغیرہ لینا جائز ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/ ۲۵۶)

یتیم خانہ کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے:

سوال: یتیم خانہ میں زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز ہے، یا نہیں؛ کیوں کہ نابالغ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے؟

الجواب

نابالغوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے، پس یتیم خانہ میں یتامی کے خرچ کے لیے زکوٰۃ کا روپیہ دینا درست ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/ ۲۵۷)

صدقۂ فطر جس پر واجب ہے، وہ مصرف زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال(۱) جس پر صدقۂ فطر واجب ہے، وہ مصرف زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

غریب جو مالدار کے ساتھ کھانا پکائے، مصرف زکوٰۃ ہے:

(۲) مالدار اور غریب ایک ساتھ کھانا پکاتے ہیں، غیر مصرف زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) نہیں۔(۳)

(۲) وہ غریب مصرف زکوٰۃ ہے۔(۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/ ۲۶۰)

---

(۱) وإن كان عنده طعام شهر وهو يساوى مائتى درهم يجوز صرف الزكاة إليه،الخ.(الفتاوى الخانية علىٰ هامش الفتاوى الهندية،باب فيمن توضع فيه الزكاة: ۱/ ۲٦٦،ظفير)

(۲) مَصْرِفِ الزَّكَاةِ وَالْعُشْرِ، وَأَمَّا خُمُسُ الْمَعْدِنِ فَمَصْرِفُهُ كَالْغَنَائِمِ (هُوَ فَقِيرٌ، وَهُوَ مَنْ لَهُ أَدْنَى شَيْءٍ) أَيْ دُونَ نِصَابٍ أَوْ قَدْرُ نِصَابٍ غَيْرِ نَامٍ مُسْتَغْرِقٍ فِي الْحَاجَةِ(وَمِسْكِينٌ مَنْ لَا شَيْءَ لَهُ) عَلَى الْمَذْهَبِ،الخ.(الدر المختار علىٰ هامش ردالمختار،باب المصرف: ۲/ ۷۹)

بلوغ کی قید نہیں ہے؛ اس لیے نابالغ، بالغ دونوں کو دینا جائز ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۳) ولا إلىٰ غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أى مال كان.(الدر المختار علىٰ هامش در المحتار، كتاب الزكاة،باب المصرف: ۲/ ۸۸،ظفير)

(۴) مَصْرِفِ الزَّكَاةِ...،الخ.(الدر المختار علىٰ هامش ردالمختار،باب المصرف: ۲/ ۷۹)

جس بیوہ کے پاس ۳۰، ۴۰ بیگھہ زمین ہو، اسے زکوٰۃ دی جائے، یا نہیں:

سوال (۱) ایک بیوہ عورت کے پاس ۳۰، ۴۰ بیگھہ زمین ہے؛ مگر گرانی وخشک سالی کی وجہ سے اس کے پاس گزارہ کے موافق آمدنی نہیں، اگر کوئی رشتہ دار اس کو زکوٰۃ دے دے تو ادا ہوگی، یا نہیں؟

کافی آمدنی والے مقروض کو زکوٰۃ دی جائے، یا نہیں:

(۲) جس شخص کو آمدنی کافی ہو؛ لیکن وہ مقروض ہو اور قرض ادا نہ کر سکے تو اس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

(۱) اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔(۱)

(۲) اس صورت میں بھی زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۶۰/۶-۲۶۱)

زکوٰۃ کی رقم کیا ان مواقع میں دی جائے:

سوال (۱) زکوٰۃ کی رقم کسی بیت المعذورین، یا محتاجین میں معذوروں اور محتاجوں کی امداد کے لیے دی جا سکتی ہے، یا نہیں؟

(۲) کیا کسی ایسے فنڈ میں رقم زکوٰۃ بھیجتے ہوئے یہ شرط لگانا ضروری ہے کہ یہ رقم مسلمانوں ہی پر صرف کی جائے؛ کیوں کہ اگر اس کا یقین نہ ہو تو غالب ظن تو یہی ہے کہ ایسے فنڈ سے بلا لحاظ مذہب فائدہ پہنچایا جاتا ہوگا؟

الجواب

(۱،۲) زکوٰۃ میں مسلمان محتاج کو مالک بنانا رقم زکوٰۃ کا ضروری ہے، پس جس موقعہ میں یہ شبہ ہو کہ مسلمانوں کو پہنچے گی یا غیر اہل اسلام بھی اس میں شریک ہوں گے اور کسی کی ملک نہ کیا جاوے گا تو ایسے مواقع میں حیلہ تملیک یہاں کر لیا جاوے اور پھر وہاں روپیہ زکوٰۃ کا دیا جاوے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۶۲/۶)

---

(۱) وذكر في الفتاوى فيمن له حوانيت ودور الغلة لكن غلتها لاتكفيه وعياله أنه فقير ويحل له أخذ الصدقة عند محمد وفيها سئل محمد عمن له أرض يزرعها أو حانوت يستغلها أو دار غلتها ثلاثة الا ف ولاتكفي لنفقته و نفقه عياله سنة يحل له أخذ الزكاة وان كانت قيمتها تبلغ الوفا وعليه الفتوى.(ردالمحتار، كتاب الزكاة،باب المصرف: ۸۸/۲،ظفير)

(۲) ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولايملك نصاباً فاضلاً عن دينه أو كان له مال على الناس لايمكنه أخذه والدفع الٰى من عليه الدين أولٰى من الدفع إلى الفقير.(الفتاویٰ الهندية،باب المصارف: ۸۸/۱،ظفير)

(۳) ولاتدفع إلٰى ذمي لحديث معاذ.(الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار،باب المصرف: ۹۲/۲،ظفير)

وحيلة التكفين بها التصدق علٰى فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد،الخ.(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۱٦/۲،ظفير)

مستحق دوست کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے:

سوال: ایک شخص صاحب نصاب ہے اور وہ زکوٰۃ اپنے مال سے علاحدہ کر کے اپنے کسی رفیق کو دیتا ہے؛ بلکہ اس رقم زکوٰۃ سے اس رفیق کے فائدہ کے لیے تجارت کرتا ہے، آیا وہ زکوٰۃ تنہا ایک رفیق کو جو ایک قبیل دار ہے۔ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ شرعا درست ہے کہ کسی صاحب صاجت غیر مالک نصاب صاحب عیال کو زیادہ رقم زکوٰۃ کی دے دیوے؛ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ رقم اس شخص کو دے دی جائے اور اس کو مالک کر دیا جائے، پھر چاہے وہ تجارت میں لگا دے، یا خرچ کرے۔ پس یہ صورت جو سوال میں درج ہے کہ صاحب نصاب خود ہی اس رفیق کے لیے رقم زکوٰۃ کو تجارت میں لگا دیوے، درست نہیں ہے اور اس کسے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی؛ بلکہ صورت جواز یہ ہیکہ پہلے وہ رقم زکوٰۃ اس رفیق کو دے دی جاوے، پھر چاہے وہ رفیق اپنی طرف سے تجارت میں لگانے کے لیے اس کو دے دیوے، جس نے زکوٰۃ دی ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۲۶۴/۶)

جس طالب علم کے پاس دوسو روپے ہوں، کیا اس پر زکوٰۃ ہے؟ اور کیا وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے:

سوال: ایک طالب علم مسافر ہے جس کے پاس مبلغ دوسو روپے نقد اس کو مملوکہ اس کے گھر میں ہیں، مکان مسکونہ ذاتی نہیں؛ یعنی اپنی ملک نہیں، مبالغ مذکورہ پر قدرت تامہ ہے، جس وقت اور جہاں چاہے منگا سکتا ہے، ایسی حالت میں مبالغ مذکورہ پر زکوٰۃ ہے، یا نہیں؟ اور ایسے طالب علم کو زکوٰۃ لینا اور اپنے مصارف میں لانا جائز ہے، یا نہیں؟ نیز مسجد میں جو کھانا آتا ہے، وہ کھانا اور مسجد کے تیل سے مطالعہ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار، باب المصرف میں ہے: ''**وابن السبیل وهو کل من له مال لامعه، الخ**''. (۲)

پس طالب علم مسافر مذکور کو اس روایت کے موافق زکوٰۃ لینا درست ہے؛ مگر ایسے شخص کو زکوٰۃ لینا وصدقہ کا کھانا اور تیل وغیرہ لینا اچھا نہیں؛ بلکہ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ ایسا شخص قرض لے کر اپنی کارروائی کرے اور اپنے روپے میں سے ادا کر دیوے، **کما فی الشامی: والأولٰی له أن یستقرض إن قدر ولایلزمه ذلک**. (۳)

---

(۱) مصرف الزکاة، الخ، فقیر هو من له أدنٰی شئ أی دون نصاب، الخ، ویشترط أن یکون الصرف تملیکًا، الخ، أعطاء فقیر نصابا أو أکثر إلا إذا کان المدفوع إلیه مدیونا أو کان صاحب عیال بحیث لو فرقه علیهم لایخص کلا، أو لایفضل بعد دینه نصاب فلا یکره، فتح. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۷۹/۲، ظفیر)

(۲) الدر الختار علٰی هامش ردالمختار، باب المصرف: ۸٤/۲، ظفیر

(۳) الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۸٤/۲

اورزکوٰۃ اس روپے کی اس کے ذمہ بعد ملنے روپے مذکورہ کے سنین ماضیہ کی بھی لازم ہوگی۔فقط
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۶۵-۲۶۶)

غیر مسلم کے قبضہ سے مساجد واگزاری کے لیے زکوٰۃ کے روپے خرچ نہیں کر سکتے:

سوال: ہمارے شہر میں چند مساجد اور مقابر غیر مسلم کے قبضہ میں آگئے ہیں اوران میں نہایت بے ادبی ہوتی ہے،آیاان کو چھوڑانے میں زکوٰۃ کا روپیہ کام آسکتا ہے، یا نہ؟

الجواب

زکوٰۃ کے روپے سے یہ کام نہیں ہوسکتا کیونکہ زکوٰۃ کے اداء ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی محتاج یا چند محتاجوں اور مساکین کو بلا معاوضہ اس روپے کا مالک بنا دیا جاوے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۶۶)

زکوٰۃ کے روپے سے حج کرانا کیسا ہے:

سوال(۱) زکوٰۃ کے روپے سے لوگوں کو حج کرانا کیسا ہے؟

زکوٰۃ کے روپے سے قرآن خرید کر امیر وغریب میں تقسیم کرنا:

(۲) زکوٰۃ کے روپے سے قرآن خرید کر امیروں اور غریبوں اور لڑکوں کو تقسیم کرنا کیسا ہے؟

زکوٰۃ کے روپے سے باؤلی بنانا درست ہے، یا نہیں:

(۳) زکوٰۃ کے روپے سے باؤلی بنانا درست ہے، یا نہیں؟

ایک آدمی کو کتنی زکوٰۃ دی جائے:

(۴) ایک آدمی کو کتنی زکوٰۃ دینی چاہیے؟

الجواب

(۱) اگر حج کرنے والے کی وہ روپیہ ملک کر دیا جائے کہ وہ اپنا حج کرے، یا جس خرچ میں چاہے لاوے تو یہ درست ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔(۲)

---

(۱) ویشترط أن یکون الصرف تملیکا.(الدر المختار ،کتاب الزکاۃ،باب المصرف:۲/۸۵،ظفیر)

(۲) وکره إعطاء فقیر نصاباً أو أکثر إلا إذا کان المدفوع إلیه مدیوناً أو کان صاحب عیال بحیث لو فرقه علیهم لایخص کلاً، أو لایفضل بعد دینه نصاب فلایکره، فتح(.الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الزکاۃ،باب المصرف:۲/۹۳،ظفیر)
اس سے معلوم ہوکہ ایک شخص کو اتنی رقم زکوٰۃ سے حج کے لئے دینا مکروہ ہے، گو وہ فقیر مالک ہونے کے بعد اس سے حج کرے تو جائز ہوگا مگر زکوٰۃ روپے سے حج کرنا، کرانا مصارف زکوٰۃ کے منشا کے سراسر خلاف ہے، جس سے اجتناب ضروری ہے۔واللہ اعلم (ظفیر)

(۲) قرآن شریف زکوٰۃ کے روپے سے خرید کرا گر غریب لڑکوں، یا بڑوں کو تقسیم کر دیئے جاویں تو یہ جائز ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور جو قرآن شریف امیروں کو دیا، اس کی قیمت کے موافق زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، وہ پھر دینی ہوگی۔(۱)

(۳) زکوٰۃ کے روپے سے ایسا کام کرنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ زکوٰۃ کے ادا ہونے کی یہ شرط ہے کہ غربا کو اس کا مالک بنا دیا جاوے۔ مسجد، یا مدرسہ اس سے بنانا، یا چاہ و باؤلی وغیرہ میں صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اس کو پھر زکوٰۃ دینی لازم ہے۔(۲)

(۴) ایک آدمی محتاج کو نصاب سے کم زکوٰۃ دینی چاہیے، نصاب کی قدر دینا مکروہ ہے؛ لیکن اگر وہ مقروض ہو تو نصاب، یا نصاب سے زیادہ دینا بھی درست ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۷۶/۶-۲۷۴)

زکوٰۃ غیر ممالک میں بھیجنا کیسا ہے:

سوال (۱) کیا زکوٰۃ کا روپیہ غیر ممالک اسلامی میں بھی بھیجا جا سکتا ہے اور غیر ممالک کے مسلمانوں کی امداد میں صرف ہو سکتا ہے؟

زکوٰۃ سے اپنی طرف سے حج کرانا کیسا ہے:

سوال (۲): کیا زکوٰۃ کے روپے سے حج کرایا جا سکتا ہے، اگر کرایا جا سکتا ہے تو کیا اپنے عزیز و اقارب کو بھی کرا سکتے ہیں؟

الجواب

(۱) زکوٰۃ کا روپیہ غیر ممالک اسلامیہ کے مسلمانوں محتاجوں کو دینا بھی درست ہے؛ لیکن شرط یہ ہے جن کو دیا جاوے، وہ مالک نصاب نہ ہوں اور ان کو مالک بنا دیا جاوے اور اولیٰ یہ ہے کہ اپنے ملک؛ بلکہ اپنے شہر کے غربا و فقرا کو تقسیم کیا جاوے۔(۴)

---

(۱) مصرف الزكاة،الخ،هوفقير،الخ،ومسكين،الخ،ويشترط ان يكون الصرف تمليكاً.(الدر المختار، كتاب الزكاة:۷۹/۲،باب مصارف الزكاة والعشر،ظفير)

(۲) ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا اباحة كمامر، لايصرف إلىٰ بناء نحومسجد ولا إلىٰ كفن ميت وقضاء دينه.(الدرالمختار)وفي رد المحتار:نحومسجد كبناء القناطروالسقايات واصلاح الطرقات وكرى الأنهاروالحج والجهاد وكل مال لاتمليك في زيلعي .(الدر المختارمع رد المحتار، كتاب الزكاة،باب المصرف:۸۵/۲،ظفير)

(۳) وكره اعطاء فقيرنصابا إلا إذاكان المدفوع إليه مديونا أوكان صاحب عيال،الخ. لايكره.(الدرالمختار، كتاب الزكاة،باب المصارف:۹۳/۲،ظفير)

(۴) وكره نقلها إلىٰ قرابته إلخ.أوأحوج أوأصلح أوأورع أوأنفع للمسلمين (درمختار)قوله كره نقلهااى من بلد الىٰ بلداخرلان فيه (عاية حق الجوارفكان اولىٰ زيلعي والمتبادرمنه أن الكراهة تنزيهية تامل فلوتقلهاجازلأن المصرف مطلق الفقراء، ردالمحتارباب المصرف:۹۳/۲،ظفير)

(۲) زکوٰۃ کے روپے سے اپنا حج کرانا درست نہیں ہے، البتہ یہ جائز ہے کہ کسی فقیر کو زکوٰۃ کے روپے کا مالک بنادی جاوے، پھر خواہ وہ اپنا حج کرے، یا دیگر مصارف میں صرف کریں، اس کو اختیار ہے۔غرض یہ ہے کہ زکوٰۃ کے روپے میں مالک بنادینا محتاج کو شرط ہے، بدون اس کے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۷۷-۲۷۸)

زکوٰۃ کے روپے سے مدرسہ کے لیے مکان خریدنا جائز نہیں:

سوال: زید وعمرو غیرہ کی طرف سے ایک مدرسہ اسلامیہ جاری ہے، اب ان کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ وہ مدرسہ کا خرچ نہیں اٹھا سکتے اور زکوٰۃ کے روپے سے مکان خرید کر اس کی آمدنی سے تنخواہ مدرسین وغیرہم کی دینا چاہتے ہیں، یہ صورت جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

زکوٰۃ کے روپے سے مکان خریدنا بغرض مذکور شرعاً جائز نہیں ہے، اس میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی؛ لیکن فقہا نے اس قسم کے امور کے جواز کی یہ صورت لکھی ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ اول کسی ایسے شخص کی ملک کر دیا جاوے، جو کہ مصرف زکوٰۃ ہو؛ یعنی وہ شخص مالک نصاب نہ ہو، پھر وہ شخص اس روپے کو اپنی ملک اور قبضہ میں لے کر غرض مذکور میں صرف کرے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۷۸-۲۷۹)

ملک نصاب مطلقاً مانع اخذ زکوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: ملک نصاب مطلقا مانع اخذ زکوٰۃ مفروضہ ہے، یا نہیں؟ اور جو شخص عالم غنی کے لیے زکوٰۃ لینا جائز کہتا ہے؛ یعنی نصاب کو مطلقا مانع نہیں کہتا، اس کا قول صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

مطلق ملک نصاب مانع اخذ زکوٰۃ مفروضہ نہیں، عامل ساعی اور عاشر کے لیے اخذ زکوٰۃ کو جائز رکھا گیا ہے، اگرچہ وہ غنی بھی ہوں، اسی طرح طالب علم کے لیے فقہا کی عبارات میں اخذ زکوٰۃ کا جواز پایا جاتا ہے، **كما في الدر المختار:**

وبهٰذا التعليل يقوى ما نسب للواقعات من أن طالب العلم يجوز له أخذ الزكٰوة و لو غنياً إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب و الحاجة داعية إلٰى مالابد منه، كذا ذكره المصنف، الخ. (الدر المختار، باب المصرف)(۳)

(۱) ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة ... ولا يجوز إلٰى بناء نحو مسجد. (الدر المحتار علىٰ هامش رد المحتار، باب المصرف: ۲/۸۵، ظفير)
مگر اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم رہے کہ ایک شخص کو اتنی رقم دینا کراہت سے خالی نہیں۔(ظفیر)

(۲) وحيلة التكفين التصدق بها علىٰ فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب الزكاة: ۲/۸۸، ظفير)

(۳) الدر المختار علىٰ هامش رد الحتار، باب المصرف: ۲/۸۱، ظفير

یعنی جو شخص علم شرعی کے پڑھنے میں اپنے آپ کو کسب و پیشہ سے فارغ رکھ کر علوم شرعیہ کے حاصل کرنے میں، یا دوسروں کو اس سے مستفید کرنے میں مشغول ہے، اس شخص کو اخذ زکوٰۃ جائز ہے، اگر چہ وہ صاحب نصاب بھی کیوں نہ ہو، رہا یہ کہ عالم غنی جس کے کمانے کے ذرائع موجود ہوں، اس کے لیے زکوۃ کے اخذ کا جواز عبارات فقہا سے نہیں نکلتا؛ بلکہ طالب علم کے حق میں بشرائط مذکورہ بالا اجازت دے دی گئی ہے اور علامہ شامی نے طالب علم غنی صاحب نصاب کے لیے بھی اخذ زکوٰۃ کی حرمت کو راجح فرمایا ہے اور اس جزئیہ واقعات کو ضعیف اور غیر معتمد قرار دیا ہے، حیث قال:

وهٰذا الفرع مخالف لاطلاقهم الحرمة فى الغنى ولم يعتمده أحد قلت وهو كذلك والأوجه تقييده بالفقير ويكون طلب العلم مرخصا لجواز سواله من الزكٰوة و غيرها وإن كان قادراً على الكسب إذ بدونه لا يحل له السوال،الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/ ۲۸۰)

مسافر کا قرض زکوٰۃ سے ادا کیا جائے، یا نہیں:

سوال: میں اہل نصاب مالدار ہوں، میرے مال کی زکوٰۃ کا روپیہ میرے وطن میں موجود ہے، کیا اس روپے سے کسی ایسے شخص کا قرض ادا ہوسکتا ہے، جو عالم ہو، شریف ہو، مسافر ہو، بال بچہ دار ہو، مقروض ہو؟

الجواب

اگر وہ عالم مسافر مالک نصاب نہیں ہے؛ بلکہ مقروض ہے اور رسید نہیں ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا اور اس قدر روپیہ زکوٰۃ کا دینا جس سے اس کا قرض اتر جاوے، درست ہے۔

كما قال اللّٰه تعالىٰ:﴿انما الصدقٰت للفقراء و المساكين﴾(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/ ۲۸۱)

فی سبیل اللہ میں کون لوگ داخل ہیں:

سوال: آیت کریمہ ﴿**إنما الصدقات للفقراء**﴾ (الآية) میں وفی سبیل اللہ میں کون کون سے مصارف داخل ہیں؟ عملہ و دفتر انجمن ہائے تبلیغ وحفاظت اسلام کی تنخواہ اور مصارف خوراک وسفر وغیرہ اس میں داخل ہیں، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے:

”وفى سبيل اللّٰه وهو منقطع الغزاة وقيل الحاج وقيل طلبة العلم فسوه فى البدايع بجميع القرب،الخ“. (۳)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف:۲/ ۸۱،ظفير

(۲) سورۂ توبہ، رکوع:۸

(۳) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب المصرف:۱/ ۸۳،ظفير

غرض یہ ہے کہ فی سبیل اللہ میں بیشک موافق تفسیر صاحب بدائع کے جملہ مصارف خیر داخل ہیں؛ لیکن جو شرط ادائے زکوٰۃ کی ہے، وہ سب جگہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ بلا معاوضہ تملیک محتاج کی ہونی ضروری ہے؛ اس لیے حیلہ تملیک اول کر لینا چاہیے؛ تاکہ تملیک کے بعد تبلیغ وغیرہ کے ملازمین کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا اس کا درست ہو جاوے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۸۲/۶)

حصہ کی چیز خود زکوٰۃ میں اسی کو لوٹا دے تو کیا حکم ہے:

سوال: زید کی ہمشیرہ ہندہ کا انتقال ہو، اتر کہ میں زید نے بھی کچھ زیور پایا اور اس کو ہمشیرہ کی زکوٰۃ واجبہ میں شرعاً دینے کے لیے اپنے بڑے بھائی بکر کو دے دیا، بکر نے یہ دیکھ کر کہ زید خود مصرف زکوٰۃ ہے اور بہت مقروض ہے، اس زیور کو فروخت کر کے اس کی قیمت زید کو بہ نیت زکوٰۃ ہمشیرہ دے دی۔ اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوئی، یا نہیں؟ شبہ یہ ہے کہ زید موکل ہے اور بکر صرف وکیل ہے اور وکیل کا فعل عین موکل کا فعل ہوتا ہے تو یہ صورت ہوگئی کہ زید گویا خود ہی زکوٰۃ دیتا ہے اور خود ہی رکھ لیتا ہے؟

الجواب

وہ زیور جو زید کو ترکہ ہمشیرہ میں سے میراث میں ملا، وہ مملوکہ زید کا ہے اور جب کہ زید کے وکیل نے اس کو فروخت کر کے پھر زید کو ہی دے دیا تو اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی؛ کیوں کہ اس صورت میں زید کا مملوکہ روپیہ زید کے پاس ہی رہا۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۲۷/۶)

زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں خریدے اور اپنے مطالعہ میں رکھے، کیا حکم ہے:

سوال: اگر زکوٰۃ کے روپے سے کتابیں خرید کر اپنی ملک میں رکھیں، جس کو ضرورت ہو، وہ دیکھ لے؛ مگر کسی کو لے جانے کی اس طور سے اجازت نہیں کہ وہ مالک بن جائے۔ اس حالت میں زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۹۸/۶)

---

(۱) ولایدفع المزکی زکاۃ مالہ إلٰی أبیہ وجدہ وإن علاولا إلٰی ولدہ ولا إلٰی ولد ولدہ وإن سفل؛لأن منافع الاملاک بینھم متصلۃ فلایتحقق التملیک علی الکمال.(الھدایۃ،باب من یجوز دفع الصدقات الیہ: ۱۸۸/۲)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً.(الدر المختار علٰی ھامش رد المحتار،باب المصرف: ۸۵/۲،ظفیر)

(۲) وشرط صحۃ أدائھا نیۃ مقارنۃ لہ أی للأداء،الخ،ولایخرج عن العھدۃ بالعزل بل بالأداء للفقراء.
(الدر المختار علٰی ھامش رد المحتار، کتاب الزکاۃ: ۱٤/۲)

ومصرف الزکاۃ،الخ،ھوفقیرھو من لہ أولٰی شئ أی دون نصاب،الخ،ویشترط أن یکون الصرف تملیکا، باب المصرف: ۷۹/۲ ـ ۸۵،ظفیر

زکوٰۃ کا روپیہ بنک میں رکھے اور بوقت ضرورت صرف کرے تو کیا حکم ہے:

سوال (۱) ایک شخص کو زکوٰۃ کا روپیہ بطور چندہ وصول ہوتا ہے اور وہ اس روپے کو بنک میں بطور امانت رکھ دیتا ہے، پھر وقتاً فوقتاً بنک سے اس روپے کو لے کر زکوٰۃ کے مصرف میں صرف کرتا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ بنک میں سب کا روپیہ مخلوط رہتا ہے۔ اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوتی ہے، یا نہیں؟

حیلہ کی رقم زکوٰۃ کے ذریعہ تبلیغ میں خرچ کرنا کیسا ہے:

(۲) بعض حضرات زکوٰۃ کا روپیہ تبلیغ کے لیے دیتے ہیں اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ حیلہ کر لیا جاوے، جب کہ تملیک میں لینے والا اور دینے والا دونوں بخوبی جانتے ہیں کہ تملیک مقصود نہیں ہے تو کیا اس حیلہ سے زکوٰۃ بھی ادا ہو جاتی ہے اور وہ روپیہ اس غرض کے لیے جائز بھی ہو جاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) اس میں ضرورت اس کی ہے کہ بعد حیلہ تملیک کے اگر داخل کیا جاوے تو زکوٰۃ اس کی ادا ہوگئی ورنہ نہیں۔(۱)

(۲) یہ حیلہ فقہا نے لکھا ہے اور شرعاً جائز ہے اور یہ امور جن کو آپ نے لکھا ہے، مانع اس حیلہ سے نہیں ہیں؛ یعنی باوجود ان جملہ خیالات کے یہ حیلہ صحیح ہے اور اس حیلہ کا کر لینا ضروری ہے؛ تا کہ زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ فوراً ادا ہو جائے، پھر مہتمم وغیرہ منتظمین کو اختیار ہو جاتا ہے کہ جس مصرف مناسب میں چاہیں صرف کریں۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۱۹۹/۶)

زکوٰۃ میں جو رقم واجب ہوئی، اس کے بدلے کتاب تقسیم کر دی تو کیا حکم ہے:

سوال: میں تجارت پیشہ شخص ہوں، اس سال کی زکوٰۃ کی جتنی رقم نکلی تھی، اس کی بجائے میں نے کتابیں طلبا کو دے دی ہیں، زکوٰۃ ادا ہوگئی اور کوئی نقص تو اس میں نہیں ہے؟

الجواب

اس صورت میں کتابوں کی قیمت مذکورہ لگا کر کتابیں زکوٰۃ میں دینا درست ہے، اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور کچھ نقص اس میں نہیں ہے۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۰۰/۶)

---

(۱) اس لیے کہ وہ روپیہ اب زکوٰۃ کا باقی نہ رہا؛ بلکہ کسی شخص معین کی ملکیت میں داخل ہو گیا، زکوٰۃ حیلہ کے وقت ادا ہو چکی۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۲) حیلہ کے مسائل کا حوالہ بار بار دیا جا چکا ہے، حیلہ کی اصل یہی ہے کہ قانونی اور اصولی بات طے ہو جاتی ہے، مثلاً زکوٰۃ کا مصرف فقیر و مستحق ہے، وہ اسے مل گئی اب وہ بحیثیت مالک ہونے کے جو چاہے کر سکتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ حیلہ خواہ مخواہ کرنا مناسب نہیں ہے؛ اس لیے کہ زکوٰۃ کے مصارف متعین ہیں، حیلہ کے بعد جو اصل مستحقین ہیں، وہ عملاً محروم رہ جاتے ہیں؛ اس لیے حیلہ کی صورت انتہائی مجبوری میں اختیار کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم (ظفیر غفرلہ)

(۳) وجاز دفع القیمة فی زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب زكاة الغنم: ۲۹/۲، ظفیر)

اگر لینے والے کو زکوٰۃ کی خبر نہ ہو تو زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں:

سوال: مدارس میں زکوٰۃ کے روپے سے چندہ دیا جاتا ہے اور دینے والے کہتے ہیں کہ ہم زکوٰۃ کا روپیہ دیتے ہیں؛ مگر لینے والا نہیں جانتا کہ کیسا روپیہ ہے، اس میں زکوٰۃ ادا ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس طرح لوگوں کا روپیہ مدرسہ میں دینا درست ہے؛ مگر لینے والے کو چاہیے کہ وہ اس طرح صرف کرے کہ جس میں دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جاوے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۰۰)

زکوٰۃ کا غلہ بیچ کر کپڑا بنا دینا درست ہے:

سوال: اگر کوئی زکوٰۃ کا غلہ فروخت کر کے کسی مسکین کو کھانا کھلا دے، یا کپڑے بنا دے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست ہے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۰۱)

نہر زبیدہ کی صفائی میں زکوٰۃ خرچ کرنا درست نہیں:

سوال: نہر زبیدہ کی صفائی میں زکوٰۃ کا روپیہ اگر صرف کیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی، یا نہ؟

الجواب

زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ کسی محتاج کو اس کا مالک بنایا جاوے، اسی وجہ سے فقہاء لکھتے ہیں کہ مسجد کی تعمیر میں بھی صرف کرنا زکوٰۃ کا درست نہیں۔ پس نہر مذکور کی صفائی میں خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۰۱)

زکوٰۃ کے روپے سے مدرسہ کی تعمیر درست نہیں:

سوال: زکوٰۃ کے روپے سے مدرسہ کی تعمیر کرا سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

زکوٰۃ کے روپے سے مدرسہ، یا مسجد کی تعمیر کرانا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ زکوٰۃ میں تملیک فقراء شرط ہے، بدون مالک بنانے فقرا کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔(۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۰۱)

---

(۱) وشرط حصة أدائها نية مقارنة للأداء، الخ، أو نوی عند الدفع للوكيل ثم دفع الوكيل بلا نية أو مقارنة بعزل ماوجب كله أو بعضه. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۱٤، ظفير)

(۲) وجاز دفع القيمة فی زكاة وعشر وخراج. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب الغنم: ۲/۲۹، ظفير)

(۳) ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة، الخ، لايصرف إلیٰ بناء نحو مسجد ولا إلیٰ كفن ميت. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصارف: ۲/۸۵، ظفير)

(۴) ويشترط أن يكون الصرف ...، الخ. (الدرالمختار علی هامش رد المحتار: ۲/۸۵) ==

مصارف زکوٰۃ:

سوال (۱) ایک شخص کی سالانہ آمدنی دس من غلہ اور (۵) روپیہ نقد ہے اور دو بہن بھائی کھانے والے ہیں اور آمدنی کبھی وصول ہوتی ہے، کبھی نہیں، تو یہ شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے، یا نہ؟

آمدنی والے کو زکوٰۃ:

(۲) ایک شخص کی آمدنی ۵۰/ یا ۶۰/ روپے ہے تو یہ شخص بھی زکوٰۃ لے سکتا ہے، یا نہ؟

الجواب

(۱) لے سکتا ہے۔(۱)

(۲) اس صورت میں وہ غنی ہے، زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۲/۶)

مانگنا جن پر حرام ہے، ان کو زکوٰۃ کی رقم دینا کیسا ہے:

سوال (۱) بر شخصیکہ سوال شرعاً حرام است اورا دادن چہ حکم دارد؟

حکم چرم قربانی:

(۲) قیمت پر چرم قربانی حکم صدقات فریضہ دارد، یا نافلہ؟

الجواب

(۱) **"ویأثم معطیه إن علم بحاله لإعانته علی المحرم"**.(۳)

درمختار اور شامی میں شرح مشارق سے یہ نقل کیا ہے کہ قیاس یہی ہے کہ دینے والا آثم ہو؛ لیکن اس کو ہبہ علی الغنی خیال کر کے دینے والے کو آثم نہ کہا جاوے گا، پھر اس میں بھی کچھ بحث کی ہے، بہر حال باوجود علم حال سائل وغنی کو دینا اچھا نہیں ہے۔

== "هٰكذا فی كتب الفقه والحيلة "(وحيلة التكفين بها التصدق علٰی فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا فی تعمير المسجد وتمامه فی حيل الاشباه. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۱۶/۲، ظفير)

(۱) مصرف الزكٰوة الخ فقير الخ أی دون نصاب أو قدر نصاب غير نام مستغرق فی الحاجة. (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصارف: ۷۹/۲-۸۰، ظفير)

(۲) ولا إلٰی غنی يملک قدر نصاب فارغ عن حاجة الأصلية. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصارف: ۸۸/۲)

یہ ۱۳۳۲ھ کی بات ہے، اب چالیس پچاس روپے کمانے والا غنی نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۳) الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار: ۹۵/۲، ظفير

(۲)　حکم صدقات واجبہ دارد۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۰۳)

زکوٰۃ کا روپیہ مردہ کے ایصال ثواب کے لیے دینا کیسا ہے:

سوال: زکوٰۃ کا روپیہ مردہ کو دینا اس طور سے کہ اس کی طرف سے کھانا پکوا کر فقیروں کو دیا جائے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

زکوٰۃ کا روپیہ مردہ کو دینا جس طریق سے آپ نے لکھا ہے، درست نہیں ہے۔ (۱) مردہ کی طرف سے روپے کا کھانا پکوا کر کھلایا جائے، یا کپڑا محتاجوں کو دیا جائے، غرض یہ کہ جس طرح دیا جائے، اپنی طرف سے ہی زکوٰۃ کی نیت سے دیا جاوے، اس کا ثواب کسی میت کو نہ پہنچایا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۰۴)

پیشہ ور فقیروں کو زکوٰۃ دینا درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو لوگ سوال پیشہ ہیں، ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے فقیروں کو جن کا پیشہ مانگنے کا ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ لوگ اکثر متمول ہوتے ہیں، دینا درست نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۰۴)

ہندو فقیر کو دینا کیسا ہے:

سوال: ہندو فقیر کو اللہ کے واسطے دینا، یا زکوٰۃ دینا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ہندو فقیر محتاج کو اللہ کے واسطے دینا درست ہے؛ لیکن زکوٰۃ کا روپیہ ہندو کو دینا درست نہیں ہے۔ (۲)
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۰۴)

نابالغ کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال: نابالغ کو زکوٰۃ دینے سے ادا ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ہو جاتی ہے۔ (۳) (بشرطیکہ اس کا باپ غنی نہ ہو)۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۰۶)

---

(۱)　ولایکفن بہامیت لانعدام التملیک وھو الرکن. (الھدایة، کتاب الزکاة، باب المصارف: ۱/۱۸۸، ظفیر)

(۲)　ولایجوز أن یدفع لا زکاة إلی ذمی ویدفع إلیه ما سوی ذلک من الصدقة. (الھدایة، کتاب الزکاة باب المصرف: ۱/۱۸۷، ظفیر)

(۳)　دفع الزکاة إلی صبیان أقاربه برسم عید أو إلی مبشر أومھدی الباکورة جاز. (الدرالمختار)　==

تعمیر درسگاہ میں زکوٰۃ کا روپیہ لگانا کیسا ہے:

سوال: ایک صاحب انجمن کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا چاہتے ہیں؛ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا زکوٰۃ کا روپیہ طلبہ وتعمیر درسگاہ اور تنخواہ مدرسین میں صرف ہوسکتا ہے؟

الجواب

طلبا کے مصارف خوراک وپوشاک وغیرہ میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا چاہیے، تعمیر درسگاہ اور تنخواہ مدرسین میں سے کسی مد میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف نہیں ہوسکتا ہے؛ مگر اس حیلہ سے کہ وہ روپیہ کسی غیر صاحب نصاب کی ملک کرادیا جاوے کہ زکوٰۃ ادا ہوجاوے، پھر وہ شخص اپنی طرف سے تعمیر مدرسہ وغیرہ میں صرف کردے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/ ۲۰۷-۲۰۸)

زکوٰۃ کی رقم سے ارباب مدرسہ قرض دے سکتے ہیں، یا نہیں:

سوال (۱) مہتمم مدرسہ، یا اراکین مدرسہ کو بلااجازت معطیین کے زکوٰۃ، یا دیگر صدقات میں سے قرض دینا، یا قرض لے کر اور مدرسین کی تنخواہ میں صرف کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

زکوٰۃ کو حیلہ کے ذریعہ تنخواہ میں خرچ کرنا کیسا ہے:

(۲) مہتمم، یا اراکین مدرسہ اس حیلہ سے کہ اول قیمت چرم قربانی، یا زکوٰۃ بلااجازت عطا کنندگان کے کسی طالب علم کو دے دے، پھر ان سے واپس لے کر تنخواہ مدرسین وملازمین میں صرف کردے، یہ صرف کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) ظاہر ہے کہ جائز نہیں ہے۔(۲)

(۲) ایسے حیلہ کو فقہا جائز رکھا ہے۔ (کذا فی الدر المختار) (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/ ۲۰۸)

کسی بھی خدمت کے معاوضہ میں زکوٰۃ لینا اور دینا درست نہیں ہے:

سوال: دائن زکوٰۃ کا پسر حافظ ہے اور وہ رمضان میں قرآن پاک سناتا ہے، مسجد کے پیش امام جو حافظ ہیں اور سنانے والے کے استاد بھی ہیں، وہ پیچھے سنتے ہیں، ایسی صورت میں رقم زکوٰۃ سے بطور نذرانہ کچھ پیش امام کو دینا جائز ہوگا، یا نہیں؟

== (قوله: إلى صبيان أقاربه) أي العقلاء وإلا فلا يصح إلا بالدفع إلى ولي الصغير. (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۹٦/۲، ظفير)

(۱) وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۱٦/۲، ظفير)

(۲) ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء. (رد المحتار، كتاب الزكاة: ۱٥/۲)

(۳) دیکھئے: رد المحتار، كتاب الزكاة: ۱٦/۲

الجواب

ان حافظ صاحب سامع کو زکوٰۃ دینا بمعاوضہ اس سننے کے جیسا کہ دستور ہے، جائز نہیں ہے اور درحقیقت یہ نذرانہ نہیں ہے؛ بلکہ معاوضہ ہے اس خدمت سننے قرآن شریف کا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۱۲-۲۱۳)

فدیہ کی رقم مستحق اصول وفروع، یا شوہر کو دینا کیسا ہے:

سوال (۱) ہندہ فوت ہوئی اور اس نے مثلا سو روپے کے متعلق یہ وصیت کی کہ یہ رقم میری چار سو قضا نمازوں کے فدیہ میں دے دی جاوے تو وصی کو اس رقم کا حاجت مند اصول وفروع، یا زوج ہندہ کو دے دینا جائز ہے، یا نہیں؟

پوری رقم ایک شخص کو دینا جائز ہے، یا نہیں:

(۲) اس رقم کا کسی ایک مستحق کو یک بارگی دفعتاً دے دینا روا ہے، یا نہیں؟

زکوٰۃ کا فدیہ وصی کے اصول وفروع کو دینا کیسا ہے:

(۳) زید نے وصیت کی کہ میرے ذمہ زکوٰۃ باقی ہے، بعد میری وفات کے میرے ترکہ سے ادا کردینا تو وصی کو اس رقم زکوٰۃ کا زید کے حاجت مند اصول وفروع کو دے دینا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اسی طرح وصی اپنے حاجت مند اصول وفروع کو یہ رقم زکوٰۃ دے سکتا ہے، یا نہیں؟

وکیل مؤکل کے اصول وفروع پر خرچ کرسکتا ہے، یا نہیں:

(۴) زید نے اپنی حیات میں کسی کو وکیل کیا کہ یہ رقم زکوٰۃ کی مستحقین پر تقسیم کردو تو وکیل اس کو زید کے اصول وفروع محتاجین پر تقسیم کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اور اسی طرح اپنے اصول وفروع پر بھی تقسیم کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) ہندہ کے اصول وفروع وزوج کو دینا جائز نہ ہوگا۔(۲)

(۲) اس میں وہی تفصیل ہے، جو درمختار میں ہے: ”**وكره اعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً أو كان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لايخص كلاً أو لا يفضل بعد دينه نصابا فلا يكره**“.(۳)

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ (سورة التوبة: ٦٠)

(۲) ولايدفع المزكي زكاة ماله إلى أبيه وجده وإن علا ولا إلى ولده وإن سفل، إلخ، ولاتدفع المرأة إلى زوجها. (الهداية، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات: ١/١٨٨، ظفير)

(۳) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ٢/٩٣، ظفير

(۳) زید کے اصول وفروع کو دینا درست نہیں ہے،(۱) اور وصی اپنے اصول وفروع فقرا کو دے سکتا ہے۔
”وللوكيل أن يدفع لولده الفقير وزوجته،الخ“.(۲)

(۴) زید کے اصول وفروع کو نہیں دے سکتے اور اپنے اصول وفروع فقرا کو دے سکتا ہے، کما مر۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۴۸-۲۵۰)

زکوٰۃ سے طبی امداد:

سوال: دریافت طلب امر یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مصرف اس طبی امدادی فنڈ میں لگایا جاسکتا ہے، یا نہیں؟

اس کا اشتہار یہ ہے:

طبی امدادی فنڈ: ہمارے شہر بھٹکل کی آبادی روز بروز بڑھتی جارہی ہے اور بیماریوں کی بھی کثرت ہورہی ہے، ڈاکٹروں کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی ہے اور میونسپلٹی کی طرف سے کوئی انتظام نہیں ہے، بعض مسلمان ڈاکٹر غریب اور مزدوروں پر رحم کھا کر یا تو اُدھار دوا دے دیتے ہیں، یا ان پر مہربانی کرتے ہیں؛ مگر ہمارے شہر میں کوئی ایسا انتظام نہیں ہے، جہاں پر غریب عوام بیماری میں دوادارو کے لیے کچھ اعانت طلب کرسکیں۔ بعض ایسے مریضوں کو بھی دیکھا گیا ہے، جن کو ڈاکٹر مشورے کے مطابق بھٹکل سے باہر جاکر علاج کرنا چاہیے؛ مگر بغیر خرچ اور دوسرے انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے گھٹتے رہتے ہیں۔

مجلس اصلاح وتنظیم نے اس سلسلے میں بہت غور کیا اور ایک مرتبہ ڈاکٹروں کو بلا کر مشورے بھی کئے، آخر ہم نے یہ طے کرلیا ہے کہ مجلس کے زیر اہتمام ایک طبی امادی فنڈ قائم کیا جائے؛ تاکہ قوم کے امیر لوگ تعاون کر کے مجبور اور غریب مریضوں کو کچھ سہارا دے سکیں، ابھی ہم لوگوں کو اور بھی ضرورت ہے؛ تاکہ اپنی عورتوں کی پریشانیوں کا کچھ مداوا کرسکیں۔

(۱) اس فنڈ سے غریب مریضوں کو ان کی دوادارو کے لیے ان کی مدد کی جائے گی۔

(۲) مریضوں کے لیے ضروری چیزیں خرید کر رکھی جائیں گی اور ضرورت پر ان کو استعمال کے لیے دی جائیں گی۔

(۳) غریب مریض کے لیے ڈاکٹروں کے دیئے ہوئے مشورے پر عمل کرانے کی کوشش کی جائے گی۔

(۴) امکان میں ہوا تو مسلمان ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کر کے غریبوں کے لیے خیراتی دواخانہ کی صورت پیدا کی جائے گی، یہ سب کچھ جب ہی ممکن ہے، جب ہمارے طبی امدادی فنڈ میں دل کھول کر اپنا عطیہ عطا کریں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر دوائیں بنا کر جن کی قیمت مقدار واجب (زکوٰۃ ہو، غربا ومستحقین کو تملیکا دے دی جائیں تو زکوٰۃ ادا ہوجائے

---

(۱) ولا إلى من بينهما ولاد.(الدرالمختار)إلى أصله وإن علا كأبويه وأجداده وجداته من قبلها وفرعه وإن سفل،الخ، كأولاد الأولاد،الخ.(رد المحتار، كتاب الزكاة،باب المصرف:۸۶/۲،ظفير)

(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة:۱٤/۲ـ۱٥،ظفير

گی، یہی حکم صدقۃ الفطر اور قیمت چرم قربانی کا ہے۔(۱) ہسپتال میں مستحق اور غیر مستحق دونوں قسم کے آدمی آتے ہیں، دوا بھی اکثر اوقات تملیکاً نہیں دی جاتی، ان دونوں باتوں کی رعایت اگر کی جائے تو زکوٰۃ ادا ہونے میں تردد نہیں رہے گا۔ اگر ہسپتال میں زکوۃ کا روپیہ دیا گیا اور اس سے ذمہ داروں نے دو منگانے، بنوانے کی مزدوری دی تو اتنی مقدار زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ غرض ادائے واجب کے لیے معاملہ کی پوری تفتیش لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۹/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲۸۸/۹/۱۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۵۴۵-۵۴۶)

تبلیغی جماعت کو زکوٰۃ دینا:

سوال: زکوٰۃ کی رقم تبلیغی جماعت کے افراد پر خرچ کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور یہ کہنا کہ زکوٰۃ کا صحیح مصرف تبلیغی جماعت ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر وہ مصرف زکوٰۃ ہیں تو ان پر صرف کرنا درست ہے؛(۲) لیکن مصرف صحیح کو ان میں منحصر کرنا صحیح نہیں۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۵۴۶)

نادر طلبہ کو زکوۃ دینا:

سوال: یہاں ایک مدرسہ اسلامیہ ہے، جس کا خرچ آمد سے زیادہ ہے؛ اس لیے چندہ کیا جاتا ہے، کچھ لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں، ویسے ہم خود زکوۃ کا روپیہ لینے سے احتیاط برتتے ہیں، تملیک کو ہم بہتر نہیں سمجھتے؛ اس لیے زکوٰۃ کم ہی آتی ہے۔ آپ ہمیں بتائیں کہ اگر اتفاق سے زکوٰۃ آجائے تو ہم اس کو کسی ایسے آدمی کے بچون پر خرچ کر سکتے ہیں، جو بظاہر صاحب نصاب نہیں ہے اور خود دار بھی ہے؟ اگر اس سے کہا جائے کہ تمہارے بچوں کے سلسلہ میں کتابوں کا روپیہ اتنا ہو گیا ہے، وہ ادا کردو اور وہ مجبوری ظاہر کرے، اس پر ہم اس سے کہیں کہ ہم ان کتابوں کا روپیہ زکوٰۃ کی مد سے ادا

---

(۱) ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا إباحة کما مر، لا یصرف إلی بناء نحو مسجد ... إن الحیلة ان یتصدق علی الفقیر، ثم یأمر بفعل هذه الأشیاء، الخ(الدرالمختار)،"(قوله: نحو مسجد) کبناء القناطر، والسقایات، وإصلاح الطرقات، وکری الانهار، والحج، والجهاد، وکل مالا تملیک فیه". (ردالمحتار: ۲/ ۳٦٤، باب المصرف، سعید)

(۲) "هی تملیک جزء مال عینه لاشارع من مسلم فقیر، غیرهاشمی، ولامولاه مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ". (الدرالمختار: ۲/ ۲٥٦-۲٥۸، کتاب الزکاة، سعید)

(۳) "أما قوله تعالیٰ: ﴿وفی سبیل الله﴾(التوبة: ٦٠)عبارة عن جمیع القرب، فیدخل فیه کل من سعی فی طاعة الله و سبیل الخیرات إذا کانمحتاجا". (بدائع الصنائع: ۲/ ۲۷۱،فصل فی الذی یرجع إلی المؤدی،دارالکتب العلمیة،بیروت)

کردیں تو وہ اپنی خودداری کی وجہ سے اس پر آمادہ بھی ہو تو ہم بغیر اس پر ظاہر کئے اس کے بچوں کو ماہانہ وظیفہ مدرسے سے دے سکتے ہیں، یا مدرسہ کے نام پر آئی ہوئی زکوٰۃ کو بیواؤں، لاچاروں وتنگ دست کو دے سکتے ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زکوٰۃ لینے سے جب آپ احتیاط کرتے ہیں تو بہتر یہی ہے کہ جو شخص دے، اس کو بھی انکار دیں؛ تاہم نادار طالب علم کو زکوۃ کا پیسہ، یا مدزکوٰۃ سے قاعدہ، پارہ تملیکا دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، جب کہ وہ طالب علم سمجھ دار ہو اور مالکانہ قبضہ کی اہلیت رکھتا ہو، بالکل چھوٹا ناسمجھ نہ ہو۔(۱) مدرسہ میں خرچ کرنے کے لئے جو زکوۃ آئے اس کو بیواؤں اور مدرسہ سے غیر متعلق لاچاروں پر صرف کرنے کا حق نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۷/۴/۱۳۹۲ھ۔الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۷/۹)

صاحب نصاب کا کسی کو پڑھانے کی نیت سے زکوٰۃ سے کھالینا:

سوال: زید صاحب نصاب کسی مجبوری کی وجہ سے مدرسے کا کھانا کھائے یہ نیت کر کے کہ میں بعد میں کسی لڑکے کو پڑھادوں گا، اتنے سال جتنے کہ میں پڑھا ہوں۔ یہ صورت جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

غیر مستحق باوجود نیت مسئولہ کے کھانا زکوۃ وغیرہ نہ کھائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۰/۱۰/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۰/۱۰/۱۳۹۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۵۶۱/۹)

زکوۃ کی کتابیں صاحب نصاب کو دینا:

سوال: کسی صاحب نصاب نے اپنے زکوۃ کے روپیہ سے کتب خرید کر دوسرے عالم صاحب نصاب کو ہبہ کردیں، کیا صاحب نصاب علم کے لیے ایسی کتب لینا درست ہے، نیز ایسی صورت میں مزکی کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زکوٰۃ کا مصرف وہ ہے جو صاحب نصاب نہ ہو، لہذا صورت مسئولہ میں زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔(۳)

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱۱/۱۳۵۹ھ۔

(فتاویٰ محمودیہ: ۵۶۱/۹-۵۶۲)

---

(۱) فی التملیک إشارة أنه لا یصرف إلی مجنون وصبی غیر مراهق ... ویصرف إلی مراهق یعقل الأخذ.(رد المحتار، کتاب الزکاة،باب المصرف: ۳٤٤/۲،سعید)

(۲) ولا إلی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلیة من أی مال کان.(الدر المختار ،باب المصرف: ۳٤۷/۲،سعید)

(۳) ولا إلی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلیة من أی مال کان،الخ.(الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳٤۷/۲،سعید)

زکوٰۃ جمعیۃ علمائے اسلام کو دینا:

سوال: زکوٰۃ کی رقم جمعیۃ علمائے اسلام کے فنڈ میں دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر وہ غربا ومساکین پر بطور تملیک صرف کریں تو اس کو دینا درست ہے، ورنہ نہیں۔ مالک اگر خود کسی غریب کو دے دے اور وہ مالکانہ قبضہ کرنے کے بعد از خود جمعیۃ مذکورہ کو دے دے تو درست ہے۔(۱)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۳/۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۶۲/۹)

دارالحرب میں حربی کو زکوٰۃ وصدقہ:

سوال: ہندوستان اس وقت دارالحرب ہے، یا کیا ہے؟ نیز ہندو حربی ہیں، یا کیا ہیں؟ اور بہر صورت ہندو کو صدقۂ فطر دینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ہندوستان کے متعلق دیر سے اختلاف چلا آرہا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید دہلویؒ نے دارالحرب قرار دیا ہے، یہی رائے حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا نانوتویؒ کی ہے اور اکثر علما اسی طرف گئے ہیں اور یہاں کے جملہ کے کفار کو حربی فرماتے ہیں۔(۲)

دارالحرب کے متعلق تین قول نقل کر کے فرماتے ہیں:

''وہمیں قول ثالث را محققین راترجیح دادہ اند، وبریں تقدیر معمولہ انگریز واشباہ ایشاں بلا شبہ دارالحرب است، آہ''۔(فتاویٰ عزیزیہ: ۱۶/۱)(۳)

ودر کافی می نویسد:

''إن المراد بدار الإسلام بلاد یجری فیها حکم امام المسلمین،وتکون تحت قهره وبلاد الحرب بلاد یجری فیها أمر عظیمها وتکون تحت قهره، انتهی''.(۴)

''دریں شہر (دہلی) حکم امام المسلمین اصلا جاری نیست، وحکم رؤسائے نصاری بے دغدغہ جاری است، ومراد از

---

(۱) لایجوز أن یبنی بالزکاة المسجد؛ لأن التملیک شرط فیها، ولم یوجد،کذا لایبنی بها القناطیر والسقایات ... والحیلة فی هٰذه الأشیاء أن یتصدق بها علی الفقیر،ثم یأمره أن یفعل هٰذه الأشیاء،فیحصل له ثواب الصدقة، ویحصل للفقیر ثواب هٰذه القرب.(تبیین الحقائق: ۱۲۰/۲،باب المصرف، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) تالیفات رشیدیہ،ص:۶۵۴ ''فیصلۃ الاعلام فی دارالحرب والاسلام''، ادارہ اسلامیات، لاہور

(۳) فتاویٰ عزیزی (فارسی): ۱۱۱/۱،سود گرفتین از انگریزاں، مکتبہ رحیمیہ، دیوبند، یوپی

(۴) کذا فی البنایة شرح الهدایة: ۲۱۷/۷،دارالکتب العلمیة بیروت،انیس

اجرائے احکم کفر ایں است کہ در مقدمۂ ملک داری، وبندوبست رعایا واخذ خراج وباج وعشور، واموال تجارت، وسیاست قطاع الطریق وسراق، وفصل خصومات، وسزاء جنایات کفار بطور خود حاکم باشند آرے، اگر بعضے احکام اسلام را مثل جمعہ وعیدین واذان وذبح بقر تعرض نکنند نکردہ باشند؛ لیکن اصل الاصول ایں چیزھا نزد ایشاں ہدر است، زیرا کہ مساجد را بے تکلف ھدم می نمایند، وہیچ مسلمان یا ذمی بغیر استیمان ایسان دریں شہر ودر نواح آں نمی تواند آمد، برائے منفعت خود از واردیں مسافرین وتجار مکالفت نمی نمایند، اعیان دیگر مثل شجاع الملک وولایتی بیگم بغیر حکم ایشاں دریں بلاد داخل نمی تو نند شد، واز یں شہر کلکتہ عمل نصاری ممتد است آرے در چپ وراست مثل حیدرآباد، لکھنؤ ورام پور احکام خود جاری نکردہ اند بسبب مصالحت واطاعت آں ملک، آہ"۔ (فتاویٰ عزیزیہ: ۱۷/۱) (۱)

بعض علماء دارالاسلام فرمایا ہے، جیسے مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور نواب صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (۲) یہاں کے ہنود کو حربی ماننے کی صورت میں (جیسا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے) صدقۃ الفطر دینے کی گنجائش نہیں اور ان کا ذمی نہ ہونا تو بالکل ظاہر ہے، ذمی کے متعلق بھی امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ اس کو دینا درست نہیں۔ درمختار نے حاوی قدسی سے اسی پر فتویٰ نقل کیا ہے اور صاحب ہدایہ وغیرہ نے قول طرفین کو ترجیح دی ہے۔

"**ولا تدفع (الزكاة) إلى ذمي، وجاز دفع غيرها وغير العشر والخراج إليه: أي الذمي ولو واجباً، كنذر وكفارة وفطرة، خلافا للثاني، وبقوله يفتي، حاوي القدسي، وأما الحربي فجميع الصدقات لا تجوز له اتفاقاً، بحر عن العناية وغيرها، آه**". (الدر المختار)

وفي رد المحتار: تحت (قوله: وبقوله يفتي) الذي في حاشية البحر عن الحاوي وبقوله نأخذ،

---

(۱) فتاویٰ عزیزی (فارسی): ۳۰/۱، مسئلۂ دارالحرب شدن دارالاسلام، مکتبہ رحیمیہ، دیوبند، یوپی

ترجمہ سوال: "اور اسی تیسرے قول کو محققین نے ترجیح دی ہے اور اسی تقدیر پر بلاشبہ انگریز کا زیر تسلط علاقہ دارالحرب ہے، آہ"۔ (فتاویٰ عزیزیہ: ۱۶/۱)

"کافی میں لکھا ہے کہ دارالاسلام سے مراد وہ شہر ہیں، جن میں امام المسلمین کا حکم جاری ہو اور اس کے قبضہ وتسلط میں ہوں اور دارالحرب سے مراد وہ شہر ہیں، جن میں ان کے بڑے (سردار کفار) کا حکم جاری ہو اور وہ اس کے تسلط میں ہوں، انتہی"۔

"اس شہر (دہلی) میں امام المسلمین کا حکم بالکل جاری نہیں اور رؤسائے نصاری کا حکم بے کھٹکے جاری ہے اور احکام کفر کے جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ ملک داری اور رعایا کے بندوبست کے مقدمات ٹیکس اور اموال تجارت سے عشر وصول کرنے، چوا ور ڈاکوؤں کے انتظام، لڑائی، جھگڑوں کے فیصلہ کرنے اور جرائم کی سزا دینے میں کفار خود حاکم ہوں، اگرچہ بعض احکام اسلام مثلاً جمعہ، عیدین، اذان گائے ذبح کرنے سے تعرض نہ کرتے ہوں؛ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ چیزیں ان کے نزدیک ہدر ہیں؛ اس لیے کہ مساجد کو بے تکلف منہدم کر دیتے ہیں اور کوئی مسلمان، یا ذمی ان سے امن طلب کئے بغیر اس شہر (دہلی) اور اس کے اطراف میں داخل نہیں ہوسکتا، اپنی منفعت کی خاطر آنے والوں سے، مسافروں سے، تاجروں سے تعرض نہیں کرتے، دوسرے بڑے حضرات مثلاً: شجاع الملک اور ولایتی بیگم ان کے حکم کے بغیر ان شہروں میں داخل نہیں ہوسکتے اور اس شہر سے کلکتہ تک نصاریٰ کا عمل داخل پھیلا ہوا ہے؛ مگر دائیں بائیں مثلاً: حیدرآباد، لکھنو، رام پور میں احکام اس ملک کی اطاعت ومصالحت کی بنا پر جاری نہیں کئے"۔

(۲) مجموعۃ الفتاویٰ (اردو): ۲۳۷/۱، سعید

قلت: لكن كلام الهداية وغيرها يفيد ترجيح قولهما، وعليه المتون، آه". (ردالمحتار: ۹۲/۲)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۵/رمضان/۱۳۶۶ھ۔

ابھی ہندوستان کے سابقہ حالات میں کوئی خصوصی تغیر نہیں ہوا ہے، نہ ابھی مکمل آزادی حاصل ہوئی ہے؛ اس لیے سابقہ ہی احکام ہیں، ہاں آئندہ آزادی ملنے پر دستور جدید کی رو سے ممکن ہے، کوئی تغیر پیدا ہو جائے۔ فقط

سعید احمد غفرلہ، ۱۵/رمضان ۱۳۶۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۶۳/۹-۵۶۵)

زکوٰۃ غیر مسلم کو دینا:

سوال: زکوٰۃ کا مال یا غلہ وغیرہ میں سے ۴۰/واں نکال کر کسی ہندو کو دے دیا جائے، اسی طرح صدقۃ الفطر اگر کسی ہندو کو دے دیا جائے تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

زکوٰۃ دینا ہندو کو نا جائز ہے، صدقۃ الفطر جائز ہے، بشرطیکہ ہندو ذمی ہو۔ "لايجوز دفع الزكاة إلى ذمي، وصح دفع غير الزكاة من الصدقات: أي الذمي كصدقة الفطر". (۲) مگر احتیاط یہ ہے کہ صدقۂ فطر بھی مسلم ہی کو دیا جائے گا کہ اس میں امام ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے، وہ نا جائز فرماتے ہیں۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۱/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۱/۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۶۵/۹-۵۶۶)

غیر مسلم محتاجوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

سوال: مال زکوٰۃ سے غیر مسلم محتاجوں بیواؤں کی امداد کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۵۳۸، دین محمد (ضلع روہتک) ۱۶/ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ، ۱۸/جولائی ۱۹۳۵ء)

الجواب ــــــــــــــــــــ

مال زکوٰۃ سے غیر مسلم محتاجوں، بیواؤں یتیموں کی امداد کرنا جائز نہیں، صدقات نافلہ ذمی کو دے سکتے ہیں۔ (۴)

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی: ۲۷۹/۴-۲۸۰)

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۵۱/۲، سعيد

(۲) تبيين الحقائق: ۱۲۰/۲، باب المصرف، دار الكتب العلمية، بيروت

"ولا تدفع إلى ذمي لحديث معاذ رضي الله تعالى عنه، وجاز دفع غيرها وغير العشر والخراج إليه أي الذمي ولو واجباً كنذر وكفارة وفطرة، خلافا للثاني، وبقوله يفتى". (الدر المختار، باب المصرف: ۳۵۱/۲، سعيد)

(۳) الدر المختار، باب المصرف: ۳۵۱/۲، سعيد

(۴) وأما الحربي، ولو مستامناً، فجميع الصدقات ولا تجوز له إتفاقًا، بحر عن الغاية، وغيرها، لكن جزم الزيلعي بجواز التطوع له. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۵۲/۲، ط: سعيد)

حج کے لیے زکوٰۃ لینا:

سوال: اگر کوئی حج کو جا رہا ہے اور اس کے پاس پیسہ کم پڑ جائے تو اس کو زکوۃ کا پیسہ دینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس کے پاس خرچ کم ہو، اس کے لیے زکوۃ کا پیسہ لینا جائز نہیں، (۱)، لیکن اگر پیسہ پورا تھا اور چلا گیا مگر راستہ میں کوئی حادثہ پیش آ گیا کہ روپیہ ضائع ہو گیا اور مکان سے منگانے کی کوئی صورت نہیں تو اس کو وہاں زکوۃ کا پیسہ بقدر ضرورت لے لینا درست ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۸/۱۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۶۶/۹۔۵۶۷)

زکوٰۃ سے میت کو کفن دینا:

سوال: مسمی رحمت اللہ کا انتقال ہو، جو بالکل مفلس تھا، مسمی احمد حسن نے کفن دیا اور نیت کی کہ زکوۃ دے رہا ہوں۔ یہ زکوۃ ادا ہوئی، یا نہیں؟ ہی پوچھنا ہے کہ زکوٰۃ کا وقت ابھی نہ تھا؛ یعنی رمضان میں زکوٰۃ واجب ہوتی اور حسن نے نیت کی کہ آئندہ زکوۃ میں محسوب ہو جائے گا۔ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوئی، نہ گزشتہ نہ ادائے زکوٰۃ کے لیے مصرف کو مالک بنانا ضروری ہے اور میت میں مالک بننے کی اہلیت نہیں۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی (فتاویٰ محمودیہ: ۵۶۷/۹)

زکوٰۃ وفطرہ سے کفن میت:

سوال: بیت المال میں جو زکوٰۃ کی میں جو زکوٰۃ وفطرہ کی رقم جمع ہوتی ہے، اس میں سے کسی غریب میت کے کفن دفن کے لیے خرچ کرنا چاہیے، یا نہیں؟

---

(۱) ”ولا إلٰى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أى مال كان، الخ“. (الدرالمختار، باب المصرف: ۳٤۷/۲، سعيد)

(۲) ﴿وفي سبيل اللّٰه﴾، وهو منقطع الغزاة، وقيل: الحاج“. (الدرالمختار)

”أى منقطع الحاج، قال في المغرب: الحاج كالسامر بمعنى السمار في قوله تعالىٰ: ﴿سامرا تهجرون﴾ وهٰذا قول محمد، الخ“، (رد المحتار، كتاب الزكوة، باب المصرف: ۳٤۳/۲، سعيد)

(۳) (ولا إلٰى كفن ميت وقضاء دينه) لعدم صحة التمليك منه، الخ. (الدرالمختار مع رد المحتار، باب المصرف: ۳٤٤/۲، سعيد)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

رقم فطرہ وزکوۃ براہ راست میت کے کفن دفن میں خرچ کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ اس میں تملیک نہیں۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔۳۰/۱۱/۱۳۸۵ھ۔الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۱۳۸۵ھ۔الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند،۳۰/۱۱/۱۳۸۵ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۹/۵۶۷۔۵۶۸)

رفاہ عام کے لیے کام میں زکوٰۃ صرف کرنا:

سوال: زکوٰۃ کی رقم رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کی جاسکتی ہے، یانہیں؟ جیسے کنواں بنادینا، کارواں سرائے، طلبا کے رہنے کے لیے کمرہ وغیرہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زکوٰۃ کی رقم مواقع مذکورہ میں صرف کرنا درست نہیں، اگر کسی مستحق کو زکوٰۃ دے دی جائے اور پھر وہ مواقع مذکورہ میں اپنی خوشی سے بعد قبضہ کے دے دے تو صرف کرنا درست ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف،۱۶/۶/۱۳۶۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۹/۵۶۸)

قبرستان کے مقدمہ میں زکوۃ لگانا:

سوال: حضرت مفتی صاحب! ضروری گذارش ہے کہ قبرستان پر مسلموں نے قبضہ کرلیاہے، جس پر مقدمہ چل رہا ہے، چندہ ہورہاہے، مگر بعض حضرات زکوۃ کی رقم دیتے ہیں تو مقدمہ کے اخراجات میں زکوۃ کی رقم دے سکتے ہیں، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

قبرستان کے مقدمہ میں خرچ کرنے کے لیے بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں، کسی مستحق کو دے دی جائے، وہ مالکانہ قبضہ کے بعد اگر دے دے تو یہاں بھی خرچ کرنا درست ہوگا۔(۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۴/۹/۱۳۸۵ھ۔الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔(فتاویٰ محمودیہ:۹/۵۶۹)

---

(۱) "ولا إلی کفن میت وقضاء دینه) لعدم صحة المتملیک منه،الخ". (الدر المختار، کتاب الزکاة،باب المصرف: ۳٤٤/۲،سعید)

(۳،۲) ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة کمامر،لا یصرف إلٰی بناء نحو مسجد ... إن الحیلة أن یتصدق علی الفقیر،ثم یأمر بفعل هٰذه الأشیاء، الخ". (الدر المختار)

"(قوله:نحو مسجد) کبناء القناطر، والسقایات،وإصلاح الطرقات،وکری الأنهار، والحج، ولا جهاد، وکل مالا تملیک فیه". (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳٤٤/۲،سعید)

قتل کے مقدمہ میں زکوٰۃ دینا:

سوال: ایک مسلمان نے کسی کو عمداً قتل کردیا اور اس کو پھانسی کا حکم ہوگیا اس کے بھائی چاہتے ہیں کہ زکوٰۃ سے اس کی اپیل کریں اور پھانسی سے بچالیں تو قاتل کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہے اور اس کو زکوٰۃ کا روپیہ دے دیا جائے اور وہ اس روپیہ پر قبضہ کر کے اپنے مقدمہ میں خرچ کرے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔(۱) اگر زکوٰۃ کا روپیہ اس کو نہ دیا جائے؛ بلکہ برادری جمع کر کے اس کے مقدمہ خرچ کرے تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔(۲) قاتل جو ناحق قتل کرے، وہ سخت گناہ گار ہے، جیسا اور کبیرہ گناہ کرنے والے زانی وغیرہ کا حال ہے، ویسا ہی اس کا حال ہے، دیندار کو اگر زکوٰۃ دی جائے تو اعلیٰ درجہ ہے، اگر چہ گناہ گار کو دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اور گناہ میں خرچ کرنے والے کی اعانت گناہ ہے۔(۳) (فتاویٰ محمودیہ:۵۶۹/۹-۵۷۰)

زکوٰۃ فطرہ تعمیر مسجد وغیرہ میں صرف کرنا:

سوال: ایک موضع میں قریب بارہ برس سے ایک مسجد تیار ہے؛ مگر اس کی چہار دیواری اور دروازہ وغیرہ تیار نہ ہوسکا، علاوہ اس کے اب مسجد ہی منہدم ہوچکی ہے اور وہاں کے مسلمانوں کی مالی حالت نازک ہے، جس کی وجہ سے وہ مسجد اب تک اسی حالت میں ہے، مالی حالت خراب ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی ہمت پست ہوگئی ہے۔ اب رہا یہ کہ ان لوگوں کا مصمم ارادہ ہے کہ جو رقم مثلاً فطرہ، قربانی وزکوۃ وغیرہ کی ہو، اس کو وہ مسجد میں لگانا چاہتے ہیں اور اس رقم سے مسجد کی مرمت، چہار دیواری اور دروازہ وغیرہ تیار کروانا چاہتے ہیں۔ اب مفصل کیفیت سے مطلع فرمائیں کہ یہ رقم مسجد میں صرف ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اور عیدگاہ وغیرہ میں مرمت ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اور برادری کے مصرف کی چیزیں مثلاً فرش وسیع بنواسکتے ہیں، یا نہیں؟ اور دیگر سامان بنواسکتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

رقوم مذکورہ کا تصدق واجب ہے؛ یعنی کسی غریب کو جو کہ سید نہ ہو، مالک بنادینا ضروری ہے، بغیر مالک بنائے مسجد،

---

(۱) إذا دفع الزكاة إلى الفقير لايتم الدفع مالم يقبضها،آه". (الفتاویٰ الهندية: ۱۹۰/۱،رشيدية)

(۲) ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كمامر، لا يصرف إلى بناء نحو مسجد ... إن الحيلة ان يتصدق على الفقير، ثم يأمر بفعل هٰذه الاشياء، الخ. (الدرالمختار)

"(قوله: نحو مسجد) كبناء القناطر، والسقايات، وإصلاح الطرقات، وكرى الأنهار، والحج، ولاجهاد، وكل مالاتمليك فيه". (ردالمحتار: ۳٤٤/۲، باب المصرف، سعيد)

(۳) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ الآية. (سورة المائدة: ۲)

یا عیدگاہ، یا برادری کے لیے فرش وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے، اگر کسی غریب کو بطور تملیک دے دی جائے اور اپنے قبضہ کے بعد خود مواقع مذکورہ کے لیے دے دے تو پھر مواقع مذکورہ میں صرف کرنا درست ہے۔

”وکذا من علیه الزکاة لو أراد صرفها إلیٰ بناء المسجد أو القنطرة، لایجوز، فإن أراد الحیلة، فالحیلة أن یتصدق به المتولی علی الفقراء، ثم الفقراء یدفعونه إلی المتولی، ثم المتولی بصرف إلیٰ ذلک، کذا فی الذخیرة، آه“. (۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۶/۱۲/۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۷/۱۲/۱۳۵۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۷۰/۹-۵۷۱)

مالک اراضی کے لیے زکوٰۃ لینا:

سوال: ایک شخص جو نصاب زکوٰۃ کا مالک نہیں، مقروض ہے؛ لیکن اراضی اور مال نامی از قسم جانور راس رکھتا ہے؛ لیکن وہ جانور نصاب کے برابر نہیں، البتہ ان کی قیمت نصاب چاندی کے برابر ہے، اسی طرح اراضی زرعی کی پیداوار فصلی بھی اس کو مکتفی نہیں؛ لیکن اس اراضی کی اگر قیمت کی جائے تو نصاب چاندی سے کئی گنا زیادہ ہے۔ کیا وہ شخص زکوٰۃ، یا صدقہ فطر، یا چرم قربانی لے سکتا ہے، یا نہیں؟ جب کہ وہ غریب بالکل تنگ دست اور مفلس ہے، قرضہ کا بوجھ رکھتا ہے؟ دوسری صورت وہ شخص جو اراضی اور مال نامی کا مالک ہے؛ لیکن مقروض اور تنگ دست ہے، اس کو سرکاری نوکری سے تین چار سو روپے، یا اس سے کچھ زیادہ ماہوار تنخواہ پاتا ہے؛ لیکن نہایت تنگی کی ہے، کثیر العیال کی وجہ سے روزی اس کی پوری نہیں ہوتی، قرض دار رہتا ہے، نصاب سونا چاندی کی بھی کوئی چیز نہیں رکھتا۔ کیا وہ شرعاً زکوٰۃ صدقہ فطر لے سکتا ہے، یا نہیں؟ خلاصہ یہ کہ مفلس غریب آدمی کے لیے اس کی اراضی ملکیت اور تنخواہ معین اس کو استحقاق زکوٰۃ میں مانع ہے، یا نہیں؟ جب کہ وہ صاحب تنخواہ بالکل غریب اور تنگ دست مقروض ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ان دونوں شخصوں کو صدقہ، فطرہ، چرم قربانی کی قیمت لینا درست ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۷۱/۹)

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر، الخ: ۴۷۳/۲، رشیدیة

(لایجوز أن یبنی بالزکاة المسجد؛ لأن التملیک شرط فیها، ولم یوجد، کذا لایبنی بها القناطیر والسقایات ... والحیلة فی هٰذه الأشیاء أن یتصدق بها علی الفقیر، ثم یأمره أن یفعل هٰذه الأشیاء، فیحصل له ثواب الصدقة، ویحصل للفقیر ثواب هٰذه القرب. (تبیین الحقائق: ۱۲۰/۲، باب المصرف، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) وکره إعطاء فقیر نصابا او أکثر، إلا إذا کان المدفوع إلیه مدیونا أو کان صاحب عیال بحیث لو فرقة علیهم لا یخص کلا، أو لا یفضل بعد دینه نصاب، فلا یکره“. (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳۵۳/۲، سعید)

کیا زمین دار مستحق زکوٰۃ ہے:

سوال: زید صاحب نصاب ہے؛ لیکن قرض دار نہیں ہے، اگر وہ مدرسہ میں پڑھنا چاہے، اپنے خرچ سے تو اس کو زمین بیچنی پڑے گی اور جو مال ہے، اس میں کا تکفل نہیں ہوگا۔ اب زید کے لیے مدرسہ کا کھانا جائز ہوگا، یا وہ زمین بیچ کر پڑھے گا، اس کے لیے کون سی صورت جائز ہوگی؟

الجواب ______________ حامداً ومصلیاً

اگر اس زمین کی پیداوار پر اس کا گزارہ ہے، اس کے علاوہ کوئی آمدنی نہیں اور سال بھر کے خرچ کے بعد پیداوار اور مقدار نصاب نہیں بچتی؛ لیکن اور نصاب جداگانہ اس کے پاس رہتا ہے تو بھی زکوٰۃ کا کھانا مدرسہ سے لینا درست نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۱۳۹۰ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۷/۹)

جس کے پاس زمین ہو، کیا وہ مستحق زکوٰۃ:

سوال: ایک شخص کی بہت سی زمین ہے؛ مگر وہ آباد نہیں تو اس شخص کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________ حامداً ومصلیاً

جب کہ ان زمینوں سے اس کی حوائج پوری نہیں ہوتیں اور وہ مال نامی بھی نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۷/۹)

جو شخص صاحب نصاب نہ ہو؛ لیکن مالک مکان ہو، اس کے لیے زکوٰۃ لینے کا حکم:

سوال: ایک شخص صاحب نصاب تو نہیں؛ لیکن آسودہ اور فارغ البال ضرور ہے، ذاتی مکان بھی ہے اور کھانے و کپڑے وغیرہ کی کل ضروریات با آسانی پوری ہو جاتی ہیں۔ کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ صدقات دینا درست ہے؟ اگر ہے تو کیوں؟ جو شخص ایسے کو زکوٰۃ دے اس کی طرف سے ادا ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ______________ حامداً ومصلیاً

کسی ایسے شخص کو تو سوال کرنا حرام ہے؛ مگر مالک نصاب نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ لینا درست ہے اور خود اس کے

---

(۱) ولا إلی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أی مال كان، الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۴۷/۲، سعید)

(۲) ولا كان له ضيعة قيمتها آلاف، ولا يحصل منه ما يفی له ولعياله، اختلف فيه قال ابن مقاتل يجوز صرف الزكاة إليه". (البزازية علی هامش الفتاویٰ الهندية: ۸۵/۴، الثانی فی المصرف، رشيدية)

ذمہ زکوٰۃ فرض نہیں، آسودہ ہونے کی وجہ سے سوال کرنا حرام ہے اور صاحب نصاب نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ لینا درست ہے اور خود اس پر زکوۃ فرض نہیں۔

”والأولٰی أن یفسر الفقیر بمن له مادون النصاب، کما فی النقایة أخذا من قولهم: یجوز دفع الزکاة إلٰی من یملک مادون النصاب، أوقدر نصاب غیر نام، وهو مستغرق فی الحاجة، آه“. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۴/۱۳۶۰ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۷۳/۹)

جس کی ضروریات پوری ہوجاتی ہیں، کیا وہ مستحق زکوۃ ہے:

سوال: خالد جو مستحق زکوٰۃ تھا، زکوۃ لیتا تھا، اب اس کی آمدنی مسجد اور مدرسہ کی خدمت میں جو ہوتی ہے، کس طرح پوری ہوسکتی ہے، اب اگر وہ مال زکوۃ لے کر اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا ہے تو جو لوگ اس کو دیتے ہیں، وہ بلا مانگے دیتے ہیں، اب وہ لے کر دوسرے مستحقین زکوٰۃ کو پہونچا سکتا ہے، یا نہیں؟ (یعنی جو لوگ پہلے سے دیتے آئے ہیں، وہ دیتے ہیں، خالد لے کر اپنے استعمال میں نہیں لایا، دوسرے جو مستحق ہیں ان کو پہونچا دیا) ایسا کرنا خالد کے لیے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جب بغیر زکوٰۃ لیے اس کی ضروریات پوری ہوجاتی ہیں تو اچھا ہے کہ زکوۃ دینے والے سے کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری ضروریات اب پوری ہوجاتی ہیں، آپ کسی ضرورت مند کو دے دیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۷/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۷۴/۹)

تعمیر اسکول میں زکوٰۃ:

سوال: ایک پرائمری اسکول ہے، جہاں اکثر یتیم وغریب بچے پڑھتے ہیں، سرکاری نصاب کے ساتھ دینی تعلیم بھی ہوتی ہے، حکومت کی طرف سے اس کی تعمیر کے لیے کوئی امداد نہیں ملتی۔ ایسے اسکول کی تعمیر کے لیے عشر وصدقات وغیرہ دینا اور خرچ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) البحر الرائق: ۴۱۹/۲، باب المصرف، رشیدیة

”ویجوز دفعها إلٰی من یملک أقل من النصاب وإن کان صحیحا مکتسبا“. (الفتاویٰ الهندیة: ۱۸۹/۱، الباب السابع فی المصارف، رشیدیة)

(۲) وکره إعطاء فقیر نصاباً أو أکثر، إلا مذا کان المدفوع إلیه مدیونا أو کان صاحب عیال، بحیث لو فرقه علیهم لا یخص کلا، أو لایفضل بعد دینه نصاب، فلایکره. (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳۵۳/۲، سعید)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

صدقات واجبہ کو براہ راست تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی (فتاویٰ محمودیہ:۹/۵۷۴-۵۷۵)

صدقۂ جاریہ میں زکوٰۃ کا مصرف:

سوال: مال زکوٰۃ اصل میں تو غریبوں اور حاجت مندوں کی اعانت کرنے کے لیے شریعت نے مالداروں کو مالک نصاب کو مجبور کیا ہے کہ بحساب شریعت زکوٰۃ دے کر ان کی حاجت روائی کریں۔اب صدقۂ جاری ہیں، مال زکوٰۃ خرچ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ اس میں اکثر غریبوں کے لڑکے پڑھتے ہیں اور راستہ اور سراؤں میں مسافر وغیرہ کے اندر صرف ہوتے ہیں، جیسے مکتب اور اسکول تیار کرتے ہیں، خرچ کرنا، یا مکتب اور اسکول میں خرچ کرنا، راستہ بنانا، پانی کے لیے کنواں کھداوانا وغیرہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ادائے زکوٰۃ کے لیے مستحق کو مالک بنا دینا ضروری ہے، بغیر بنائے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔(۲) کنواں، راستہ، اسکول مکتب میں مالک بننے کی صلاحیت نہیں، لہذا تعمیر کے لیے ان مواقع میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی ہے، البتہ اگر غریب مستحق طلباء کو مالک بنا دیا جائے، خواہ روپیہ دے کر خواہ کتاب دے کر، خواہ کپڑوں وغیرہ دے کر تو ادا ہو جائے گی۔اگر غریب مستحق کو بطور ملک زکوٰۃ دے دی جائے اور پھر وہ اپنی طرف سے مواقع مذکورہ میں صرف کر دے تو درست ہے، براہ راست کی گئی تنخواہ اور معاوضہ میں دینا صحیح نہیں۔

"زكاة هي تمليك مال مخصوص لشخص مخصوص،الخ". (مراقي الفلاح، ص:٤١٤)(۳)

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۹/۷/۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۷/۱۳۵۹ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۹/۵۷۵-۵۷۶)

---

(۱) لايجوز أن يبنى بالزكاة؛ لأن التمليك شرط فيها، ولم يوجد، وكذا لا يبنيبها القناطير والسقايات، آه". (تبيين الحقائق: ١٢٠/٢،باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ويشترط أن يكون المصرف تمليكا لا إباحة، كمامر. (الدر المختار،باب المصرف: ٣٤٤/٢،سعيد)

(۳) حاشية الطحطاوي،كتاب الزكاة،ص: ٧١٣،قديمي

"ولا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد،وكذا القناطر والسقايات وإصلاح الطرفات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل مالا تمليك منه،الخ". (الفتاوى الهندية،كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف: ١٨٨/١،رشيدية)

"أن الحيلة أن يتصدق على فقير، ثم يأمر بفعل هذه الأشياء". (الدر المختار،كتاب الزكاة،باب مصرف الزكاة والعشر: ٣٤٥/٢،سعيد)

زکوٰۃ سے ملازمین مدرسہ کوتنخواہ دینا:

سوال: ہمارے یہاں ایک مدرسہ عربیہ عرصہ سے قائم ہے،جس میں دینی تعلیم دی جاتی ہے اورغریب ونادار طلبہ کے قیام وطعام لباس اور دیگرضروریات سے امدادواعانت کی جاتی ہے۔مدرسہ مذکورہ میں کئی قسم کی آمدنیاں ہیں، قسم اول: منافع جائیدادموقوفہ، چندہ عمومی، خصوصی امدادسرکاری،صدقات نافلہ،قسم دوم: صدقات مثل زکوہ وقیمت کھال وغیرہ وغیرہ۔

آمدنی قسم اول تنخواہ مدرسین وملازمین ودیگرضروریات طلبہ میں خرچ کی جاتی ہے؛ کیوں کہ آمدنی قسم اول مصارف قسم اول کے لیے ناکافی اوراراکین مدرسہ میں بعض ایسے خیال کے حضرات بھی ہیں، جوحیلۂ شرعی کو پسندنہیں کرتے؛ اس لیے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا آمدنی قسم دوم میں سے محصل ومحررومحاسب جواس مدرسہ میں بھی کام کررہے ہیں اوران کی اجرت، یاتنخواہ بحصۂ ہنراس میں سے دے دیا جائے تو جائز ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

صدقات واجبہ کی ادائیگی کے لیےضروری ہے کہ ان کومصارف (فقرا وغیرہ) پربطورتملیک بلاعوض صرف کیا جائے، لہٰذا تنخواہ میں دینا جائزنہیں، اگر کارکنان مدرسہ بغیرشرعی حیلے کے تنخواہ میں دیں گےتو زکوٰۃ وغیرہ ادانہیں ہوگی(۱) اوراصل معطی کےحق میں یہ لوگ ضامن ہوں گے۔(هٰكذا في كتب الفقه)فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ(فتاویٰ محمودیہ:۹/۶۰۴-۶۰۵)

زکوۃ سے تنخواہ دینا:

سوال: قومی فنڈ جہاں عشر وصدقات وغیرجمع ہوتے ہیں، اس سے بچوں اورطالب علموں کو پڑھانے والے استادکوتنخواہ، یاخرچ دینادرست ہے، یانہیں؟ کیوں کہ اس کے سوااورکوئی صورت نہیں اورآج کل بڑے بڑے مدارس جہاں زکوۃ وغیرہ جمع ہوتی ہے، بغیرکسی حیلے کےاساتذہ کوتنخوہیں دیتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جورقم واجب التملیک ہیں، ان کو براہ راست اساتذہ کی تنخواہ میں دینادرست نہیں، پڑھنے والے مستحق طلبہ کی

(۱) (تمليكا لا إباحة كمامر)فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك،ولو اطعمه عنده ناويا للزكاة ولاتكفي، الخ".(ردالمحتار،كتاب الزكاة. باب المصرف: ۲/۳٤٤،سعيد)

اس کی صورت یہ اختیار کی جائے کہ اول نقد روپیہ یااجناس وغیرہ زکوہ کی تملیک کرادی جائے، پھراس کی طرف سے داخل مدرسہ کرکے کھاناطلبہ کوکھلایاجائے۔"والحيلة التكفين بها لتصدق علىٰ فقير،ثم هو يكفن ، فيكون الثواب لهما، وكذا في تعمير المسجد". (الدر المختار: ۲/۲۷۱،كتاب الزكاة،سعيد)

ضروریات طعام، لباس کتاب وغیرہ کو ان رقوم سے تملیکاً پورا کرنا درست ہے۔(۱) ارباب مدارس کو اس کا اہتمام وانتظام لازم ہے کہ وہ قوم کے امین ہیں اور مسائل شرعیہ پر عمل کے بڑے ذمہ دار ہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۶۰۶-۶۰۷)

زکوٰۃ وعطیات کی مخلوط رقم سے تنخواہ دینا:

سوال: جس ادارہ میں یہ نظم نہیں ہے کہ زکوہ اور عطیات کی رقمیں علاحدہ ہوں؛ بلکہ گڈ مڈ ہوں، اس سے مدرسین وملازمین کی تنخواہ دینا درست ہے، یا نہیں؟ اور پھر زکوۃ کی رقموں میں تملیک نہیں ہوتی وہ زکوٰۃ کی رقمیں معطی کی طرف سے ادا ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

زکوۃ کی رقم کا تنخواہ میں دینا جائز نہیں ہے، مخلوط میں سے جتنی زکوۃ کی تنخواہ میں دی گئی ہے، اتنی مقدار زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی ہے، (۲) معطی کو اطلاع کردی جائے کہ وہ اتنی زکوۃ خود ادا کرے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ ۱۵/۱۱/۱۳۹۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۶۰۷-۶۰۸)

---

(۱) (تمليكا لا إباحة كمامر) فلا يكفى فيها الإطعام إلا بطريق التمليك، ولو اطعمه عنده ناويا للزكاة ولاتكفى، الخ". (ردالمحتار، كتاب الزكاة. باب المصرف: ۲/۳٤٤، سعيد)

اس کی صورت یہ اختیار کی جائے کہ اول نقد روپیہ، یا اجناس وغیرہ زکوہ کی تملیک کرادی جائے، پھر اس کی طرف سے داخل مدرسہ کر کے کھانا طلبہ کو کھلایا جائے۔

"والحيلة التكفين بها لتصدق علىٰ فقير، ثم هو يكفن، فيكون الثواب لهما، وكذا فى تعمير المسجد". (الدر المختار: ۲/۲۷۱، كتاب الزكاة، سعيد)

(۲) ولو دفعها المعلم خليفته إن كان بحيث يعمل له لم يعطه، صح، وإلا لا". (الدر المختار)

وفى رد المحتار: تحت قوله: إلا لا): أى لان المدفوع يكون بمنزله العوض، الخ". (كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳٥٦، سعيد)

"سئل عن معلم له خليفة فى المكتب يعلم الصبيان ويحفظهم ويكتب الوحهم ولم يستاجره بشئ معلوم وما اشترط شيئاً، والمعلم يعطيه فى الاحايين دراهم بنية الزكاة، هل يجوز عن زكاة؟ قال: نعم، إلا أن يكون بحيث لولم يعطه، لم يعمل له ذلك فى مكتبه". (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲/۲۰۹-۲۱۰، كتاب الزكاة، قديمى)

(۳) أما إذا ظهر انه غنى ... لا يجوز، وعليه ان يعيدها بالاجماع، الخ. (النهر الفائق شرح كنز الدقائق: ۱/٤٦٧، باب المصرف، رشيدية)

فى الحديث المذكور ثلاثة أشياء، فما وجه الترجمة فى التصدق على الغنى؟ قلت: على الغنى لايجوز على كل حال، حتى إذا اعطى زكاته لغنى يظنه فقرا، ثم بان له انه غنى، يعيد زكاه، الخ. (عمدة القارى: ۸/٤١١، باب: إذا تصدق على غنى وهو لا يعلم، دارالكتب العلمية بيروت)

مال زکوۃ سے مدرس کی تنخواہ اور کھانا:

سوال: یہاں اکثر مدارس میں مدرسین کی تنخواہیں خورد ونوش کے علاوہ متعین کی جاتی ہیں، گویا کہ مکمل تنخواہ میں سے خورد ونوش کی تنخواہ کاٹ لی جاتی ہے تو اب اگر مدرسہ میں بمد زکوۃ وصدقات کوئی مال آئے تو اس کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟ جب کہ اساتذہ کھانے کی قیمت ادا کر رہے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جتنی مقدار اساتذہ جزو تنخواہ (حق الخدمت) کے طور پر کھائیں گے، اتنی مقدار زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اس کا حساب رکھنا ضروری ہے، اسی طرح دیگر ملازمین وغیر مستحق پر صرف کرنے کا حال ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۶۰۸۔۶۰۹)

ادائے زکوہ بغیر تملیک کے، زکوۃ کا پیسہ تنخواہ میں دینا:

سوال: اگر مہتمم مدرسہ بغیر تملیک کے مدرسین کو تنخواہ دیتا ہے، جب کہ مہتمم سے کہہ دیا گیا ہو، جو کہ بغیر تملیک کے زکوۃ کے مال کا صرف کرنا جائز نہیں تو اس صورت میں مدرسین کے اوپر تو کوئی گناہ لازم نہیں آئے گا؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر مدرسین کو معلوم ہے کہ یہ زکوہ کا روپیہ تنخواہ میں دیا جا رہا ہے تو وہ لینے سے انکار کر دیں؛ تاہم اگر لے لیں گے تو زکوہ ادا نہیں ہوگی اور مہتمم کے ذمہ ضمان لازم ہوگا۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۴/۱۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۴/۱۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۶۰۹)

زکوۃ کے پیسے سے مدرسہ کا قرض ادا کرنا:

سوال: ایک مدرسہ اسلامیہ مقروض ہے اور چندہ کے پیسہ سے چلتا ہے، اس کی مالی حالت بہت کمزور ہے، کیا زکوۃ کے پیسے سے مدرسہ کا قرضہ ادا کیا جا سکتا ہے، جب کہ مدرسہ میں کوئی طالب علم یتیم نہیں ہے؟ مدرسہ بہت قرض دار ہے؟

---

(۱) "تملیکاً لا إباحة کما مر) فلا یکفی فیها الإطعام إلا بطریق التملیک، ولو أطعمه عنده وبالزکاة لایکفی، الخ". (ردالمحتار، کتاب الزکاة: ۲/۲۷۱: ۲/۳٤٤، سعید) اس کی صورت یہ اختیار کی جائے کہ اول نقد روپیہ یا اجناس وغیرہ زکوہ کی تملیک کرادی جائے، پھر اس کی طرف سے داخل مدرسہ کر کے کھانا طلبہ کو کھلایا جائے۔ "والحیلة التکفین بها لتصدق علی فقیر، ثم هو یکفن، فیکون الثواب لهما، وکذا فی تعمیر المسجد". (الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲/۲۷۱، سعید)

(۲) زکوۃ کی ادائیگی میں تملیک بلاعوض شرط ہے، جب کہ ملازمین مدرسہ ومعلمین کو تنخواہ بطور معاوضہ کے دی جاتی ہے، جو تملیک بلاعوض نہیں۔

"ولو دفعها [أی الزکاة] المعلم لخلیفته إن کان بحیث یعمل له لو لم یعطه صح، وإلا لا" (الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲/۳۵٦، سعید)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ کسی غریب مستحق کو اس کا مالک بنا دیا جائے،(۱) پس جو پیسہ مدرسہ میں زکوٰۃ کا دیا گیا ہے، اگر براہ راست اس سے مدرسہ کا قرض ادا کر دیا جائے گا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، اس کا ضمان لازم ہوگا۔

نوٹ: زکوۃ کا پیسہ براہ راست تنخواہ وتعمیر میں خرچ کرنا بھی جائز نہیں۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۹/۶۰۹-۶۱۰)

اسکول میں زکوۃ وصدقہ فطر:

سوال (۱) یہاں ایک اردو اسکول مسلمانوں کی طرف سے جاری ہے، جس کے اجرا کے وقت دینیات اور کلام مجید کی تعلیم کے لیے مسلمانوں کو اطمینان دے دیا گیا؛ مگر عملاً دینیات اور کلام مجید کی تعلیم نفی کے برابر ہے اور اردو انگریزی تعلیم گورنمنٹ نصاب کے مطابق دی جاتی ہے۔ اس اسکول میں غربا اور یتیم بچوں کے قیام اور نان ونفقہ کا کوئی انتظام نہیں ہے اور مقامی بیوگان اور یتامی ضرورت سے زیادہ حاجت مند ہیں۔ ایسی صورت میں فطرہ، صدقہ، زکوٰۃ، خیرات، چرم قربانی وغیرہ اس اسکول میں دیا جانا جائز ہے، یا نہیں؟ جب کہ اس اسکول کے لیے کافی ذرائع دیگر آمدنی کے ہوں؟

(۲) موجودہ زمانہ میں ناخواندہ مسلمانوں کو دینیات سے باخبر کرنے کی غرض سے مدرسہ شبینہ جاری کر کے اردو پڑھانے پر خرچ کرنا مسلمانوں کا فرض ہے، یا انگریزی تعلیم پر خرچ کرنا فرض ہے؟ چرم قربانی، زکوۃ، فطرہ کا بیت المال میں براہ راست استفادہ مقامی بیواگان و یتامی کرنا ثواب ہے، یا انگریزی پر؟ امید ہے کہ مستفسرہ سوالات کے تمام وکمال شرعی احکام سے علماء کرام مطلع فرما کر داخل حسنات ہوں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) اگر ان یتیم وغریب مستحق بچوں کو زکوۃ، صدقہ، فطرہ، قربانی کی قیمت دی جائے تو شرعاً درست ہے؛(۳)

---

(۱) تـمـلیکاً لا إباحة کما مر) فلا یکفی فیها الإطعام إلا بطریق التملیک، ولو أطعمه عنده وبالزکاة لا یکفی، الخ". (ردالمحتار کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳٤٤/۲، سعید)

"والحیلة التکفین بها لتصدق علیٰ فقیر، ثم هو یکفن، فیکون الثواب لهما، وکذا فی تعمیر المسجد".
(الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲۷۱/۲، سعید)

(۲) قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ: "ویشترط ان یکون الصرف (تملیکا) لا إباحة کما مر (لا) یصرف (إلیٰ بناء) نحو (مسجد). (الدرالمختار)" (قوله: نحو مسجد) کبناء القناطر والسقایات وإصلاح الطرفات وکری الأنهار ولاحج والجهاد وکل مالا تملیک فیه". (ردالمحتار، کتاب الزکاة باب المصرف: ۳٤٤/۲، سعید)

(۳) یشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة کما مر. (الدرالمختار)

وفی الرد: وفی التملیک إشارة إلیٰ أنه لا یصرف إلیٰ مجنون وصبی غیر مراهق إلا إذا قبض تهما من یجوز له قبضه کالأب والوصی وغیرهما. (ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳۲٤/۲، سعید)

لیکن مدرسین کی تنخواہ، یا مدرسہ کی تعمیر، یا مدرسہ کی کسی اور ضرورت میں خرچ کرنا جائز نہیں،(۱) جب کہ اسکول کا خرچ دوسرے طریقے سے ملتا ہے اور یتیم بچوں کے لیے قیام اور نان ونفقہ کا کوئی انتظام نہیں تو پھر اسکول والے اس زکوٰۃ وغیرہ کو کس جگہ صرف کرتے ہیں، بظاہر صحیح مصرف میں نہ صرف کرتے ہوں گے؛ اس لیے وہاں اس قسم کے روپیہ وغیرہ نہیں دینا چاہیے اور جب کہ مقامی بیوگان ویتامی زیادہ حاجت مند ہیں تو پھر انہیں کو دینا چاہیے، اسکول میں نہیں دینا چاہیے۔(۲)

(۲)　مسلمان دینی معلومات حاصل کرنے کے لیے جس قدر روپیہ خرچ کریں گے، سراسر عبادت اور ثواب ہے، اسی طرح دوسرے مسلمانوں کو دین سے واقف کرانے کے لیے خواہ وہ بڑے ہوں، یا چھوٹے جتنا بھی مال صرف کریں، اس میں اجر عظیم ہے، خواہ معلومات کی تحصیل عربی کے ذریعہ ہو، یا فارسی، اردو کے ذریعہ ہو۔

موجودہ زمانہ میں انگریزی تعلیم کے نتائج مذہبی حیثیت سے بہت ہی خراب نکلتے ہیں، جیسا کہ شب وروز مشاہدہ ہے اور جو کچھ مذہب سے ناواقف ہے، وہ بھی ظاہر ہے؛ اس لیے اہل اسلام کے ذمہ فرض ہے کہ حتی الوسع خود بھی مذہب اسلام سے واقفیت پیدا کریں اور دوسروں کو بھی واقفیت بنائیں اور جب تک مذہب میں اعتقاداً وعملاً پختگی نہ ہو جائے، اس وقت تک ہرگز انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ نہ ہوں، جو شخص مذہب کی پوری واقفیت کے ساتھ پختگی رکھتا ہے، اس کو کسی ضرورت سے انگریزی تعلیم حاصل کرنے میں مضائقہ نہیں، اس سے پہلے پہلے احتیاط واجتناب لازم ہے۔

جس تعلیم کے نتائج اس قدر خراب ہوں کہ عقائد واعمال سب کچھ بدل جاتے ہوں اور بگڑ جاتے ہوں، اس کا حاصل کرنا اور اس پر روپیہ خرچ کرنا ناجائز ہے، چہ جائے کہ زکوٰۃ اور فطرہ کا ایسی جگہ خرچ کرنا؛ اس لیے مستحقین غربا ویتامیٰ وبیوگان پر اس روپیہ کو صرف کرنا واجب ہے۔ چرم قربانی مالدار کو بھی دینا درست ہے؛ لیکن اگر اس کو فروخت کر دیا جائے تو قیمت کسی غریب کو دینا واجب ہے، نہ تو خود رکھنا جائز ہے، نہ مالدار کو دینا جائز، پس اس کا حکم زکوٰۃ کا سا ہو جاتا ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۱۵/۷/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۶۱۱-۶۱۳)

---

(۱)　لایجوز أن یبنی بالزکاۃ المسجد؛ لأن التملیک شرط فیها، ولم یوجد، کذا لایبنی بها القناطیر والسقایات ... والحیلة فی هٰذه الأشیاء أن یتصدق بها علی الفقیر، ثم یأمره أن یفعل هٰذه الأشیاء، فیحصل له ثواب الصدقة، ویحصل للفقیر ثواب هٰذه القرب. (تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۱۲۰/۲، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲)　کره نقلها إلا أی قرابة ... أو أحوج أو أصلح أو أورع أو أنفع للمسلمین. (الدر المختار: ۳۵٤/۲، باب المصرف، إمدادیة)

(۳)　فإن بیع اللحم او الجلدیه: أی یمستهلک او بدراهم، یصدق ثمنه. (الدر المختار: ۳۲۸/٦، سعید)

"هو مصرف أیضا لصدقة الفطر والکفارة والنذر وغیره ذلک من الصدقات الواجبة". (ردالمحتار، باب المصرف: ۳۳۹/۲، سعید)

==

عیسائی اور ہندو، یا ان کے مدرسہ کو زکوٰۃ دینی درست نہیں:

سوال: کیا ہندو محتاج کو، یا ہندو مدرسہ میں زکوٰۃ دینے سے ادا ہو جاتی ہے اور اسی طرح عیسائی شخص اور مدرسہ کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، زکوٰۃ مسلمان محتاج کو دینی ضروری ہے۔(۱) حدیث معاذ یہ ہے جو فتح القدیر سے شامی نے نقل کی ہے: **ولفظ الحديث علىٰ ما فى الفتح من رواية أصحاب الكتب الستة: إنک ستأتى قوما أهل كتب فادعهم إلىٰ شهادة أن لا إله إلا الله وأنى رسول الله فإن هم أطاعوک لذلک فأعلمهم إن الله افترض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم فترد علىٰ فقراء هم، إلخ، وضمير فقرائهم للمسالمين فلا تدفع إلىٰ من كان من المؤلفة كافراً أوغنيا وتدفع إلىٰ من كان منهم مسلماً فقيرا بوصف الفقر.** (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۴۷-۲۴۸)

مہتمم کا مدرسے کے مال سے اہل وعیال پر خرچ کرنا:

سوال: وہ مہتمم مدرسہ جس کی تنخواہ مدرسہ سے مقرر نہیں اور نہ وہ لیتا ہے اور وہ صاحب حاجت اور قرض دار ہے، اس کو اپنے اہل وعیال پر اس کھانے وغیرہ کی چیزوں کا صرف کرنا جو طلبہ کے مال صدقہ اور زکوۃ سے لے کر لوگوں نے دی ہیں۔ جائز ہے، یا نہیں؟ برتقدیر جواز اگر دہندگان اشیائے صدقہ وزکوٰۃ اس بات کو پسند نہ کریں کہ ہمارا صدقہ وزکوٰۃ کا مال دیا ہوا کوئی سوائے طلبہ کے صرف کرے، تب بھی جائز ہے، یا نہیں؟ نیز مدرس مدرسہ بھی اشیائے مذکورہ کو اپنی تنخواہ میں لے سکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مہتمم وقف زکوۃ صدقہ دینے والوں کا وکیل ہوتا ہے، اس کو دینے والوں کی شرط کے خلاف تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں، (۳) جب کہ لوگوں نے کچھ اشیاء خاص طالب علموں کے لیے دی ہیں تو مہتمم کو خود، یا مدرسین کو استعمال کرنا جائز نہیں، نیز زکوٰۃ کا مال مہتمم، یا مدرسین کی تنخواہ میں صرف کرنا جائز نہیں۔ (۴) (کفایت المفتی: ۴/۲۷۱)

== ويتصدق بجلدها؛ لأنها جزء منها أويعمل منه آلة تستعمل فى البيت كالنطع والجراب والغربال. (الجوهرة النيرة: ۲/۲۷۱، كتاب الأضحية، قديمى)

(۱) ولاتدفع (أى الزكاة) إلىٰ ذمى، لحديث معاذ. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب المصرف: ۲/۹۲)

(۲) رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۸۳، ظفير

(۳) فى الدرالمختار: وللوكيل أن يدفع لولده الفقير وزوجته، لالنفسه. وفى الشامية: وهذاالوكيل إنمايستفيد الصرف من المؤكل، وقدأمره بالدفع إلىٰ فلان، فلايملک الدفع إلىٰ غيره. (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲۶۹، سعيد)

(۴) ولونوىٰ الزكاة بمايدفع المعلم إلىٰ الخليفة، ولم يستاجره إن كان الخليفة بحال لولم يدفعه يعلم الصبيان أيضاأجزأه وإلا فلا. (الهندية، كتاب الزكاة، باب المصارف: ۱/۱۹۰، كوئٹة)

غیر مستحق کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دینا:

سوال(۱) بہشتی زیور میں یہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی، معلوم ہوا کہ وہ مالدار ہے، یا سید ہے، یا اندھیری رات میں کسی کو دے دی، پھر معلوم ہوا کہ وہ تو میری ماں تھی، یا میری لڑکی تھی، یا اور کوئی ایسا رشتہ دار ہے، جس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہوگئی، دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں؛ لیکن اگر لینے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہ زکوٰۃ کا پیسہ ہے اور میں زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں ہوں تو وہ واپس کردے اور اگر دینے کے بعد معلوم ہو کہ میں نے کافر کو زکوٰۃ دی ہے تو دوبارہ ادا کردے۔ (بحوالہ درمختار:۱۰۸/۲، ہدایہ:۱۸۹/۱)(۱)

بعض علما کے قول پر عمل کر کے سید کو زکوٰۃ دینا:

(۲)　اگر کئی شخصوں نے چند علمائے حنفیہ سے دریافت کیا کہ سید کو زکوٰۃ دینی جائز ہے، یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جائز ہے اور ایسے علما جیسے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ دیوبندی، مولوی عبد الغفور صاحب مدنی، شاگرد حضرت مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی و مولوی محمد معصوم صاحب پیش امام مسجد سبیل والی و مولانا مولوی شفیع الدین صاحب مہاجر مکی اور دیگر علمائے مکی و حضرت مولانا مفتی محمد عتیق الرحمٰن صاحب دیوبندی ندوۃ المصنفین جن کے جواب کی نقل حسب ذیل ہے:

سوال:　کیا اس زمانے میں سیدوں کو زکوٰۃ دینی جائز ہے، یا نہیں؟

جواب:　فقہ حنفی کی عام کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ سادات کو زکوٰۃ دینی درست نہیں،(۲) یہی ظاہر الروایات ہے؛ لیکن اس زمانے میں بیت المال نہ ہونے کی وجہ سے سادات کا وہ شرعی حصہ جو ان کے لیے مقرر تھا، ان کو نہیں ملتا اور نہ بحالت موجودہ اس کا کوئی امکان ہے، اس وجہ سے فقہ حنفی کے بہت بڑے امام علامہ ابوجعفر طحاویؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ایسی صورت میں سیدوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے،(۳) اور شوافع میں امام فخر الدین رازیؒ بھی امام طحاوی کے ہم نوا ہیں، امام طحاوی کے فتویٰ کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ یا سیدوں کے لیے کوئی مخصوص بندوبست ہونا چاہیے؛ تاکہ

---

(۱)　حصہ سوئم، زکوٰۃ کا بیان، جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ان کا بیان، ص:۳۳، مکتبہ امدادیہ، ملتان

(۲)　لا تدفع إلی بني هاشم، بقوله علیه السلام، یابني هاشم، إن الله تعالیٰ حرم علیکم غسالة الناس، وأوساخهم، إلخ. (الهداية، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات ومن لا يجوز: ۲۰۶/۱، شركة علمية)

(۳)　وقد اختلف عن أبي حنيفة في ذلك، فروى عنه أنه قال: لا بأس بالصدقات كلها علیٰ بني هاشم. (حاشية الطحاوي، كتاب الزكاة، الصدقة علیٰ بني هاشم: ۳۵۲/۱، ط: سعيد)

لیکن راجح یہی ہے کہ امام علامہ طحاویؒ بھی عدم جواز کے قائل تھے، جیسا کہ اسی صفحے کے آخر میں فرماتے ہیں:

قال أبو جعفر: فهٰذه الآثار كلها قد جاءت بتحريم الصدقة علیٰ بني هاشم، ولا نعلم شيئاً نسخها، ولا عارضها. (حاشية الطحاوي، كتاب الزكاة، الصدقة علیٰ بني هاشم: ۳۵۲/۱، ط: سعيد)

ان کے مفلس اور نادار طبقہ کی ضرورتیں جو قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے گری ہوئی اعانت سے اس لیے محروم کیا گیا ہے کہ قوم ان کے لیے بہتر انتظام کرے، جو اس سے پوری کی جائیں، ورنہ امام طحاویؒ کے فتویٰ پر عمل کیا جائے۔فقہ کا بنیادی اصول یہ ہے:"من لم یکن عالمًا بأهل زمانه فهو جاهل. (۱)یعنی جو اہل زمانہ کے حالات اور ان کی ضرورتوں سے نا آشنا ہے، وہ عالم نہیں ہے (بے خبر ہے)۔اس اصول کے ماتحت بھی ہمیں سیدوں کے نادار طبقہ کے حالات اور ان کی ضرورتوں کی طرف غور کرنا چاہیے۔عرف الشذی شرح ترمذی میں ہے:

وفي عقدالجيد أفتى الطحاوي من الحنفية وفخر الدين الرازي من الشافعية بجواز الزكاة للهاشمي في هذه الصورة،الخ.(۲)

دستخط:عتیق الرحمٰن عثمانی،ندوۃ المصنفین،قرول باغ،دہلی

اب حضور عالی سے دریافت طلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے مندرجہ بالا حضرات کے فتوے پر عمل کر کے زکوٰۃ دے دی ہے، وہ اپنی زکوٰۃ لوٹائیں، یا نہیں؟ اور نہ لوٹائیں تو گناہ گار ہوں گے، یا نہیں؟ اور جن لوگوں کو پتہ نہیں کہ لوٹانی چاہیے، یا نہیں؟ تو ان کا گناہ بتانے والے پر ہوگا، یا نہیں؟

اور نمبر ایک مسئلہ کو نمبر۲ والے مسئلہ پر قیاس کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ کیوں کہ اس میں بھی جائز سمجھ کر یعنی مستحق جان کر غیر مستحق کو دے دی بجز کافر کے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی (لوٹانے کی ضرورت نہیں)،ایسے ہی نمبر:۲ والے مسئلہ میں جائز سمجھ کر دی تھی۔اب بعد میں معلوم ہوا کہ سید کو زکوٰۃ دینی مفتی بہ (راجح قوی) مذہب نہیں ہے، آئندہ نہ دے؛لیکن جو دے چکا ہے،اس کو پھر ادا کرے۔براہ کرم مدلل تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نمبر ایک کا مسئلہ تو اس صورت سے متعلق ہے کہ دینے والے غیر مستحق کو مستحق؛یعنی غنی کو فقیر اور ہاشمی کو غیر ہاشمی خیال کر کے زکوۃ دے دی، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہاشمی کو ہاشمی جانتے ہوئے زکوٰۃ دی، لہذا یہ دونوں صورتیں جدا جدا ہیں (اور یہ قیاس صحیح نہیں) اب جس شخص نے ان علما کے فتوے پر زکوٰۃ دے دی ہے، ان کے ذمہ اعادہ نہیں اور ذمہ داری فتویٰ دینے والے پر ہے، آئندہ اگر وہ ناجائز بتانے والے کے فتوے پر عمل کرے تو اسے اختیار ہے گزشتہ کا اعادہ نہ کرنا اس کے لیے مباح ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جواب دوم :راجح اور قوی مذہب یہی ہے کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں، (۳)ابو عصمہ کی روایت جو انہوں

---

(۱) رد المحتار،كتاب القضاء:۳۵۹/۵،سعيد

(۲) أبواب الزكاة،باب كراهية الصدقة للنبي صلى اللّٰه عليه وسلم:۱۴۳/۱،طبع سعيد

(۳) لا تدفع إلى بني هاشم،بقوله عليه السلام،يابني هاشم،إن اللّٰه تعالىٰ حرم عليكم غسالة الناس،وأوساخهم، إلخ.(الهداية،كتاب الزكاة،باب من يجوز دفع الصدقات ومن لا يجوز:۲۰۶/۱،شركة علمية)

نے امام ابوحنیفہؒ سے کی ہے، مفتی بہ نہیں ہے، پس سید کو زکوٰۃ نہ دینی چاہیے، اگر پہلے دی جا چکی ہے اور اتنی وسعت ہے کہ دوبارہ دے دے تو دے دے، ورنہ کوئی حرج نہیں، (۱) وکیل نے اگر دیدی تو اس کی ذمہ داری وکیل پر ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۴/۲۷۱-۲۷۳)

اپنے باندی غلام کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے:

سوال: اپنے یہاں جو لونڈی غلام ہوں، ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اپنے باندی غلام کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے اور جو لوگ شرعی باندی غلام نہیں ہیں، جیسا کہ ہندوستان کے اکثر خادم وخادمہ جو گھروں میں رہتے ہیں اور وہ باندی غلام نہیں ہیں، ان کو زکوٰۃ دینا جب کہ وہ محتاج ہوں، درست ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۵۴-۲۵۵)

افطاری وشبینہ میں زکوٰۃ دینا:

سوال (۱) زکوٰۃ کا مصرف رمضان شریف کے مہینہ میں مسجد کی افطاری میں، یا مسجد میں شبینہ میں دیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

زکوٰۃ کے مال سے مسافروں اور طلبا کو کھانا کھلانا درست ہے:

(۲) عام طور سے مسافروں کو یا طالب علموں کو زکوٰۃ کے پیسے سے کھانا کھلایا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

زکوٰۃ سے کسی مستحق کی شادی کرنا:

(۳) اگر کسی ایسے لڑکے کی شادی کہ جو خود قابل کمائی کے ہو اور جو کماتا ہو، وہ روزانہ اخراجات والدین اور بہنوں میں صرف کر دیتا ہو اور ضرورت اس کو شادی کی ہو تو زکوٰۃ کے روپے سے اس کی شادی کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

زکوٰۃ سے کسی محتاج کا علاج کرانا:

(۴) کوئی شخص بیمار ہے علاج کے واسطے والدین کا مقدور نہیں کہ صرف کر سکیں، لہذا اس کے علاج کے خرچ میں جو روپیہ ڈاکٹروں کو دیا گیا ہے، زکوٰۃ کے نام لکھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

---

(۱) عملاً علی روایة أبی عصمة، وتسهیلاً علی المزکی، والله أعلم. فقط

(۲) ولا إلی ذمی، إلخ، وعبده ومکاتبه ومدبره وأم ولده أی لایجوز الدفع إلی هؤلاء لعدم التملیک أصلاً فی غیر المکاتب ولعدم تمامه فیه. (البحر الرائق، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲/۲٤٤)

وکذا أجزأه ما یدفعه إلی الخدم من الرجال والنساء فی الأعیاد وغیرها بنیة الزکاة. (الفتاوی الهندیة، کتاب الزکاة، باب المصارف: ۱/۱۹۰، ظفیر)

الجواب

(۱-۳) رمضان کی افطاری، یا شبینہ میں زکوٰۃ کا دینا اس طرح جائز ہے کہ افطاری کھانے والے، یا شبینہ کا کھانا کھانے والے مسکین ہوں اور تملیکاً ان کو افطاری، یا کھانا تقسیم کر دیا جائے،(۱) اگر غنی ہوں تو جائز نہیں۔

"ولا یجوز دفع الزکاة إلیٰ من یملک نصابًا أی مال کان دنانیر أو دارهم أو سوائم أو عروضًا للتجارة أو لغیر التجارة فاضلاً عن حاجته جمیع السنة،هٰکذا فی الزاهدی.(۲)

(۲) عام طور سے مسافروں کو، یا طالب علموں کو زکوٰۃ کے پیسے سے کھانا تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

"ومنها ابن السبیل".(۳)

(۳) اگر وہ فی الحال مالکِ نصاب نہ ہو تو اس کی شادی کے لیے اس کو تملیکاً زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز ہے۔

"والحق به کل من هو غالب عن ماله وإن کان بلده؛لأن الحاجة هی المعتبرة".(۴)

لیکن ایک شخص کو مقدار نصاب، یا اس سے زیادہ دینا مکروہ ہے۔

"ویکره أن یدفع إلیٰ رجل مأتی درهم فصاعدًا وإن دفعه جاز،کذا فی الهدایة".(۵)

(۴) کسی غیر مستطیع مریض کو اس کے علاج کے واسطے زکوٰۃ کا روپیہ دیا جا سکتا ہے۔(۶) (کفایت المفتی:۴/۲۷۳-۲۷۴)

سید کا زکوٰۃ مانگنا اور اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

سوال: سید صاحب کو معلوم ہے کہ زکوٰۃ کا مال لینا حرام ہے اس پر بھی سید صاحب زکوٰۃ کا پیسہ مانگتے ہیں، اس حالت میں اگر ان کو زکوٰۃ دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سید صاحب کا یہ جانتے ہوئے کہ سید کو زکوٰۃ لینا حرام ہے، زکوٰۃ مانگنا اور لینا سخت گناہ ہے اور جو شخص یہ جان کر کہ یہ سید ہیں انہیں زکوٰۃ دے گا تو زکوۃ ادا نہ ہوگا۔(۷) اس شخص کو دوبارہ زکوۃ دینا پڑے گی۔(**هٰکذا فی کتب الفقه**) **واللّٰه أعلم** (کفایت المفتی:۴/۲۷۴-۲۷۵)

---

(۱) فلو أطعم مسکینًا ناویًا الزکاة،لا یجزیه إلا إذا دفع إلیه المطعوم.(الدرالمختار،باب المصرف:۲/۲۵۷،سعید)

(۲) الفتاویٰ الهندیة،کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف:۱/۱۸۹،کوئٹة

(۳-۵) الفتاویٰ الهندیة،کتاب الزکاة،الباب السابع فی المصارف:۱/۱۸۸،کوئٹة

(۶) لو قضٰی بها دین حی أو میت بأمره جاز.(فتح القدیر،کتاب الزکاة،باب من یجوز دفع الصدقات إلیه ومن لایجوز:۲/۲۶۸،مصطفی،مصر

(۷) ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً،لا إباحة،کمامر لا یصرف إلیٰ بناءً نحو مسجد،ولا إلیٰ کفن میت، وقضاء دینه،إلخ.(الدرالمختار)وفی الشامیة:قوله:نحو مسجد،کبناء القناطر،والسقایات،واصلاح الطرقات وکریٰ الأنهار،والحج،والجهاد،وکل ما تملیک فیه،زیلعی.(ردالمحتار،کتاب الزکاة،باب المصرف:۲/۳۴۴،سعید)

مؤلفۃ القلوب کومصارف زکوٰۃ سے خارج کرنے پرحنفیہ پراشکال کا جواب:

سوال: زیدسورۂ توبہ کی آیت ﴿إنما الصدقات ﴾الخ (التوبة: ٦٠) سے آٹھ مصارف زکوٰۃ بیان کرتا ہےاور مذہب حنفیہ کے مؤلفۃ القلوب کے ساقط ہونے کی نص طلب کرتا ہےاور تفسیر بیان القرآن مؤلفہ مولانا تھانویؒ سے اجماع صحابہ ہوکرآیا مؤلفۃ القلوب کا ساقط ہونا ثابت ہے،(۱) جس پر زید معترض ہے کہ صریح آیت کے مقابلہ میں اجماع صحابہ حجت نہیں ہے، ایسی ہی نص قرآنی سے ثبوت دینا چاہیے۔اب گزارش ہے کہ کسی آیت، یا حدیث سے جواب شافی عطا فرمایا جائے؟ بینوا توجروا۔ (نیازمند ممتاز علی، کلانور، ضلع رہتک)

الجواب

مؤلفۃ القلوب کا حصہ باجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ ساقط ہوگیا ہے۔تفسیر مدارک میں ہے:

''وسهم مؤلفة قلوبهم سقط بإجماع الصحابة في صدر خلافة أبي بكر رضي الله تعالىٰ عنه؛ لأن الله أعز الإسلام وأغنىٰ عنهم والحكم متى ثبت معقولاً لمعنى خاص يرتفع وينتهي بذهاب ذلك المعنى، إنتهى. (٢)

یعنی مؤلفۃ القلوب کا حصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کے شروع زمانہ خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتفاق واجماع سے ساقط ہوگیا اور حکم شرعی جب کہ کسی علت پر مبنی ہوتو اس علت کے اٹھ جانے سے حکم بھی اٹھ جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب کوزکوٰۃ کا مال دینے کی اجازت اسلام کے ضعف اور مسلمانوں کی کمی کی وجہ سے ہو گئی تھی اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کوعزت اور قوت وغلبہ عطا فرمادیا اور مسلمانوں کی جماعت زیادہ ہوگئی تو اجازت ارتفاع علت حکم کی وجہ سے خودمرتفع ہوگئی۔

''البرهان شرح مواهب الرحمٰن للشيخ المحدث الفقيه إبراهيم بن موسىٰ الطرابلسي''میں ہے:

''أخرج إبن أبي شيبة عن عامر الشعبي إنما كانت المؤلفة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما ولي أبو بكر انقطعت. (٣)

یعنی ابن ابی شیبہ نے عامر شعبیؒ سے روایت کی ہے کہ مؤلفۃ القلوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے (یعنی انکا حصہ قائم تھا) پھر جب ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو یہ لوگ منقطع ہوگئے، (یعنی ان کا حصہ بند ہوگیا)۔ واللہ اعلم (کفایت المفتی:۲۷۵/۴)

---

(۱) مستحقین صدقات:۱۱۹/۱، تاج پبلشرز، دہلی

(۲) تفسير المدارك: ٢٣٢/٢، ط:المكتبة العلمية، لاهور

(٣) البرهان شرح مواهب الرحمن، كتاب الزكاة، باب المصارف: ٥٢٨/١_٥٢٩

جن چیزوں میں تملیک نہیں ہوتی ان میں زکوٰۃ جائز نہیں:

سوال: تالاب، چاہ، مسجد، مسافر خانہ تعمیر کرنا، اسلامیہ مدارس قائم کرنا، تعلیم میں امداد دینا وغیرہ ان میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی:۹، غلام علی معرفت داروغہ جیل دھرمسالہ ضلع کانگڑہ، ۲۶/ربیع الاول ۱۳۵۲ھ، م ۲۰/جولائی ۱۹۳۳ء)

الجواب

زکوٰۃ کی رقم میں حنفیہ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ رقم مستحق زکوٰۃ کو تملیکا دی جائے،(۱) تو جن صورتوں میں تملیک نہیں ہوتی، ان میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ نہیں کیا جاسکتا اور بنائے مسجد یا تعمیر مسافر خانہ و چاہ وغیرہ میں تملیک نہیں ہو تی؛ اس لیے ان میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔(۲) مدارس وغیرہ میں زکوٰۃ کی جو رقم آتی ہیں، وہ یا تو طلبہ مساکین پر خرچ کی جاتی ہیں، یا پھر تملیک کر کے دوسرے مصارف میں لائی جاتی ہیں۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۲۷۵/۴-۲۷۶)

مہتمم کا بچوں کو بطور تملیک دی گئی رقم لے کر تعمیر پر خرچ کرنا:

سوال (۱) یتیم خانے میں بالغ نادار لڑکوں کو زکوٰۃ دی جائے، پھر مہتمم ان سے لے کر حساب یتیم خانے میں جمع کرے اور مصارف یتیم خانہ مثلاً تعمیر جائیداد وغیرہ میں صرف کرے تو زکوٰۃ دینے والے کی ادا ہو جائے گی، یا نہیں؟

مہتمم کا کئی مدات کی رقوم کو ملا کر رکھنا:

(۲) ایک مدرسہ عربیہ میں چند مدات میں روپیہ وصول ہوتا ہے، مثلاً زکوٰۃ، تعمیر مسجد، خیرات اور مہتمم مدرسہ جملہ مدات کا روپیہ ایک جگہ شامل کر کے رکھتا ہے اور حساب میں آمد و جمع علاحدہ علاحدہ کرتا ہے، بوقت خرچ جس کھاتے کی رقم ہوتی ہے، اس میں خرچ کر ڈالتا ہے، اس طریقے میں زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں اور جس نے تعمیر مسجد میں رقم دی تھی اس کی رقم تعمیر مسجد میں لگی کہ نہیں اگر مذکورہ بالا مہتمم نے زکوٰۃ کی رقم کسی دوسرے مصرف میں خرچ کردی اور زکوٰۃ دہندہ کو خبر نہ ہوئی تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں اور اگر خبر ہوگئی تو زکوٰۃ دہندہ کیا کرے؟

(المستفتی: ۸۳، حاجی عبداللطیف، مجتبائی دہلی، ۴/رجب ۱۳۵۲ھ، مطابق ۲۵/اکتوبر ۱۹۳۳ء)

---

(۱) فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي، ولا مولاه بشرط قطع المنفعة الخ. (الهندية، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۱۷۰/۱، رشيدية)

(۲) ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا، لا إباحة، كما مر لا يصرف إلى بناء نحو مسجد، ولا إلى كفن ميت، وقضاء دينه، إلخ. (الدر المختار) (قوله: نحو مسجد) كبناء القناطر، والسقايات، وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار، والحج، والجهاد، وكل مالا تمليك فيه، زيلعي. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳٤٤/۲، سعيد)

الجواب

(ازحبیب المرسلین صاحب، نائب مفتی)

(۱) زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اور مہتمم ان کو راضی کر کے یہ رقم ان سے لے کر یتیم خانے کے مصارف پر صرف کردے گا تو مہتمم کا یہ فعل بھی جائز ہوگا اور اگر ان سے ناراضگی کی صورت میں لے کر یتیم خانے کے مصارف پر صرف کرے گا تو گناہ گار ہوگا؛ مگر بہر صورت زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔

(۲) اگر عرف مخلوط کردینے مہتمم کا مختلف مدات کی رقوم کو نہ ہوگا تو یہ فعل مہتمم کا ناجائز وموجب ضمان ہوگا اور اگر عرف ہوگا تو یہ فعل مہتمم کا جائز ہوگا اور موجب ضمان نہ ہوگا، بشرطیکہ ان مختلف مدات کی رقوم کے مالکین کو بھی علم اس عرف پر ہوگا اور اس جواز کی صورت میں مہتمم بمقدار رقم ہر مالک مؤکل کے رقوم مخلوطہ میں سے لے کر اس کے مصرف معین پر صرف کردے گا تو زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اور مسجد تعمیر کنندہ کی طرف سے مسجد تعمیر ہوجائے گی اور اگر مہتمم زکوٰۃ کی رقم کو جان کر غیر مصرف میں خرچ کردے گا اور زکوٰۃ دہندہ کو خبر نہ ہوگی تو اس کا مواخذہ اخروی مہتمم پر ہوگا؛ لیکن زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اور اگر زکوٰۃ دہندہ کو خبر ہوجائے گی تو اس کو یہ حق نہ ہوگا کہ مہتمم سے اپنی رقم تلف شدہ کی ضمان لے کر زکوٰۃ ادا کرے۔

”ویتصل بهٰذا العالم إذا سأل للفقراء شيئاً وخلط يضمن قلت ومقتضاه أنه لووجد العرف فلا ضمان لوجود الإذن حينئذٍ دلالة والظاهر أنه لابدمن علم المالك بهٰذا العرف ليكون أذنا منه دلالة. (۱) فقط واللہ اعلم

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ، نائب مفتی مدرسہ امینیہ، دہلی

الجواب

(ازحضرت مفتی اعظمؒ)

(۱) اگر دینے والے نے بچوں کو تملیک کے طور پر زکوٰۃ دے دی اور بچے نادار اور بالغ تھے تو اس کی زکوٰۃ تو دیتے ہی ادا ہوگئی، اب مہتمم یتیم خانہ نے اگر بچوں سے جبراً لے لی تو اس کا یہ فعل ناجائز ہے؛ مگر زکوٰۃ کی صحت ادا پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا اور بچوں نے اپنی خوشی سے اسے دے دی تو پھر ناجائز بھی نہیں اور اس صورت میں وہ یتیم خانہ کے ہر مصرف میں بچوں کی رضامندی سے صرف ہوسکتی ہے۔

(۲) اس میں پہلی بات تو قابل غور ہے کہ مختلف مدات کی رقوم کو علاحدہ رکھنے اور اپنے مصرف میں صرف کرنے کا حکم روپیہ اور پیسوں اور گنی اور گلٹ کے سکوں کے ساتھ متعلق ہے، جو رقوم کہ کاغذی نوٹوں کی صورت میں دی

---

(۱) رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲۶۹/۲، ط: سعید

جائیں، ان کے ساتھ یہ حکم متعلق نہیں؛ کیوں کہ نوٹ خود مال نہیں ہیں، محض وثائق ہیں،(۱) اگر مختلف مدات کے لیے دیئے ہوئے نوٹ ملا دیئے جائیں اور ہر ایک مد کی رقم کے موافق اس مد میں ان کو صرف کر دیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، ہر مد میں رقم صرف کردی جانے پر معطی کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

اب رہے دھات کے سکے تو ان کا حکم یہ ہے کہ مختلف مدات؛ بلکہ ایک مد میں دی ہوئی مختلف اشخاص کی رقم بھی علاحدہ رکھنی چاہیے، اس اصول کے ماتحت مہتمم پر یہی لازم نہیں کہ وہ مد زکوٰۃ کی تمام رقم علاحدہ رکھے؛ بلکہ یہ بھی لازم ہے کہ زکوٰۃ کی رقم بھی ہر ایک شخص کی علاحدہ رکھے، خواہ رقم چار آنے کی ہو، یا روپے کی، یا دس روپے کی اور اگر زکوٰۃ دینے والے تین سو چار سو آدمی ہوں، جن میں آنہ دو آنہ سے مثلاً سینکڑوں روپے تک کی مختلف رقوم ہوں تو اصول بالا کی بنا پر تین چار سو تھیلیاں، یا پڑیاں علاحدہ رکھنی پڑیں گی،(۲) اور اس کی دشواری اور عدم استطاعت مخفی نہیں؛ اس لیے فقہا نے یہ حکم دے دیا ہے کہ جب کہ رقوم جمع شدہ مختلطہ اپنی اپنی مد میں صرف کردی جائیں اور اختلاط کا عرف ہونے کی وجہ سے مالکوں کی جانب سے دلالۃً اذن بالخلط ہو جائے تو زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور مہتمم پر بھی کوئی گناہ، یا ضمان نہ ہوگا۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۲۷۶/۴-۲۷۸)

ضرورت مند سید، فوج اور رفاہی اداروں کو زکوٰۃ دینا:

سوال: مفلس سید کو اس وجہ سے زکوٰۃ دینا کہ آج کل ان کو مال غنیمت سے حصہ ملنے کی کوئی صورت نہیں ہے، جائز ہے، یا ناجائز؟ سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زکوٰۃ کے روپے سے سپاہیوں کو تنخواہیں ملتی تھیں اور یہ روپیہ سلطنت کے دوسرے کاموں میں خرچ ہوتا تھا، کیا آج کل بھی رفاہ عام (اسلامی کام) کے کاموں میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۱۴، بابو محمد رشید خاں، قرول باغ، دہلی، ۲۶؍رجب ۱۳۵۲ھ، مطابق ۱۶؍نومبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

مفلس سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔(۴) زکوٰۃ کے روپے سے فوج کو تنخواہ نہیں دی جاتی تھی، رفاہ عام کے کاموں میں

(۱) یہ حکم اس وقت تھا جب نوٹوں کے پیچھے بینکوں میں سونا ہوتا تھا؛ لیکن اب نوٹ خود ثمن عرفی بن گئے ہیں، اس کے پیچھے سونا نہیں ہوتا۔

(۲) کیوں کہ الخلط إستهلاک. (لأن الخلط إستهلاک إذا لم یکن تمیزه عند أبی حنیفة. (الدر المختار، کتاب الزکاة: ۲۹۰/۲، ط: سعید)

جس طرح خلط قسم بقسم آخر پر صادق آتی ہے، اسی طرح خط مال واحد بمال اخر پر بھی صادق ہے۔

(۳) قلت، ومقتضاه، أنه لو وجد العرف، فلا ضمان لوجود الإذن حینئذٍ دلالة، والظاهر أنه لابد من علم المالک هذا العرف، لیکون أذنا منه دلالة. (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲۶۹/۲، ط: سعید)

(۴) ولا یدفع إلٰی بنی هاشم، وهم آل علی، وآل عباس، وآل جعفر، وآل عقیل، والحارث بن عبد المطلب کذا فی الهدایة إلخ. (الهندیة، کتاب الزکاة، باب المصارف: ۱۸۹/۱، ط: رشیدیة، کوئٹة)

ایسے طور پر خرچ ہوسکتا ہے کہ اس میں تملیک ہو سکے، (۱) مثلاً غریبوں کو لباس وخوراک تقسیم کرنا۔

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی: ۲۷۸/۴)

ایسے ادارے کو زکوٰۃ دینا جس سے غریب اور امیر دونوں طلبا فائدہ حاصل کرتے ہوں:

سوال: جس فنڈ سے یتیم اور غریب طلباء کے کھانے پہننے اور تعلیم کا انتظام ہوتا ہو، اس میں زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے، یانہیں؟ جس مدرسے میں غریب اور تونگر ہر دوقسم کے بچے تعلیم پاتے ہوں، اس مدرسے میں زکوٰۃ کا مال دینا درست ہے، یانہیں؟ یتیم خانہ میں تونگر کا بچہ خرچہ دے کر رکھنا درست ہے، یانہیں؟

(المستفتی: ۴۰۴، عبدالکریم (ہمت نگر) ۲۱/ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ، مطابق یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء)

الجواب

زکوٰۃ کا روپیہ یتیم بچوں کے خرچ میں جو نادار اور غریب ہوں لانا جائز ہے؛ یعنی ان کے کھانے کپڑے سامان تعلیم میں تملیکا خرچ کیا جا سکتا ہے؛ لیکن مدرسین کی تنخواہیں، یا مدرسے کی تعمیر، یا ایسے ہی دوسرے مصارف میں جس میں تملیک نہ ہو، خرچ نہیں کیا جا سکتا، (۲) تو انگر کے بچوں کو زکوٰۃ کے روپے میں سے کچھ دینا، یا اس پر خرچ کرنا جائز نہیں۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۲۷۹/۴)

بنو فاطمہ کے علاوہ دوسرے ہاشمی بھی سید ہیں، ان کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

سوال: بنو فاطمہ کے علاوہ بقیہ بنی ہاشم بھی سید ہیں، یانہیں؟

(المستفتی: ۸۲۲، محمد نذر شاہ، ضلع گجرات، ۶/ محرم ۱۳۵۵ھ، مطابق ۳۰/ مارچ ۱۹۳۶ء)

الجواب

بنو فاطمہ کے علاوہ دوسرے ہاشمی بھی لغۃً واحتراماً سید ہیں اور حرمت صدقہ کے حکم میں شامل ہیں؛ (۴) مگر اصطلاحا سید کا لفظ صرف بنو فاطمہ کے لیے خاص ہو گیا ہے۔ (۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۰/۴)

---

(۱) ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً، إلخ. (الدرالمختار، کتاب الزکاۃ: باب المصرف: ۳٤٤/۲، ط: سعید)

(۲) ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً، لا إباحة، کما مر، لایصرف إلیٰ بناء نحو مسجد، ولا إلیٰ کفن میت، وقضاء دینه إلخ. (الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف: ۳٤٤/۲، ط: سعید)

(۳) یعنی نابالغ بچوں پر خرچ کرنا؛ کیوں کہ وہ باپ کے تابع ہوتے ہیں۔

"ولایجوز دفعها إلیٰ ولد الغنی الصغیر. (الھندیة، کتاب الزکاۃ، باب المصرف: ۱۸۹/۱، ط: کوئٹه)

(۴) بنولہب کے علاوہ تمام بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ "ولا إلیٰ بنی ھاشم إلا من أبطل النص قرابته، وھم بنو لھب. (الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف: ۳٥۰/۲، ط: سعید)

(۵) باقی اہل بیت میں آتے ہیں، جو کہ سید سے عام ہے۔

زکوٰۃ سے کنواں، مسجد، مقبرہ تعمیر کرنا اور میت کو کفن دینا جائز نہیں:

سوال: زید کے پاس زکوٰۃ کا روپیہ جمع ہے، آیا وہ اس سے کنواں، تالاب، مسجد کے متصل مسافر خانہ کسی بزرگ کا مزار یا مقبرہ بنا سکتا ہے، یا کسی لاوارث میت کی تجہیز وتکفین کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو زکوٰۃ کا روپیہ کن امور میں صرف کرسکتا ہے؟

(المستفتی: ۸۵۱، شیخ چمن میاں (ضلع غازی پور) ۲۰ محرم ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۳/اپریل ۱۹۳۶ء)

الجواب

زکوٰۃ کی رقم ادائیگی میں تملیک بلاعوض لازم ہے؛ یعنی فقراومساکین کو بغیر کسی معاوضۃ کے مالک بنا کر رقم زکوٰۃ دی جائے۔ کنواں، تالاب، مسجد، مسافر خانہ، مزار، مقبرہ کی تعمیر کرانے میں تملیک نہیں ہے؛ اس لیے یہ سب ناجائز ہے۔(۱) مسکینوں، طالب علموں، یتیموں، بیواؤں کو زکوٰۃ کی رقم دینی چاہیے۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۰/۴)

صاحب نصاب امام کا زکوٰۃ لینا:

سوال: جو امام صاحب نصاب ہو بسبب امامت کے وہ لوگوں کو تنگ کر کے زکوٰۃ لے تو وہ مال زکوٰۃ اس کے واسطہ حرام ہے، یا حلال ہے؟ اور تنگ اس طرح کرے کہ میں نماز نہ پڑھاؤں گا، تمہارے جنازے اور عیدین نہ پڑھاؤں گا؟

(المستفتی: ۱۲۸۸، محمد اسمٰعیل (امرتسر) ۲۳/شوال ۱۳۵۵ھ، مطابق ۷/جنوری ۱۹۳۶ء)

الجواب

صاحب نصاب کو زکوٰۃ کا مال لینا حرام ہے،(۲) اور زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے لوگوں کو تنگ کرنا تو غیر صاحب نصاب کے لیے بھی جائز نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۱/۴)

مالک نصاب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

سوال: زید کے قرابت دار زید کو زکوٰۃ دینا چاہتے ہیں، کیا زید کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اور دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی زید کے پاس یک صد سے کم روپے ہیں؟ (المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی)

(۱) ویشترط أن یکون الصرف تملیکًا لا إباحة، کما مر، ولا یصرف إلیٰ بناء نحو مسجد، ولا إلیٰ کفن میت، وقضاء دینه قوله: نحو مسجد کبناء القناطر، ولاسقایات، وإصلاح الطرقات، وکری الأنهار، والجمح، والجهاد، کل مالا تملیک فیه، إلخ. (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳٤٤/۲، ط: سعید)

(۲) ولا یحل أن یسأل شیئاً من القوت من له قوت یومه بالفعل أو بالقوة. (الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳٥٤/۲، ط: سعید)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

زید کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں؛ کیوں کہ وہ مالک نصاب ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۲۸۱/۴-۲۸۲)

صدقہ فطر کی رقم سے مدرسے تعمیر جائز نہیں:

سوال: قصبہ عبداللہ پور میں پہلے اسلامی مدرسہ ایک چھپر میں قائم تھا، اب یہاں کے غریب لوگوں نے کوشش کر کے ایک اسلامی مدرسہ تعمیر کرایا ہے، اس کی تعمیر میں کچھ کمی رہ گئی ہے، غریبوں کا روزگار بہت مندا ہے، اس وجہ سے چندہ حاصل کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ اب آیا فطرہ کے اناج کا مصرف اس کی تعمیر میں ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: عزیز احمد، مدرس مکتب عبداللہ پور، ضلع میرٹھ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

صدقات فطر کی رقم اس عمارت میں نہیں لگ سکتی، (۱) وہ تو صدقہ کر دینا ہی لازم ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۲/۴)

صاحب نصاب علما کو زکوٰۃ لینا:

سوال: ہمارے ملک بلوچستان علاقہ پہاڑی میں علما کا گزارہ قدیم سے آج تک زکوٰۃ وعشر واسقاط مردگان پر ہے، اس آمدنی سے بھی پورا گزارہ نہیں ہوسکتا، ایک وجہ یہ ہے کہ آباد ملک نہیں پہاڑی علاقہ ہے، بارانی پانی سے اکثر آبپاشی ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ چرائی کا کام کرتے ہیں اور گزارہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ زکوٰۃ وغیرہ آمدنی بھی پوری طرح ادا نہیں کرتے اور جو ادا کرتے ہیں، مثل تنخواہ مقررہ علما کو سب دی بھی نہیں جاتی، اکثر اقربا وغیرہ کو دی جاتی ہے، علما کی کوئی پرواہ بھی نہیں کرتا، اگرچہ اذان جماعت چھوڑ کر چلا ہی جائے اور یہ لوگ بوجہ کم علمی وجہالت علما کی تنخواہ کا تو نام بھی نہیں لیتے، بالا آمدنی بھی مرضی پر ہے، چاہے دیں، یا نہ دیں، مقرر نہیں، اس وجہ سے علما نایاب ہیں، بعض جگہوں پر اذان وامامت بھی نہیں ہوتی۔ تعلیم کی یہ حالت ہے کہ مدرسہ اسلامیہ کا نام بھی نہیں،

---

(۱) ولا (یصرف) إلی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية، إلخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳٤۷/۲، ط: سعيد)

(۲) اس لیے کہ اس میں تملیک نہیں ہوتی اور صدقہ فطر میں تملیک ضروری ہے۔

فی الدر المختار: "وصدقة الفطر كالزكاة فی المصارف، وفی كل حال".

وفی الشامية: قوله: وفی كل حال ... بل المراد فی أحوال الدفع إلی المصارف من إشتراط النية، واشتراط التمليك. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۲۹/۲، ط: سعيد)

نہ کوئی حافظ قرآن موجود ہے، تدریس جماعت و جنازہ، نکاح خوانی یہ سب کام پیش امام مسجد کے ذمہ ہیں۔طلبا کی یہ حالت ہے کہ اکثر صبح سویرے ناظرہ سبق قرآن شریف پڑھ کر مال چرانے کو چلے جاتے ہیں، واپسی شام کو ہوتی ہے، اکثر ناظرہ قرآن شریف پڑھ کر چھوڑ دیتے ہیں، بعضے کچھ قدر تھوڑی سی چھوٹی کتابیں پڑھ کر فراموش کر دیتے ہیں، علم کی قدر نہیں جانتے اور دین کی یہ حالت ہے کہ بعضے لوگ جماعت سے نماز پڑھنا بجائے خود رہا نماز بھی نہیں پڑھتے اور عورتوں کو پردۂ شرعی بھی نہیں دیتے، باہر کا کام کرتی پھرتی ہیں اور میراث فقط مردوں پر تقسیم کرتے ہیں، عورتوں کو کوئی حصہ بھی نہیں دیتے، اگر چہ یتیم لڑکی کیوں نہ ہو، بعضے لوگ میراث بجائے خود ہے، عورتوں کو بھی فروخت کر دیتے ہیں چاہے لڑکی بہن ہی کیوں نہ ہو؛ یعنی اتنی دین میں سستی ہے اور دین کے مددگار کم ہیں۔ پہلے عرض یہ ہے کہ دعا فرمادیں کہ خداوند تعالیٰ ہم کو اس گمراہی سے نکالے، ہدایات دین نصیب کرے۔ بعدہ عرض ہے کہ بوجہ کم ہونے مددگار دین اور نہ دینے تنخواہ کے علما کو بالا آمدنی مذکورہ زکوٰۃ لینی جائز ہے، یا نہیں؟

جس طرح علماء متاخرین اس زمانہ میں مددگار دین کم دیکھ کر تنخواہ لینے پر فتویٰ جواز کا دیا ہے، جس جگہ تنخواہ ملتی ہے، اب ہمارے ملک کی یہ حالت ہے، جو آپ کو عبارت بالا سے معلوم ہوئی، تنخواہ بجائے خود زکوٰۃ وغیرہ آمدنی سے بھی پورا گزارہ اکثر جگہ نہیں ہوتا، مسجدیں بلا امام و مؤذن ہی کھڑی ہیں۔اب کیا ہم بوجہ تنخواہ نہ ملنے کے زکوٰۃ وصدقات لے سکتے ہیں، یہ زکوٰۃ تنخواہ کے قائم مقام ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

(۲) اسراف اور صدقہ میں کیا فرق ہے؟

(۳) مبذرین و مسرفین میں کیا فرق ہے؟ یہ لوگ سب کو خیرات جانتے ہیں؟

(۴) **الحب فی اللہ و البغض للہ** اور غیبت میں کیا فرق ہے؟

(۵) صدقہ فی سبیل اللہ اور خیرات ریا میں کیا فرق ہے؟

(۶) بعضے لوگ شادی و غمی میں بہت خرچ کرتے ہیں اور زکوٰۃ وعشر وغیرہ میں فرض واجب چھوڑ کر مستحب ادا کرتے ہیں، خیرات کرتے ہیں، کیا ان کی یہ خیرات مفید ہے؟

(المستفتی:۱۶۵۱، پیش امام حاجی باسو، مقام لہمہ زیرین، ڈاکخانہ یارخاں، ضلع لورالائی، ۲۴/ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ، ۲/ اگست ۱۹۳۷ء)

الجواب

(۱) علما جو صاحب نصاب ہوں، ان کے لیے اخذ زکوٰۃ کا جواز نص صریح کے خلاف ہے: ’’ **لایحل الصدقة لغنی**‘‘. (۱) اور قرآن پاک کی آیت: ﴿**اِنَّمَا الصدَقَاتُ لِلۡفُقَرَاء**﴾ (۲) کے سیاق اور لفظ ’’إنما‘‘ کے مفاد کے خلاف

---

(۱) لاتحل الصدقة لغنی‘‘.(مجمع الزوائد، باب فیمن لا تحل له الزکاة:۹۱/۳، ط:دار الفکر بیروت)

(۲) ﴿إنما الصدقات للفقراء، والمساکین، والعاملین علیها، والمؤلفة قلوبهم، وفی الرقاب، والغارمین، وفی سبیل الله، وابن السبیل﴾ (التوبة : ۶۰)

ہے۔ پس اس کو جائز کرنے کی کوئی صورت نہیں اور اخذ اجرت تعلیم کے فتوے جواز پر جو متاخرین حنفیہ نے دیا ہے، اس کا قیاس صحیح نہیں؛ کیوں کہ اجرت علی الطاعات کا جواز مجتہد فیہ تھا، اس میں پہلے ہی سے گنجائش تھی تو ایک ضرورت کی وجہ سے حنفیہ نے اس میں دوسرے امام کے قول پر عمل کرلیا، زکوٰۃ کا اغنیا کے لیے جائز نہ ہونا متفق علیہ اور منصوص ہے، بعض علما نے صرف اتنی اجازت دی ہے کہ عالم کی کتابیں جن سے وہ فتوے کا کام کرتا ہے، اس کی حاجات اصلیہ میں شمار کرکے نصاب سے خارج کردی ہیں؛ یعنی ایسے عالم کو زکوٰۃ لینا جائز ہے، جس کے پاس نصاب کی قیمت کی کتابیں تو ہوں؛ (۱) مگر اور کوئی مالیت نہ ہو لیکن جس کے پاس چاندی سونے کا نصاب ہو زمین زراعت کی ہو گائے بھینس بکریاں جانور ہوں اس کے لئے زکوٰۃ کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(۲) صدقہ وہ ہے، جو حاجت مند کی حاجت رفع کرنے کی غرض سے دیا جائے اور اسراف وہ ہے، جو بغیر حاجت کے صرف کیا جائے؛ یعنی خرچ کرنے کی داعی کوئی چیز سوائے خواہش نفس کے نہ ہو۔ (۲)

(۳) مبذر اور مسرف کے معنی قریب قریب ہیں، زیادہ فضول کرچی کو تبذیر کہتے ہیں۔ (۳)

(۴) البغض للّٰہ کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے اعمال شرعیہ کی خرابی کی وجہ سے اس سے اللہ واسطے بغض رکھا جائے اور غیبت کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائیاں بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ (۴)

(۵) صدقہ اس کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی نیت سے کسی حاجت مند کی حاجت رفع کرنے کے لیے کچھ دیا جائے اور خیرات ریا اس کو کہتے ہیں کہ لوگوں کو دکھانے اور نام اور شہرت حاصل کرنے کے لیے دیا جائے۔

(۶) حقوق واجبہ زکوٰۃ وعشر وغیرہ ادانہ کرنا اور بیاہ شادی میں بہت زیادہ رقم خرچ کردینا گناہ ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۲/۴-۲۸۴)

زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ ویتیم خانہ کی تعمیر جائز نہیں:

سوال: دہرہ دون میں ایک مدرسہ تجوید القرآن ویتیم خانہ ایک مدت سے قائم ہے، اس مدرسہ میں تعلیم قرآن

---

(۱) لابأس أن یعطی من الزکاة من له مسکن، ومایتاثث به فی منزله، لوخادم، وفرس، وسلاح، وثیاب البدن، وکتب العلم إن کان من أهله إلخ. (ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳۴۷/۲، ط، سعید)

(۲) الإسراف صرف الغنی فیما ینبغی زائد علٰی مالا ینبغی. (ردالمحتار، کتاب الفرائض: ۷۵۹/۶)

(۳) التبذیر صرفه (أی الشی) فیما لاینبغی. (رد المحتار، کتاب الفرائض: ۷۵۹/۶)

(۴) عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قیل یارسول اللّٰه! ماالغیبة؟ قال: ذکرک أخاک بما یکره، قال أرأیت إن کان فیه ما أقول، قال: ان کان فیه ماتقول، فقد اغتبتة، وإن لم یکن فیه ما تقول فقد بهته. (الترمذی، أبواب البر، والصلة، باب ماجاء فی الغیبة: ۱۵/۲، ط: سعید)

دی جاتی ہے اور حساب واردو کی بھی تعلیم دی جاتی ہے، اس میں یتیم بچوں کے علاوہ اور مسلمان بچے بھی تعلیم پاتے ہیں، کسی سے کوئی فیس نہیں لی جاتی، یتیم بچوں کی رہائش وخوردونوش وغیرہ کا انتظام بھی ہے، اس وقت تک اس مدرسہ ویتیم خانہ کی اپنی عمارت بھی نہیں تھی؛ مگر اب عمارت زیرتعمیر ہے، براہ کرم مطلع فرمائیے کہ آیا اس عمارت ویتیم خانہ میں رقومات زکوٰۃ فطرہ وچرم قربانی صرف کرنا مطابق شریعت جائز ہے، یانہیں؟

(المستفتی: ۲۱۴۵، سکریٹری انجمن نصرۃ الاسلام، دہرہ دون، ۲۱/شوال ۱۳۶۵ھ، ۲۵/دسمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

زکوٰۃ کی رقم عمارت میں خرچ نہیں کی جاسکتی؛ کیوں کہ ادائیگی زکوٰۃ کی حنفیہ کے نزدیک بدون تملیک کے کوئی صورت جائز نہیں۔(۱) ہاں حیلہ تملیک کرکے زکوٰۃ کی رقم تعمیر میں صرف کی جائے تو گنجائش ہے۔(۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۴/۴-۲۸۵)

مدرسے کے سفیر کو زکوٰۃ کی رقم سفر میں کرچ کرنا:

سوال (۱) مدرسہ کے جو سفیر باہر چندہ کی وصولیابی کے لیے مقرر ہوئے ہیں، ان سے یہ کہا گیا ہے کہ دو قسم کی رقمیں تم کو ملیں گی: مد تعلیم، مد زکوٰۃ۔ سفرخرچ میں ان میں سے نصف نصف خرچ کرنا اور جو تنخواہ کو ملے گی، وہ بھی اسی حساب سے ملے گی، تنخواہ میں تو کچھ شبہ نہیں؛ لیکن جو رقم سفرخرچ میں صرف ہوئی ہے، چوں کہ قبل تملیک صرف ہوگئی؛ اس لیے یہ شبہ ہے کہ جائز بھی ہے، یانہیں؟ اگر ناجائز ہے تو اب تک جو ایسا کیا گیا، اس کا کیا ہونا چاہیے؟

(۲) چرم قربانی شہر میں سے مدرسہ کے لیے مزدور کے ذریعہ سے منگائے جاتے ہیں، بعض اصحاب نقد کی صورت میں اس کی قیمت دیتے ہیں، کیا اس نقد میں سے اس مزدور کی اجرت دی جاسکتی ہے، جس نے کھالیں جمع کی ہیں، یانہیں؟

(المستفتی: ۲۴۷۶ جناب مولوی محمد سعید صاحب جامع مسجد نگینہ (بجنور) ۱۹/صفر ۱۳۵۸ھ، ۱۱/اپریل ۱۹۳۹ء)

الجواب

هو الموفق اموال زکوٰۃ قیمت چرم قربانی میں سے اجرت عامل دینے کا جواز تو ناقابل تردد ہے،(۳) اور اس

---

(۱) ويشترط، أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة، كمامر، ولا يصرف إلى بناء نحو مسجد، ولا إلى كفن ميت، وقضاء دينه، قوله: نحو مسجد، كبناء القناطر، والسقايات، وإصلاح الطرقات، وكرى الأنهار، والحج والجهاد، وكل مالا تمليك فيه، إلخ. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ٣٤٤/٢، ط: سعيد)

(۲) جیسے فقرا کو تملیک کرائے اور بعد میں وہ خوشی سے تعمیر میں لگائے۔

(۳) کیوں کہ یہ منصوص علیہ ہے، جیسے قرآن مجید کی آیت ہے: ﴿والعاملين عليها﴾ (التوبة: ٦٠)

صورت میں حیلہ تملیک کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی، مہتمم مدرسہ اپنے سفیر کو اپنی طرف سے وکیل بالتصرف بنا سکتا ہے، یا استقراض کی اجازت دے سکتا ہے،(۱) اور بوقت حساب تنخواہ اور مصارف سفر کو خرچ میں ڈال سکتا ہے ان تمام رقوم میں جس قدر رقم بطور نوٹ کے وصول ہوتی ہے، اس میں تعین نہ ہونا تو ظاہر ہے اور جس قدر رقم روپیہ پیسوں کی صورت میں وصول ہوتی ہے، اس میں بھی تعین پر عمل تقریباً ناممکن ہے؛ کیوں کہ تعین کا مقتضا تو یہ ہے کہ ہر معطی کی دی ہوئی رقم علاحدہ رکھی جائے اور ظاہر ہے کہ یہ صورت تقریباً ناممکن ہے۔ پس نوع صدقہ کی علاحدہ گی اور حساب مجموعی پر اکتفا کیا جاتا ہے،(۲) اور متعدد معطیوں کی رقم زکوٰۃ کا مجموعی حساب کرلیا جاتا ہے، رقوم زکوٰۃ سب مختلط ہو جاتی ہیں، پس جیسے کہ زید، عمرو، بکر کی دی ہوئی رقمیں مخلوط ہو جاتی ہیں، اسی طرح مختلف مدات کی رقمیں بھی مخلوط ہو جائیں اور صرف کا حساب علاحدہ علاحدہ کر دیا جائے، یہ دونوں صورتیں یکساں ہیں۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۵/۴-۲۸۶)

مدرسہ کے سفیر کو زکوٰۃ کی مد سے تنخواہ دینا:

سوال (۱) مدارس عربیہ میں بمد زکوٰۃ جو روپیہ پہنچتا ہے، کیا اس میں سے مدرسہ کے سفیر کو جو چندہ کی فراہمی کے لیے مقرر ہوتا ہے۔ ﴿والعاملین علیها﴾ کی مد میں داخل سمجھ کر اس کو تنخواہ میں وہ روپیہ دیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

(۲)　مدرسہ کا کوئی ایسا مبلغ، یا مدرس ہو، جس کے پاس کسی رقم کا نصاب نہیں صرف ماہواری تنخواہ پر جو مدرسہ سے حاصل کرتا ہے، نہایت تنگی اور دشواری سے اس پر گزارہ کر سکتا ہے، کیا ایسے مبلغ یا مدرس کو بھی مدرسہ میں بمد زکوٰۃ آمدہ رقم سے تنخواہ دی جا سکتی ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۶۵۱، مولانا محمد چراغ صاحب، مدرس مدرسہ گوجرانوالہ، ۲۱/رجب ۱۳۵۹ھ، ۲۶/اگست ۱۹۴۰ء)

الجواب

(۱) زکوٰۃ کی رقم وصول کر کے لانے والوں کو اس رقم میں سے اجرت عمل دینے کی گنجائش ہے، خواہ وہ غنی ہوں؛(۳) مگر کسی حال میں ان کی وصول کی ہوئی رقم کے نصف سے زیادہ نہیں دی جائے گی۔(۴)

---

(۱)　یعنی سفیر سے یوں کہے کہ آپ اس سے خرچ کرتے رہیں، آخر میں حساب برابر کر دیا جائے گا۔ فقط

(۲)　لأن الخلط استهلاک إذا لم يكن عند أبي حنيفة. (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲۹۰/۲، سعيد)

قلت: ومقتضاه، انه لو وجد العرف، فلا ضمان لوجود الاذن حينئذٍ دلالة والظاهر انه لا بد من علم المالك هذا العرف، ليكون اذناه منه دلالة. (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲۶۹/۲، ط: سعيد)

(۳)　وعامل، يعم الساعي، والعاشر، ولو غنيا لاهاشميا، لأنه فرغ نفسه لهذا العمل، فيحتاج الى الكفاية، والغنى لا يمنع من تناولها عند الحاجة، كابن السبيل، بحر عن البدائع. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۳۹/۲، سعيد)

(۴)　قوله فيحتاج إلى الكفاية، لكن لا يزاد علىٰ نصف ماقبضه، كما يا تى. (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۴۰/۲، ط: سعيد)

(۲)　کسی مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کی رقم کسی عمل کے معاوضہ میں (سوائے تحصیل جمع زکوٰۃ کے) نہیں دی جاسکتی؛ کیوں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تملیک بلاعوض شرط ہے،(۱) ملازمین مدتعلیم وتبلیغ کو تنخواہ بطور عقد اجارہ دی جاتی ہے، جو تملیک بلاعوض نہیں ہے، البتہ اگر ان کو بطور وظیفہ ماہواری رقم دی جائے اور مستاجر کی حیثیت سے ان کے عمل کی جانچ نہ کی جائے اور اجیر کی طرح ان سے مواخذت نہ ہوں تو پھر ان کو زکوٰۃ میں سے ماہواری وظیفہ دینا جائز ہوگا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ الجواب صحیح: فقیر محمد یوسف دہلوی، مدرسہ امینیہ، دہلی (کفایت المفتی: ۴/۲۸۶-۲۸۷)

مالدار شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

سوال ایک مسجد کے امام صاحب ہیں ان کی لڑکی شادی شدہ بالغہ ہے اس کا شوہر اسے نہیں لے جاتا ہے وہ کچھ بیمار بھی رہتی ہے امام صاحب کو بستی کے لوگ فطرہ اور زکوٰۃ حقدار سمجھ کر دیتے ہیں اب یہ امام صاحب اس فطرہ اور زکوٰۃ کی آمدنی کو اس اپنی لڑکی کو دیدیں تو دینے والوں کی زکوٰۃ اور فطرہ ادا ہوگا یا نہیں؟ امام صاحب ایسا جو کرتے ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ لڑکی صاحب نصاب بھی نہیں ہے اور بیمار بھی رہتی ہے پھر اگر یہ لڑکی اپنی خوشی سے اپنے والدین کو جو صاحب نصاب ہیں اس رقم کو دیدے تو والدین کو اپنے صرف میں لانا جائز ہوگا یا نہیں؟

(المستفتی: میاں جی نور محمد، موضع نئ، ضلع گوڑگانوہ)

الجواب

صاحب نصاب کے لیے فطرہ اور زکوٰۃ جائز نہیں،(۳) ہاں لڑکی اگر صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کے لیے زکوٰۃ اور فطرہ جائز ہے، وہ لے کر قبضہ کرلے تو پھر اسے اختیار ہے کہ وہ اپنے والدین کو جو صاحب نصاب ہیں، اپنی طرف سے بطور ہدیہ کے اس میں سے دے، یا کھلائے تو جائز ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۴/۲۹۰)

---

(۱)　ولو نوى الزكاة،بما يدفع المعلم إلى الخليفة،ولم يستاجره إن كان الخليفة بحال لولم يدفعه،يعلم الصبيان أيضا،أجزاه،وإلافلا. (الفتاویٰ الهندية ،كتاب الزكاة،باب المصارف: ۱/۱۹۰،ط: سعيد)

(۲)　یہاں مدرسین کا مستحق زکوٰۃ ہونا بھی ضروری ہے، البتہ اس تفصیل سے شبہ بعوض دور کرنا مقصود ہے، نہ کہ مدرس کو عامل کے زمرے میں داخل کرنا۔ فقط

(۳)　ولايجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصابًا أى مال كان دنانير، أودراهم، أوسوائم، أوعوضًا للتجارة، أولغير التجارة فاضل عن حاجته الأصلية. (الهندية،باب المصارف: ۱/۱۸۹،ط: كوئٹة)

(۴)　وطاب لسيده،وإن لم يكن مصرفًامأدى إليه من الصدقات،فعجز كما فى وارث فقير مات من صدقه أخذها وارثه الغنى. (تنوير الأبصار،كتاب المكاتب،باب موت المكاتب،وعجزه،وموت المولىٰ: ۶/۱۱۶،ط: سعيد)

ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصابًا أى مال كان، دنانير أودراهم،أوسوائم أوعروضًا للتجارة.

مہتمم مدرسہ اور متولی مسجد کو زکوٰۃ دینا:

سوال: اگر صاحب نصاب کو فطرہ زکوٰۃ عشر وغیرہ کا مالک بنا دیا جائے اور پھر ضرورت مند کو یہ خرچ کرتے رہا کریں، جیسے کہ مدرسہ کا مہتمم، یا مدرس، یا مسجد کا متولی تو اس طرح زکوٰۃ وفطرہ وغیرہ ادا ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

صاحب نصاب کو زکوٰۃ فطرہ عشر کا مالک بنانا ہی جائز نہیں ہے، جو صاحب نصاب ہو، وہ ان تینوں قسم کے مال کا مستحق نہیں، نہ اس کو دینا جائز؛ (۱) لیکن مدرسوں کے مہتمم کو جو زکوۃ دی جاتی ہے، وہ درحقیقت طلباء ہی کو دی جاتی ہے؛ کیوں کہ مہتمم زکوۃ دہندگان کا وکیل ہوتا ہے اور وکیل جب زکوٰۃ کو مصرف میں خرچ کرے تو زکاۃ ادا ہو جاتی ہے تو مہتمم جب زکوٰۃ کو مصرف پر خرچ کرے گا تو ادا ہو جائے گی، لہذا مہتمم کو زکاۃ دینا جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی جل: ۲۹۰/۴)

چند آیات کا مطلب:

سوال: مندرجہ ذیل آیات کا مطلب بیان فرمائیں:

(۱) ﴿وَاٰتِ ذَاالقُرۡبٰی حَقَّه وَالمِسۡكِینَ وَابۡنَ السَّبِیۡلِ وَلَاتُبَذِّرۡ تَبۡذِیۡرًا﴾ (سورۃ الاسراء: ۲۶)

(۲) ﴿وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًاوَّبِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسَاكِینَ﴾ (سورۃ النساء: ۳۶)

(۳) ﴿وَاِذَاحَضَرَالۡقِسۡمَةَ اُوۡلُوا الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسَاكِینُ فَارۡزُقُوۡهُمۡ وَقُوۡلُوۡالَهُمۡ قَوۡلًا مَعۡرُوۡفًا﴾ (سورۃ النساء: ۸)

(المستفتی: ۲۰۷، محمد سرور (جہلم) ۱۷ محرم ۱۳۶۱ھ، مطابق ۴ فروری ۱۹۴۲ء)

الجواب

ان آیات کریمہ میں ذوی القربی اور مساکین اور مسافر کا ذکر ہے، ذوی القربی سے کنبہ کے لوگ مراد ہیں، قریب وبعید ہونے کے لحاظ سے ان کے درجات مختلف ہیں، ان کے حقوق بھی مختلف ہیں، بعض کے حقوق مؤکد اور مقدم ہیں اور بعض کے مستحب اور مؤخر، مثلاً مستطیع پر اس کی اولاد اور ماں باپ کا نفقہ واجب ہے؛ مگر ایسے شخص پر اولاد کا نفقہ مقدم ہے، جو یا تو اولاد کو نفقہ دے سکتا ہے، یا ماں باپ کو؛ یعنی دونوں کو دینے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ (۲) صدقات واجبہ یعنی زکوٰۃ، فطرہ، عشر کفارہ اپنے اصول وفروع کو نہیں دے سکتا، (۳) ان کے علاوہ باقی تمام قرابت داروں کو جب

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة، باب المصارف: ۱۸۹/۱، ط: كوئٹة

(۲) وإن كان للرجل وابن صغير، وهو لايقدر إلا على نفقة أحد هما فالإبن أحق. (الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقات، فصل فى نفقة ذوى الأرحام: ۵٦٥/۱، كوئٹة)

(۳) ولايدفع إلى أصله، و إن علا، وفرعه وإن سفل. (الهندية، كتاب الزكاة، باب المصارف: ۱۸۸/۱، ط: سعيد)

کہ وہ مسکین ہوں، دے سکتا ہے؛ بلکہ اجنبی مساکین سے ان کا حق مقدم ہے، صاحب مال کو جب علم ہو کہ اس کے کنبہ میں غریب اور حاجت مند لوگ ہیں تو اس کو خود ان کو دینا چاہیے، ان کے مانگنے کا انتظار نہ کرنا چاہیے، ضروری نہیں ہے کہ یہ ان کو زکوٰۃ، یا صدقہ جتا کر دے؛ بلکہ جتا کر نہ دینا ہی بہتر ہے؛ کیوں کہ زکوٰۃ، صدقہ، خیرات کا نام سن کر وہ قبول کرنے سے احتراز کریں گے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۲۹۰/۴-۲۹۱)

مالدار اگر مفلس ہو جائے تو اسے زکوۃ دے سکتے ہیں:

سوال: حمید چوتھی رمضان کو اہل زکوٰۃ تھا، مال میں سے زکوٰۃ نکال کر مساکین کو تقسیم کردی، پھر چار پانچ روز کے بعد حمید مسکین ہو گیا اور کل تیس بتیس روپے حمید کے پاس رہ گئے، اب اگر سعید زکوٰۃ حمید کو دیوے تو حمید کو زکوٰۃ کا روپیہ لینا جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: فیض الحسن، از جونڈلہ ضلع کرنال)

الجواب

اب جب کہ حمید صاحب نصاب نہیں رہا تو اس کو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۲۹۱/۴)

زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ جائز نہیں:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۲۷ء)

سوال: کیا زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا جائز ہے؟

الجواب

زکوٰۃ کا روپیہ مدرسین وملازمین مدرسہ کی تنخواہ میں دینا درست نہیں، (۲) طلبہ کو بطور وظائف دیا جا سکتا ہے۔ نیز ان کے کھانے، لباس، سامان تعلیم میں خرچ کیا جا سکتا ہے؛ مگر جو چیز ان کو زکوٰۃ کے روپے سے دی جائے، وہ تملیکاً دی جائے۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ (کفایت المفتی: ۲۹۳/۴)

---

(۱) ویجوز صرفها إلٰی من لایحل له السوال إذالم یملك نصابًا ... ویجوز دفعها إلٰی من یملك أقل من النصاب وإن كان صحیحًا مكتسبا. (الفتاویٰ الهندیة، كتاب الزكاة، باب المصارف: ۱۸۹/۲، ط: كوئٹة)

(۲) ولو نویٰ الزكاة بما یدفع المعلم إلٰی الخلیفة و لم یستاجره إن كان الخلیفة بحال لو لم یدفعه، یعلم الصبیان أیضًا أجزأه وإلا فلا (الفتاویٰ الهندیة، كتاب الزكاة، باب المصارف: ۱۹۰/۱، ط، كوئٹة)

مصرف زکوۃ کے متعلق چند سوالات:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۴ر جولائی ۱۹۳۱ء)

سوال (۱) تبلیغ دین کے لیے مد زکوۃ میں سے روپیہ صرف کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

(۲) مبلغ دین صاحب نصاب ہو، کیا اس کی تنخواہ زکوۃ کے روپے سے ادا کی جا سکتی ہے، یا نہیں؟

(۳) مبلغ مذکور علاوہ تبلیغ کے اگر فراہمی زکوٰۃ کا کام بھی کرے تو زکوٰۃ سے اس کا سفر خرچ، یا تنخواہ ادا ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

(۴) اگر فراہم شدہ رقم اس کی ماہواری تنخواہ سے کم ہو اور غیر زکوٰۃ سے تنخواہ پوری کی جائے تو اس مخلوط تنخواہ کا کیا حکم ہے؟

(۵) کیا زکوٰۃ میں تبلیغ دین کے لیے رسالوں کی اشاعت اور مفت تعلیم دی جا سکتی ہے، یا نہیں؟

(۶) مبلغ اگر سادات میں سے ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

(۷) اگر مسلمانوں کو تبلیغ دین کی دعوت دی جائے تو اس دعوت میں طعام وغیرہ پر زکوٰۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

(۸) تبلیغ دین کے لیے خط وکتابت میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

(۹) تبلیغ دین کے لیے غیر مذاہب کی کتب مطالعہ کے لیے زکوٰۃ سے خرید کی جا سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

حنفیہ کے نزدیک ادائے زکوٰۃ کے لیے ضروری ہے کہ تملیک مستحق بغیر عوض کے طور پر دی جائے، پس مال زکوٰۃ سے قاعدے، سیپارے، دینیات کے رسالے ٹریکٹ غریبوں اور ان کے بچوں کو مفت تقسیم کرنا تو جائز ہے، اسی طرح تعلیم کا اور سامان اور نقد وظائف بھی دیئے جا سکتے ہیں مبلغ کی تنخواہ نہیں دی جا سکتی، خواہ صاحب نصاب ہو، یا نہ ہو، غیر زکوٰۃ سے تنخواہ دی جا سکتی ہے، سادات میں سے مبلغ مقرر کئے جائیں، یا غیروں میں سے طعام مہمانان بھی زکوٰۃ کے روپے سے دینا جائز نہیں (۱) کہ اس میں بھی تملیک مستحق نہیں ہوتی، (۲) اسی طرح تبلیغ کے لیے خط وکتابت میں بھی زکوٰۃ کا روپیہ خرچ نہیں ہو سکتا۔ (۳)

محمد کفایت اللہ غفر لہ (کفایت المفتی: ۲۹۳/۴-۲۹۴)

---

(۱) اگر کھانا بطور تملیک دیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ فلو أطعم مسكيناً ناويا الزكاة، لا يجزيه إلا إذا دفع إليه المطعوم. (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲۵۷/۲، سعيد)

(۲) فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي، ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة: ۱۷۰/۱، ط كوئٹہ)

(۳) کیوں کہ یہاں تملیک نہیں پائی جاتی اور زکاۃ میں تملیک شرط ہے۔ ويجوز دفعها إلى من يملك أقم من النصاب، وإن كان صحيحًا مكتسباً. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة، باب المصارف: ۱۸۹/۱)

جو طالب علم گھر پر مالدار ہو، اس کو زکوٰۃ دینے کا حکم:

سوال: طالب علم بقدر سہ، یا چہار، یا پنچ میل برائے طلب علم سفر کروہ باشد و در خانہ خود ے نصاب باشد، آیا مستحق گرفتن زکوٰۃ ہست، یا نہ؟

الجواب

گرفتن زکوٰۃ اورا جائز است۔

قال فی الدر المختار: وابن السبیل وهو کل من له مال لا معه.

وفی الشامی: وألحق به کل من هو غائب عن ماله وإن کان فی بلده؛ لأن الحاجة هی المعتبرة وقد وجدت؛ لأنه فقیر یداً وإن کا ن غنیاً ظاهراً، الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۶/۲۲۴)

جس عالم کے پاس کتب خانہ ہو، اسے زکوٰۃ لینا کیسا ہے:

سوال: مال زکوٰۃ عالم کو جس کے پاس نقد بالکل نہیں؛ مگر کتب خانہ جمع ہے۔ لینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

عالم کے پاس اگر ضرورت سے زیادہ کتابیں نہیں ہیں، مثلاً ہر فن کی کتابوں کا ایک ایک نسخہ ہے تو اس کو زکوٰۃ لینا درست ہے اور اگر ایک نسخہ سے زیادہ کئی کئی نسخے ہر ایک کتاب کے ہیں، یا فقہ وحدیث تفسیر وغیرہ علوم دینیہ کے سوا دیگر فنون معقولات وتاریخ وغیرہ کی کتابیں نصاب کے قدر ہیں تو اس کو زکوٰۃ لینا درست نہیں ہے۔ شامی نے یہ تفصیل مذکور لکھی ہے اور یہ بھی اس میں ہے کہ کتابیں جو بہ نیت تجارت نہ ہوں، وہ عالم کے پاس ہوں، یا غیر عالم کے اور ضرورت کے موافق ہوں، یا زیادہ، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور اس شخص کو جس کے پاس کتابیں ہیں زکوٰۃ لینے اور نہ لینے کے بارہ میں وہ تفصیل ہے، جو اوپر لکھی گئی۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۶/۲۳۱)

(۱) ردالمحتار مع الدر المختار، باب مصرف الزکاة والعشر: ۲/۳۴۳، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) ولا زکاة فی ثیاب البدن، الخ، ودور السکنٰی ونحوها وکذا الکتب وإن لم تکن لأهلها إذا لم تنو التجارة غیر أن الأهل له أخذ الزکاة وإن ساوت نصباً إلا أن تکون غیر فقه وحدیث وتفسیر أو تزید علٰی نسختین منها هو المختار، الخ، وفی الأشباه: الفقیه لا یکون غنیاً بکتبه المحتاج إلیها، إلا فی دین العباد فتباع له. (الدر المختار)

وفی الرد: استدراک علی التعمیم المأخوذ من قوله وإن لم تکن لأهلها أی أن الکتب لا زکاة فیها علی الأهل وغیرهم من أی علم کانت لکونها غیر نامیة وإنما الفرق بین الأهل و غیرهم فی جواز أخذ الزکاة والمنع عنه فمن کان من أهلها اذا کان محتاجا الیها للتدریس و الحفظ والتصحیح فانه لا یخرج بها عن الفقر فله أخذ الزکاة إن کانت فقهاً أو حدیثاً أو تفسیراً ولم یفضل عن حاجته نسخ تساوی نصاباً کان یکون عنده من کل تصنیف نسختان و قیل: ثلاث؛ لأن النسختین یحتاج إلیهما لتصحیح کل من الأخرٰی والمختار الأول أی کون الزائد ... علی والواحدة فاضلاً عن الحاجة وأما غیر الأهل فإنهم یحرمون بالکتب من أخذ الزکاة، الخ. (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الزکاة: ۲/۱۰-۱۱، ظفیر)

زکوٰۃ کے روپے سے چاول خرید کر فقیروں کو بھیک دی، نیت سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے:

سوال: زکوٰۃ کے روپے سے چاول خرید کر سال بھر تک فقیروں کو بھیک دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

ادا ہوجاوے گی۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۳۳)

انجمن، یامدرسہ کوکوٰۃ دینا درست ہے، یانہ:

سوال: انجمن، یامدرسہ اسلامیہ میں زکوٰۃ دینا جائز ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

زکوٰۃ میں فقرا کا مالک بنانا ضروری ہے، بدون اس کے زکوٰۃ ادانہیں ہوتی،(۲) پس اگر انجمن میں طلبہ محتاج ہوں تو ان کوزکوٰۃ دینا درست ہےاور ملازمین انجمن اور واعظین کی تنخواہ میں زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے، اس میں بہت احتیاط کرنی چاہیے، زکوٰۃ کا مال خاص محتاجوں کی ملک میں بلاکسی معاوضہ کے جانا چاہیے۔انجمن کے مختلف اخراجات میں زکوٰۃ مال کرنے سے زکوٰۃ ادانہ ہوگی اور مدارس اسلامیہ میں جوزکوٰۃ کا روپیہ آتا ہے، وہ بھی خاص طلبہ مساکین کی خوراک وپوشاک میں صرف ہوتا ہے، کسی مدرس وملازم کی تنخواہ میں دینا، یاتعمیر وغیرہ میں صرف کرنا اس کودرست نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۳۳-۲۳۴)

بھنگ وافیون کے عادی کوزکوٰۃ دی جائے، یانہیں:

سوال: ایک شخص نہایت مفلس اور غریب ہے؛لیکن بھنگ وافیون وغیرہ کا ازحد مرتکب ہے، اس کوزکوٰۃ دینا شرعاً جائز ہے، یانہیں؟ کتاب تنبیہ الغافلین میں یہ حدیث لکھی ہے، فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے:

”من أطعم شارب الخمر لقمة سلط الله عليه حيةً وعقرباً في قبره“.(۳)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

یہ ظاہر ہے کہ صدقات وخیرات صلحا کو دینا افضل ہے، جیسا کہ وارد ہوا ہے:”وأكل طعامكم الأبرار“(۴) یعنی چاہیے کہ تمہارا کھانا نیک لوگ کھاویں؛لیکن فاسق وفاجر شراب خوار جب کہ مفلس ہے، اس کوزکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا

---

(۱) وجازدفع القيمة في زكاة وعشر، الخ .(الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب الغنم: ۲/۲۹، ظفير)

(۲) ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۸۵، ظفير)

(۳) تنبيه الغافلين للسمرقندي، باب الزجرعن شرب الخمر، ص: ۷۳، ظفير

(۴) سنن أبي داؤد، باب ماجاء في الدعاء لرب الطعام، رقم الحديث: ۳۸۵٤، انيس

ہو جاتی ہے، اگر چہ بہتر یہ ہے کہ صلحاء فقرا کو دیوے اور کتاب مذکور سے جو حدیث نقل کی ہے، اس کا حال بندہ کو معلوم نہیں کہ وہ ثابت ہے، یا نہیں؟ اگر ثابت ہو تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ شارب الخمر کو اگر محبت کے ساتھ کچھ کھلا دے پلا دے تو ایسی وعید کا مستحق ہے۔ بہر حال اداء زکوٰۃ میں کچھ تأمل نہیں، بہتر ہونا اور نہ ہونا دوسری بات ہے اور مفلس محتاج اگر چہ فاسق ہو، اس کو دینے میں بھی ثواب ہے، جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ ہر ایک ذی روح کے دینے میں اجر [ثواب] ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۶/ ۲۳۴-۲۳۵)

گھر پر صاحب نصاب ہے اور پردیس میں مفلوک الحال تو وہ زکوٰۃ لے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص اپنے مکان پر صاحب نصاب ہے اور وطن سے باہر سو دو سو کوس پر ہے، وہاں صاحب نصاب نہیں؛ بلکہ تنگ دست ہے اور امامت کرتا ہے، اس کے سوا اور کوئی ذریعہ گزر کا نہیں ہے، ایسے شخص کو زکوٰۃ وصدقہ فطر وقربانی کی کھال کا روپیہ لینا جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

مسافر اگر سفر تنگ دست ہو، اس کو زکوٰۃ وغیرہ دینا اور لینا درست ہے؛(۱) لیکن امام مسجد کو بوجہ امامت کے زکوٰۃ وصدقہ فطر وقیمت چرم قربانی لینا اور دینا درست نہیں ہے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۶/ ۲۳۵)

صرف اراضی ہو، وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے، یا نہیں:

سوال (۱) جس کے پاس اراضی ہو اور نقد روپیہ نہ ہو، اس کو زکوٰۃ لینا جائز ہے، یا نہیں؟

مسافر زکوۃ لے سکتا ہے، یا نہیں:

(۲) اگر مسافر اپنے وطن سے روپیہ منگا سکے، تب بھی زکوٰۃ لے سکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله وعيه وسلم: أفضل الصدقة أن تشبع كبدا جائعاً، قال الطيبى يعم المومن والكافر والناطق وغيره، آه. (مرقاة المفاتيح، باب أفضل الصدقة: ٤٨٩/٢، ظفير صديقى)

مصرف الزكاة، الخ، هو فقير هو من له أدنىٰ شى أى دون النصاب. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب المصرف: ٧٩/٢، ظفير)

البتہ اگر یہ یقین ہو کہ وہ شراب پینے پر یہ رقم صرف کرے گا تو اسے دینا درست نہیں ہے، ﴿ولا تعاونوا على الاثم والعدوان﴾ ارشاد ربانی ہے۔(ظفیر)

(۲) وابن السبيل وهو كل من له مال لا معه. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ٨٤/٢، ظفير)

(۳) الأصل فيه قوله تعالىٰ: إنما الصدقات للفقراء والمساكين، الخ. (الهداية، كتاب الزكاة: ١٨٦/١، ظفير)

الجواب

(۱) اگر گزر کے موافق جائیداد اور زمین نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ وصدقہ لینا درست ہے۔(۱)

(۲) مسافر کو زکوٰۃ لینا درست ہے، جب کہ اس کے پاس مال بقدر نصاب نہ ہو، اگر چہ اس کے مکان پر ہو۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۶/۲۸۳)

مسجد کے کنوئیں میں زکوٰۃ کا پیسہ لگانا کیسا ہے:

سوال (۱) ایک کنواں نصف مسجد کے فرش میں ہے تو اس میں زکوٰۃ کا پیسہ لگانا جائز ہے، یا نہیں؟

گاؤں کے کنوئیں میں زکوٰۃ کی رقم نہیں لگا سکتے:

(۲) گاؤں میں ایک کنواں بنانے کی ضرورت ہے تو اس میں زکوٰۃ کا پیسہ لگانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱،۲) دونوں صورتوں میں کنوئیں کی تعمیر میں زکوٰۃ کا روپیہ پیسہ صرف کرنا درست نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۶/۲۳۸)

ممالک یورپ میں تبلیغ پر زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا کیسا ہے:

سوال: ممالک یورپ میں اشاعت وتبلیغ اسلام کے کام میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

اس میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، زکوٰۃ کے بارے میں پوری احتیاط لازم ہے، زکوٰۃ میں مالک بنانا محتاج کو ضروری ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۶/۲۴۲)

---

(۱) سئل محمد عمن له ارض يزرعها أو حانوت يستغلها أو دار غلتها ثلاثة الاف و لا تكفى لنفقته و نفقة عياله سنة يحل له أخذ الزكٰوة وإن كانت قيمتها تبلغ الوفا.(ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف:۲/۸۸، ظفير)

(۲) ابن السبيل وهو كل من له مال لا معه ...يصرف المزكى.(ردالمحتار، باب المصرف: ۲/۸٤، ظفير)

(۳) ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة ولا يصرف إلٰى بناء نحو مسجد ولا إلٰى كفن ميت.(الدر المختار) وفى الرد: نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات واصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج و الجهاد ولكل مالا تمليك فيه، زيلعى.(كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۸٥، ظفير)

(۴) ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة ولا يصرف إلٰى بناء نحو مسجد، الخ.(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۸٥، ظفير)

زکوٰۃ اسلامی عمارتوں پر لگ سکتی ہے، یا نہیں:

سوال(۱) زکوٰۃ کا روپیہ اسلامیہ مدارس دینی، یا دنیوی، دینی مشترکہ یا اسلامی بورڈنگ ہاؤس، یا سوائے مساجد کے دیگر اسلامی عمارتوں پر لگ سکتا ہے، یا نہیں؟

تبلیغی جلسے پر زکوٰۃ صرف کرنا کیسا ہے:

(۲) تبلیغ اسلام کے لیے اگر جلسے یا مجالس قائم کی جائیں، جن کی غرض محض پبلک کو دعوت الی الحق ہو، ان کے اخراجات میں صرف ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

مبلغین کا تقرر زکوٰۃ کی رقم سے درست ہے، یا نہیں:

(۳) فی زمانہ جب کہ جہالت کا زور ہے، مبلغین کا تقرر زکوٰۃ کے روپے سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) زکوٰۃ کا روپیہ ان تعمیرات میں نہیں لگ سکتا، زکوٰۃ میں یہ شرط ہے کہ کسی محتاج کو اس کا مالک بنایا جاوے، خواہ وہ طالب علم مسکین ہو، یا کوئی دوسرا محتاج ہو۔(۱)

(۲) ان کاموں میں بھی زکوٰۃ کا روپیہ نہیں لگ سکتا۔(۲)

(۳) جائز نہیں ہے۔(۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۲۴۳-۲۴۴)

صاحب نصاب کو حج کے لیے زکوٰۃ دینا کیسا ہے:

سوال: ایک شخص صاحب نصاب ہے اس کو حج کے لیے زکوٰۃ دینا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس شخص کو جو کہ صاحب نصاب ہے، زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۲۴۴)

خادمہ کو محتاجی کی وجہ سے زکوٰۃ وفطرہ دینا کیسا ہے:

سوال: زکوٰۃ، یا فطرہ کے دام اپنی خادمہ کھانا پکانے والی کو اگر غریب ہو، دے سکتے ہیں، یا نہیں؟

---

(۱) ویشترط أن یکون الصرف تملیکًا لا إباحة ولایصرف إلٰی بناء نحو مسجد، إلخ. (الدر المختار)
کبناء القناطر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل مالا تملیک. (ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲/۸۵، ظفیر)

(۲) ولا إلٰی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلیة من أی مال کان. (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲/۸۸، ظفیر)

الجواب

اپنی خادمہ پکانے والی کو زکوٰۃ وفطرہ اس وجہ سے دینا کہ وہ محتاج وغریب ہے اور تنخواہ میں نہ دی جاوے تو یہ درست ہے، البتہ تنخواہ میں دینا جائز نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۶/ ۲۴۵-۲۴۶)

اہل سمرنا اور تھریس مصرف زکوٰۃ ہیں، یا نہیں:

سوال (۱) سمرنا اور تھریس کے لیے زکوٰۃ کو مصرف قرار دیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟

سمرنا وتھریس کے لیے کام کرنے والوں کی تنخواہ:

(۲) سمرنا اور تھریس کے جو چندے وصول کئے جاتے ہیں، ان میں سے مقررین اور محصلین وواعظین کی تنخواہ اور محصول ڈاک دیا جاتا ہے تو شرعاً زکوٰۃ ادا ہوتی ہے، یا نہیں؟ نیز چندہ میں زکوٰۃ وغیر زکوٰۃ کو مختلط کر دیا جاتا ہے۔

الجواب

(۱) سمرنا اور تھریس کے مظلومین وبیوگان ویتامیٰ، جو کہ مفلس ومحتاج غیر مالک نصاب ہیں، وہ بالیقین مصرف زکوٰۃ وجمیع صدقات واجبہ ہیں بلکہ بہتر مصارف ہیں، اسی طرح تمام ترک جو محتاج ومظلوم ہیں، وہ بھی عمدہ مصرف زکوٰۃ وصدقات واجبہ ہیں، اس میں کچھ جائے شک وتردد نہیں ہے۔

کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساکین﴾(۱)

(۲) ان چندوں میں جو زکوٰۃ دی جاتی ہے، وہ اس وقت ادا ہوگی، جس وقت مظلومین مساکین سمرنا وغیرہ کے پاس پہنچ جاوے گی اور خلط کرنا، جو کہ باجازت چندہ دہندہ ہے، مانع عن اداء الزکوٰۃ نہیں ہے، گویا وکلا یعنی قابضین چندہ کو اجازت ہے کہ خلط کر دیں اور پھر زکوٰۃ کو علاحدہ کر کے صاحب نصاب کی طرف سے مساکین کو پہنچادیں؛(۳) مگر اس قسم کے شبہات وترددات کی وجہ سے بہتر ہے کہ یہاں حیلہ تملیک کر لیا جاوے؛ تاکہ پھر کسی مد میں صرف کرنے میں کچھ حرج نہ رہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۶/ ۲۵۳-۲۵۴)

یتیم خانہ کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے:

سوال: یتیم خانہ میں زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ نابالغ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

---

(۱) وکذا(أجزأه) ما یدفعه إلی الخدم من الرجال والنساء فی الأعیاد وغیرها بنیة الزکاة، (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الزکاة، باب المصارف: ۱۹۰/۲، ظفیر)

(۲) سورة التوبة: ٦٠

(۳) ولو خلط زکٰوة موکلیه ضمن وکان متبرعاً إلا إذا وکله الفقراء. (الدرالمختار)

وفی الرد: تحت (قوله: ضمن وکان متبوعاً) لأنه ملکه بالخلط وصار مودیاً مال نفسه قال فی التتارخانیة إلا إذا وجد الإذن أو أجاز المالکان، آه، أی أجاز قبل الدفع إلی الفقیر، الخ. (رد المحتار، کتاب الزکٰوة، باب المصرف: ۱٤/۲، ظفیر)

الجواب

نابالغوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے، پس یتیم خانہ میں یتامی کے خرچ کے لیے زکوٰۃ کا روپیہ دینا درست ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۵۷)

صاحب زکوٰۃ نے جب اجازت دے دی ہو تو پھر دریافت کی ضرورت نہیں:

سوال: میں جس کے یہاں ملازم ہوں، اس نے زکوٰۃ نکالی اور یہ کہا کہ تین روپے تم خود لے لینا تو اب میں بلا دریافت کئے لے سکتا ہوں، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ اس نے؛ یعنی مالک نے اجازت دے دی تو لینا درست ہے، بہ نیت زکوٰۃ لے کر اپنے کام میں لاوے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۹۴-۱۹۵)

خوشدامن کو زکوٰۃ دینی درست ہے، یا نہیں:

سوال: خوشدامن کو زکوٰۃ دینی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اپنی خوشدامن کو جب کہ وہ مالک نصاب نہ ہو، زکوٰۃ دینا جائز اور درست ہے؛ مگر اس کو بالکل مالک بنادیا جاوے، جہاں چاہے خرچ کرے۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۱۹۶)

داماد اور بھائی کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے:

سوال: داماد اور بھائی بہن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔(۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۰۶)

---

(۱) مصرف الزكاة،الخ،هو فقير،الخ، ومسكين،الخ.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمختار، كتاب الزكاة،باب المصرف: ۲/ ۷۹) بلوغ کی قید نہیں ہے؛ اس لیے نابالغ، بالغ دونوں کو دینا جائز ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۲) وللوكيل أن يد فع لولده الفقير وزوجته لا لنفسه إلا إذا قال ربها ضعها حيث شئت.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة،باب المصرف:۲/ ۱٤-۱٥،ظفير)

(۳) ولا إلىٰ من بينهما ولاد.(الدرالمختار)وقيد بالولاد لجوازه لبقية القارب كالأخوة والأعمام والأخوال الخ.(رد المحتار، كتاب الزكاة،باب المصرف: ۲/ ۸٦،ظفير)

(۴) وقيد بالولاد بجوازه لبقية الأقارب كالأخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولىٰ.(ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف:۲/ ۸٦،ظفير)

داماد کو زکوٰۃ دینا:

سوال: زید اپنے داماد بکر کو انگریزی تعلیم دلوانا چاہتا ہے اوران کے اخراجات کو مد زکوۃ سے پورا کرنا چاہتا ہے کہ مثلا ہر ماہ ایک سو روپیہ دینا چاہتا ہے تو آیا اس طرح زید اپنے داماد کے اخراجات کو مد زکوۃ سے دے سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

داماد اگر غریب ہے؛ یعنی صاحب نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی، یا اتنی قیمت نقد کا مالک) نہیں ہے۔ نیز سید نہیں ہے تو اس کو زکوۃ دینا درست ہے، اس سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۴/۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۴/۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۹/۹)

مذکورہ رشتہ داروں میں سے کسے زکوٰۃ دینا درست ہے:

سوال: اپنے ماں باپ، یا خوشدامن وخسر، یا خالہ زاد، یا چچازاد، یا برادر وہمشیرہ خوردان کی اولاد ان میں سے کس کس کو زکوٰۃ کی رقم دینی، یا نہ دینی چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــ

ان مذکورین میں سے سوائے ماں باپ کے سب کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۰۵/۶)

لڑکے کی بیوی کو زکوٰۃ، فطرہ دینا:

سوال: زید اپنے لڑکے کی بیوی کو زکوٰۃ، یا صدقۃ الفطر دے سکتے ہیں، یا نہیں؟ جب کہ لڑکا مفرور ہے، چار بچے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

لڑکے کی بیوی کو اگر زکوٰۃ، فطرہ دے تو درست ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۱/۱۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۰/۹)

---

(۱) ویجوز دفعها لزوجة ابيه و ابنته، الخ. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳٤٦/۲، سعيد)

(۲) ولا إلى من بينهما ولاد، الخ. (الدرالمختار)

وقيد بالولاد بجوازه لبقية الأقارب كالأخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولى. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۸٦/۲، ظفير)

(۳) ويجوز دفعها لزوجه أبيه وابنه وزوج ابنته، إلخ. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳٤٦/۲، سعيد)

ويجوز دفعها لزوجة أبيه، وزوج ابنته، الخ. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳٤٦/۲، سعيد)

بہو پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا کیسا ہے:

سوال(۱) زید زکوٰۃ کا روپیہ، یا اس سے کپڑا خرید کر اپنے بیٹے کی زوجہ کو دے سکتا ہے، یا نہیں؟

(۲) زید نے پسر کی زوجہ کے لیے کپڑا بنایا، ابھی اس کو دیا نہیں تو اب بہ نیت زکوٰۃ اس کو وہ کپڑا دے سکتا ہے، یا نہیں؟

زکوٰۃ دو سال میں ادا کرے تو کیا حکم ہے:

(۳) زید کو پندرہ روپیہ زکوٰۃ دینی ہوتی ہے، اگر تیس روپے دے دیوے تو دو سال کی زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) زید اپنے بیٹے کی زوجہ کو زکوٰۃ دے سکتا ہے، جب کہ وہ مصرف زکوٰۃ ہو اور کپڑا وغیرہ بھی زکوٰۃ کے روپے سے بنا کر دے سکتا ہو۔(۱)

(۲) وہ کپڑا بہ نیت زکوٰۃ اپنی بہو؛ یعنی زوجہ پسر کو دے سکتا ہے۔

(۳) یہ درست ہے اس صورت میں دو سال کی زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۴۵/۶)

بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، یا نہیں:

سوال: اپنے چھوٹے بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، یا نہیں؟ اور بعد بلوغ بھی تاوقتیکہ وہ خود کمانے کے لائق نہ ہو، زکوٰۃ کی رقم بدستور اس پر خرچ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

بھائی نادار کو جو کہ مالک نصاب نہ ہو، زکوٰۃ دینا جائز ہے؛ مگر زکوٰۃ میں مالک بنانا ضروری ہے، لہٰذا جو کچھ بمد زکوٰۃ اپنے بھائی کے کام میں لگایا جائے، اس کا اس کو مالک کر دیا جائے، اسی طرح دوسری اشیاء خوردنی وغیرہ میں کیا جاوے اور بالغ ہونے کے بعد بھی جب تک وہ نادار رہے، رقم زکوٰۃ اس کو دینا درست ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۸۹/۶)

---

(۱) ولا إلٰی من بینهما ولاد. (الدر المختار) وفی رد المحتار: قید بالولاد لجوازه لبقیة الأقارب، الخ. (کتاب الزکاة، باب المصرف: ۸۶/۲، ظفیر)

(۲) ولو عجل ذو نصاب زکاته لسنین أو لنصب صح لوجود السبب. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الزکاة، باب الغنم: ۳۶/۲، ظفیر)

(۳) ولا إلٰی من بینهما ولاد. (الدر المختار)

وفی رد المحتار: قید بالولاد لجوازه ببقیة الأقارب کالأخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولٰی؛ لأنه صلة و صدقة. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۸۶/۲، ظفیر)

بھائی بہنوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص بحیات والدین صاحب زکوٰۃ عسیر المعاش طویل الکنبہ اور قلیل المدخل اپنے نابالغ بھائی بہنوں کو جو قوت وکسوۃ سے تنگ رہتے ہیں تو وہ ان کو زکوٰۃ دے سکتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر والدین صاحب زکوٰۃ نہیں تو اس صورت میں وہ اپنے برادران وہمشیرگان نابالغ کو زکوٰۃ دیوے، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

بھائی بہنوں کو جو کہ مالک نصاب نہیں ہیں اور نہ وہ غنی کی اولاد نابالغہ ہیں (تو ان کو) زکوٰۃ دینا درست ہے اور اگر بھائی بہن بالغ ہیں اور وہ مالک نصاب نہیں ہیں تو پھر اگرچہ والدین غنی بھی ہوں، تب بھی ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۳۲)

غریب بھائی کو زکوۃ دینا:

سوال: کیا اپنے حقیقی غریب بھائی کو خوشحال بھائی زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے؟

الجوابــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

غریب بھائی کو زکوۃ دینا درست ہے؛ بلکہ وغیروں سے مقدم ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۵۴۰-۵۴۱)

مال دار بھائی بہن کا غریب بہن کی شادی میں زکوٰۃ کی رقم لگانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہم پانچ بہنیں ہیں اور چار بھائی ہیں، ایک بھائی اور ایک بہن کماتے ہیں اور ہمارے والد صاحب کافی بیمار رہتے ہیں، کوئی کام نہیں کرتے اور ہر وقت ان کی دوائی چلتی رہتی ہے، یہی بھائی اور بہن گھر کا خرچ اٹھاتے ہیں، سب بالغ ہیں، کیا یہ دونوں بھائی بہن اپنی سالانہ زکوٰۃ اپنی چھوٹی بہنوں کی شادیوں میں لگا سکتے ہیں، یا نہیں؟ یا پھر کسی اور کو لگا سکتے ہیں؟

(۲) میں ایک شادی شدہ لڑکی ہوں، میری کئی چھوٹی بہنیں ہیں میرے والد محترم بیمار رہتے ہیں اور وہ کچھ

---

(۱) ولا إلى من بینهما ولاد. (الدر المختار)

قید بالولاد لجوازه لبقیة الأقارب الأخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولى لانه صلة وصدقة. (رد المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۸۶/۲، ظفیر)

(۲) الأفضل صرف الزکوتین: یعنی صدقة الفطر وزکاة المال إلى أحد هؤلاء السبعة الأول السبعة الأول: إخوته الفقراء وأخواته، ثم إلى أولادهم ثم إلى أعمامه الفقراء، ثم إلى أخواله وخالاته، ثم ذوی الأرحام الفقراء، الخ".

(الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲۷۱/۲، باب من توضع الزکاة فیه، إدارة القرآن کراتشی)

کماتے نہیں ہیں، کیا میں اپنی سالانہ زکوٰۃ اپنی چھوٹی بہنوں کو دے سکتی ہو، یا نہیں؟ گھر کا سارا خرچ ان ہی دونوں بہن بھائی کے اوپر ہے، ان کے علاوہ اور کوئی کماتا نہیں ہے؟

باسمه سبحانه تعالیٰ الجواب ــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

زکوٰۃ کی رقم اپنی غریب بہنوں کی شادیوں میں لگانا جائز ہے، بشرطیکہ فضول خرچی نہ کی جائے؛ بلکہ احتیاط کے ساتھ صرف ضروری سامان انہیں مالک بنا کر دے دیا جائے۔

قال اللّٰه تعالیٰ:﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾(الإسراء:۲۷)

وقال القربطی: والتبذير إنفاق المال في غير حقه ولا تبذير في عمل الخير(تفسير القرطبی: ۲٤۷/۱۰)

عن سلمان ابن عامر رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال: إن الصدقة على المسكين صدقة، وعلىٰ ذي الرحم إثنتان: صدقة وصلة. (سنن النسائی، باب الصدقة على الأقارب: ۱۷۸/۱، رقم: ۲۵۷۸، سنن الترمذی، باب ماجاء فی الصدقة علی ذی لقرابة: ۱٤۲/۱، رقم: شعب الإيمان: ۲۳۸/۳، المصنف ابن أبی شيبة: ٥٤٥/٦)

والأفضل في الزكاة والفطر والنذور الصرف أولا إلى الإخوة والأخوات، ثم إلىٰ أولادهم، ثم إلى الأعمام والعمات ثم إلىٰ أولادهم ثم إلى الأخوان والخالات. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۱۹۰/۱)

قالوا: الأفضل صرف الصدقة إلىٰ أخواته ذكوراً أو إناثاً. (مجمع الأنهر: ۲۲٦/۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۴/۵/۲۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/۷۱-۷۲)

زکوٰۃ بھائی اور اس کی اولاد کو:

سوال: ہم دو بھائی چچا تایا کے ہیں اور ایک دادا کی اولاد ہیں، ہمارے دونوں بھائیوں کے علیحدہ علیحدہ بچے ہیں اور ہماری تیسری نسل ہے، ہم میں ایک کی اولاد تنگدست ہے اور ایک کی اولاد زکوۃ نکالتی ہے تو وہ زکوۃ کے روپے جو کہ تنگدست ہیں ان کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ شریعت کے مطابق آپ مطلع فرمادیں؟

الجواب ــــــــــــــ حامداً ومصلياً

زکوۃ کے پیسے بھائی کو اور بھائی کی اولاد کو دینا درست ہے، جب کہ وہ مستحق ہوں۔(۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۵۴۱)

---

(۱) **الأفضل صرف الزكاتين: يعني صدقة الفطر وزكاة المال إلىٰ احد هؤلاء السبعة الأول السبعة الأول: إخوته الفقراء وأخواته، ثم إلىٰ أولادهم ثم إلىٰ أعمامه الفقراء، ثم إلىٰ أخواله وخالاته، ثم ذوي الأرحام الفقراء، الخ".** (الفتاویٰ التاتارخانية: ۲۷۱/۲، باب من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراتشی)

بھائی بہن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۱۸/ نومبر ۱۹۲۵ء)

سوال (۱) میرے والدین مرچکے ہیں، میرے سوتیلے بھائی بہن میرے بڑے بھائی کے پاس پرورش پاتے ہیں، کیا میں ان چھوٹے بھائی بہنوں کی امداد زکوٰۃ کے روپے سے کرسکتا ہوں؟

سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

(۲) میں افغان ہوں، میری ہمشیرہ کے خاوند سید ہیں اور مقروض ہیں، کیا میں بہنوئی کا قرضہ زکوٰۃ کے روپے سے ادا کرسکتا ہوں؟

مالدار بیوہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

(۳) کیا میں ایسی بیوہ کو زکوٰۃ کا روپیہ دے سکتا ہوں، جس کا گزارہ دوسروں کی کمائی پر ہے اور خود اس کے پاس بہت سارو پیہ موجود ہے؛ مگر خرچ نہیں کرتی؟

ملکیت میں لانے کے بعد زکوٰۃ کو مدرسوں اور یتیم خانوں کو دینا جائز ہے:

(۴) کیا زکوٰۃ کا روپیہ قومی اور تبلیغی کاموں میں صرف کیا جاسکتا ہے، کیا یہ مدرسوں اور یتیم خانوں میں دیا جاسکتا ہے، کیا یہ روپیہ مرزائیوں اور خواجہ حسن نظامی کے تبلیغی جلسے میں دیا جاسکتا ہے؟

الجواب

(۱) غریب بھائی بہنوں کو زکوٰۃ کا روپیہ دیا جاسکتا ہے، خواہ وہ سوتیلے ہوں، یا سگے۔(۱)

(۲) آپ اپنی ہمشیرہ کو زکوٰۃ کا روپیہ دے سکتے ہیں، وہ اپنے خاوند کو ادائے دین کے لیے اپنی جانب سے دے سکتے ہیں۔(۲)

(۳) جو بیوہ خود مالدار ہے اس کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز نہیں ہے۔(۳)

(۴) زکوٰۃ کے روپے میں تملیک ضروری ہوتی ہے، یعنی مستحق کو دے کر مالک بنا دینا چاہیے۔

پس مدارس دینیہ میں غریب مستحق طلبا پر زکوٰۃ کا روپیہ تملیکا خرچ ہوسکتا ہے، اسی طرح تبلیغ میں بھی مستحقین کو دینے

---

(۱) والأفضل فی دفع الزکاۃ ... أولاإلی الأخوۃوالأخوات.(الفتاویٰ الهندیة،باب المصارف: ۱۸۹/۱، ط: کوئٹۃ)

(۲) وحیلة التکفین بها التصدق علیٰ فقیر،ثم هو یکفن الثواب بهما،وکذا فی تعمیر المسجد.(الدر المختار، کتاب الزکاۃ: ۲۷۱/۱،ط: کوئٹۃ)

(۳) ولایجوزدفع الزکاۃ إلیٰ من یملک نصابًا أی مال کان.(الفتاویٰ الهندیة،الباب السابع فی المصارف: ۱۸۹/۱،کوئٹۃ)

کے لیے خرچ ہوسکتا ہے؛ لیکن جس کام میں تملیک نہ ہو، جیسے تعمیر مساجد و تکفین موتی اس میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ نہیں ہوسکتا۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۹۱/۳-۲۹۲)

پھوپھی زاد بہن کو زکوۃ دینا:

سوال (۱) اگر زید نے اپنے پھوپھا اور پھوپھی کے انتقال ہوجانے کے بعد اپنی پھوپھی زاد بہن کو بطور پرورش اپنے مکان پر رکھ لیا ہو اور زید اپنی نابالغ بہن کو زکوۃ کا روپیہ دینا چاہے تو بدیں صورت صحیح معنی میں ادائیگی ہوجائے گی، یا نہیں؟

(۲) سوتیلی ماں کی طرف سے لڑکی کے حصہ کا روپیہ مل جانے کے بعد نابالغی، یا بالغی ہر دوصورت میں لڑکی مذکور زکوۃ کی مستحق ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ فقط والسلام (مرسلہ: حاجی عنایت اللہ، از: کھیڑہ افغان، ۱۹/جنوری/۱۳۴۸ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱،۲) اگر وہ مصرف زکوہ ہے یعنی اس کی ملک بقدر نصاب نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے،(۲) اور اس کو دینے سے زکوہ ادا ہوجائے گی اور اگر وہ مصرف زکوٰۃ نہیں؛ یعنی اس کی ملک نقدر نصاب ہے، جو کہ حاجت اصلیہ سے زائد ہے تو زکوٰۃ دینا درست نہیں،(۳) اس مسئلہ میں بالغ اور نابالغ سب کا ایک حکم ہے، نابالغ کا باپ اگر زندہ ہو اور وہ صاحب نصاب ہو تو ایسے نابالغ کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ربیع الثانی/۶۷ھ۔

اگر وہ لڑکی نابالغ و یتیم ہے تو زکوۃ دینا اس کو جائز ہے، لیکن اس پر اول مال پر قبضہ کرانا ضروری ہے، محض اپنے گھر کھانا کھلانا کافی نہیں ہے، اِلا یہ کہ کھانا دینے کے وقت زکوٰۃ کی نیت کی جائے۔(۵)

---

(۱) ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة، کما مر، ولایصرف إلی بناء نحو مسجد، ولا إلی کفن میت، وقضاء دینه، قوله نحو مسجد، کبناء القناطیر، والسقایات، وکل مالا تملیک فیه. (ردالمحتار، باب المصرف: ۳۴۴/۲، سعید)

(۲) ویجوز دفعها إلی من یملک أقل من النصاب وإن کان صحیحاً مکتسباً". (الفتاویٰ الهندیة: ۱۸۹/۱، الباب السابع فی المصارف، رشیدیة)

(۳) الزکاة هی تملیک مال مخصوص، آه، اخرج بالتملیک لا إباحة، فلا تکفی فیها، فلو أطعم یتیماً ناویاً به الزکاة لاتجزیه، إلا إذا رفع إلیه المطعوم، آه" (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکاة، ص: ۷۱٤، قدیمی)

(۴) (ولا إلی طفله): أی الغنی، فیصرف إلی البالغ ولو ذکراً صحیحاً، قهستانی، فأفاد أن المراد بالطفل غیر البالغ ذکراً کان أو أنثی، فی عیال أبیه أولاً، علی الأصح، لما أنه یعد غنیا بغناه. (ردالمحتار، باب المصرف: ۳٤۹/۲، سعید)

(۵) تملیک، خرج الاباحة، فلو أطعم یتیماً ناویاً الزکاة لایجزیه، إلا إذا دفع إلیه المطعوم، کما لو کان بشرط ان یعقل إلا إذا حکم علیه بنفقتهم". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۵۷/۲، کتاب الزکاة، سعید)

(۲) میں نے جوذکر کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حصہ میں کچھ روپیہ موجود ہے، اگر وہ بقدر نصاب اور جلد وصول ہو سکنے کی امید ہے تو اس کو زکوۃ دینا جائز نہ ہوگا۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۲/۹-۵۴۳)

پھوپھی، خالہ، چچا اور بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے:

سوال: زکوٰۃ کا پیسہ سگی خالہ، یا پھوپھی اور چچا کو یا سگے بھائی کو دینا جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۳۱۸، اے سی منصوری (بمبئی) ۱۵/ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ، ۱۵ جون ۱۹۳۸ء)

الجواب

زکوٰۃ کی رقم پھوپھی، خالہ، چچا، بھائی کو دینا جائز ہے، سگے ہوں، یا سوتیلے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۵/۴)

بھانجہ کو زکوٰۃ دے سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص کے پاس دوسو ڈھائی سو روپے نقد ہیں، خرچ سے علاحدہ اور اسی قدر زیور ہے؛ مگر استعمال میں نہیں آتا تو یہ شخص اپنے مال کی زکوٰۃ فی صدی اڑھائی روپے نکال کر اپنے بھانجی کو دے سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

سب زیور اور نقد کی زکوٰۃ بحساب ۸/سیکڑہ دینی چاہیے، بھانجہ نادار و مفلس کو زکوٰۃ دینا درست ہے، ماموں اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے بھانجہ کو دے سکتا ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۸/۶)

زکوٰۃ لے کر اپنے باپ کو دینا:

سوال: بالغ اولاد زکوٰۃ لے کر زید (باپ) کو دے اور زید اپنی اولاد کے مصرف میں لائے، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وفی الفتح: دفع إلٰی فقیرة لها مهر دین علٰی زوجها یبلغ نصاباً وهو موسر بحیث لو طلبت أعطاها لایجوز، وإن کان لایعطی لو طلبت، جاز". (ردالمحتار، کتاب الزکاة باب المصرف: ۳۴۴/۲، سعید)

"ولو کان الدین علٰی مقر ملیئ أو معسر تجب الزکاة لإمکان الوصول إلیه ابتداء أو بواسطة التحصیل".

(الهدایة: ۱۸۷/۱، کتاب الزکاة، شرکت علمیہ)

(۲) والأفضل فی الزکاة، والفطر، و النذور الصرف أولا إلٰی الأخوة، والأخوات، ثم إلٰی أولادهم، ثم إلٰی الأعمام والعمات، ثم إلی أولادهم، ثم إلی الأخوال، والخالات، ثم إلی أولادهم. (الهندیة، کتاب الزکاة، باب المصارف: ۱۹۰/۱، ط: کوئٹہ)

(۳) ولا إلٰی من بینهما ولاد. (الدر المختار) وفی رد المحتار: وقید بالولاد ولجوازه لبقیة الأقارب کالأخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولٰی؛ لأنه صلة وصدقة. (کتاب الزکاة، باب المصارف: ۸۶/۲، ظفیر)

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر بالغ اولاد مصرف زکوٰۃ ہے تو اس کو لے کر خود استعمال کرنا اور والد کو، یا کسی دوسرے غیر مستحق زکوۃ کو دینا درست ہے، (۱) اور پھر ان کو لے کر خود استعمال کرنا اور اولاد وغیرہ کے صرف میں لانا بھی درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۰/۸/۷ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۸/۹)

حاجت مند ماں باپ کو زکوٰۃ دینا:

سوال: کسی شخص کی ایک لڑکی ہے، جس کی شادی ہوگئی ہے تو اب اس لڑکی پر اپنے ماں باپ کا نفقہ تو واجب نہیں ہے، تو لڑکی اپنے باپ، یا ماں کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتی ہے، جب کہ اس کے ماں باپ محتاج ہوں؟ اگر زکوٰۃ نہیں دے سکتی تو کیا اس لڑکی کے ذمہ امداد واجب ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ان کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، (۲) اگر وہ حاجت مند ہوں تو ان کا نفقہ بھی واجب ہے، صلہ رحمی کے طور پر بھی امداد کی جائے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۹/۹)

والدین اور اولاد کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: معطی اپنے والدین، یا اولاد کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۸۷۸، محمد عمر صاحب، ضلع کرنال، ۵/محرم ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۸/اپریل ۱۹۳۶ء)

الجواب ـــــــــــــــــــ

کسی غیر شخص کو جو مسکین اور مستحق ہو زکوٰہ کی رقم دے کر مالک بنا دیا جائے اور وہ اپنی طرف سے معطی کے والدین،

(۱) "قال الطيبي: إذا تصدق على المحتاج بشئ ملكه، فله أن يهدى به إلى غيره الخ، وهو معنى قول ابن ملك: فيحل التصدق على من حرم عليه بطريق الهدية". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۳۳۸/۳، رقم الحديث: ۱۸۲۷، باب من لا تحل له الصدقة، رشيدية)

(۲) ولا يدفع المزكي زكاة ماله إلى ابيه وجده وإن علا". (الهداية: ۲۰۶/۱، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، شركة علمية ملتان)

(۳) فلا تدفع الزكاة إلى الوالدين وإن علوا ... لأن نفقتهم واجبة على المزكي. (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱۹۶۸/۳، مصارف الزكاة، رشيدية)

البتہ صدقات نافلہ والدین کو دینا جائز ہے۔ "وأما صدقة التطوع: فيجوز دفعها إلى هولاء والدفع إليهم أولى؛ لأن فيه أجرين: أجر الصدقة وأجر الصلة، الخ". (بدائع الصنائع: ۴۸۴/۲، فصل فى الذى يرجع إلى المؤدى إليه، دار الكتب العلمية)

یا اولاد کو دے دے تو جائز ہے، (۱) بشرطیکہ دینے والا اس سے یہ شرط نہ کرے اور نہ اسے مجبور کرے؛ بلکہ وہ اپنی خوشی سے ایسا کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۰/۴-۲۸۱) ☆

کیا نانا، ماموں، چچا مصرف زکوٰۃ ہیں:

سوال: زید صاحب نصاب ہے اور اس کے نانا غریب ہیں تو نانا کو ماموں، چچا کو زید زکوٰۃ دے سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

نانا غریب ہونے کے باوجود مصرف زکوٰۃ نہیں۔ (۳) ماموں، چچا اور ان کی اولاد اگر غریب ہوں تو ان کو دے سکتا ہے۔ (۴) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۶/۳۰ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۰/۹)

---

(۱) جائز ہے؛ مگر ایسا حیلہ کرنا مکروہ ہے۔ ''ویکرہ أن یحتال فی صرف الزکاۃ إلی والدیہ المعسرین بأن تصدق بھا علی الفقیر ثم صرفھا الفقیر إلیھما. (رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف: ۳۴۶/۲، ط: سعید)

(۲) ہندیہ میں ہے: ''ولا یدفع إلی أصلہ، وإن علا، وفرعہ، وإن سفل. (الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، باب المصرف: ۱۸۸/۱) لیکن اگر مذکورہ حیلہ سے دیا جائے تو بکراہت جائز ہوگا۔

☆ **والد اور سوتیلی والدہ کو زکوٰۃ دینا:**

سوال: ایک صاحب نصاب ہے وہ اپنے والدین سے علاحدہ رہتا ہے، والد اس کے ضعیف ہیں اور روزگار کچھ نہیں ہے، والد صاحب کے دوسری بیوی سے ۶، ۷ ربچے ہیں، جن میں سے صرف ایک بالغ ہے، وہ بھی جاہل اور بے روزگار ہے، ذریعہ آمدنی کچھ نہیں۔ کیا ایسی صورت میں بیٹا والدین کو؛ یعنی والد اور سوتیلی ماں کو جو کہ سادات سے نہیں اگر چہ والد سید ہیں، زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ زکوٰۃ کے علاوہ جو پیسہ بد خیرات اپنی کمائی میں سے نکالتا ہے، وہ بھی دے سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

باپ کو زکوٰۃ دینا تو کسی حال میں درست نہیں۔ (ولا یدفع المزکی زکاۃ مالہ إلی أبیہ وجدہ وإن علا''. (الھدایۃ، کتاب الزکاۃ: ۲۰۶/۱، باب من یجوز دفع الصدقۃ إلیہ ومن لا یجوز، شرکۃ علمیۃ ملتان)/(فلا تدفع الزکاۃ إلی الوالدین وإن علوا ...؛لأن نفقتھم واجبۃ علی المزکی، إلخ'' (الفقہ الإسلامی وأدلتہ: ۱۹۶۸/۳، مصارف الزکاۃ، رشیدیۃ) البتہ صدقات نافلہ والدین کو دینا جائز ہے۔ ''وأما صدقۃ التطوع: فیجوز دفعھا إلی ھولاء والدفع إلیھم أولی؛ لأن فیہ أجرین: أجر الصدقۃ وأجر الصلۃ، الخ''. (بدائع الصنائع: ۴۸۴/۲، فصل فی الذی یرجع إلی المؤدی إلیہ، دار الکتب العلمیہ بیروت) سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دینا جب کہ وہ مصرف زکوٰۃ ہو؛ یعنی صاحب نصاب اور سید نہ ہو، درست ہے۔ (ویجوز دفعھا لزوجۃ أبیہ وإبنہ وزوج إبنتہ. (ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف: ۳۴۶/۲، سعید) خیرات غیر واجبہ دونوں (والدین) کو دینا جائز ہے۔ (حوالہ بالا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۵۰/۹)

(۳) (الزکاۃ: ھی تملیک) خرج الإباحۃ فلو أطعم یتیماً ناویا الزکاۃ، لا یجزیہ، إلا إذا دفع إلیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط أن یعقل القبض، آہ''. (الدر المختار) ==

دختر کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بکر سے کیا، بکر قرض دار ہے، اسی وجہ سے زوجہ کے نفقہ کا تحمل نہیں ہوسکتا، اگر زید اپنی لڑکی کو زکوٰۃ دے تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

زکوٰۃ دینا اپنی دختر کو جائز نہیں ہے۔

درمختار میں ہے:"ولا إلٰی من بینهما ولاد، الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۳۶/۶)

رشتہ داروں میں سب سے مقدم مستحق زکوۃ:

سوال: زید زکوٰۃ کا مبلغ بجائے انفرادی شکل میں پانچ دس روپیہ تقسیم کرنے کے کسی ایک رشتہ کے مستحق لڑکے کو چن کر مستقل طور سے اس کی پڑھائی کی ذمہ داریاں پوری کرنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں رشتہ داروں میں کس کا بیٹا، یا بیٹی پہلے مستحق قرار پائے گی؟ از روئے شریعت بھائی کا، یا بہن کا، خالو کا، یا ماموں کا؟ تفصیل سے لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حاجت میں نوعیت تعلیم میں سب مساوی ہوں تو بھائی کا لڑکا مقدم ہے، پھر بہن کا، پھر خالہ اور ماموں کا۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۷/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۵۳۸-۵۳۹)

== (قوله: خرج الاباحة): أی فلا تكفی فیها ... (قوله: إذا دفع، الخ) مقید بما إذا لم یكن أبوه غنیا؛ لأنه یعد غنیاً لغنی أبیه ... ومنه علم أنه لایشترط فی المدفوع إلیه البلوغ بل ولاالعقل؛ لأن تملیک الصبی صحیح، لكن إن لم یكن عاقلا فإنه یقبض عنه وصیه أوأبوه أومن یعوله، قریباً أوأجنبیاً أو الملتقط، وإن كان عاقلاً فقبض من ذكرو كذا قبضه بنفسه، آه". (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲۵۶-۲۵۷، سعید)

(۴) الأفضل صرف الزكاتین: یعنی صدقة الفطر وزكاة المال إلٰی أحد هؤلاء السبعة الأول السبعة الأول: إخوته الفقراء وأخواته، ثم إلٰی أولادهم ثم إلٰی أعمامه الفقراء، ثم إلٰی أخواله وخالاته، ثم ذوی الأرحام الفقراء، الخ. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲/۲۷۱، باب من توضع الزكاة فیه، إدارة القرآن كراتشی)

حاشیة صفحه هذا:

(۱) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۸۶، ظفیر

(۲) الأفضل صرف الزكاتین: یعنی صدقة الفطر وزكاة المال إلٰی أحد هؤلاء السبعة الأول السبعة الأول: إخوته الفقراء وأخواته، ثم إلٰی أولادهم ثم إلٰی أعمامه الفقراء، ثم إلٰی أخواله وخالاته، ثم ذوی الأرحام الفقراء، الخ. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲/۲۷۱، باب من توضع الزكاة فیه، إدارة القرآن كراتشی)

اپنے عزیز یتیموں پر زکوٰۃ خرچ کی جائے، یا نہیں:

سوال: دو یتیم بچے اپنے ایک عزیز کے پاس رہتے ہیں، اگر زکوٰۃ کے روپے سے وہ شخص ان بچوں کو کپڑے بنادے تو زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

زکوٰۃ کے روپے سے ان بچوں کو کپڑے بنادینا درست ہے، زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۳/۶)

اقربا کو زکوۃ دینا:

سوال: اگر کسی کا حقیقی بھائی اس قدر غریب ہو کہ جس قدر غریب ہونے پر دینا جائز ہوتا ہے تو کیا بھائی کو بھی زکوۃ دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں تو اپنے کنبہ میں سے کس کس کو دینا جائز ہے؟ برائے مہربانی تحریر فرمائیں۔

(المستفتی: محمد یونس، ۲۱/ رمضان مبارک)

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

بھائی کو زکوۃ دینا جائز ہے، جب کہ وہ مستحق ہو اور اصول وفروغ وزوجین کے علاوہ سب رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا درست ہے، جب کہ وہ مصرف زکوٰۃ ہوں۔

"ولا إلٰی من بینهما ولاد أو زوجية". (تنویر)

وقال ابن عابدین الشامی: "وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء". (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۴/۱۳۶۰ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۱/۹-۵۴۲)

اقارب میں سے زکوٰۃ کس کو دینا درست ہے:

سوال: زکوٰۃ کا مال کس کو اقارب میں سے نہیں دیا جاتا؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

سوائے اصول وفروع وزوجین کے سب اقربا کو دے سکتا ہے۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۶/۶)

---

(۱) ولا إلٰی من بينهما ولاد. (الدرالمختار) وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالأخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولٰی؛ لأنه صلة وصدقة، الخ. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۸٦/۲، ظفير)

(۲) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳٤٦/۲، سعيد

(۳) ولا إلٰی من بينهما ولاد أو بينهما زوجية. (الدرالمختار) وفي ردالمحتار: وقيد بالولادلجوازه لبقية الأقارب. (كتاب الزكاة، باب المصرف: ۸٦/۲، ظفير)

جن اقربا وغیرہ کو زکوۃ نہیں دے سکتے:

سوال: زکوٰۃ جن لوگوں کو نہ دی جائے، ان کے نام تحریر فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

''اصول'': ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ ''فروغ'': بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ، ''زوجین'': شوہر بیوی، ان رشتہ داروں کو زکوٰۃ نہ دی جائے۔ (۱) بقیہ رشتہ داروں کو زکوۃ دی جا سکتی ہے۔ سادات کرام کو بھی زکوٰۃ نہ دی جائے، نیز صاحب نصاب کو زکوۃ نہ دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳۹۲/۸/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳۹۲/۸/۲۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۵۱/۹)

جو اپنے مفلس قرابت دار کو زکوٰۃ نہ دے:

سوال: جو لوگ خویش مفلس کو چھوڑ کر دوسروں کو زکوٰۃ دیتے ہیں، اس کا یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

مقدم وہ لوگ ہیں، جو خویش و اقارب غیرب مفلس ہیں، ان کے بعد دوسرے شہر کے غربا و فقرا ہیں، تھوڑا تھوڑا جس جس کو ہو سکے دے دے، کچھ اقربا محتاجوں کو دے اور کچھ دوسرے غربا کو دے۔ الحاصل زکوٰۃ ہر ایک غریب و مفلس کو دینے سے ادا ہو جاتی ہے؛ لیکن اقارب غربا دینے میں ثواب زیادہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۸۸/۶)

ان رشتہ داروں میں کون مصرف زکوٰۃ ہیں:

سوال (۱) حقیقی بہن بھائی و چچا و پھوپھو نانا و خالہ و ماموں، ان میں کون مصرف زکوٰۃ ہے اور کون نہیں؟

---

(۱) مصرف الزكاة والعشر هوالفقير، وهو من له أدنىٰ شئ، ومسكين من لاشئ له ... إن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولا غنيا إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب و الحاجة ... وإلايصرف إلىٰ بناء نحومسجد ... ولا إلىٰ من بينهما ولاد أوزوجية،الخ.(الدرالمختار، كتاب الزكاة،باب المصرف: ۳۳۹/۲-۳۴۶،سعيد)

أنه لايجوز دفع الزكاة إلىٰ أولاده، أوأولاد أولاده من قبل الذكوروالإناث وإن سفلوا، ولا إلىٰ والديه وأجداده وجداته وإن علوا من قبل الآباء والأمهات ... ولا يجوزالدفع إلىٰ بنى هاشم ولا إلىٰ مواليهم ... ولايجوز الدفع إلى الغنى،الخ.(خلاصة الفتاوىٰ: ۲۴۲/۱،جنس آخر من أداء الزكاة، امجد اكادمى لاهور)

(۲) وكره نقلها إلا إلىٰ قرابته بل فى الظهيرية: لاتقبل صدقة الرجل وقرابته محاويج حتىٰ يبدأ بهم فيسد حاجتهم.(الدرالمختار)عن أبى هريرة مرفوعاً إلى النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال يا أمة محمد والذى بعثنى بالحق لايقبل صدقة من رجل وله قرابة محتاجون إلىٰ صلته ويصرفها إلىٰ غيرهم والذى نفسى بيده لاينظرالله إليه يوم القيامة والمراد بعدم القبول عدم الأثابة عليها وإن سقط بها الفرض؛لأن المقصود منها سدّ خلة المحتاج وفى القريب جمع بين الصلة و الصدقة.(ردالمحتار، كتاب الزكاة،باب المصرف: ۹۳/۲-۹۴،ظفير)

مدیون کو معاف کر دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی:

(۲) کسی شخص کو بہ نیت اس کے قرض دیا گیا کہ اگر یہ دے دے گا تو لے لیا جاوے گا، ورنہ نہیں تو ایسا شخص مقروض ہے، یا نہیں؟ اور دہندہ اگر اس روپے کو بہ نیت زکوٰۃ معاف کر دے تو زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی، یا نہیں؟

شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی:

(۳) مرد اپنی عورت کو، یا عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) نانی نانا نہیں، باقی سب مصرف ہیں۔

(۲) وہ شخص مقروض ضرور ہے اور زکوٰۃ اس طرح ادا نہ ہوگی۔(۱)

(۳) نہیں۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۹۲/۶)

زکوٰۃ کی رقم ماموں، سالے اور ان کی اولاد کو دینا:

سوال: زکوٰۃ اور قربانی کے چمڑے کی قیمت نانی، ماموں سالے، یا ان تینوں کی اولاد کو بھی دی جاسکتی ہے؟ اگر ان کا گزر اوقات بمشکل ہوتا ہے، احکام شرعیہ مع دلائل سلیس اردو میں تحریر فرمائیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نانی کو تو جائز نہیں، ماموں اور سالے کو جائز ہے، ان دونوں کی اولاد کو بھی جائز ہے، نانی کی اولاد میں سے والدہ کو جائز نہیں، خالہ، ماموں اور ان کی اولاد کو جائز ہے۔

(وقوله: أصله) بالجر: أى لايجوز الدفع إلٰى أبيه وحده وإن علا، وفيه إشارة إلٰى إن هٰذا الحكم لا يخص الزكاة، بل كل صدقة واجبة، لايجوز دفعها لهم كأحدالزوجين كالكفارات وصدقة الفطر والنذور، وفيه: بأصله وفرعه؛ لأن من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم وهوأولٰى لما فيه من الصلة مع الصدقة كالإخوات والأعمام والعمات والأخوال والخالات الفقراء، ولهٰذا قال فى الفتاوىٰ الظهيرية: ويبدأ فى الصدقات بالأقارب، آه. (۳) (فتاویٰ محمودیہ: ۹/ـــــــــ)

---

(۱) لووهب دينه من فقير ونوى زكٰوة دين آخرله علٰى رجل آخرأونوى زكاة دين له لم يجز، كذا فى الكافى. (الفتاوىٰ الهندية، الباب السابع فى المصارف: ۱۲۹/۱)

(۲) ولا إلٰى من بينهما ولاد، لو مملوكا لفقير أوبينهما زوجية. (الدرالمختارعلٰى هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۸٦/۲)

(۳) البحرالرائق: ٤۲٥/۲، باب المصرف، رشيدية

اپنے عزیز یتیموں پر زکوٰۃ خرچ کی جائے، یا نہیں:

سوال: دو یتیم بچے اپنے ایک عزیز کے پاس رہتے ہیں، اگر زکوٰۃ کے روپے سے وہ شخص ان بچوں کو کپڑے بنادے تو زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی، یا نہیں؟

الجواب

زکوٰۃ کے روپے سے ان بچوں کو کپڑے بنا دینا درست ہے، زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۳/۶)

زکوٰۃ دوسرے ملک میں موجود رشتہ داروں کو بھیجنا:

سوال: زید کے عزیز و اقارب پاکستان میں رہتے ہیں اور وہ زکوٰۃ کے مستحق ہیں، زید انہیں زکوٰۃ دے سکتا ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: حاجی محمد داؤد صاحب، بلیماران دہلی)

الجواب

اعزا و اقارب جو پاکستان میں ہیں ہندوستان میں رہنے والا ان کو اپنی رقم کی زکوٰۃ دے سکتا ہے، ان کو دینے سے اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۱/۴)

مال دار شخص کا اپنے طالب علم بیٹے کو زکوٰۃ اور چرم قربانی کی رقم دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی آدمی مال دار ہو اور اس کے اوپر حج و زکوٰۃ وغیرہ فرض ہو چکا ہو اور اس کا بالغ لڑکا مدرسہ میں پڑھتا ہو تو اس کے لڑکے کے لئے اپنے والد صاحب کا زکوٰۃ قربانی کے چمڑے کا پیسہ لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق

طالب علم کے اپنے والد سے زکوٰۃ یا چمڑے کا پیسہ اپنے لئے وصول کرنا اور والد کو اس کو اپنی زکوٰۃ وغیرہ دینا شرعاً جائز نہیں ہے، اگر والد نے اپنے بیٹے کو اپنی زکوٰۃ دی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

قال علی بن طالب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ: لیسر، لوالد حق فی صدقة مفروضة، ومن کان له ولد أو والد فلم یصله فهو عاق. (السنن الکبریٰ للبیهقی: ۱۳۰/۱۰، رقم: ۱۳۵۰۹)

---

(۱) ولا إلٰی من بینهما ولاد. (الدر المختار) وفی رد المحتار: وقید بالولاد لجوازه لبقیة الأقارب کالأخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولٰی؛ لأنه صلة و صدقة الخ. (کتاب الزکاة، باب المصرف: ۸۶/۲، ظفیر)

(۲) ویکره نقل الزکاة من بلد إلٰی بلد إلا أن ینقلها الإنسان إلٰی قوم هم أحوج إلیها من أهل بلدة، إلخ. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف: ۱۹۰/۱، ط: کوئتة)

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما یقول: لابأس بأن تضع زکاتک فی موضعها،إذا لم تعط منها أحداً تعوله أنت فلا بأس به. (المصنف لعبد الرزاق: ۱۱۲/٤، رقم: ۷۱٦۳، بیروت)

ولایدفع المز کی زکاته إلٰی أبیه وجده وإن علا، ولا إلٰی ولده وإن سفل. (البحر الرائق: ۲٤۳/۲، الفتاویٰ الهندیة: ۱۸۸/۱، الجواهرة النیرة : ۱۳۱/۱، ردالمحتار: ۲۹٤/۳، زکریادیوبند)

ولایعطی من الزکاة والداً وإن علا، ولاولداً وإن سفل من قبل الذکور والإناث، ولایعطی الرجل زکاته ولده الذی نفاه. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲۰۱/۳، رقم: ٤۱۳۷، زکریادیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(کتاب النوازل: ۹۹/۷، ۱۰۰)

غریب بہن کو قرض کے عنوان سے بہ نیت زکوٰۃ رقم دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے پاس زکوٰۃ کے پچاس ہزار روپئے ہیں، زید ان کی تملیک کرانا چاہتا ہے، جس کی یہ شکل اختیار کی ہے کہ زید کی بہن غریب ہے، اس نے زید سے پچیس ہزار روپئے اُدھار مانگے، زید نے پچیس ہزار روپئے دے دیئے؛ مگر نیت یہ کی کہ میں زکوٰۃ دے رہا ہوں، زید کی بہن نے کچھ دنوں مزدوری کر کے زید کے پچیس ہزار روپئے واپس کر دئے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس طرح تملیک صحیح ہوگی، زکوٰۃ ادا ہوگئی؟ اور وہ پچیس ہزار روپئے جو زید کی بہن نے واپس کئے، وہ کسی کی ملکیت کہلائیں گے؟ شرعاً جو حکم ہو واضح فرمائیں۔

باسمه سبحانه وتعالیٰ الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر آپ نے اپنی غریب بہن کو پچیس ہزار روپئے قرض کے عنوان سے دئے؛ لیکن زکوٰۃ کی نیت کی تو آپ کی زکوٰۃ ادا ہوگئی اور مذکورہ بہن اس کی مالک بن گئی، اب آپ کے لیے وہ رقم واپس لینی جائز نہیں ہے، آپ پر لازم ہے کہ یہ رقم اسی بہن کو واپس کر دیں اور یہ کہہ دیں کہ میں نے تم کو یہ روپئے مالکانہ طور پر دئے تھے، قرض کے طور پر نہیں۔ (مستفاد کتاب المسائل: ۱۸۱/۲)

ولایشترط علم الفقیر أنها زکاة علی الأصح حتیٰ لو أعطاہ شیئاً وسماه هبة أوقرضاً ونویٰ به الزکاة صحت. (حاشیة الطحطاوی علی المراقی، ص: ۷۱٥، أشرفیة)

وشرط صحة أدائها نیة مقارنة له أی للأ داء. (الدرالمختار) وفی رد المحتار: (قوله: نیة) إشارة إلٰی أنه لااعتبار للتسمیة فلو سماها هبة أو قرضاً، تجزیه فی الأصح. (کتاب الزکاة: ۱۸۷/۳، زکریا دیوبند)

والأفضل إخوته وأخواته. (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳۰٤/۳، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(کتاب النوازل: ۱۰۳/۷-۱۰۴)

چچا ماموں، خالہ وغیرہ کو زکوٰۃ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا چچا ماموں، خالہ اور پھوپھی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

باسمه سبحانه وتعالى الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

چچا ماموں، خالہ اور پھوپھی وغیرہ کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور ان لوگوں کو زکوٰۃ دینے میں دو ثواب ملتے ہیں: صلہ رحمی کا اور اداء زکوٰۃ کا۔

عن سلمان ابن عامر رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: إن الصدقة علی المسکین صدقة، وعلٰی ذی الرحم إثنتان: صدقة وصلة. (سنن النسائی، باب الصدقة علی الأقارب: ۱۷۸/۱، رقم: ۲۵۷۸، سنن الترمذی، باب ماجاء فی الصدقة علٰی ذی القرابة: ۱۴۲/۱، رقم: ۶۵۳، شعب الإیمان: ۲۳۸/۳، المصنف ابن أبی شیبة: ۵۴۵/۶)

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما عن رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه کان إذا بعث السعاة علی الصدقات أمرهم بما أخذوا من الصدقات أن یجعل فی ذوی قرابة من أحد منهم الأول فالأول، فإن لم یکن له قرابة، فالأ ولٰی العشیرة، ثم لذوی الحاجة من الجیران وغیرهم. (المعجم الأوسط ۱۲۸/۵ رقم: ۶۸۰۵، مجمع الزوائد، باب تفرقة الصدقات: ۸۷/۳)

ویبدأ فی الصدقات بالأ قارب ثم الموالی ثم الجیران، وذکر الزندویستی: الأفضل صرف الزکاتین یعنی صدقة الفطر وزکاة المال إلٰی أحد هؤ لاء السبعة الأول: إخوته الفقراء وأخواته ثم إلٰی أولادهم، ثم إلٰی أعمامه الفقیراء، ثم إلٰی أخواله وخالته، ثم ذوی الأرحام الفقراء، ثم إلٰی جیرانه، إلخ. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲۰۵/۳، ۲۰۶ رقم: ۴۳۶۱ زکریا)

ولا إلٰی من بینهما ولاد، قید بالولاد لجوازه لبقیه الأقارب کالإ خوة وللأ عمام والأخوال الفقراء بل هم أولٰی؛ لأنه صلة وصدقة. (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳۴۶/۲ کراتشی، ۲۹۳/۳، زکریا دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (کتاب النوازل: ۱۰۵/۷-۱۰۶)

خاص اپنی برادری کے لوگوں کو زکوٰۃ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک برادر (جماعت) کے صاحب نصاب افراد نے اپنی زکوٰۃ اپنی قائم کردہ تنظیم میں جمع کردی، تنظیم زکوٰۃ کی اس رقم کو اپنی ہی برادری کے ایسے لوگوں کے لیے مخصوص کردیتی ہے، جو مالی اعتبار سے پس ماندہ ہوں، خواہ اسی ملک میں رہنے والے ہوں، جہاں زکوٰۃ نکالی گئی ہے، یا دوسرے ملکوں میں رہنے والے ہوں، کیا اس طرح زکوٰۃ کسی خاص برادری جماعت کے پس ماندہ لوگوں کے لیے مخصوص کی جاسکتی ہے؟ جب کہ ان ملکوں میں دوسری برادریوں کے مستحق لوگ بھی موجود ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ زکوٰۃ نکالنے والوں کا اپنی زکوٰۃ کو اپنی ہی برادری کے مستحق لوگوں کے لیے مخصوص کردینا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالى الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

زکوٰۃ میں تمام ہی فقرا کا حق ہے، خواہ وہ خاندانی ہوں، یا غیر خاندانی؛ اس لیے کسی برادری کی زکوٰۃ کو کلی طور پر

برادری کے لیے ہی مخصوص کرنا مقصد شریعت کے خلاف ہے، البتہ صلہ رحمی کی بنیاد پر قریبی رشتہ داروں کو ترجیح دی جاسکتی ہے؛ اس لیے کہ حدیث میں وارد ہے کہ مستحق رشتہ دار کو زکوٰۃ دینے سے دُہرا اجر ملتا ہے: ایک زکوٰۃ کا دوسرا صلہ رحمی کا اور پوری برادری کا حکم قریبی رشتہ داری کے حکم میں نہیں ہے؛ کیوں کہ اگر دور کی رشتہ داری کا لحاظ کیا جائے تو اس اعتبار سے تو سب ہی انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔

عن سليمان بن عامر رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الصدقة على المساكين صدقة، وهی علٰی ذی الرحم ثنتان صدقة وصلة. (مشكاة المصابيح، ص: ۱۷۱)

عن زينب امرأة عبد اللّٰه قالت فی حديث طويل: فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لهما أجران: أجر القرابة، وأجر الصدقة. (الصحيح لمسلم: ۳۲۳/۱، مشكوة المصابيح: ۱۷۱)

عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن اللّٰه تعالٰی قد فرض عليهم زكاة تؤخذ من أموالهم وترد علٰی فقرائهم. (صحيح البخاری: ۱۹٦/۱، صحيح مسلم: ۳٦/۱، مشكاة المصابيح: ۱۵۵/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۱/۱۴۳۰ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۰۷/۷-۱۰۸)

برادری کی زکوٰۃ برادری ہی پر خرچ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کسی قوم نے اپنی ایک جماعت بنائی ہے، وہ وہاں اپنی زکوٰۃ جمع کرتے ہیں؛ یعنی اکٹھا کرتے ہیں، پھر وہ زکوٰۃ صرف اپنی ہی قوم کو دیتے ہیں، جیسے پڑھائی کا خرچہ ہو، اسکول کا خرچہ ہو، یا کسی بیماری میں دینا ہو تو وہ دوسری قوم کے لوگوں کو یہ کہہ کر لوٹا دیتے ہیں، یہ صرف ہماری برادری کے لیے ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

باسمه سبحانه وتعالٰی الجواب ــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اسلام میں کسی کی زکوٰۃ اس کے خاندان، یا برداری کے لیے مخصوص نہیں ہے؛ بلکہ ہر مسلمان محتاج ضرورت مند مستحق زکوٰۃ کا اس میں حق ہوتا ہے؛ اس لیے زکوٰۃ کو برادری کی حدود میں منحصر کردینا اور لاکھوں کروڑوں کی زکوٰۃ کی رقومات جمع کرکے ایک ہی برادری کی ترقی پر خرچ کرنا اسلامی نظام زکوٰۃ کی روح کے خلاف ہے، اس طریقہ کو چھوڑ کر ضرورت اور استحقاق کو سامنے رکھتے ہوئے بلا کسی تخصیص کے وسعت ظرفی کے ساتھ مستحقین پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنی چاہیے؛ تاہم اگر کوئی برادری اپنی زکوٰۃ جمع کرکے برادری کے نادار اور محتاج لوگوں پر خرچ کرے تو زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، بشرطیکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی تمام شرائط کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔

قال اللّٰه تبارك وتعالٰی: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (التوبة: ٦۰)

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بعث معاذاً إلی الیمن، فقال: أدعهم إلیٰ شهادة أن لاإلٰه إلا اللّٰہ وأنی رسو ل اللّٰہ (إلی قوله) فأعلمهم أن اللّٰہ افترض علیهم صدقة فی أموالهم تؤخذ من أغنیا ئهم وترد علیٰ فقرائهم. (صحیح البخاری: ۱۸۷/۱، رقم: ۱۳۷۹)

ویکره نقل الزکاة من بلد إلیٰ بلد إلا أن ینقلها الإنسان إلیٰ قربة أولیٰ قوم هوأحوج من أهل بلده لما فیه من الصلة أوزیادة دفع الجاجة. (الهدایة: ۲۰۸/۱)

هی تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیرغیرهاشمی ولامولاہ مع قطع المنفعة عن الملک من کل وجه فلایدفع لأصله وفرعه للّٰہ تعالیٰ. (الدرالمختار) **وفی الشامیة: وکذا الز و جته ولزوجها.** (کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳/ ۱۷۰-۱۷۳، زکریا) **فقط واللہ اعلم** (کتاب النوازل: ۱۰۸/۷-۱۰۹)

زکوٰۃ کی رقم سے اولاد کو تعلیم دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں نے غریب ہونے کی وجہ سے اپنی اولاد کو زکوٰۃ وصدقہ فطر مانگ کر پڑھایا تو اب میرے دل میں کھٹکا پیدا ہوکہ میرے لیے فطرہ وغیرہ مانگ کر پڑھنا درست ہوا، یا نہیں؟ اگر نہیں تو اب کیا صورت اختیار کی جائے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جو آدمی غریب اور مستحق زکوٰۃ ہو، اس کے لیے زکوٰۃ، یا صدقہ فطر وصول کرنا اور اس سے اپنے بچوں کی تعلیم کا نظم کرنا درست ہے؛ لہٰذا اگر آپ واقعی غریب تھے تو آپ نے فطرہ وغیرہ کی رقم لے کر بچوں کو پڑھانے میں کوئی غلط عمل نہیں کیا؛ اس لیے آپ کو مطمئن رہنا چاہیے، اب کسی تلافی کی ضرورت نہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَا تُ لَلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ (التوبة: ۶۰)

والحنفیة علیٰ أنه لم یکن له نصاب حلت له الصد قة. (إعلا السنن: ۷۷/۹، کراتشی)

المعتبر جوازأخذها لمن ملک أقل من النصاب کما یجوز دفعها؛ لکن عدم الأخذ أولیٰ لمن له السداد من عیش. (مجمع الأنهر: ۳۲۵/۱)

لوسأل للکسوة أولا شتغا له عن الکسب بالجهاد أوطلب العلم جاز. (الدرالمختار)

وفی رد المحتار: أشارإلیٰ أن له السوال وإن کان مکتباً ... وینبغی أن یلحق به أی بالغازی طالب العلم لاشتعاله عن الکسب بالعلم؛ ولهٰذا قالوا: إن نفقته علیٰ أبیه وإن کان صحیحاً مکتسباً کما لو کانو زمناً. (کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳/ ۳۰۶، زکریادیوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۶/۱۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۰۹/۷-۱۱۰)

بچوں کو زکوٰۃ دینا:

سوال: زکوٰۃ کا روپیہ زکوٰۃ کا روپیہ زکوٰۃ کے مستحق بچوں کو دے کر اسے مالک بنا دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر وہ قبضہ مالکانہ کرنے کے اہل ہوں اور سمجھدار ہوں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۷/۹)

ڈاکٹری پڑھنے والی بچی پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری بھتیجی جو ڈاکٹر پڑھ رہی ہے اور میرے بھائی پر اس کا خرچہ بوجھ بن جاتا ہے، میری حالت اس کے اعتبار سے زیادہ ہے، وہ بھتیجی بالغہ ہے اور اس کی ذاتی ملکیت کچھ نہیں ہے، کیا اس بھتیجی کو زکوٰۃ کے پیسہ سے امداد کر سکتا ہوں، جب کہ بھائی نصاب غیر نامی کا مالک ہے؟

باسمه سبحانه وتعالى الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

آپ کی بالغہ بھتیجی کے پاس اگر اپنا ذاتی بقدر نصاب مال نہیں ہے تو اس پر زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنا فی نفسہ درست ہے؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ عصری تعلیم کے بجائے دینی تعلیم شعبوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جائے۔

وكذا إلى البنت الكبيرة إذا كان أبوها غنيا؛ لأن قدر النفقة لايغنيها، وبغنى الأب والزوج لا تعد غنية. (الفتاوىٰ الهندية: ۱۸۹/۱، الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۱۰/۳، رقم: ۴۱۴۶، زكريا ديوبند)

يجوز دفع الزكاة لطالب العلم وإن كان له نفقة أربعين سنة. (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲۸۵/۳، زكريا ديوبند)

ويجوز صرفها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحاً مكتسباً. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة: ۱۸۹/۱)

وتحوذ دفعها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحاً مكتسباً. (الفتاوىٰ الهندية: ۱۸۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲/۱/۱۴۳۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۱۰/۷-۱۱۱)

---

(۱) في التمليك إشارة إلى أنه لايصرف إلى مجنون وصبي غير مراهق ... ويصرف إلى مراهق يعقل الأخذ. (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۴۴/۲، رشيدية)

زکوٰۃ سے بچی کی فیس ادا کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں ایک غریب آدمی ہوں اپنی بچی کو تعلیم نہیں دلا سکتا، وہ اسکول میں پڑھنا چاہتی ہے، کیا میں اس کی فیس کسی سے زکوٰۃ لے کر ادا کر سکتا ہوں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ الجواب ـــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر بچی ایسے اسکول میں تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہے، جہاں پردے کا مکمل اہتمام ہو اور دینیات بھی لازمی مضمون میں شامل ہو اور اس کا گھر سے اسکول آنا جانا بھی مکمل پردے کے ساتھ ہو اور تعلیم کا مقصد بھی درست ہو کہ اس کے ذریعہ سے اپنی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح کی نیت ہو تو ایسی تعلیم کے لیے لاچار اور غریب شخص زکوٰۃ لے کر فیس ادا کر سکتا؛ لیکن اگر بے پردے کے ساتھ، یا مخلوط تعلیم، یا ہندوؤں اور عیسائیوں کے اسکولوں میں بد دینی کے ماحول کے ساتھ تعلیم دی جارہی ہو تو ایسی تعلیم سرے سے ناجائز ہے، اس کے لیے زکوٰۃ، یا غیر زکوٰۃ کسی طرح کا پیسہ خرچ کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ مومن کے لیے سب سے بڑی چیز اس کا دین وایمان ہے، اگر تعلیم کے بہانے سے اس کے دین وایمان پر آنچ آئے تو ایسی تعلیم سے جہالت ہی بہتر ہے۔ (مستفاد امداد الاحکام: ۲۱۵/۱، فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۴/۳، جدید)

عن الشفاء بن عبد اللّٰه رضی اللّٰه عنها قالت: دخل علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وأنا عند حفصة، فقال: ألا! تعلمین هٰذه رقیة النملة کما علمنیها الکتابة. (سنن أبی داؤد: ۵٤۲/۲)

فیه دلیل علٰی جواز تعلم النساء الکتابة، وأما حدیث "لاتعلمون هن الکتابة، فمحول علٰی من یخشی فی تعلیمها الفساد. (بذل المجهود: ٦١٦/١١، مطبوعة دار البشار الإسلامیة بیروت)

عن أسامه بن زید رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسو ل اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ما ترکت بعدی فتنة أضر علی الرجال من النساء. (المعجم الأوسط للطبرانی: ۲۹٤/۹، رقم: ۹٤۸۰)

ویجوز صرفها إلٰی من لایحل له السوال إذا لم یملک نصاباً. (الفتاویٰ الهندیة: ۱۸۹/۱)

ولو سأل یطلب العلم جاز. (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳۰٦/۳، زکریادیوبند)

یجوز دفع الزکاة لطالب العلم وإن کان له نفقة أربعین سنة. (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲۸٥/۳، زکریا دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۷/۱۴۳۰ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۱۱/۷-۱۱۲)

بغیر بتائے ہوئے زکوٰۃ کے روپے دے دینا کیسا ہے:

سوال (۱) زید چوں کہ غنی ہے اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے، لہٰذا اگر زید اپنے چچازاد بھائی بہن کو جو کہ مفلس اور محتاج ہیں،

زکوٰۃ دے اور ان کو نہ بتلائے؛ کیوں کہ اگر ان کو یہ خبر ہوگئی کہ یہ زکوٰۃ ہے تو وہ ناراض ہوں گے۔ ایسی صورت میں اگر زید ان کو زکوٰۃ دیے اور نہ بتلائے کہ یہ زکوٰۃ ہے تو زکوٰۃ کے ادا ہونے میں کوئی کلام تو نہیں؟

صلہ رحمی کا ثواب ملے گا، یا نہیں:

(۲) اور اس زکوٰۃ کے دینے میں علاوہ ادائے فرض زید کو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملے گا، یا نہیں؟

نہ بتانے کا مواخذہ ہے، یا نہیں:

(۳) چوں کہ زید نے زکوٰۃ کی خبر انھیں نہیں دی اور قرینہ سے جانتا ہے کہ اگر انھیں معلوم ہوتا تو نہ لیتے، یا ناراضی ظاہر کرتے؛ اس لیے زید پر مواخذہ ہے، یا نہیں؟

(۴) زید چوں کہ اسی زکوٰۃ دینے میں رواجاً شرماشرمی صلہ رحمی سے گریز کرنا چاہتا ہے؛ اس لیے زید پر مواخذہ شرعی، یا کم از کم ملامت تو نہیں؟

الجواب ________________ حامداً و مصلیاً

(۱) زکوٰۃ کے ادا ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ دینے والے کی نیت زکوٰۃ کی ہو اور جس کو دی جاوے، وہ محل اور مصرف زکوٰۃ کا ہو، یہ شرط نہیں کہ اس کو اطلاع زکوٰۃ کی بھی کی جاوے۔ پس اگر زید اپنے اعمام، یا بنی اعمام کو جو محتاج اور مصرف زکوٰۃ ہیں، زکوٰۃ دے اور ان سے یہ ظاہر نہ کیا کہ یہ زکوٰۃ ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

"وشرط حصة أدائها نية مقارنة للأداء. (الدر المختار)

وفی رد المحتار تحت(قولہ:نية،إلخ) أشار إلٰی أنه لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة أو قرضاً تجزيه فی الأصح،الخ. (۱)

(۲) صلہ رحمی کا بھی ثواب ملے گا۔

کماجاء فی الحديث، قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: الصدقة علی المسکين، صدقة وهی علٰی ذی الرحم ثنتان: صدقة وصلة.(رواه أحمد والترمذی وغيرهما)(۲)

(۳) کچھ مواخذہ نہیں۔

(۴) کچھ مواخذہ اور ملامت نہیں بلکہ حدیث سابق سے ظاہر ہوا کہ صلہ رحمی بھی ہے اور زکوٰۃ بھی ادا ہو جاوے گی اور دوہرا ثواب اس کو ملے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۲۰۲-۲۰۳)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الزکاة: ۲/۲۶۸، دار الفکر بيروت، ظفير

(۲) مشکاة المصابيح، باب أفضل الصدقة، ص: ۱۷۱، ظفير/مسند الإمام أحمد، حديث سلمان بن عامر، رقم الحديث: ۱۶۲۳۵/سنن الترمذی، باب ماجاء فی الصدقة علی ذی القرابة: ۳/۳۸، البابی الحلبی، انيس

بغیر زکوٰۃ کا نام لیے رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، یا نہیں:

سوال: اگر اپنا عزیز زکوٰۃ کے نام سے روپیہ لیتا ہوا شرماوے، اس کو اس طرح سے کہہ کر زکوٰۃ دینا (کہ اس کے کپڑے بنو لینا بچوں کے کپڑے بنوا دینا) درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس طرح دینی درست ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اپنی نیت دل میں زکوٰۃ کی کر لینا کافی ہے، جس کو دی جاوے اس پر ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۹۶-۱۹۷)

☆ ☆ ☆

(۱) ولایجوز أداء الزکاۃ إلا بنیة مقارنة للأداء أومقارنة لعزل مقدار الواجب،الخ.(الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف: ۱/۱۷، ظفیر)

مدرسہ میں زکوٰۃ کا مصرف

مدرسہ میں زکوٰۃ کہاں اور کس طرح خرچ ہوگی:

سوال: اگر مدرسہ کی حالت تنزل پر ہوتو اس میں مال زکوٰۃ صرف کرنا کس طرح اور کس مد میں درست ہے؟

الجواب

ایسی صورت میں حیلہ تملیک کر کے زکوٰۃ کے روپے کو جس مد میں چاہیں صرف کر سکتے ہیں اور حیلۂ تملیک یہ ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ کسی ایسے شخص کی ملک کر دیا جائے، جو کہ مالک نصاب نہ ہو، پھر اس کی طرف سے مصارف زکوٰۃ میں صرف کر دیوے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۹۷-۱۹۸)

مدرسہ میں زکوٰۃ اور اس کا مصرف:

سوال: یہ مدرسہ چند دنوں سے جاری ہوا ہے، اب لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں صدقات اور زکوٰۃ عشر وغیرہ دے دیا جاوے تو کون شخص اس کے مصرف ہو سکتے ہیں، مثلاً: جو مدرس غنی ہے، وہ تنخواہ اس میں سے لے سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

زکوٰۃ اور عشر تمام صدقات واجبہ، جیسے صدقۂ فطر اور کفارات مدرسوں کی تنخواہ میں دینا درست نہیں، طلباء مساکین وغربا کے صرف میں جائز ہے۔ پس اگر مدرسہ میں زکوٰۃ آوے تو اول اس کا مالک کسی فقیر غیر مالک نصاب کو کر دیا جاوے، پھر اس کی طرف سے مدرسہ کے مصارف میں صرف کر دیا جاوے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۰۷)

مدارس میں زکوٰۃ کا مصرف:

سوال (۱) زکوٰۃ کے روپیہ سے غریب ونادار طلبہ کی رہائش کے لیے حجرے بنانا، آلات دستکاری خریدنا، مدرسہ کے کتب خانہ کے لیے کتابیں خرید کر ایک وقت مقررہ کے لیے طلبہ کو مستعمار دینا جائز ہے، یا ناجائز؟

(۲) زکوٰۃ کے روپے سے اگر کوئی مکان اس لیے خریدا جائے کہ اس کی آمدنی سے غریب طلبا کو امدادی وظائف دیئے جائیں گے تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

(۲،۱) حیلة التکفین بها التصدق علی فقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لهما و کذا فی تعمیر المسجد. (ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲/ ۱۶، ظفیر)

(۳) زکوۃ کے روپیہ سے مدرسین اور معلمین دستکاری کو تنخواہیں دینا درست ہے، یا نہیں؟

براہ کرم جملہ امور کا جواب بحوالۂ کتب مسلک احناف کے مطابق مرحمت فرمایا جاوے۔ وفقط والسلام

(المستفتی: قاضی خلیق احمد، کنگ روڈ، ہرنا گڈ، کاٹھیاواڑ)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) زکوۃ کے روپیہ کے لیے تملیک؛ یعنی مستحق زکوۃ کو مالک بنانا شرط ہے، حجرے بنانے، آلات اور دستکاری خریدنے اور کتب خرید کر مستعار دینے میں تملیک مستحق نہیں، لہذا زکوۃ کا روپیہ ایسے مواقع میں صرف کرنا درست نہیں، البتہ اگر آلات اور کتب وغیرہ خرید کر بطور تملیک دیدیں تو درست ہے۔ نیز کسی مستحق کو زکوۃ کا روپیہ دے دیا جائے اور وہ حجرے بنوادے، یا کتب وغیرہ خرید کر مدرسہ میں وقف کردے، تب بھی درست ہے اور زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

"وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن، فيكون الثواب لهما، وكذا في تعمير المسجد". (۱)

(۲) اس صورت میں زکوۃ ادا نہ ہوگی؛ کیوں کہ تملیک مستحق نہیں پائی گئی، بعد تملیک مکان وغیرہ بنوانا درست ہے۔ (۲)

(۳) مدرسین اور معلمین دستکاری وغیر کی تنخواہ دینا درست ہوگا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلمو علمہ اتم واحکم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۳/۸/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، ۱۹/شعبان ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۵۹۷-۵۹۸)

ایضاً:

سوال: صدقۂ فطر، چرم قربانی، زکوۃ، صدقات اور عشر سے مندرجہ ذیل مصارف جائز ہیں، یا ناجائز:

(۱) طلبا کے لیے درجات: عالم، فاضل، درس نظامی وغیرہ کی کتابیں خرید کر طلبا کو مستعار دینا۔

(۲) مدرسہ کی ملکیت میں جو کتب ہیں، ان کی جلد بندی۔

---

(۱) الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۲۷۱

(۳،۲) ويشترط ان يكون الصرف تمليكا، الخ. (الدرالمختار: ۲/۳٤٤، باب المصرف، سعيد)

(تمليكاً لا إباحة كما مر)، فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك، ولو أطعمه عنده ناوياً للزكاة لا تكفي الخ". (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۲۳۳، سعيد)

اس کے لیے یہ صورت اختیار کی جائے کہ اول نقد روپیہ، یا اجناس وغیرہ زکوۃ کی تملیک کرادی جائے، پھر اس کی طرف سے داخل مدرسہ کر کے مذکورہ کاموں کو کیا جائے۔ وحيلة التكفين بها التصدق علىٰ فقير، ثم هو يكفن، فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۲۷۱، كتاب الزكاة، سعيد)

يتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال أو جراب وقربة ودلو، أويبدل بما ينتفع به باقياً ... فإن اللحم أو الجلد به أو بدراهم تصدق ثمنه، الخ. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ٦/۳۲۸، باب الاضحية، سعيد)

(۳) عمارت مدرسہ کا کرایہ۔

(۴) غیر مستطیع طلبا جو امتحان عالم و فاضل، منشی و کامل میں شرکت کریں، ان کی فیس اور کرایہ ریل آمد و رفت۔

(۵) مدرسہ کے لیے ضروری سامان، چٹائی، میز، کرسی وغیرہ۔

(۶) طلباء کو بطور انعام از قسم نقد، یا کتب۔

(۷) طلباء عربی کو وظیفہ علاوہ خوراک و لباس وغیرہ۔

(۸) معلم قرآن و تجوید و قرأت کی تنخواہ۔

(۹) اگر مدرسہ کی ذاتی عمارت نہ ہو تو مدرسہ کی تعمیر۔

(۱۰) مدرسہ عربیہ کی ملکیت میں کتب مذہبی و ادب وغیرہ۔ (محمد وسیم الحق، چشم رحمت اورنٹیل کالج غازی پور)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) ناجائز ہے، البتہ صدقات نافلہ کو جمیع مصارف مذکورہ میں صرف کرنا درست ہے۔

(۲) ناجائز۔

(۳) ناجائز۔

(۴) اگر وہ طلباء سید نہ ہوں تو خود ان کو دیدینا جائز ہے۔

(۵) ناجائز۔

(۶) جائز ہے بشرطیکہ وہ مستحق ہوں اور سید نہ ہوں۔

(۷) جائز ہے بشرط مذکور۔

(۸) ناجائز ہے۔

(۹) ناجائز ہے۔

(۱۰) ناجائز ہے۔

اگر کسی غریب مستحق کو زکوٰۃ، صدقۂ فطر، چرم قربانی کی قیمت دے دی جاوے اور وہ اپنی طرف سے مدرسہ میں دے دے تو اس کو جمیع مصارف مذکورہ بالا میں صرف کرنا درست ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۱۹/۱۱/۱۳۵۳ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۸/۹-۵۹۹)

---

(۱) "مصرف الزكاة ... هو فقير ... وفي سبيل اللّٰه ... قيل: طلبة العلم ... يصرف المزكي إلٰى كلهم أو إلٰى بعضهم ... ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة ... آه". (الدر المختار)

"فلا يكفي فيها الاطعام إلا بطريق التمليك، الخ". (ردالمحتار: ۳۴۰-۳۴۴، باب المصرف، سعيد)

مدارس میں زکوٰۃ دینا:

سوال(۱)اہل مدارس، مدارس کے جملہ اخراجات کے لیے مدرسہ کے نام و پتہ کی چھپی ہوئی رسیدوں پر زکوٰۃ وصدقات واجبہ وصول کرتے ہیں، یہ ان کا خود ساختہ نواں مصرف ہے۔

(۲)　رسید بک، پوسٹر، کتابچہ، چارٹ، کلینڈر، روداد، کارڈ کے سہارے زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی وصولی کا مروجہ طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے۔

(۳)　اس جدید اختراعی طریقۂ وصولی کو بروئے کار لانے کے لیے علماء وفقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا کہیں اجماع نہیں ہوا، اس پر عمل کرنے والے جو یہ نہیں جانتے کہ کس کی سنت ہے؟

(۴)　زکوۃ وصدقات واجبہ کا تعلیمی مشغلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۵)　زکوۃ وصدقات واجبہ کے لیے طلبائے علم دین کی حیثیت بالکل غیر منصوص ہے۔

(۶)　مدارس ومکاتیب نہ بیت المال ہیں، نہ مثل بیت المال اور نہ ان کے محصلین ﴿عاملین علیھا﴾ ہیں۔

(۷)　مدارس کے محصلین زکوۃ دہندگان پر مسلط کئے گئے وکیل ہوتے ہیں۔

(۸)　معطیان زکوۃ پر وکیل مسلط کرنا غیر شرعی ہے، یہ تجارتی نقطۂ نظر سے کی جاتی ہے اور ان کی طباعت میں قوم کا ہزاروں روپیہ فضول خرچ کیا جاتا ہے۔

(۹)　رسید بک، پوسٹر، کتابچہ، چارٹ، کلینڈر، کارڈ، وغیرہ کی طباعت بھی تجارتی نقطۂ نظر سے کی جاتی ہے اور ان کی طباعت میں قوم کا ہزاروں روپیہ فضول خرچ کیا جاتا ہے۔

(۱۰)　زکوٰۃ وصدقات وجبہ کی آدھی رقم مدارس کے مقررہ غیر شرعی وکیل اپنے خرچ میں لاتے ہیں۔

(۱۱)　یہی رقم مدرسین کی تنخواہوں میں، دارالاقامہ ومدارس کی تعمیر ومرمت میں کلینڈر، چارٹ، رسیدوں وغیرہ کی طباعت میں مقدمات اور مہمان نوازی وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے، جب کہ شرعاً ممنوع ہے۔

(۱۲)　زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقوم کا بہ مشکل دسواں حصہ ہی غریب طلبا خرچ ہوتا ہے۔

(۱۳)　اہل مدارس اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرتے ہیں، مستحق طلبا کو مالک نہیں بناتے اور زکوٰۃ جب تک مستحق کی ملکیت میں نہیں دی جاتی، ادا نہیں ہوتی۔

(۱۴)　نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے تمام صدقات تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔(۱)اہل مدارس زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقوم سالہا سال تحویل میں رکھتے ہیں، نہ جانے یہ کس کا طریقہ ہے؟

---

(۱)　عن ابن أبی ملکیة أن عقبة بن الحارث حدثه قال: صلی اللّٰه علیه وسلم العصر فأسرع، ثم دخل البیت، فلم یلبث أن خرج، فقلت أو قیل له؟ فقال: ''کنت خلفت فی البیت تبراً من الصدقة فکرهت ان أبیته فقسمته''. (صحیح البخاری: ۱۹۲/۱، کتاب الزکاة، باب من أحب تعجیل الصدقة من یومها، قدیمی)

(۱۵) کسی مستحق کو زکوۃ کی رقم اتنی دی جائے کہ وہ صاحب نصاب نہ بن جائے، اہل مدارس اتنی رقوم جمع کر لیتے ہیں کہ اگر وہ مستحق طلباء میں تقسیم کی جائے تو وہ سب ہی صاحب نصاب بن جائیں اور کثیر رقم بچ جائے۔

(۱۶) ایک شہر کی زکوۃ دوسرے شہر کو بھیجنا مکروہ ہے، اہل مدارس دور دراز شہروں سے زکوٰۃ وصول کراتے ہیں۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ گار اور مشرک و کافر کا بھی ایک دن کے لیے کھانا بند نہیں کرتے؛ لیکن اہل مدارس انہیں مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا مہینوں بند رکھتے ہیں، جب کہ وہ امتحان میں کم نمبر پاتے ہیں، جب کہ انہیں کا نام لے کر زکوۃ وصدقات وصول کرتے ہیں۔

(۱۸) ان مدارس میں بعض ایسے محصل بھی ہوتے ہیں، جو وصول کم اور خرچ زیادہ کرتے ہیں، اپنے خرچ کی بقیہ رقم مدرسہ کی تحویل سے لیتے ہیں۔

(۱۹) کلام الٰہی اتنا مطہر ہے کہ مومن پاک ہونے پر بھی بلا وضو چھو نہیں سکتا، اس علم نبوت کے حاصل کرنے اور کرانے والے کے لیے میل کچیل کا استعمال علم مطہر کی توہین ہے۔

(۲۰) زکوۃ وصدقات واجبہ کے مطلق آٹھ مصارف ہیں:

﴿اِنَّمَاالصَّدَقَا تُ لِلۡفُقَرَاءِ وَالۡمَسَا کِيۡنِ﴾ (التوبة : ٦٠)

۱۔ فقرا جن کے پاس کچھ نہ ہو۔

۲۔ مساکین جن کو بقدر ضرورت میسر نہ ہو۔

۳۔ ﴿عاملين عليها﴾ جو اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیل صدقات پر مامور ہوں۔

۴۔ مؤلفہ قلوب جن کے اسلام لانے کی امید ہو، یا اسلام میں کمزور ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ مصرف باقی نہیں رہا۔

۵۔ رقاب؛ یعنی غلاموں کو آزاد کرانے میں۔

۶۔ غارمین؛ یعنی وہ لوگ جن پر کوئی حادثہ آپڑا اور وہ مقروض ہو گئے۔

۷۔ فی سبیل اللہ، جہاد وغیرہ جانے والے کو۔

۸۔ ابن السبیل، وہ مسافر جو بحالت سفر مالک نصاب نہ ہو، گو مکان پر دولت رکھتا ہو۔

(محی الدین سنگاہی کھیری)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

زکوۃ کی فرضیت قرآن کریم سے ثابت ہے تقریباً بتیس آیات میں اقامت صلوۃ کے ساتھ ایتاء زکوۃ کا بھی حکم ہے۔(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے:

---

(۱) "قرنها بالصلاة من اثنين وثمانين موضعاً فی التنزيل دليل علىٰ كمال الاتصال". (الدرالمختار) ==

﴿خذ من أموالهم صدقة﴾(الآية)(۱)

زکوٰۃ کے مصارف بھی بتائے گئے ہیں:﴿إنما الصدقات للفقراء﴾(الآية)(۲)

بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے اپنی طرف سے آدمی مقرر کرکے بھیجے ہیں،(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے قتال کا عزم فرمایا، جیسا کہ صحاح کی روایت میں موجود ہے۔(۴) زکوٰۃ کے لیے ترغیب دینا، آدمیوں کے ذریعے پیغام بھیجنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور خلفائے راشدین سے صاف منقول ہے۔(۵)

== "(قوله:في اثنين وثمانين موضعاً) كذا عزاه في البحر إلى مناقب البزازية، وتبعه في النهر والمنح، قال ح: وصوابه اثنين و ثلاثين كما عده شيخنا السيد رحمه الله تعالىٰ". (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۲۵٦، سعيد)

(۱) سورة التوبة: ۱۰۳

(۲) سورة التوبة: ۷۹

(۳) عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: بعث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عمر على الصدقة فقيل: منع ابن جميل وخالد بن الوليد والعباس، الخ. (مشكاة المصابيح: ۱/۱۵٦، كتاب الزكاة، الفصل الأول، قديمي)

(۴) عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: لما توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم واستخلف أبوبكر بعده ... فقال أبوبكر: والله لأقاتلن من فرق بين الصلوٰة والزكاة، فإن الزكوٰة حق المال، والله لو منعوني عقالا كانوا يؤدونه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم على متعه". (الصحيح لمسلم: ۱/۳۷، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتىٰ يقولوا: لا إله إلا الله محمد رسول الله، قديمي)

"وقال غيرهم: إنه يجوز مع كراهة لما علم بالضرورة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يستدعي الصدقات من الأعراب إلى المدينة، ويصرفها في فقراء المهاجرين والأنصار، كما أخرج النسائي من حديث عبد الله بن هلال الثقفي قال: جاء رجل إلىٰ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال: كدت أقتل بعدك في عناق أوشاة من الصدقة، فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لولا أنها تعطى فقراء المهاجرين ما أخذتها. ولما أخرج البيهقي وعلقه البخاري عن معاذ أنه قال لأهل الميمن: ائتوني بكل خميس وليس آخذه منكم مكن الصدقة، فإنه أرفق بكم وأنفع للمهاجرين والأنصار بالمدينة". (نيل الأوطار: ۴/۲۱۵-۲۱٦، كتاب الزكاة، أبواب تفرقة الزكاة في بلدها، دار البازمكة مكرمة)

"ومن الثاني حديث محمد بن مسلمه أنه يعمل لصدقة في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فكان يأمر الرجل إذا جاء بالفريضة أن يأتي بعقالها وقرائنها". (حاشية سنن أبي داؤد: ۱/۲۲۷، كتاب الزكاة، رحمانية)

(۵) وقال ابن الأثير: قد جاء في الحديث ما يدل على القولين، فمن الأول حديث عمر أنه آخر الصدقة عام الرمادة، فلما أحيا الناس بعث عامله، فقال: اعقل منهم عقالين، فاقسم فيهم عقالاً وائتي بالآخر يريد به صدقة عاملين". (حاشية سنن أبي داؤد: ۱/۲۲۷، كتاب الزكوة، رحمانية)

"عن سالم عن أبيه قال: كتب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كتاب الصدقه، فلم يكرجه إلىٰ عماله حتىٰ قبض، فقرته بسيغه، فعمل به أبوبكر حتىٰ قبض، ثم عمل به عمر حتىٰ قبض". (سنن أبي داؤد: ۱/۲۳۰، كتاب الزكاة، باب زكاة السائمة، رحمانية) ==

اگر اپنے عزیز رشتہ دار دوسرے شہر میں ہوں تو وہاں بھیجنا بھی مکروہ نہیں، اسی طرح زیادہ دیندار دوسری جگہ ہوں تو بھیجنا مکروہ نہیں، کتب فقہ میں یہ مسائل مذکور ہیں،(۱) تو اگر دور دراز سے لوگ دینی مدارس میں زکوٰۃ بھیجیں، جن کے رشتہ دار پڑھتے ہیں اور جہاں زیادہ حاجت مند ہیں اور جہاں زیادہ اہل دین ہیں تو کوئی کراہت نہیں،(۲) البتہ زکوٰۃ کا مستحق کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے، خواہ اس کو نقد دیا جائے، یا اس کی ضرورت کے مطابق گرمی سردی کے کپڑے دیئے جائیں، یا کتابیں دی جائیں، یا ان کو کھانا دیا جائے، زکوٰۃ کا پیسہ تنخواہوں میں، تعمیر میں، کلینڈر، رسید وغیرہ طبع کرانے مین خرچ کرنا درست نہیں ہے،(۳) جو ارباب مدارس ایسا کرتے ہیں، ان کو اس کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔

اللہ پاک نے براہ راست ﴿آتوا الزكاة﴾(۴) کا خطاب فرمایا ہے پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے حکم دیا؛ یعنی مسلط فرمایا: ﴿خذ من أموالهم صدقة﴾ (۵) پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مسلط فرمایا، یمن کے دو ڈویژن تھے، ایک پر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور دوسرے پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلط فرمایا وغیرہ وغیرہ،(۶) پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے

== ”عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: جاء هلال أحد بنى متعان إلىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعشور نحل له وكان ساله أن يحمى واديا يقال له: سلبة، فحمى له رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذلك الوادى، فلما ولى عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه، كتب سفيان بن وهب إلىٰ عمربن الخطاب يسأله عن ذلك فكتب عمر: إن أدى إليك ماكان يؤدى إلىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من عشورنحله فأحم له سلبة، وإلا فإنما هو ذباب غيث أيكله من يشاء“. (سنن أبى داؤد: ۱/۲۳۳، كتاب الزكاة، باب زكاة العسل، إمدادية ملتان)

(۱) وعدم الكراهة فى نقلها للقريب للجمع بين أجرى الصدقة والصلة وللأحوج؛ لأن المقصود منها سة خلة المحتاج، فمن كان أحوج كان أولىٰ، وليس عدم الكراهة منحصراً فى هاتين؛ لأنه لونقلها إلىٰ فقير فى لد آخرأورع وأصلح كما فعل معاذ رضى الله عنه، لايكره، ولهٰذا قيل: التصدق على العالم الفقير أفضل، كذا فى المعراج“. (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۴۳٦، رشيدية/ردالمحتار، باب المصرف: ۲/۳۵۳-۳۵۴، سعيد/ الفتاوىٰ الهندية، الباب السابع فى المصارف: ۱/۱۹۰، رشيدية/مجمع الانهر، باب فى بيان احكم المصرف: ۱/۲۲٦، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(۲) ”وكره نقلها، إلا إلى قرابة او احوج او اورع او انفع للمسلمين، أو من دارالحرب إلى الحرب ملى دار الإسلام، أوإلىٰ طالب علم أوإلى الزهاد، الخ“. (تنويرالأبصارمع الدرالمختار: ۲/۳۵۴، باب المصرف، سعيد)

(۳) ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر، لايصرف إلىٰ بناء نحو مسجد ولا إلىٰ كفن ميت وقضاء دينه، الخ“. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۴۴، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۴) سورة البقرة: ۴۳

(۵) سورة التوبة: ۱۳

(٦) عن أبى بردة قال: بعث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أبا موسىٰ ومعاذ بن جبل رضى الله تعالىٰ عنهما اليمن، قال بعث كل واحد منها علىٰ مخلاف، قال: واليمن مخلا فإن، ثم قال: ”يسراً ولا تعسراً“ ... فانطلق منهما إلىٰ عمله“. (صحيح البخارى: ۲/٦۲۲، باب بعث أبى موسىٰ و معاذبن جبل إلى اليمن، قديمى)

عاملین کو مقرر فرمادیا اور جنہوں نے ادائے زکوٰۃ سے انکار کیا، ان سے قتال کے لیے آمادہ ہوگئے، پھران کے بعد دیگر خلفاء نے اس سلسلہ کو باقی رکھا۔(۱)

آج تسلیط کی قوت نہیں، ترغیب وترہیب کا وقت ہے یہ سلسلہ جاری ہے، جس طرح کسی آدمی کے ذریعہ زبانی پیغام دے کر زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے، اسی طرح خط، اشتہار وغیرہ کے ذریعہ ترغیب دی جاتی ہے، اس پر اعتراض کرنا ایسا ہی ہے، جیسے کوئی کہے کہ ریل اور جہاز میں سوار ہوکر حج کرنا کہاں سے ثابت ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو اونٹ پر سوار ہوکر مسافت طے فرمائی ہے، ریل اور جہاز سے سفر نہیں فرمایا؟ ظاہر ہے کہ یہ اعتراض بالکل ناسمجھی کا ہے۔

اگر تربیت وتہذیب کے لیے کوئی سزا مناسب تجویز کی جائے، جو حدود شرع کے اندر ہو تو اس میں کیا مضائقہ ہے، یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کافر ومشرک کا کھانا بند نہیں کرتے تو مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا کیوں بند کیا جاتا ہے؟ یہ بھی ناسمجھی پر مبنی ہے، کسی شخص سے زنا کا مصدور ہوجائے، اس کو سنگسار کیا جاتا ہے، یا کوڑے مارے جاتے ہیں، اگر کوئی سوال کرنے لگے کہ کافر ومشرک کفر وشرک میں مبتلا ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نہ سنگسار کرتے ہیں، نہ کوڑے مارتے ہیں تو مسلمان کو یہ سزا کیوں دی جاتی ہے۔ کوئی شخص تہذیب سکھانے کے لیے اپنے بچے کی کمر پر چپت ماردیتا ہے، جس سے اس کی غلطی پر تنبیہ ہو، اگر وہ بچہ مطالبہ کرے کہ جو غلطی میں نے کی، اس سے بڑی غلطی کافر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ تو انہیں چپت نہیں مارتا، آپ نے مجھے چپت کیوں ماری؟ ظاہر ہے کہ اس کا قول ناسمجھی پر محمول کیا جائے گا؛ کیوں کہ اس میں بات سمجھنے کی اہلیت وصلاحیت ہی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۹/۵۷۷-۵۸۷)

زکوٰۃ وغیرہ مدارس میں دینا:

سوال: کیا صدقۂ فطر، قربانی کی کھال اور زکوٰۃ وغیرہ دینی مدارس میں دے سکتے ہیں، اسی طرح کیا انہیں مساجد کی تعمیر وغیرہ میں خرچ کرسکتے ہیں؟

---

(۱) عن سالم عن أبيه قال: كتب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كتاب الصدقة،فلم يخرجه إلىٰ عماله حتىٰ قبض،فقرنه بسيفه فعمل به أبوبكر حتىٰ قبض ثم عمل به حتىٰ قبض". (سنن أبي داؤد: ١/ ٢٣٠،باب في زكاة السائمة،رحمانية)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال:"لما توفي رسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم واستخلف أبوبكر بعده،وكفر من كفر من العرب ... فقال أبوبكر: والله! لأقاتلن من فرق بين الصلوٰة والزكاة،فإن الزكاة حق المال، والله! لومنعوني عقالا كانوا يؤدونه إلىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لقاتلتهم علىٰ منعه". (سنن أبي داؤد: ١/ ٢٢٤، كتاب الزكاة،إمدادية)

"فمن الأول حديث عمر أنه آخر الصدقة عام الرمادة،فلما أحيا الناس بعث عامله، فقال: اعقل منهم عقالين،فاقسم فيهم عقالاً أوثني بالآخر" يريد به صدقة عامين وحديث معاوية أنه بعث ابن رضية عمرو بن عتبه بنابي سفيان علىٰ صدقات كلب". (حاشية سنن أبي داؤد: ١/ ٢٢٧، كتاب الزكاة،رحمانية)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ چیزیں براہ راست مدرسہ، یا مسجد وغیرہ کے کسی ملازم کی تنخواہ، یا تعمیر وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں، البتہ دینی مدارس دینی مدارس کے مستحق طلبا پر صرف کرنا درست ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۸/۹)

---

(۱) قرنها بالصلاة من اثنين وثمانين موضعاً فى التنزيل دليل علىٰ كمال الاتصال.(الدر المختار)

وفى رد المحتار: تحت (قوله: فى اثنين وثمانين موضعاً) كذا عزاه فى البحر إلىٰ مناقب البزازية، وتبعه فى النهر و المنح، قال ح: وصوابه اثنين وثلاثين كما عده شيخنا السيد رحمه الله تعالىٰ.(كتاب الزكاة، باب المصرف: ٢٥٦/٢، سعيد)

عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: بعث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عمر على الصدقة فقيل: منع ابن جميل وخالد بن الوليد والعباس ... الخ".(مشكاة المصابيح: ١٥٦/١، كتاب الزكاة، الفصل الأول، قديمى)

عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: لما توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم واستخلف أبوبكر بعده ... فقال أبوبكر: والله لأقاتلن من فرق بين الصلاة والزكاة، فإن الزكاة حق المال، والله لومنعونى عقالاً كانوا يؤدونه إلىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم علىٰ متعه.(الصحيح لمسلم: ٣٧/١، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتىٰ يقولوا: لا إلٰه إلا الله محمد رسول الله، قديمى)

وقال غيرهم: إنه يجوز مع كراهة لما علم بالضرورة أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يستدعى الصدقات من الأعراب إلى المدينة، ويصرفها فى فقراء المهاجرين والأنصار، كما أخرج النسائى من حديث عبد الله بن هلال الثقفى قال: جاء رجل إلىٰ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال: كدت أقتل بعدك فى عناق أوشاة من الصدقة، فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لو لا أنها تعطى فقراء المهاجرين ما أخذتها. ولما أخرج البيهقى وعلقه البخارى عن معاذ أنه قال لأهل اليمن: ائتونى بكل خميس وليس آخذه منكم مكن الصدقة، فإنه أرفق بكم وانفع للمهاجرين والأنصار بالمدينة. (نيل الأوطار: ٢١٥/٤-٢١٦، كتاب الزكاة، أبواب تفرقة الزكاة فى بلدها، دار البازمكة مكرمة)

ومن الثانى حديث محمد بن مسلمه أنه يعمل لصدقة فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فكان يأمر الرجل إذا جاء بالفريضة أن يأتى بعقالها وقرائتها.(حاشية سنن أبى داؤد: ٢٢٧/١، كتاب الزكاة، رحمانية)

وقال ابن الأثير: قد جاء فى الحديث ما يدل على القولين، فمن الأول حديث عمر أنه آخر الصدقة عام الرمادة، فلما أحيا الناس بعث عامله، فقال: اعقل منهم عقالين، فاقسم فيهم عقالاً وائتى بالآخر يريد به صدقة عاملين.(حاشية سنن أبى داؤد: ٢٢٧/١، كتاب الزكاة، رحمانية)

عن سالم عن أبيه قال: كتب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كتاب الصدقه، فلم يكرجه إلىٰ عماله حتىٰ قبض، فقرته بسيغه، فعمل به أبوبكر حتىٰ قبض، ثم عمل به عمر حتىٰ قبض.(سنن أبى داؤد: ٢٣٠/١، باب زكاة السائمة، رحمانية)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: جاء هلال أحد بنى متعان إلىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعشور نحل له وكان ساله أن يحمى واديا يقال له: سلبة، فحمى له رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذلك الوادى، فلما ولى عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه، كتب سفيان بن وهب إلىٰ عمر بن الخطاب يسأله عن ذلك فكتب عمر: إن أدى إليك ماكان يؤدى إلىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من عشور نحلة فأحم له سلبة، وإلا فإنما هو ذباب غيث أيكله من يشاء.(سنن أبى داؤد: ٢٣٣/١، كتاب الزكاة، باب زكاة العسل، إمدادية ملتان) ==

زکوٰۃ وغیرہ مدرسہ میں دینا:

سوال: ایک بہت بڑا موضع مسلمانوں نے آباد کیا ہے؛ مگر وہاں کے لوگ بہت جاہل اور لاعلم ہیں، عام طور سے غیر مستطیع ۸۵ر فیصد ہیں، شرعی و مذہبی رسم ورواج سے بالکل بے بہرہ ہیں، یہاں پر ایک مکتب جاری کیا گیا، بے حد کوشش کی گئی کہ مکتب میں کوئی رقم ماہانہ دی جائے؛ لیکن لوگوں نے نہیں دیا، مکتب بار بار مع عمارت کے ختم ہوتا گیا؛ لیکن لوگوں نے توجہ نہیں کی، یہاں کے لوگ وعظ و پند کی کوئی اہمیت نہیں رکھتے، مکرر، سہ کرر لوگوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی گئی؛ لیکن برابر ناکامی رہی، یہ دیکھ کر ایک صاحب نے کوشش کر کے چالیسواں حصہ غلہ، فطرہ، زکوۃ، کچھ معمولی رقم بیرونی حضرات سے اعانت لے کر مدرسہ چلانا شروع کیا اور عمارت بھی بنوایا، ابھی بن رہا ہے۔

اب مدرسہ میں مدرسین ہیں، علاوہ دینیات کے ہندی اور جغرافیہ حساب وغیرہ کی بھی تعلیم ہوتی ہے، اب نادار طلبہ کو مدرسہ سے کتابیں دی جاتی ہیں؛ مگر اب تک گاؤں کے لوگوں نے اس پر توجہ نہیں کی اور نہ کچھ مدد کرتے ہیں، صرف چالیسواں غلہ سے کچھ مدد کردیتے ہیں۔ یہاں کے لوگ عموماً جاہل اور بخیل ہیں، مذہبی قانون سے کچھ واسطہ نہیں

== وعدم الكراهة في نقلها للقريب للجمع بين أجرى الصدقة والصلة وللأحوج؛لأن المقصود منها سة خلة المحتاج،فمن كان أحوج كان أولىٰ،وليس عدم الكراهة منحصرا في هاتين؛لأنه لو نقلها إلىٰ فقيرفي لدآخرأورع وأصلح كما فعل معاذ رضي الله عنه،لايكره،ولهٰذا قيل:التصدق على العالم الفقيرأفضل،كذا في المعراج. (البحر الرائق،،كتاب الزكاة،باب المصرف: ٤٣٦/٢،رشيدية/(ردالمحتار، باب المصرف: ٣٥٣/٢_٣٥٤، سعيد/الفتاوىٰ الهندية، الباب السابع في المصارف: ١٩٠/١،رشيدية/مجمع الانهر، باب في بيان احكم المصرف: ٢٢٦/١، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(”وكره نقلها،إلا إلىٰ قرابة أوأحوج أو أورع أوأنفع للمسلمين،أومن دارالحرب إلى الحرب ملى دار الإسلام،أو إلىٰ طالب علم أوإلى الزهاد،إلخ“.(تنويرالاأصارمع الدرالمختار،كتاب الزكاة،باب المصرف: ٣٥٤/٢، سعيد)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر،لايصرف إلىٰ بناء نحو مسجد ولا إلىٰ كفن ميت وقضاء دينه، إلخ.(ردالمحتار،كتاب الزكاة،باب المصرف: ٣٤٤/٢،دارالكتب العلمية،بيروت)

عن أبى بردة قال:بعث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أباموسى ومعاذ بن جبل رضى الله تعالىٰ عنهما اليمن،قال بعث كل واحد منها علىٰ مخلاف،قال:واليمن مخلا فإن،ثم قال:”يسراً ولا تعسراً“ ... فانطلق منهما إلىٰ عمله.(صحيح البخارى: ٦٢٢/٢،باب بعث ابى موسى ومعاذبن جبل إلى اليمن، قديمى)

عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال:”لما توفى رسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم واستخلف أبوبكر بعده ، وكفر من كفر من العرب ... فقال أبوبكر:والله! لأقاتلن من فرق بين الصلاة والزكاة،فإن الزكاة حق المال،والله!لو منعونى عقالاً كانوا يؤدونه إلىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لقائلتهم علىٰ منعه.(سنن أبى داؤد: ٢٢٤/١، كتاب الزكاة، امدادية)

فمن الأول حديث عمر أنه أخر الصدقة عام الرمادة، فلماأحيا الناس بعثعامله، فقال: اعقل منهم عقالين، فاقسم فيهم عقالا أوثنى بالاخر“ يريد به صدقة عامين وحديث معاوية أنه بعث ابن رضية عمرو بن عتبه بنابى سفيان علىٰ صدقات كلب“.(حاشية سنن أبى داؤد: ٢٢٧/١، كتاب الزكاة،رحمانية)

رکھتے، یہاں مدرسہ اسلامیہ کا ہونا بہت ضروری ہے۔سوال یہ ہے کہ بحالت مجبوری ہر قسم کی رقوم سے مدرسین کی تنخواہ دے جاسکتی ہے، یا نہیں؟ زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جن رقوم (زکوۃ، صدقۃ الفطر، قیمت چرم قربانی، نذر، کفارۂ یمین وصوم وغیرہ) میں تملیک ضروری ہے، ان کو تعمیر یا تنخواہ میں براہ راست صرف کرنا جائز نہیں، (شامی، عالمگیری، مجمع الانہر)(۱) ایسا کرنے سے واجب ادا نہ ہوگا۔غریب طلبا پر بصورت لباس، طعام وغیرہ تملیکا صرف کرنا ضروری ہے، (۲) البتہ نفلی خیرات وصدقات کو تعمیر وتنخواہ میں بھی صرف کیا جاسکتا ہے۔(۳) جو حضرات اہل دین مدارس چلاتے ہیں اور طریق سے واقف ہیں، نیز اللہ پاک نے ان کو خشیت اور تقویٰ بھی عطا فرمایا ہے، ان کو وعظ کرائیں اور ان سے مشورہ لیں، اپنی بستی کی حالت ان کو دکھائیں، وقتاً فوقتاً بستی کے لگوں کو دیگر مقامات پر دینی مدارس کا معائنہ کرائیں کہ کس طرح وہ مدارس چلاتے ہیں اور ان کی کیسی سے ان کے دلوں میں بھی شوق اور علم دین کا جزبہ پیدا ہوگا۔(ان شاء اللہ تعالیٰ) واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۱۳۸۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۸/۹-۵۸۹)

مدرسہ میں زکوٰۃ کا روپیہ دینا:

سوال: دینی مدارس میں زکوٰۃ دینے والے مہتمم مدرسہ کو اس طرح دیتے ہیں کہ وہ صحیح مصرف میں خرچ کرے، گو یا مہتمم صاحب وکیل ہوتے ہیں۔جواب طلب امر یہ ہے کہ طلبا کی خوراک پوشاک میں بایں طور دینا جائز ہے کہ نہیں کہ زکوٰۃ کے روپے کا گندم وسالن وغیرہ خرید کر عام مطبخوں کی طرح تیا کرا کے تقسیم کر دیا جائے، یا روپیہ ہی کا طلبا کو مالک بنا دیا جائے؟ (عبداللطیف، مہتمم مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ، ضلع مظفرنگر، یوپی)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زکوٰۃ کے رپوے سے غلہ خرید کر مطبخ میں کھانا پکا کر مستحقین طلبا کو کھانے کا مالک بنا کر دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور نقد روپیہ دینے سے بھی ادا ہو جائے گی۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۱۳۹۳ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۲/۹-۵۹۳)

---

(۱) تقدم تخريجه مثله بلفظ: قرنها بالصلاة... إلى قوله:... فمن الأول حديث عمر، الخ. انيس

(۲) ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً، الخ. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، ۳۴٤/۲، سعيد)

(۳) فأما الصدقة على وجه الصلة والتطوع فلا بأس به، وفي الفتاوىٰ العنابية: وكذلك يجوز النفل للغني، الخ. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۷٥/۲، باب من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراتشي)

(٥) هي تمليك، خرج الإباحة، فلو أطعم يتيما ناويا الزكاة لايجزيه، إلا إذا دفع إليه المطعوم، كما لو كساه بشرط أن يعقل القبض إلا إذا حكم عليه بنفقتهم". (الدرالمختار: ۲٥٦/۲-۲٥۷، كتاب الزكاة، سعيد)

بچیوں کے مدرسہ میں زکوٰۃ دینا:

سوال: ایک بچیوں کا مدرسہ قائم ہوا، جس میں دینی تعلیم ہو رہی ہے؛ لیکن اس کی مالی حالت کمزور ہے اس لئے دریافت طلب امر یہ کہ:

(الف) ایک اس مدرسہ میں زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟ اور اگر دی جاسکتی ہے تو دینے والا کس کو دینے کی نیت کرے؟ کیوں کہ معلوم ہوا ہے کہ زکوۃ میں تملیک شرط تو کیا غریب اور نابالغ بچیوں کی نیت سے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

(ب) زکوۃ کی رقم مدرسہ کے ذمہ دار کو دی جائے گی اور وہ ذمہ دار بچیوں کو دے کر حیلۂ تملیک کرے گا تو کیا بچیاں اس سے مدرسین کی تنخواہیں ادا کر سکتی ہیں؟

(ج) کیا بچیوں کو دے کر پھر اس رقم کو ان سے بطور فیس واپس لے کر مدرسہ کے حساب میں جمع کیا جاسکتا ہے اور پھر اس سے تنخواہیں دی جاسکتی ہیں؟

(د) نیز اس طرح صدقات، خیرات، فطرہ، عید قربانی پر کھال کی قیمت، عقیقہ پر بکرے کی کھال کی قیمت، فدیہ وغیرہ بھی ان بچیوں کی نیت سے دیگر ذمہ دار مدرسہ بحیلۂ شرعی اس کو ان سے لے کر عطیہ میں جمع کر سکتے ہیں اور ان سے تنخواہیں وغیرہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر اس دینی مدرسہ کے اخراجات پورے کرنے کے لیے نہ کوئی وقف کی آمدنی ہے، نہ چندہ ہوتا ہے، نہ فیس وصول ہوتی ہے تو بدرجۂ مجبوری رقم واجب التملیک کو اس طرح صرف کرنا درست ہے کہ مستحق زکوۃ لڑکیوں کو تملیکاً دے دیں اور وہ مالک وقابض ہونے کے بعد مقررہ فیس میں فیس میں ذمہ دار کو دیدیں، پھر ذمہ دار اس رقم کو تنخواہ یا دیگر ضروریات میں صرف کردے۔

لڑکیاں اگر چھوٹی ہوں اور ان کے اولیا مستحق زکوٰۃ ہوں، زکوۃ ان کے اولیا کو بھی اس مقصد کے لیے دی جاسکتی ہے اور ذمہ دار مدرسہ، معلّمہ وغیرہ کو بھی دی جاسکتی ہے، اس تشریح کے ساتھ کہ یہ زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ، فطرہ، قیمت چرم قربانی، نذر و غیرہ سب کا حکم یہی ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۹/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۵۹۰-۵۹۱)

نیم سرکاری مدرسہ میں زکوٰۃ دینا:

سوال: گنگوہی میں ایک مدرسہ اسلامی محض قرآن کی تعلیم، نیز ضروری حساب و اردو کی تعلیم کے لیے کھولا گیا تھا،

---

(۱) یشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة، کما مر. (الدرالمختار) وفی رد المحتار: "وفی التملیک إشارة إلیٰ أنه لایصرف إلیٰ مجنون وصبی غیرمراهق إلا إذا قبض لهما من یجوز له قبضه کالأب والوصی وغیرهما". (کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲/۳۲٤، سعید)

جس کے اخراجات کی یہ صورت تھی کہ مسلمانوں سے کسی قدر بطور چندہ لیا جاتا تھا، جب اس چندے سے مدرسہ کا خرچ نہ چلا تو زکوٰۃ کی مد سے، نیز چرم قربانی کا روپیہ لوگوں سے حاصل کر کے بہ حیلۂ جواز مدرسہ میں صرف کرنے لگے، چندروز اسی طرح کارروائی کی گئی، بعد میں سرکار سے بھی اس قدر امداد کا مطالبہ کیا، چناں چہ اس وقت تک سرکاری امداد بھی اس قدر مل رہی ہے، جو اخراجات مدرسہ کو کافی ہے؛ یعنی مدرسہ ہذا میں چار مدرس ہیں، ان کی تنخواہوں کو کافی ہے، رہا، مدرسہ کا کرایہ یا سامان وغیرہ کا خرچ وہ بھی چندہ وغیرہ طلبہ سے وصول کے پورا کیا جاتا ہے؛ کیوں کہ یہ مدرسہ مجبوری کی وجہ سے سرکاری ضابطہ کے ماتحت کارروائی کرنے پر مجبور ہوگیا، جس میں جبریہ تعلیم زد سے بچوں کی تعلیم میں رخنہ اندازی بھی ہورہی ہے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مدرسہ خالص اسلامی تو رہا نہیں سرکاری سرپرستی میں آگیا، پس اس مدرسہ میں بصورت متذکرہ بالا زکوٰۃ اور چرم قربانی کا روپیہ بحیلۂ جواز لگانا درست ہے، یا نہیں؟ جب کہ اس مدرسہ کا خرچ معلموں کی تنخواہ میں صرف ہوتا ہے؟ نیز مدرسہ کے روپیہ کو مہتمم اپنے ذاتی کام میں بطور قرض تصرف میں لاسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زکوٰۃ جب مستحق کے پاس پہنچ گئی تو وہ ادا ہوگئی، اب اس نے جس کام کے لیے وہ روپیہ مدرسہ میں دیا ہے، اس کی ہدایت کے موافق خرچ کرنا درست ہے اور یہی حال قیمت قربانی کا ہے۔(۱) مدرسہ کا روپیہ مہتمم کے پاس امانت ہے، اپنے ذاتی کام میں صرف کرنا درست نہیں، اگر صرف کرے گا امانت نہ رہے گا، یعنی اس کا تاوان واجب ہوگا۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۵۶/۵/۸ھ۔

جب مدرسہ کے مصارف دوسرے ذرائع سے پورے ہوجاتے ہیں تو زکوٰۃ کی رقم حیلہ کر کے خرچ نہ کرنی چاہیے اور اب چوں کہ وہ نیم سرکاری مدرسہ ہوگیا ہے؛ اس لیے غربا اور طلبائے مدارس اسلامیہ اس کے مقابلہ میں زکوٰۃ کے زیادہ مستحق ہیں۔(۲) فقط

سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۱/۹-۵۹۲)

فی الحال زکوٰۃ کی ضرورت نہ ہونے پر بھی زکوٰۃ وصول کرنا:

سوال: زکوۃ کے پیسوں کی فی الحال ضرورت نہیں ہے؛ مگر مدرسہ کے ابقاء اور ارتقاء اور استحکام کے پیش نظر بطور

(۱) ”الوديعة لا تودع ولا تعار ولا توجرو لا ترهن، فإن فعل شيئا منها ضمن“. (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع كتاب الوديعة: ۳۳۸/٤، رشيدية

(۲) ’التصدق على الفقير العالم افضل من التصدق على الجاهل“ (الفتاویٰ الهندية، الباب السابع فی المصارف، كتاب الزكاة: ۱۸۷/۱، رشيدية)

”وبهٰذا التعليل يقوى مانسب للواقعات من أن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنيا إذا فرغ نفسه لإفادة العلم و استفادته لعجزه عن الكسب، والحاجة داعية إلٰى مالابدمنه“. (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۳۳٥/۳، رشيدية)

پیش بنی زکوۃ کی رقم لی جاتی ہے۔تو کیا ایسا کرنا جائز ہے، مستحقین زکوۃ کی حق تلفی تو نہیں؟ اگر مہتمم مدرسہ زکوۃ وصول کر کے حیلۂ تملیک کرے اور پھر حسب مصالح صرف کرتا ہے، حیلۂ تملیک سے زکوۃ ادا ہو جائے گی؟ اگر مہتمم مدرسہ زکوۃ لینے سے انکار کردے تو وقت ضرورت زکوٰۃ ملنا دشوار ہے، ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

مدرسہ کے بقا و ارتقا اور استحکام کے لیے صورت مسئولہ اختیار کرنا درست ہے، تملیک سے زکوۃ فوراً ادا ہو جائے گی۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ:۹/۵۹۳-۵۹۴)

جس مدرسہ میں مصرف زکوٰۃ نہ ہو اور آئندہ امید ہو، وہاں زکوٰۃ دینا:

سوال: مدرسہ میں صرف ایک مدرس ہیں، وہی مہتمم ہیں، بوجۂ فقر مصرف زکوۃ ہیں، مدرسہ بہت خستہ حالت میں ہے، کوئی مستقل آمدنی نہیں ہیں؛ لیکن مدرسہ سے امداد نہیں چاہتے تو اس صورت میں یہ مہتمم بحیثیت مہتمم ہونے کے بلا نیت اپنی تملیک کے محض مدرسہ کے واسطے زکوٰۃ کا روپیہ بقدر نصاب یا نصاب سے زیادہ بیک وقت کر سکتا ہے، یا کہ نہیں؟ اس خیال سے کہ آئندہ کوئی مصرف زکوٰۃ طالب علم آجائے اور خود کو بھی ضرورت ہوگی، امدادی روپیہ بہت ہی کم آتا ہے۔ برائے مہربانی جواب دیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب کہ وہاں زکوٰۃ کا مصرف موجود نہیں، اگر ہے بھی تو زکوۃ لینے کے لیے آمادہ نہیں، تو محض اس خیال سے کہ شاید آئندہ کبھی کوئی مصرف زکوۃ آجائے اور وہ زکوٰۃ آجائے اور وہ زکوۃ کے لیے آمادہ بھی ہو جائے، زکوٰۃ وصول کرنا اور اس کو محفوظ رکھنا بہت بڑی ذمہ داری کو سر رکھنا اور اہل (مستحقین) کو محروم کرنا ہے؛ اس لیے انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ مہتمم اگر حق الخدمت تصور کرتے ہوئے زکوٰۃ لیتا ہے تو یہ ناجائز ہے۔(۲) اگر مصرف زکوۃ ہونے کی وجہ سے لیتا ہے اور خدمت مدرسہ کے عوض تنخواہ لیتا ہے، یا حسبۃً للہ خدمت کرتا ہے تو اس کے لیے درست ہے؛ لیکن بقدر نصاب مالک ہونے کے بعد زکوۃ لینا درست نہیں، اگر چہ آئندہ ضرورت پیش آنے کا گمان غالب ہو۔(۳) یہ بات کہ وہ حق الخدمت

(۱) یشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة، کما مر. (الدر المختار) وفی رد المحتار: "وفی التملیک إشارة إلٰی أنه لا یصرف إلٰی مجنون وصبی غیر مراهق إلا إذا قبض لهما من یجوز له قبضه کالأب والوصی وغیرهما". (باب المصرف: ۲/۳۴۴، سعید)

(۲) ولا یجوز أن یبنی بالزکاة المسجد؛ لأن التملیک شرط فیها، ولم یوجد، کذا لا یبنی بها القناطیر والسقایات ... والحیلة فی هٰذه الأشیاء أن یتصدق بها علی الفقیر، ثم یأمره أن یفعل هٰذه الأشیاء، فیحصل له ثواب الصدقة، ویحصل للفقیر ثواب هٰذه القرب". (تبیین الحقائق: ۲/۱۲۰، باب المصرف، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۳) وکره إعطاء فقیر نصاباً أو أکثر، إلا إذا کان المدفوع إلیه مدیونا، أو کان صاحب عیال، بحیث لو فرقه علیهم لا یخص کلا، أو لا یفضل بعد دینه نصاب، فلا یکره". (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲/۳۵۳، سعید)

تصور کرتے ہوئے زکوۃ لیتا ہے، یا نہیں، اس طرح معلوم ہوسکتی ہے کہ اس کو زکوٰۃ بالکل نہ دی جائے، پھر دیکھا جائے کہ وہ مدرسہ کی خدمت حسب سابق کرتا ہے، یا نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۴/۹-۵۹۵)

مدرسہ میں زکوٰۃ دینا افضل ہے یا ضرورت مند کو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زکوٰۃ مدرسہ میں دینا افضل ہے، یا ضرورت مند کو؟ تفصیل سے جواب دیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

زکوٰۃ فقراء اور مساکین کا حق ہے اور یہ فقراء عالم ضرورت مند بھی ہوسکتے ہیں اور مدارس طلبہ بھی، قرائن اور حالات دیکھتے ہوئے جہاں زکوٰۃ خرچ کرنے کی ضرورت زیادہ ہو، اس میں خرچ کرنا زیادہ موجب ثواب ہوگا اور یہ واضح رہنا چاہیے کہ مدارس میں خرچ کرنے سے زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی نشر واشاعت کا ثواب بھی ملتا ہے۔ اسی طرح ضرورت مند اگر پڑوسی، یا قریبی رشتہ دار ہو تو اس کو زکوٰۃ دینے سے بھی دوگنا ثواب ملتا ہے، ایک صدقہ کا دوسرے صلہ رحمی کا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ (التوبة: ٦٠)

عن منصور قال: كان يقال: إنما الصدقات للفقراء والمهاجرين. (مصنف ابن أبي شيبة: ٤٣٢/٢، رقم: ١٠٧٣٦، دار الكتب العلمية بيروت)

عن سلمان بن عامر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذي الرحم اثنتان: صدقة وصلة. (سنن النسائي، الزكاة، باب الصدقة على الأقارب: ٢٧٨/١، سنن الترمذي: ١٤٢/١، رقم: ٦٥٣، سنن ابن ماجة: ١٣٢/١، رقم: ١٨٤٤)

مصرف الزكاة هو الفقير وهو من له أدنىٰ شيء، ومسكين من لا شيء له الخ، إن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنيا إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب. (الدر المختار) وفي الشامي: والأوجه تقييده بالفقير، الخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ٢٨٣/٣-٢٨٦، زكريا، كذا في مراقي الفلاح، باب المصرف: ٧١٩، قديمي)

التصدق على العالم الفقير أفضل أي من الجاهل الفقير. (رد المحتار: ٣٠٤/٣، زكريا، البحر الرائق، باب المصرف: ٤٣٦/٢، رشدية)

وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء؛ بل هم أولىٰ؛ لأنه صلة وصدقة. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ٣٩٣/٣، زكريا ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۱۱/۸ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۳۹/۷-۱۴۰)

مستحق مدارس میں زکوٰۃ دینے کا دوگنا اجر ملتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے خاتمہ کے بعد حضرات علماء کرام واکابرین نے ہندوستانی مسلمانوں کے دین وایمان کی بقا کے لیے جو لائحہ عمل تیار کیا تھا، وہ عوامی چندہ سے چلنے والے مدارس کا قیام ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ان کی فراست ایمانی اور بصیرت افروز فیصلہ کے سبب ان مدارس دینیہ سے ہندوستانی مسلمانوں کو بڑی تقویت اور استحکام ملا اوران کو دینی فکرورجحان دینے میں ان مدارس کا بڑا نمایاں رول اور کردار رہا، اگر ہمارے اکابرین نے ہندوستان میں مدارس کا جال نہ پھیلایا ہوتا تو یہ ہندوستان کب کا دوسرا اندلس بن چکا ہوتا؛ لیکن ان مدارس کے ہوتے ہوئے دشمنوں کی ساری تدبیریں ناکارہ ہوتی چلی گئیں؛ مگر افسوس یہ ہے کہ ادھر کافی دنوں سے مسلمانوں کا نام نہاد تنظیمیں ان مدارس کے خلاف سازش کررہی ہیں اور عوام وخواص کے دلوں میں علما ومدارس کے خلاف نفرت کے بیج بورہے ہیں؛ لہٰذا وضاحت فرمائیں کہ اہل مدارس کو زکوٰۃ کی جو رقم دی جاتی ہے، اس سے لوگوں کی زکوٰۃ ادا ہوگی، یانہیں؟ عام غربا اور اہل مدارس کو زکوٰۃ دینے میں یکساں ثواب ہے، یا مدارس کو دینے میں کچھ فضیلت ہے؟

باسمه سبحانه تعالىٰ الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مستحق مدارس کو زکوٰۃ دینے سے یقیناً زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے، اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور مدارس میں زکوٰۃ دینے والوں کو دوگنا ثواب ملتا ہے، ایک تو زکوٰۃ کی ادائیگی کا، دوسرے علم کی اشاعت اوردین کے تحفظ کا۔ (مستفاد فتاویٰ رحیمیہ: ۲؍۳-۵)

إذا دفع الزكاة إلى الفقير لايتم الدفع ما لم يقبضها، أويقبضها للفقير من له ولاية عليه. (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۱۹۰، دارالفكر بيروت)

التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل . (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۱۸۷ درالفكر بيروت ، كتاب المسائل : ۲/ ۲۷۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۵/۱۴۲۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/۱۴۰-۱۴۱)

قریبی علاقائی مدرسہ کو چھوڑ کر دور کے مدارس میں زکوٰۃ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ قریبی علاقہ میں غربا اور مدارس ہوتے ہوئے دوردراز مدارس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی، یانہیں؟

باسمه سبحانه تعالىٰ الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

جو مدارس زیادہ ضرورت مند ہیں، ان میں اسی اعتبار سے تعاون کرنے کا ثواب زیادہ ہے، خواہ وہ قریب ہوں، یا دور۔

وأخرج البيهقي وعلقه البخاري عن معاذ إنه قال لأهل اليمن:ائتو نى بكل خميس وليس أخذه منكم مكان الصدقة ،فإنه إرفق بكم وأنفع للمهاجرين،إن فقراء بلدةأخرى أكثر حاجة ، فالصرف إلى فقراء بلدة أخرى أولىٰ (الفتاویٰ التاتارخانية:۲۲٤/۳، تحت رقم: ۴۱۸۹،زكريادیوبند)

إلا إلىٰ قرابة أو أحوج أو أصلح أوأورع أو أنفع للمسلمين. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف:۳۰٤/۳،زكريادیوبند)

ويكره نقل الزكاة من بلد إلىٰ بلد إلا أن يقلبها الإنسان إلىٰ قرابته أوإلىٰ قوم هم أحوج من أهل بلده لما فيه من الصلة أوزيادة دفع الحاجة. (الفتاویٰ الهندية: ۱۹۰-۲۰۸/۱،درالفكربيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۶/۵/۱۹ھ - الجواب صحیح: شبیراحمد عفااللہ عنہ ۔ (کتاب النوازل: ۷/۱۴۱-۱۴۲)

جن مدارس میں نادار غریب طلبہ ہوں، وہاں زکوٰۃ کی رقم اور غلہ دینا جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زکوٰۃ وغیرہ مدرسہ میں لگ سکتی ہے، یا نہیں؟ پھر ان شاء اللہ ہم اپنے یہاں کا سب غلہ آپ کے مدرسہ میں دیا کریں گے؟

باسمه سبحانه تعالىٰ الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

جن مدارس میں نادار طلبہ مقیم رہتے ہیں، وہاں زکوٰۃ کی رقم لگائی جاسکتی ہے، اسی طرح آپ چاہیں تو اپنا غلہ مدارس میں دے سکتے ہیں۔

قال الله تعالىٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَا تُ لَلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ (التوبة : ٦٠)

إن طاب العلم يجوزه له أخذه الزكاة ولو غنياً إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن اعكسب. (رد المحتار، كتاب الزكاة،باب المصرف: ۲۸٦/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۶/۱۰/۸۲ھ - الجواب صحیح: شبیراحمد عفااللہ عنہ ۔ (کتاب النوازل: ۷/۱۴۲)

جس مدارس میں مستحق زکوٰۃ طلبہ نہ ہوں، اس میں زکوٰۃ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جس مدرسہ میں دارالاقامہ نہ ہو اور بچے تعلیم حاصل کرکے گھر چلے جاتے ہوں تو کیا ایسے مدرسہ کے لیے زکوٰۃ، صدقات اور عطیات وصول کرکے وہاں خرچ کرنا اور تعمیری کام کرانا جائز ہے؟ ایسے ادرہ میں تملیک کی کیا صورت ہوگی؟ جب کہ وہاں مستحقین طلبہ موجود نہیں ہے؟ شرعی حکم لکھ کر ممنون فرمائیں۔

باسمه سبحانه تعالىٰ الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

مذکورہ مدرسہ میں تعمیرات کے لیے صرف نفلی عطایا وصول کئے جائیں، اس مقصد کے لیے زکوٰۃ وصدقات وصول کرنا

جائز نہیں اور بلا ضرورت تملیک کی بھی اجازت نہیں؛ کیوں کہ تملیک کی اجازت صرف شدید ضرورت کے وقت ہوتی ہے، عام حالات میں نہیں۔ بریں بنا اگر اہل مدرسہ تعمیر وغیرہ غیر مصارف میں زکوٰۃ کا روپیہ لگائیں گے تو زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اہل مدرسہ اس رقم کے ضامن ہوں گے۔ (کفایت المفتی: ۲۸۵/۴-۲۸۶، فتاویٰ رحیمیہ: ۳۶۸/۲)

ولا یجوز أن یبنی بالزکاۃ المسجد، وکذا القناطیر والسقایات، وإصلاح الطرقات وکری الأنهار، والحج والجهاد، وکل مالا تملیک فیه. (الفتاویٰ الهندیة: ۱۸۸/۱، درا لفکر بیروت)

لایصرف إلٰی بناء نحو مسجد وتحته فی الشامی قوله: نحو مسجد کبناء القناطیر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج وکل ما لا تملیک فیه. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲۹۱/۳، زکریا دیوبند)

فذهب علمائنا رحمهم الله إلٰی أن کل حیلة یحتال بها الرجل لإبطال حق الغیر أو لإبطال شبهة فیه أو لتمویه باطلٍ فهی مکروهة، وفی العیون: وفی جامع الفتاوٰی لایسعه ذلک. (الفتاویٰ التا تارخانیة: ۳۱۱/۱۰، رقم: ۱۴۸۴۵، زکریا، الفتاویٰ الهندیة: ۳۹۰/۶، درالفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۷/۱۴۲۸ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۴۴/۷)

جس مدرسہ میں بیرونی طلبہ نہ پڑھتے ہوں اس میں زکوٰۃ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا زکوٰۃ کا پیسہ ایسے دینی مدرسہ (جس میں بیرونی طلبہ نہ پڑھتے ہوں) میں لگ سکتا ہے؟

باسمه سبحانه تعالٰی الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفیق

بیرونی بچے ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ اگر اس مدرسہ میں مقامی غریب طلبہ پڑھتے ہیں اور مدرسہ ان کے قیام وطعام کا کفیل ہے تو اس صورت میں مصرف زکوٰۃ موجود ہونے کی وجہ سے اس مدرسہ میں زکوٰۃ دینا درست ہوگا۔

قال الله تعالٰی: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَا تُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ (التوبة: ۶۰)

عن منصور قال: کان یقال: إنما الصدقات للفقراء والمهاجرین. (المصنف لابن أبی شیبة: ۴۳۲/۲، رقم: ۱۰۷۳۶، درا المکتب العلمیة بیروت)

عن جابر بن زید أنه سئل عن الفقراء والمساکین فقال: الفقراء المتعففون والمساکین الذی یسالون. (المصنف لا بن أبی شیبة، ما قالو فی الفقراء والمساکین من هم: ۴۱۸/۲، رقم: ۱۰۵۹۱، درا لکتب العلمیة بیروت)

حدثنا مغفل قال: سألت الزهری عن قوله تعالٰی: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾ قال: الفقراء الذی فی بیوتهم ولایسألون، والمساکین الذی یخرجون فیسالون. (المصنف لا بن أبی شیبة: ۴۱۸/۲، رقم: ۱۰۵۹۴، دار الکتب العلمیة بیروت)

وقال الضحاک بن مزاحم: الفقراء الذین هاجروا إلخ. (المصنف لا بن أبی شیبة: ۴۱۸/۲، رقم: ۱۰۵۹۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

أی مصرف الزكاة هو فقير وهو من له أدنٰى شيء،ومسكين من له شئى،المراد بالشئ : النصاب النامى. (تنويرالأبصار على الدرالمختار: ۳۳۹/۲، كراتشى،۲۸۳/۳،زكرياديوبند، كذافى الهداية: ۲/ ۷۰،مكتبة البشرىٰ كراتشى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۹/۱/۱۴۱۲ھ۔الجواب صحیح:شبیراحمد عفااللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۱۴۵/۷)

گاؤں کے چھوٹے مدرسہ میں زکوٰۃ اور چرم قربانی کا پیسہ خرچ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مدرسہ آباد ہے؛ لیکن باہر کے بچے نہیں ہے،صرف گاؤں کے بچے امیر وغریب سبھی تعلیم حاصل کرتے ہیں تو ان گاؤں کے بچوں کی تعلیم کے لیے جو مدرسہ آباد ہے،اس میں زکوٰۃ،فطرہ، چرم قربانی اور صدقہ وغیرہ کی رقم سے کسی دوسرے مدرسہ سے، یا کسی غریب شخص سے تملیک کرا کے مدرسہ کے کام میں لا سکتے ہیں، یا نہیں؟

باسمه سبحانه تعالىٰ الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

ایسے اداروں کے لئے صرف نفلی عطیات کی رقمیں حاصل کرنی ں چاہئیں،ان کے لیے حیلہ تملیک کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

فذهب علمائنا رحمهم الله إن كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإبطال شبهة فيه أو لتمويهٍ باطل فهى مكروهة ،وفى العيون:وفى جامع الفتاوىٰ لا يسعه ذلك. (الفتاوىٰ التاتارخانية : ۳۱۱/۱۰،رقم :۱۸٤٥،زكرياديوبند،الفتاوىٰ الهندية:۳۹۰/٦،بيروت)

أما الإحتيال لإبطال حق المسلم فإ ثم وعدوان ،وقال النسفى:فى الكافى عن محمد ابن الحسن قال ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيال المو صلة إلىٰ إبطال الحق. (عمدة القارى : ۱۰۹/۲٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۵/۳/۱۴۱۲ھ۔الجواب صحیح:شبیراحمد عفااللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۱۴۶/۷۔۱۴۷)

ایڈیڈ مدارس میں زکوٰۃ اور چرم قربانی دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتین شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایڈیڈ مدارس کو زکوٰۃ کی رقم، چرم اضحیہ اور عطیات دینا کیسا ہے؟

باسمه سبحانه تعالىٰ الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

کسی ایڈیڈ (سرکاری امداد یافتہ) مدرسہ میں اگر نادار طلبہ کے طعام وقیام کا نظم ہو تو ان کے لیے چرم قربانی اور عطیات دینا درست ہے۔

مصرف الزكاة هو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب. (الدرالمختار، كتاب الزكاة،باب المصرف: ۲۸۳/۳، زكريا ديوبند) فقط واللہ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۶/۵/۵ھ۔ (کتاب النوازل: ۱۴۸/۷)

مدرسہ کے قیام کے لیے زکوٰۃ وصدقات کا پیسہ وصول کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جس مدرسہ کا ابھی کاغذوں میں وجود ہو اور اس کمیٹی بھی تشکیل دی جا چکی ہو؛ لیکن وہاں نہ طلبہ نہ تعلیم اور نہ ہی مدرسین کا نظم ہوسکا ہو تو کیا ایسے مدرسہ کے لیے زکوٰۃ، صدقات اور عطیات کا وصول کیا جائے؟

باسمه سبحانه تعالىٰ الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

جس مدرسہ کا ابھی صرف کاغذ وجود ہو، اس کے لیے صدقات خیرات کی رقم جمع کرنا درست نہیں؛ بلکہ صرف نفلی عطایا وصول کر کے منصوبہ کی تکمیل کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹۹/۱۳، فتاویٰ رحیمیہ: ۳۳۱/۸)

عن ابن عمر رضى الله عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: من سألكم بالله فأعطوه الخ. (السنن الكبرىٰ: ۳۳٤/٤، رقم: ۷۸۹۰، بيروت)

عن فاطمه بنت قيس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إن في المال حقاً سوى الزكاة. (سنن الترمذى: ۱٤۳/۱، زكريا ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۷/۱۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۴۸/۷-۱۴۹)

بریلوی مسلک کے حامی مدرسہ میں زکوٰۃ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دیوبندی عقیدہ رکھنے والے کسی ایسے مدرسہ کو اپنی زکوٰۃ دینا درست ہے یا نہیں جو بریلوی مسلک کا حامی ہو؟

باسمه سبحانه تعالىٰ الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر اس مدرسہ میں زکوٰۃ کا مصرف ہے، یعنی مستحقین زکوٰۃ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور زکوٰۃ کا روپیہ احتیاط کے ساتھ ان پر خرچ کیا جاتا ہے، تو انہیں زکوٰۃ دینا درست ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ (التوبة: ٦٠)

ولا تجوز الزكاة إلا إذا قبضه الفقير؛ لأن التمليك لا يتم بدون القبض. (الفتاوىٰ الولوالجية، كتاب الزكاة: ۱۷۹/۱، دارالمكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۳/۸/۱۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۴۹/۷-۱۵۰)

زکوٰۃ وصدقات کی رقم خرچ کئے بغیر جس مکتب کے بند ہونے کا قوی اندیشہ ہو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک گاؤں والوں نے اپنے نونہال بچوں کو اسلامی تعلیم سکھانے کی غرض سے مکتب قائم کررکھا ہے، جس کے لیے صرف ایک مدرس کا انتظام ہے، مدرس کی تنخواہ کے لئے یہ لوگ اپنے ہی گاؤں سے عیدالفطر کے موقع پر چرم قربانی وصول کرتے ہیں اور سال بھر کر تنخواہ کا انتظام اس طرح کر لیتے ہیں، گاؤں والوں کی مالی حالت ۷۵ر فیصد کمزور ہے، دس بارہ لوگوں کو چھوڑ کر بقیہ حضرات پر شرعی طریقہ سے زکوٰۃ بھی واجب نہیں ہے، واضح رہے کہ اس مکتب میں گاؤں ہی کے بچے تعلیم پاتے ہیں، دس بارہ بچے دوسرے گاؤں سے آتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ لوگ جو امداد کے ذریعہ سے مدرس کی تنخواہ کا انتظام نہیں کرسکتے، نیز دینی کام میں پیسے دینے سے بھی لوگ رغبت نہیں رکھتے، ان کے لیے صدقۃ الفطر اور چرم قربانی کی رقم سے مدرس کی تنخواہ کا انتظام کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ بصورت جواز تملیک کی بہتر شکل کیا ہوگی؟ بصورت عدم جواز مدرسہ بند بھی ہوسکتا ہے۔

نوٹ: اس مکتب کا قیام دینی تعلیم سے غافل اور دلچسپی نہ رکھنے والے لوگوں کو علم دین کی ترغیب دے کر اور فضائل بیان کر کے عمل میں آیا ہے، ورنہ یہ لوگوں کو دینی مکتب چلانے کا نہ کوئی جذبہ تھا اور نہ یہ فکر تھی کہ بچے جاہل رہ جائیں اور دین سے ناواقف رہ جائیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

عام حالات میں زکوٰۃ، صدقہ فطر اور چرم قربانی کی رقم مدرس کی تنخواہ میں دینا جائز نہیں۔ ہاں اگر واقعتہً مذکورہ مکتب کی مالی حالت اس قابل نہیں کہ بغیر ان رقومات کے اسے باقی نہ رکھا جاسکے اور مکتب کے بند ہوجانے کا قوی اندیشہ ہے تو ایسی اظطراری اور مجبوری کی حالت میں مذکورہ رقم حیلہ تملیک کے ذریعہ مدرس کی تنخواہ میں لگائی جاسکتی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۴۹/۵۔۱۵۴۔۱۵۷، فتاویٰ دارالعلوم ۲۵۰/۶، فتاویٰ محمودیہ ۶۰۵/۹ ڈابھیل، کفایت المفتی ۲۸۵/۴)

عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسو ل اللہ صلی اللہ علیه وسلم: لا تحل الصدقة لغنی إلا فی سبیل اللہ، أو ابن السبیل أو جار فقیر یتصدق علیه فیهدی لک أو یدعوک. (سنن ابو داؤد، کتاب الزکاۃ: ۲۳۱/۱. رقم: ۱۶۳۷)

ولا تدفع الزکاۃ لبناء مسجد؛ لأن التملیک شرط فیها ولم یوجد، وکذا بناء القناطیر و إصلاح الطرقات و کری الأنهار والحج والجهاد، وکل مالا تملیک فیه، وإن أرید الصرف إلیٰ هذه الوجوه صرف إلیٰ فقیر، ثم یأمر بالصرف إلیها فیثاب المزکی والفقیر. (مجمع الأنهر: ۲۲۲/۱، دار إحیاء التراث بیروت)

ویشترط أن یکو ن الصرف تملیکاً لا بإحة فلا یصرف إلیٰ بناء نحو مسجد ولا إلیٰ کفن میت وقضاء دینه. (الد المختار: ۲۹۱/۳، زکریا دیوبند)

وقدمنا أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هٰذه الأشياء .(الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳/۳۹۳، زكريا ديوبند) فقط واللہ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۳/۵/۱۴۲۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/۱۵۳-۱۵۵)

جدید تعلیمی ثقافتی ادارہ کے لئے زکوٰۃ وصول کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دہلی میں اس مسلم ثقافت کے گھر کے بارے میں جس کے اغراض ومقاصد مندرجہ ذیل ہیں، اس مرکز کے قیام کا مقصد اسلامی ثقافت کا شعور پیدا کرنا اور مسلمان ودیگر قوموں کے مابین افہام ومنظّم راہیں ہموار کرنا ہے، اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے بارے میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی اس کا مقصد ہے، یہ مرکز مسلمانوں کو ملک کی اجتماعی زندگی میں بھرپور مدد کرے گا؛ تاکہ وہ دوسری قوموں اور طبقات کے ساتھ مل کر دوستانہ ماحول میں رہ سکیں؛ بلکہ دوستانہ سماج میں اپنا جائز مقام حاصل کرسکیں، اس کے ذریعہ جدید سائنس وٹیکنالوجی ادب اور مختلف فنون کے میدانوں میں مسلمان مردوں اور عورتوں میں تعلیم حاصل کرنے کے سہولت دی جائے گی، یہ سب پروگرام اسلامی دائرے میں انجام دے جائیں، کیا اس مقصد کی تکمیل کے لئے زکوٰۃ استعمال ہوسکتی ہے؟ خاص طور پر تعمیری منصوبہ پورا کرنے میں؟

باسمه سبحانه تعالىٰ الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

اس ادارہ کے مصارف اور اس کی تعمیر منصوبہ کی تکمیل کے لیے زکوٰۃ کی رقومات استعمال کرنے کے قطعاً اجازت نہیں ہے، یہ سب ضروریات امدادی عطیات سے ہی پوری کی جائیں۔

قال الله تعالىٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَا تُ لَلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَا كِيْنِ﴾ (التوبة: ۶۰)

مصرف الزكاة هو فقير وقيل: طلبة العلم ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳/ ۳۸۳، زكريا ديوبند)

فأما الصدقة علىٰ وجه الصلة والتطوع فلا بأس به. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/ ۲۱۴، زكريا ديوبند، كذا في الفتاوىٰ الهندية: ۱/ ۱۸۹)

ولا يصرف إلىٰ بناء نحو مسجد. (الدر المختار) **كبناء القناطير والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل مالا تمليك فيه.** (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳/ ۲۹۱، زكريا ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۱۰/۱۴۱۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/۱۵۷-۱۵۸)

زکوٰۃ وخیرات کا پیسہ جونئیر ہائی اسکول میں لگانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مدرسہ ہے، جس میں

جونئیر ہائی اسکول بھی قائم ہے، مدرسہ کا خرچ عوامی چندہ سے چلتا ہے، جس میں زکوٰۃ وخیرات کا بھی روپیہ ہوتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ جونئیر ہائی اسکول کا خرچ بھی اسی مدرسہ کے پیسے سے چلتا ہے تو کیا اس رقم کو جونئیر ہائی اسکول میں لگا سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

زکوٰۃ خیرات کا روپیہ جونئیر ہائی اسکول میں لگانا درست نہیں ہے؛ اس لیے کہ وہاں ان رقوم کا مصرف نہیں پایا جاتا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ (التوبة: ٦٠)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة. (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ٢/ ٣٤٤، کراتشي: ٣/ ٢٩١، زکریا دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۹/۱۴۱۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۵۹/۷)

مدارس سے ملحقہ اسکولوں کے لیے زکوٰۃ وصول کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ شہر میں بڑے بڑے مدارس کے تحت عصری اسکول چلتے ہیں، جن میں مکمل دنیاوی تعلیم ہوتی ہے اور اس میں طلبا سبھی مقامی ہوتے ہیں، مدارس والے بھی زکوٰۃ کی رقم حیلہ شرعی کر کے ماتحت اسکولوں میں خرچ کرتے ہیں اور دلیل میں بڑے بڑے مدارس پیش کرتے ہیں، جن میں حیلہ شرعی کر کے زکوٰۃ کی رقم استعمال ہوتی ہے، کیا اس طرح حیلہ شرعی کر کے اسکول میں زکوٰۃ کی رقم لگائی جاسکتی ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں مدلل مفصل جواب تحریر فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

حیلہ کر کے اسکولوں میں زکوٰۃ کی رقم لگانے کی اجازت نہیں، مدارس والے اگر اپنی ماتحتی میں اسکول چلاتے ہیں، تو انہیں اسکول چلانے کے لیے زکوٰۃ کے علاوہ دیگر رقومات سے انتظام کرنا چاہیے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ (التوبة: ٦٠)

مصرف الزکاة هو الفقیر وقیل: طلبة العلم ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ٣/ ٣٨٣، زکریا دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۵/۱۴۲۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۶۲/۷)

جس دنیوی ادارہ میں حکومت کی طرف سے گرانٹ نہ ملتا ہو، اس کی تعمیر وغیرہ میں زکوٰۃ صرف کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا ایسی دنیوی تعلیم گاہ جس کو حکومت کی طرف سے گرانٹ، یا دیگر چندہ نہ ملتا ہو، جس میں غریب مسلم طلبہ کی زیادتی ہو اور جو قلیل فیس کے خرچہ پر

چل رہا ہو، اس ادارہ سے جو آمدنی ہوتی ہو، اس کا ۸۰؍ فیصد اسی پر خرچ ہو رہا ہو، جس کو آگے بڑھانے کے لیے پیسہ کی ضرورت ہو تو کیا ایسے ادرہ میں تعمیراتی کام میں زکوٰۃ کی رقم کو لگایا جا سکتا ہے؟ یا دیگر ضروریات مثلاً، پنکھوں بجلی اور پانی کے نل پر خرچ ہو سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

مذکورہ ادارہ کی تعمیر، یا پنکھوں وغیرہ کے انتظام میں زکوٰۃ کی رقم صرف نہیں کی جا سکتی۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة کمامر، لایصرف إلی بناء مسجد ولا إلی کفن میت وقضاء دینه. (الدرالمختارمع رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳٤٤/۲، کراتشی، ۲۹۱/۳، زکریا دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۹/۱/۱۴۱۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۶۴/۷)

جس مدرسہ میں تنخواہ کے علاوہ کوئی مدنہ ہو، زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

سوال: زکوٰۃ ایسے مدارس اسلامیہ میں دینا، جس میں علاوہ تنخواہ مدرسین صاحب نصاب کے دوسرا مدنہ ہو، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

جائز نہیں ہے اور زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۱/۶)

معذور و مستحق استاذ کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے:

سوال: آج کل زکوٰۃ کا روپیہ عموماً مدارس اسلامیہ میں بھیجا جاتا ہے؛ لیکن میرے استاد معذور اور صاحب عیال ومقروض ہیں تو میرے لیے بہتر ہے، یا نہیں کہ زکوٰۃ کا روپیہ ان کو دوں؟

الجواب ــــــــــــــــ

بے شک یہ بہتر اور موجب اجر وثواب ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ بقدر ضرورت اپنے استاد صاحب عیال کو دیا جاوے اور باقی دیگر غربا ومساکین وطلبہ مساکین کو دیا جاوے۔ (۲) مدارس اسلامیہ اس زمانہ میں اس وجہ سے زیادہ تر مستحق ایسی

---

(۱) مصرف الزکاة، الخ، هو فقیر، الخ، ومسکین، الخ. (الدرالمختار علی هامش رد المحتار، کتاب الزکاة، باب مصرف الزکاة والعشر: ۷۹/۲، ظفیر)

(۲) مصرف الزکاة.... الخ، . (الدرالمختار علی هامش رد المحتار، کتاب الزکاة، باب مصرف الزکاة والعشر: ۷۹/۲)

لأنه لو نقلها إلی قفیر فی بلد آخر أورفع وأصلح کما فعل معاذ رضی اللّٰه عنه لایکره ولهٰذا قیل التصدق علی العالم الفقیر أفضل کمافی المعراج. (البحرالرائق، باب المصرف، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲۵۰/۲، ظفیر)

خدمات کے ہیں کہ طلبہ مساکین مہمانان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے بارے میں ''فاستوصوا بهم خيرا'' (۱) حدیث شریف میں وارد ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خدمت و مدارات کرنے کی وصیت فرمائی ہے اور ان کے ذریعہ سے اشاعت علم دین ہے جو صدقہ جاریہ ہے۔

الغرض سبھی کو حتی الوسع تھوڑا تھوڑا پہنچانا چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۴/۶)

مکتب میں زکوٰۃ اور قیمت چرم قربانی:

سوال: ہمارے یہاں ایک مکتب اسلامیہ درجہ چہارم تک قائم ہے، جس میں دو مدرسین کام کرتے ہیں، سڑک بورڈ ضلع میرٹھ سے مبلغ پندرہ روپیہ ماہوار بطور امداد مقرر ہے، تعداد طلبہ بہتر (۷۲) ہے، مکتب مذکور ضلع کے خاص مکتبوں میں شمار کیا جاتا ہے، یہاں کے مسلمانوں کی حالت نہایت کمزور ہے، مکتب کی مالی امداد سے مجبور ہیں، طلبا سے فیس وغیرہ قطعاً نہیں لی جاتی اور غریب طلبا کے لے کتابوں کا انتظام بمشکل چندہ سے کیا جاتا ہے۔ مکتب میں درجہ تین وچار میں فارسی بھی پڑھائی جاتی ہے، دینیات میں رسالہ ہائے تعلیم بمشکل چندہ سے کیا جاتا ہے۔ مکتب میں درجہ تین وچار میں فارسی بھی پڑھائی جاتی ہے، دینیات میں رسالہ ہائے تعلیم الاسلام مصنفہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب پڑھائے جاتے ہیں، ایک حافظ قرآن کا اضافہ کر کے حفظ کلام جاری کرنے کا ارادہ ہے۔ ایسی صورت میں چرم قربانی، نیز زکوٰۃ کا روپیہ اس مکتب کی امداد میں صرف کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

زکوۃ اور چرم قربانی کو تعمیر، یا تنخواہ میں، یا درسی کتب وقرآن شریف خریدنے میں صرف کرنا جائز نہیں، البتہ مستحق طلبہ کے وظائف میں صرف کرنا درست ہے کہ ان طلبا کے کپڑے وغیرہ دیئے جائیں۔ اگر مکتب متولی، یا مہتمم غریب اور مستحق ہو اور مالکان زکوٰۃ، یا قیمت چرم قربانی ان کو دے دیں اور مالک بنادیں تو اس کو از خود تنخواہ، یا تعمیر وغیرہ میں صرف کرنا درست ہوگا۔ (۲) اسی طرح اگر کسی غریب مستحق کو دے کر قبضہ کرادیں اور وہ اپنی طرف سے مکتب کے لیے دے دے، تب بھی مکتب کی جمیع ضروریات میں صرف کرنا درست ہے، یہ حکم ہے زکوٰۃ اور قیمت چرم قربانی کا۔ (۳) اگر

(۱) مشكاة المصابيح، باب العلم، ص: ۳٤، ظفير

(۲) ويشترط ان يكون الصرف تمليكا الخ، (الدرالمختار: ۳٤٤/۲، باب المصرف، سعيد

(۳) ''(تمليكا لا إباحة كما مر)، فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك، ولو اطعمه عنده ناويا للزكاة لا تكفي، الخ''. (ردالمحتار: ۲۳۳/۲، باب المصرف، سعيد)

اس کے لیے یہ صورت اختیار کی جائے کہ اول نقد روپیہ، یا اجناس وغیرہ زکوۃ کی تملیک کرادی جائے، پھر اس کی طرف سے داخل مدرسہ کر کے مذکورہ کاموں کو کیا جائے:

''وحيلة التكفين بها التصدق على فقير، ثم هو يكفن، فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد''. (الدر المختار: ۲۷۱/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

مالکان قیمت نہیں بلکہ خود چرم قربانی کا مہتمم مکتب کو مالک بنادیں تو اس کے لیے مہتمم کا غریب اور مستحق زکوٰۃ ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ وہ مالدار ہونے کی حالت میں بھی اس کو حسب ضرورت صرف کرسکتا ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۵/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم، صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/۵/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۵۹۵-۵۹۷)

کیا چھوٹے مکاتب اور مساجد میں زکوٰۃ لگانا درست ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مدرسہ میں بیرونی طلبہ نہ ہوں اور نہ ہی مستحق طلبہ کہ جن پر زکوٰۃ فطرہ چرم قربانی ودیگر صدقات وعطیات کی رقومات خرچ کی جاسکے، امام صاحب کو اس صورت میں مذکورہ رقومات اکٹھا کر کے مسجد کے وضوخانہ میں لگانا، یا مسجد کے کسی کام میں لگانا جائز ہوگا، یا نہیں؟ البتہ محلے کے بچے مسجد میں پڑھتے ہیں تو ان پر خرچ کرنا کسی صورت میں جائز ہے؟ ایسا غلط کرنے والے کے پیچھے نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جن مدارس ومکاتب میں زکوٰۃ کے مصارف نہ ہو، ان کے لیے زکوٰۃ، فطر اور چرم قربانی کی قیمت وصول کرنا جائز نہیں ہے، اس طرح کی رقومات مسجد کے کسی کام میں بھی نہیں لگائی جاسکتی ہیں، البتہ اگر مدرسہ ضرورت مندجگہ پر واقع ہو اور امدادی فنڈ سے مدرسہ کی ضروریات مثلاً استاذ کی تنخواہوں کا انتظام نہ ہوسکتا ہو تو تملیک کر کے زکوٰۃ فطرہ کی رقم تنخواہوں میں لگائی جاسکتی ہے، اور امام کو چاہیے کہ وہ خوش اخلاق ہو اور مقتدیوں کے ساتھ نرم روی کا معاملہ کرے اور مقتدیوں کو چاہیے کہ وہ حکمت عملی کے ساتھ امام صاحب کو سمجھانے کی کوشش کریں اور بلاوجہ امام کو بدنام کرنے سے باز آئیں۔ (مستفاد فتاویٰ دار العلوم: ۶/ ۲۱۹، ۲۰۸-۲۳۰، محمودیہ: ۹/۵۹۴، ڈابھیل، کفایت المفتی: ۴/ ۲۶۰، احسن الفتاویٰ ۴/۲۸۲، فتاویٰ رشیدیہ ۴۴۳، کتاب الفتاویٰ ۳/۳۰۶، امداد المفتیین: ۴۶۴، امداد الفتاویٰ: ۲/۱۸)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ (التوبۃ: ۶۰)

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إن اللّٰہ تعالیٰ قد فرض علیہم زکاۃ تؤخذ من أموالہم وترد علیٰ فقرائہم. (صحیح البخاری: ۱/۱۹۶، صحیح لمسلم: ۱/۳۶)

مصرف الزکاۃ ھو فقیر، وھو من لہ أدنی شئ ومسکین من لاشیء لہ علی المذھب. (الدر المختار علی رد المحتار: ۳/۲۸۳-۲۸۴، زکریا، الفتاویٰ الھندیۃ: ۱/ ۱۸۷، البحر الرائق: ۲/۲۴۹، بدائع الصنائع: ۲/۱۴۹)

---

(۱) یتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال او جراب وقربۃ ودلو، او یبدل بما ینتفع بہ باقیا ... فإن اللحم او الجلد بہ او بدراھم تصدق ثمنہ، الخ. (الدر المختار: ۶/۳۲۸، باب الاضحیۃ، سعید)

والحیلة له أن یتصدق بمقدار زکاته علیٰ فقیر،ثم یأمره بعد ذلک با لصرف إلیٰ هٰذه الوجوه. (الفتاویٰ الهندیة:٦/٣٩٠،دار الفکر بیروت)

والأحق بالإمامة الأحسن خلقاء بالضم ألفة بالناس. (الدرالمختارعلی رد المحتار: ۲/۲۹٤-۲۹٥، زکریادیوبند) فقط واللہ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۰/۲/۲۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/۱۵۰-۱۵۱)

جو مکتب غریب طلبہ کا کفیل نہ ہو، اس میں زکوٰۃ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مکتب ہے، جس میں صرف مقامی بچے پڑھتے ہیں، جو دونوں وقت پڑھ کر گھر چلے جاتے ہیں، چند طلبہ واساتذہ مدرسہ کی خدمت کے لیے مدرسہ میں قیام کرتے ہیں، جن کا کھانا بستی کے چند اہل خیر حضرات کے یہاں سے آجاتا ہے، مدرسہ میں بنانے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی مدرسہ میں مطبخ قائم ہے تو کیا ایسے مدرسہ میں صدقات واجبہ، زکوٰۃ، فطرہ اور چرم قربانی وغیرہ کی رقومات دے سکتے ہیں، یا نہیں؟

باسمه سبحانه تعالیٰ الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفیق

ایسے مکتب میں جہاں غریب و نادار طلبہ کی کفالت نہ کی جاتی ہو، صدقات واجبہ دینا جائز نہیں ہے۔

عن عطاء بن یسار: أن رسو ل الله صلی الله علیه وسلم قال: لاتحل الصدقة لغنی إلا لخمسة: لغازفی سبیل الله،أولعامل علیها،أولغارم،أولرجل اشتر اها بماله،أولرجل کان له جارمسکین، فتصدق علی المسکین،فأهداها المسکین للغنی. (سنن أبی داؤد الزکاة،باب من یجوزله الصدقة وهوغنی: ۱/۲۳۱،رقم:۱٦۳٥،سنن ابن ماجة: ۱/۱۳۲،رقم: ۱۸٤۱،مسند أحمد:۳/٥٦،رقم:۱۱٥٥۹)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة کما مر،لایصرف إلیٰ بناء نحو مسجد،تحت قوله: کبناء القناطیر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل ما لا تملیک فیه. (الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الزکاة،باب المصرف: ۲/۳٤٤،کراتشی، ۳/۲۹۱،زکریا، کذا فی تبیین الحقائق ،باب المصرف:۲/۱۲۰،دار الکتب العلمیة بیروت ، الفتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۸،دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۷/۳/۱۰ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/۱۵۱-۱۵۲)

مکتب کے مقامی بچوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زکوٰۃ وغیرہ کی مد سے جمع شدہ رقم آیا ان بچوں پر خرچ کرن جائز ہے، جو بوقت تعلیم مدرسہ آتے ہیں اور بوقت چھٹی گھر واپس ہو جاتے ہیں، یا نہیں؟

باسمه سبحانه تعالٰى الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

مکتب میں پڑھنے والے مقامی بچوں پر زکوٰۃ کی رقم صرف کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ اس لیے کہ یہ پتہ چلنا دشوار ہے کہ ان میں سے کون مستحق اور کون نہیں؟ کیوں کہ جن نابالغ بچوں کے والد صاحب نصاب ہیں، ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

قال الله تعالٰى: ﴿اِنَّمَاالصَّدَقَا تُ لَلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ (التوبة: ٦٠)

عن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: لاتحل الصدقة لغنى، ولا لذى مرة سوى. (سنن الترمذى، كتاب الزكاة، باب ما جاز من لاتحل له الصدقة: ١/١٤١، رقم: ٦٤٧)

ولا تدفع إلٰى غنى يملك نصاباً من أى مال كان وعبده وطفله؛ لأنه يعد غنياً بغناء أبيه عرفاً. (مجمع الأنهر ۱/ ۲۲۴ دار احیات التراث العربی بیروت)

ولا يجوز دفعها إلٰى ولد الغنى الصغير كذا فى التبيين. (الفتاوىٰ الهندية: ١/١٨٩، دارإحياء التراث العربى بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۶/۲۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/۱۵۲-۱۵۳)

جن مکاتب کے مصارف عطیات سے پورے نہ ہوتے ہوں، ان میں صدقات واجبہ، یا زکوٰۃ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جس مکتب کے مصارف عطیات وغیرہ (علاوہ صدقات واجبہ) کی رقومات سے پورے ہو جاتے ہوں، ایسے مدرسہ کے ذمہ داران کے لیے صدقات واجبہ کی رقم لینا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ان کا مصرف نہ ہونے کی وجہ سے استعمال کا کیا طریقہ ہوگا؟

باسمه سبحانه تعالٰى الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

جن مکاتب میں صدقات واجبہ کا مصرف نہیں ہے، ان کے لیے صدقات واجبہ لینا جائز نہیں ہے، صرف امداد عطیات پر ہی اکتفا کرنا چاہیے۔

قال الله تعالٰى: ﴿اِنَّمَاالصَّدَقَا تُ لَلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ (التوبة: ٦٠)

عن ابن عمر رضى الله عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: من سأ لكم بالله فأعطوه الخ. (السنن الكبرىٰ: ٤/٣٣٤، رقم: ٧٨٩٠، بيروت)

عن فاطمة بن قيس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إن فى المال حقاً سوى الزكاة. (سنن الترمذى، كتاب الزكاة: ١/١٤٣) وفى رواية: أنها سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم أفى المال حق سوى الزكاة؟ قالت: فتلا على: ﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلىٰ حُبِّهٖ﴾ (تفسير ابن كثير: ١٤٢، دار السلام رياض)

من عليه الزكاة لو أراد صرافها إلٰى بناء المسجد أو القنطرة لايجوز. (الفتاوىٰ الهندية ٢/٤٨٣، در مختار مع الشامى: ٢/٢٤٤، كراتشى)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لاإباحةً کمامر،لایصرف إلی بناء نحومسجد تحت قوله کبناء القناطیروالسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل مالا تملیک فیه. (الدرالمختارمع رد المحتار، کتاب الزکاة،باب المصرف: ۲/ ۳٤٤، کراتشی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۳/۱۴۱۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/۱۵۵-۱۶۵)

پرائمری اسکول قائم کرنے میں زکوٰۃ اور چرم کا پیسہ لگانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک تعلیمی ادارہ قائم کرنا ہے، جس میں اردو ہندی اور انگریزی زبان کے علاوہ دیگر مضامین کی تعلیم دی جائے گی، اس ادارے کو قائم کرنے میں زکوٰۃ، امداد، فطرہ اور چرم قربانی کا پیسہ صرف کیا جاسکتا ہے؟

باسمه سبحانه تعالیٰ الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

مذکورہ ادارے کو قائم کرنے میں صرف امداد کا روپیہ لگایا جاسکتا ہے، زکوٰۃ فطرہ اور چرم کی رقم اس میں لگانی درست نہیں ہے؛ اس لیے کہ یہ رقمیں صرف فقرا کا حق ہیں۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَا تُ لَلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ (التوبة: ٦٠)

عن الثوری قال: لا یعطی زکاة ماله من یجس علی النفقة من ذوی أرحامه ولا بناء مسجد، الخ. (المصنف لعبد الرزاق: ٤/ ١١٣، رقم: ٧١٧٠)

لایصرف إلی بناء نحومسجد کبناء القناطیروالسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار. (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳/ ۲۹۱، زکریا دیوبند) فقط واللہ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۶/۸/۱۴۱۹ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/۱۶۰-۱۶۱)

فلاح عام جونیئر ہائی اسکول میں زکوٰۃ کا پیسہ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے یہاں ایک اسلامی فلاح عام جونیئر ہائی اسکول کھولا گیا ہے، جس میں اردو، ہندی، انگلش کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کیا اس میں زکوٰۃ اور قربانی کا روپیہ خرچ کیا جاسکتا ہے؟

باسمه سبحانه تعالیٰ الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

ایسے اسکول کے مصارف میں زکوٰۃ چرم قربانی ودیگر صدقات واجب التملیک روپیوں کو صرف کرنا شرعاً درست نہیں اور اس کے لیے حیلۂ تملیک بھی جائز نہیں ہے۔

ولایجوز أن یبنی بالزکاة المسجد وکذا القناطیر، وکل مالاتملیک فیه. (الفتاویٰ الهندیة، الباب

السابع فی المصارف: ۱/ ۱۸۸) / **کل حیلة یحتال بها الرجل لإبطال حق الغیر أو لإدخال شبهة أو لتمویه باطل فهی مکروهة.** (الفتاویٰ الهندیة، الباب السابع فی المصارف: ۶/ ۳۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۱/۱/۳۰ھ - الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ - (کتاب النوازل: ۷/ ۱۵۹-۱۶۰)

اسکول کالج میں زکوٰۃ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زکوٰۃ جو مدارس میں دی جاتی ہے، کیا اس زکوٰۃ میں اسکول کالج وغیرہ بھی شامل ہو سکتے ہیں؟ چوں کہ مدارس کا کام بھی مذہب معلومات کی غرض سے مسلم قوم کے لیے ضروری ہے اور اسکول کالج وغیرہ بھی ایک تعلیمی مرکز ہے، جہاں کہ مسلم قوم کا مستقبل بنا تا ہے تو اس طرح اسکول وکالج میں بھی زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه تعالىٰ الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

زکوٰۃ فقرا کا حق ہے اور عام طور پر اسکول اور کالج میں تعلیم پانے والے فقرا نہیں ہوتے اور نہ ہی وہاں طلبہ پر تملیکاً زکوٰۃ خرچ ہوتی ہے؛ بلکہ فیس لے کر تعلیم دی جاتی ہے، جب کہ دینی مدارس میں طلبہ کی اکثریت غریب طبقہ سے تعلق رکھتی ہے، نیز وہاں غیر مستطیع نادار طلبہ پر یہ زکوٰۃ خرچ کی جاتی ہے؛ لہٰذا مصرف پائے جانے کی وجہ سے مدارس میں زکوٰۃ دینا جائز ہے اور کالج اور اسکولوں میں دینا جائز نہیں ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ (التوبة: ۶۰)

الزكاة هو تمليك المال من فقير مسلم. (البحر الرائق: ۲/ ۲۰۱)

مصرف الزكاة هو الفقير. (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳/ ۲۸۳، زکریا دیوبند)

أو أصلح أو أورع أو أنفع للمسلمين. (الدر المختار، باب المصرف: ۲/ ۳۵۳، کراتشی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۲/۹/۱۶ھ - الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ - (کتاب النوازل: ۷/ ۱۵۸-۱۵۹)

اسکول کے مسلم اور غیر مسلم بچوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا اور اساتذہ کی تنخواہ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک اسکول میں درجہ اطفال سے لے کر درجہ آٹھ تک تعلیم ہوتی ہے؛ لیکن درجہ پنجم تک ملازمین کی تنخواہ کی رقم سے ادا کی جاتی ہے تو ایسی صورت میں غیر مسلموں کو تعلیم دینا اس اسکول میں صحیح ہے، یا نہیں؟ نیز پہلے غیر مسلموں کو اس مکتب میں تعلیم نہیں دی جاتی تھی، حالاں کہ چندہ کی رقم فطرہ، چرم قربانی، زکوٰۃ، عطیات وغیرہ ہوتا ہے تو کیا ایسی رقمیں مسلم بچوں کے ساتھ غیر مسلم طلبہ پر بھی خرچ کی جاسکتی ہیں؟

باسمه سبحانه تعالىٰ الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

مذکورہ اسکول کے لیے زکوٰۃ، صدقات واجبہ کی رقومات وصول کرنا اور پھر ان کو ماسٹروں اور ملازمین کی تنخواہوں میں اور

اسکول کے غیر مسلم بچوں پر صرف کرنا جائز نہیں ہے، ان جگہوں پر صرف کرنے سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ (التوبة: ٦٠)

عن سعيد بن جبير رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تصدقوا إلا على أهل دينكم. (المصنف لابن بی شيبة: ٥١٤/٦، رقم: ١٠٤٩٩)

مصرف الزكاة هو فقير وقيل: طلبة العلم ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ٢٨٩/٣-٢٩١، زكريا، ٣٤٠/٢، كراتشي)

ولا تدفع إلى ذمي لحديث معاذ إلى قوله إن دفع سائر الصدقات والواجبة لا يجوز اعتباراً بالزكاة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ٣٠١/٣، كراتشي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۳/۱۴۲۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۶۳/۷)

ڈگری کالج کی بلڈنگ کے لیے زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی رقم استعمال کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہم لوگوں نے ایک مسلم ڈگری کالج مرادآباد میں قائم ہے، اس کے لیے ہم لوگ ایک زمین مبلغ ۲۲/لاکھ روپئے کی لے رہے ہیں، کیا یہ پیسہ ہم صدقہ جاریہ، یا زکوٰۃ کی مد میں لے سکتے ہیں، اس کے لیے مہربانی فرما کر ہمیں فتویٰ دیجئے کہ ہم لوگ اس جگہ پر جو بلڈنگ تعمیر کرا رہے ہیں، اس میں دنیوی تعلیم ہوگی؟ تو کیا زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقم اس مد میں لگا سکتے ہیں؟

باسمه سبحانه تعالى الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

کالج کے تمام مصارف نفلی عطیات سے پورے کئے جائیں، زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی رقومات اس مد میں لگانی درست نہیں ہیں، ان رقومات کے مستحق فقراء ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ (التوبة: ٦٠)

عن الثوري قال: الرجل لا يعطي زكاة ماله من يجس على النفقة من ذوي أرحامه ولا يعطيها في كفن ميت ولا دين ميت ولا بناء مسجد ولا شراء مصحف ولا يحج بها، ولا تعطيها مكاتبك ولا تباع بها نسمة تحررها ولا تعطيها في اليهود والنصارىٰ، ولا تستأجر عليها منها من يحملها ليحملها من مكان إلى مكان. (المصنف لا بن عبد الرزاق، باب لمن الزكاة: ١١٣/٤، رقم: ٧١٧٠)

ولا يجوز أن يبنى بالزكوٰة المسجد، وكذا القناطير والسقايات وإصلاح الطرقات. (الفتاوىٰ الهندية: ١٨٨/١، دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۰/۱۴۱۹ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۶۱/۷-۱۶۲)

☆☆☆

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، و مالکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پربدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد/مولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحیٔ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبہٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشر و اشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش و دیگر مفتیان	شعبۂ نشر و اشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۱)	نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا

(۲۲) خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبۃ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۲۳) فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۲۴) فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبد الحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدرآباد
(۲۵) احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲۶) فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷) فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸) فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹) کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰) محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱) حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، دریا گنج، نئی دہلی
(۳۲) فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبد القادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس، لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ر لکھنؤ، انڈیا
(۳۴) فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵) فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳۶) فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷) آپ کے مسائل اور ان کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸) مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیۃ، مولانا عبد الحئی نگر، سورت، گجرات
(۳۹) فتاویٰ دار العلوم زکریا	مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی-۶، انڈیا
(۴۰) فتاویٰ شاکر خان	مولانا مفتی محمد شاکر خان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خرد سروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱) فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جونپور (یوپی)
(۴۲) فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبد الحئی نگر، کفلیۃ، سورت گجرات
(۴۳) فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
(۴۴) کتاب النوازل	مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، انڈیا

مصادر ومراجع

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
	﴿قرآن (مع تفاسیر وعلوم قرآن)﴾		
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الٰہی
(۲)	جامع البیان فی تاٴ ویل القرآن	ابوجعفرالطبر ی،محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابوجعفراحمد بن محمد بن سلامۃ بن عبدالملک بن سلمۃ الازدی الحجری المصر ی الطحاوی	۳۲۱ھ
(۴)	احکام القرآن	ابوبکراحمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۵)	التفسیرالکبیر (مفاتیح الغیب)	أبوعبداللہ،محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی،فخرالدین الرازی	۶۰۶ھ
(۶)	انوارالتنزیل واسرارالتاٴ ویل (تفسیر بیضاوی)	ناصرالدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیر ازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۷)	تفسیرالقرآن العظیم	ابوالفدا ءاسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصر ی ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۸)	تفسیرالجلالین	جلال الدین محمد بن احمد المحلی /جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۸۶۴ھ/۹۱۱ھ
(۹)	الاِ تقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی،عبدالرحمٰن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۱۰)	شیخ زادہ علی تفسر ی البیضاوی	شیخ زادہ،محی الدین بن مصطفیٰ مصلح الدین القوجوی	۹۵۱ھ
(۱۱)	تفسیرمظہری	قاضی محمد ثناءاللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۲)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۳)	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
	﴿عقائد (مع شروحات)﴾		
(۱۴)	فقہ اکبر	ابوحنیفہ،نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۵)	العقیدۃ الطحاویۃ	ابوجعفراحمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۶)	الشریعہ	ابوبکرمحمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری البغدادی المکی	۳۶۰ھ
(۱۷)	أبوالمعین علی ہامش شرح العقائد	ابوالمعین میمون بن محمد بن محمد بن معتمد بن محمد ابن مکحل ـ الفضل النسفی المکحو لی	۵۰۸ھ
(۱۸)	شرح فقہ اکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری،ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۹)	منح الروض الأ زہر فی شرح فقہ أ کبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری،ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۰)	مبدأ ومعاد	حضرت مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی	۱۰۳۴ھ
	﴿متون واطراف واجزاء حدیث﴾		
(۲۱)	مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحصکفی وابی نعیم	امام اعظم ابوحنیفہ،نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۲)	جامع معمر بن راشد	ابوعروۃ البصری معمر بن أبی عمر وراشد الأزدی	۱۵۳ھ
(۲۳)	موطأ امام مالک	امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۴)	کتاب الآثار بروایۃ أبی یوسف	ابو یوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ انصاری	۱۸۲ھ
(۲۵)	الزھد والرقائق لابن المبارک	ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	۱۸۱ھ
(۲۶)	کتاب الآثار بروایۃ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۷)	موطأ امام مالک رموطأ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۸)	الجامع لابن وھب	ابومحمد عبداللہ بن وھب بن مسلم المصری القرشی	۱۹۷ھ
(۲۹)	مسند الشافعی بترتیب السندی	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن	۲۰۴ھ
(۳۰)	السنن الماثورۃ بروایۃ المزنی	عبدمناف الشافعی القرشی المکی	
(۳۱)	مسند ابوداؤد الطیالسی	ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری	۲۰۴ھ
(۳۲)	مصنف عبدالرزاق صنعانی	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۳۳)	مسند الحمیدی	ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	۲۱۹ھ
(۳۴)	الصلوٰۃ	ابونعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف بابن دکین	۲۱۹ھ
(۳۵)	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الجوھری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۶،۳۷)	مصنف ابن ابی شیبہ رمسند ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خوستی	۲۳۵ھ
(۳۸)	مسند اسحاق بن راھویہ	ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، ابن راھویہ	۲۳۸ھ
(۳۹)	مسند امام احمد	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۴۰)	فضائل الصحابۃ	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۴۱)	المنتخب من مسند عبد بن حمید	ابومحمد عبدالحمید بن نصر الکسی	۲۴۹ھ
(۴۲)	صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۳)	الادب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۴)	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن دردین النیشافوری	۲۶۱ھ
(۴۵)	أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	۲۷۲ھ
(۴۶)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۴۷)	سنن ابوداؤد رمراسیل ابوداؤد	ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۴۸)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۹)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۵۰)	مسند الحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داھر التمیمی البغدادی الخطیب المعروف بابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۵۱)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۵۲)	الآحاد والمثانی	ابوبکر بن أبي عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۳)	السنۃ	ابوبکر بن أبي عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۴)	البحر الزخار المعروف بمسند البز ار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بن خلاد بن عبیداللہ العتکی، البز ار	۲۹۲ھ
(۵۵)	تعظیم قدر الصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۶)	مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۷)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ
(۵۸)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۹)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۶۰)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۶۱)	المنتقی	ابن الجارود ابومحمد عبداللہ بن علی النیشاپوری	۳۰۷ھ
(۶۲)	مسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۶۳)	الکنی والأسماء	ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۶۴)	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۵)	التوحید	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۶)	السنۃ لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۷)	مسند السراج/حدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۶۸)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۶۹)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۷۰)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۷۱)	مکارم الأخلاق/مساویء الاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطی السامری	۳۲۷ھ
(۷۲)	مسند الشاشی	ابوسعید الہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ
(۷۳)	معجم ابن الأعرابی	ابوسعید بن الأعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم البصری الصوفی	۳۴۰ھ
(۷۴)	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ
(۷۵)	المعجم الأوسط/المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۶)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۷)	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۸)	عمل الیوم واللیلۃ	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبداللہ	۳۶۴ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۷۹)	سنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطنی	۳۸۵ھ
(۸۰)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۸۱)	شرح مذاہب أہل السنۃ	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۸۲)	الإبانۃ الکبریٰ	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطۃ	۳۸۷ھ
(۸۳)	معالم السنن	ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۸۴)	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم النیسا فوری	۴۰۵ھ
(۸۵)	الإیمان	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحیٰ بن مندہ العبدی	۳۹۵ھ
(۸۶)	شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ والجماعۃ	ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی	۴۱۸ھ
(۸۷)	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۸)	المسند المستخرج علی صحیح مسلم	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۹)	امالی	ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مھران البغدادی	۴۳۰ھ
(۹۰)	مسند الشھاب	ابوعبداللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری	۴۵۴ھ
(۹۱)	السنن الکبریٰ/السنن الصغیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۹۲)	شعب الإیمان	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۹۳)	معرفۃ السنن والآثار	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۹۴)	الدعوات الکبیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۹۵)	المدخل إلی السنن الکبریٰ	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۹۶)	جامع بیان العلم وفضلہ	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی	۴۶۳ھ
(۹۷)	تفسیر غریب ما فی الصحیحین	محمد بن فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸
(۹۸)	الفردوس بمأثور الخطاب	ابوشجاع، شیرویہ بن شھردار بن شیرویہ بن فناخسر والدیلمی الھمدانی	۵۰۹ھ
(۹۹)	شرح السنۃ	محی الدین ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ
(۱۰۰)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام التمیمی السمرقندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۱۰۱)	المعجم	ابوالقاسم، علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
(۱۰۲)	کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی	۵۷۹ھ
(۱۰۳)	جامع الأصول فی أحادیث الرسول	مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۱۰۴)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۱۰۵)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۶)	الجوھر النقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ المار دینی ابن الترکمانی	۷۵۰

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۰۷)	جامع المسانید والسنن الهادی لأ قوم السنن	ابوالفدا اءاسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۸)	نصب الرایة فی تخریج أحادیث الهدایة	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ
(۱۰۹)	البدر المنیر مختصر تلخیص الذھبی	ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۱۰)	تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین	عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابونصر عبدالوھاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۱۱)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نورالدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الهیثمی	۸۰۷ھ
(۱۱۲)	موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان	ابوالحسن نورالدین علی بن أبی بکر بن سلیمان الھیثمی	۸۰۷ھ
(۱۱۳)	الدرایة فی تخریج احادیث الھدایة	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۴)	التلخیص الحبیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۵)	المقاصد الحسنة	محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۱۶)	الجامع الصغیر / الفتح الکبیر	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۷)	تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۸)	جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامة محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۹)	آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۲۰)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

﴿شروح وعلل حدیث﴾

(۱۲۱)	شرح صحیح البخاری	ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک	۴۴۹ھ
(۱۲۲)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۳)	احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشہیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ
(۱۲۴)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہر الدین الزیدانی الکوفی الضریر الشیرازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۲۵)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ
(۱۲۶)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۷)	المحلی شرح الموطأ	ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن خلیفہ المالکی	
(۱۲۸)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۹)	تقریب التھذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۰)	تہذیب التھذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۱)	شرح المصابیح	محمد بن عزالدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشھور بابن ملک	۸۵۴ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۳۲)	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۳)	شرح سنن أبی داؤد	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۴)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۵)	الآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۶)	مصباح الزجاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۷)	ارشادالساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۳۸)	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۹)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۰)	فیض القدیرشرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۴۱)	کنوزالحقائق فی حدیث خیرالخلائق	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۴۲)	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۴۳)	حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۴۴)	شرح مسندالشافعی	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۴۵)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی بن عبدالغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۴۶)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	۱۱۸۲ھ
(۱۴۷)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۴۸)	مظاہرحق	نواب قطب الدین دہلوی	۱۲۸۹ھ
(۱۴۹)	بذل المجہود فی حل أبی داؤد	المحدث خلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۵۰)	التعلیق الممجد علی موطاالإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۱)	حاشیۃ السنن لأبی داؤد	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۲)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۳)	عون الباری لحل أدلۃ البخاری	نواب صدیق حسن خاں (محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی قنوجی)	۱۳۰۷ھ
(۱۵۴)	التعلیق الحسن علی آثارالسنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۵۵)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۶)	الکوکب الدری علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۷)	عون المعبود فی شرح سنن أبی داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۵۸)	المنھل العذب المورود شرح أبی داؤد	محمود محمد خطاب السبکی	۱۳۵۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۵۹)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۶۰)	فیض الباری شرح البخاری	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۶۱)	تحفۃ الأحوذی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۶۲)	فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۶۳)	التعلیق الصبیح علیٰ مشکوٰۃ المصابیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۶۴)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۶۵)	أوجز المسالک إلی موطا امام مالک	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۶۶)	مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ابوالحسن عبیداللہ بن بن محمد عبدالسلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۶۷)	سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ	محمد ناصر الدین الالبانی	۱۴۲۰ھ
(۱۶۸)	منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری	حمزہ بن محمد قاسم	۱۴۳۱ھ
(۱۶۹)	منہاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ
	سیرت وشمائل		
(۱۷۰)	زاد المعاد فی ہدیۃ خیر الانام	ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۷۱)	سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر الانام	محمد بن یوسف الصلاحی الشامی	۹۴۲ھ
(۱۷۲)	لمواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۷۳)	شرح المواھب اللدنیۃ	العلامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ
	کتب فقہ احناف		
(۱۷۴)	الحجۃ علی اہل المدینۃ	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۵)	کتاب الأصل	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۶)	الجامع الصغیر	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۷)	مختصر الطحاوی	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۷۸)	شرح مختصر الطحاوی	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۷۹)	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۳ھ
(۱۸۰)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۸۱)	النتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۸۲)	المبسوط	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۳)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۸۴)	تحفۃ الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد بن ابو احمد السمر قندی الحنفی	۵۳۹ھ
(۱۸۵)	خلاصۃ الفتاویٰ رمجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۸۶)	المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی	ابو المعالی محمود بن احمد بن عبد العزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۸۷)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۸۸)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۸۹)	بدایۃ المبتدی وشرحہ الہدایۃ	برہان الدین ابو الحسن علی بن ابوبکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۹۰)	قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ	ابو الرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۹۱)	المجتبی شرح مختصر القدروی	ابو الرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۹۲)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۹۳)	مجمع البرکات	ابو البرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ھاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی	۶۶۷ھ
(۱۹۴)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ محمود بن عبد اللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۹۵)	الاختیار لتعلیل المختار	عبد اللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابو الفضل مجد الدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۱۹۶)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۱۹۷)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۱۹۸)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدید الدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۱۹۹)	کنز الدقائق	حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰،۷۰۱ھ
(۲۰۰)	تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	فخر الدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۲۰۱)	شرح مختصر الوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ الصغیر، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۲)	النقایۃ مختصر الوقایۃ	صدر الشریعہ الصغیر، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۳)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۲۰۴)	النہایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۱۷ھ
(۲۰۵)	جامع المضمرات شرح مختصر القدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۰۶)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۲۰۷)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الأنصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۲۰۸)	السراج الوھاج فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۹)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۱۰)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک، عبد اللطیف بن عبد العزیز	۸۰۱ھ

سن وفات	مصنف، مؤلف	اسمائے کتب	نمبر شمار
۸۲۷ھ	محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	الفتاویٰ البزازیۃ	(۲۱۱)
۸۴۴ھ	ابوالحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	معین الحکام	(۲۱۲)
۸۵۵ھ	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	البنایۃ شرح الہدایۃ	(۲۱۳)
۸۵۵ھ	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	(۲۱۴)
۸۶۱ھ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	فتح القدیر علی الہدایۃ	(۲۱۵)
۸۷۹ھ	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلو بغا الحنفی	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	(۲۱۶)
۸۸۵ھ	ملاخسرو، محمد بن فرامرز بن علی	درر الحکام شرح غرر الأحکام	(۲۱۷)
۹۳۲ھ	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	شرح النقایۃ	(۲۱۸)
۹۴۵ھ	سعداللہ بن عیسیٰ بن امیر خان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	حاشیۃ علی العنایۃ شرح الہدایۃ	(۲۱۹)
۹۵۶ھ	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	ملتقی الأبحر	(۲۲۰)
۹۵۶ھ	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	الصغیری/الکبیری شرح منیۃ المصلی	(۲۲۱)
۹۶۲ھ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	جامع الرموز شرح مختصر الوقایۃ المسمیٰ بالنقایۃ	(۲۲۲)
۹۷۰ھ	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق	(۲۲۳)
۹۸۵ھ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	الفتاویٰ الحامدیۃ	(۲۲۴)
۱۰۰۴ھ	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	تنویر الأبصار وجامع البحار	(۲۲۵)
۱۰۰۵ھ	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	النہر الفائق شرح کنز الدقائق	(۲۲۶)
۱۰۱۴ھ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	شرح النقایۃ فی مسائل الہدایۃ	(۲۲۷)
۱۰۱۴ھ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	(۲۲۸)
۱۰۲۱ھ	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	(۲۲۹)
۱۰۳۲ھ	علاء الدین علی بن محمد الطرابلسی بن ناصر الدین الحنفی	سکب الأنہر علی فرائض مجمع الانہر	(۲۳۰)
۱۰۶۹ھ	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	نور الایضاح ونجاۃ الارواح	(۲۳۱)
۱۰۶۹ھ	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	امداد الفتاح شرح نور الایضاح	(۲۳۲)
۱۰۶۹ھ	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	مراقی الفلاح شرح نور الایضاح	(۲۳۳)
۱۰۷۸ھ	عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعو بشیخی زادہ، المعروف بداماد آفندی	مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر	(۲۳۴)
۱۰۸۱ھ	خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ	(۲۳۵)
۱۰۸۸ھ	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاء الحصکفی	الدر المختار شرح تنویر الأبصار	(۲۳۶)
۱۱۶۱ھ	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماعۃ من اعلام فقہاء الھند)	الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ)	(۲۳۷)
۱۲۲۱ھ	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	(۲۳۸)

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۳۹)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۰)	اسعاف المولی القدیر شرح زاد الفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقدویسی مصری	۱۲۲۱ھ کے بعد
(۲۴۱)	مالابدمنہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ الاموی العثمانی الہندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۴۲)	رد المحتار حاشیۃ الدر المختار	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۳)	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۴)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۵)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۶)	مأۃ مسائل	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۴۷)	رسالہ الاربعین	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۴۸)	غایۃ الاوطار ترجمہ اردو الدر المختار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری رمترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	۱۲۷۱ھ/--
(۲۴۹)	التحریر المختار حاشیۃ رد المحتار	عبد القادر الرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۵۰)	مفتاح الجنۃ	کرامت علی بن ابوابراہیم شیخ امام بخش بن شیخ جار اللہ جونپوری	۱۲۹۰ھ
(۲۵۱)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبد الغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۵۲)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابوالحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۳)	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۴)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۵)	حاشیۃ علی الہدایہ	ابوالحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۶)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابوالحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۷)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابوالحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۸)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابوالحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۹)	تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء	ابوالحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۰)	تحفۃ الاخیار	ابوالحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۱)	علم الفقہ	عبد الشکور بن ناظر علی فاروقی لکھنوی	--
(۲۶۲)	القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۶۳)	رسالہ تراویح	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۶۴)	رسائل الارکان	عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۶۵)	مجلۃ الاحکام العدلیۃ	لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ	--
(۲۶۶)	الآثار الحمیدیۃ شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ	عبداللطیف بن حسین الغزی	۱۳۴۰ھ
(۲۶۷)	بہشتی گوہر، بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۶۸)	کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۶۹)	تصحیح الاغلاط	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۰)	اثمار الہدایہ	مولانا محمد ثمیر الدین قاسمی، لندن	مدظلہ
	﴿دیگر مسالک کی کتب فقہ﴾		
(۲۷۱)	المدونہ	امام دارالہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۷۲)	کتاب الام	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن عبد مناف الشافعی القرشی المکی	۲۰۴ھ
(۲۷۳)	المحلی بالآثار	ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی القرطبی الظاہری	۴۵۶ھ
(۲۷۴)	نھایۃ المطلب فی درایۃ المذہب	امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن محمد الجوینی	۴۷۸ھ
(۲۷۵)	بحر المذہب	ابوالمحاسن عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی	۵۰۲ھ
(۲۷۶)	المغنی	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۲۷۷)	المجموع شرح المہذب	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۷۸)	فتاویٰ النووی	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۷۹)	المقنع، الشرح الکبیر علی المقنع	شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی	۶۸۲ھ
(۲۸۰)	الفتاویٰ الکبریٰ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۲۸۱)	المدخل	ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد العبدری الفاسی المالکی الشہیر بابن الحاج	۷۳۷ھ
(۲۸۲)	شرح العباب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۸۳)	الفتاویٰ الکبریٰ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۸۴)	کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ	عبدالوہاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن زوفا بن ابوالشیخ موسی الشعرانی الحنفی	۹۷۳ھ
(۲۸۵)	المبدع شرح المقنع	ابواسحاق، برہان الدین، ابراہیم بن محمد عبداللہ بن محمد بن مفلح	۸۸۲ھ
(۲۸۶)	الحاوی للفتاویٰ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۲۸۷)	المیزان الکبریٰ	ابوالمواھب عبدالوھاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن زوفا بن ابی الشیخ الشعرانی	۹۷۳ھ
(۲۸۸)	فتح المعین بشرح قرۃ العین	زین الدین احمد بن عبدالعزیز بن زین الدین بن علی بن احمد الملیباری الہندی	۹۸۷ھ
(۲۸۹)	ہدایۃ السائل، الانتقاد الرجیع، بدور الاہلہ	نواب صدیق حسن خاں (محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی قنوجی)	۱۳۰۷ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
		فقہ مقارن	
(۲۹۰)	بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۹۱)	الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	۲۰۱۵ء
(۲۹۲)	الموسوعۃ الفقہیۃ	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--
		اصول فقہ	
(۲۹۳)	اصول البز دوی	فخر الاسلام علی بن محمد البز دوی	۴۲۲ھ
(۲۹۴)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ
(۲۹۵)	آداب المفتی	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۹۶)	المنار	حافظ الدین النسفی	۷۱۰ھ
(۲۹۷)	الکافی شرح البز دوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۲۹۸)	کشف الاسرار شرح اصول البز دوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۲۹۹)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۳۰۰)	غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابوالعباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۳۰۱)	نورالانوار فی شرح المنار	ملاجیون حنفی، احمد بن ابوسعید	۱۱۳۰ھ
(۳۰۲)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۳۰۳)	تنویر المنار (فارسی)	عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۳۰۴)	عمدۃ الفقہ	سید زوار حسین شاہ	۱۴۰۰ھ
		تزکیہ واحسان	
(۳۰۵)	ادب الدنیا والدین	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی	۴۵۰ھ
(۳۰۶)	احیاء علوم الدین	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطّوسی	۵۰۵ھ
(۳۰۷)	غنیۃ لطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۰۸)	الفتح الربانی	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۰۹)	الترغیب والترہیب	ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۳۱۰)	الأذکار للنووی	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۳۱۱)	الکبائر	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز ذہبی	۷۴۸ھ
(۳۱۲)	الزواجر عن اِقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ
(۳۱۳)	الاِنتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
		﴿لغات، معاجم، ادب وتاریخ، طبقات وتراجم﴾	
(۳۱۴)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۱۵)	المتفق والمفترق	ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ
(۳۱۶)	النهاية في غريب الحديث والأثر	مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۳۱۷)	مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ
(۳۱۸)	کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم	محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمّد صابر الفاروقی الحنفی التہانوی	۱۱۵۸ھ
(۳۱۹)	التعريفات الفقهية	محمد عمیم الاحسان المجددی البرکتی	۱۳۹۵ھ
(۳۲۰)	قاموس الفقہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مدظلہ
(۳۲۱)	معجم لغۃ الفقہاء	محمد رواس قلعہ جی/حامد صادق قنیبی	مدظلہ
(۳۲۲)	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدینؒ	--
		﴿متفرفات﴾	
(۳۲۳)	ماثبت من السنۃ	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۲۴)	کتاب آداب الصالحین	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۲۵)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۲۶)	ازالۃ الخفاء	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۲۷)	عجالۂ نافعہ	شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
(۳۲۸)	مفید المفتی	شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
(۳۲۹)	دین کی باتیں	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ
(۳۳۰)	رسالہ دلیل الخیرات فی ترک المنکرات	مفتی کفایت اللہ دہلوی	۱۳۷۲ھ
(۳۳۱)	اوزان شرعیہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
(۳۳۱)	آسان فقہ	محمد یوسف صاحب اصلاحی	--
(۳۳۲)	مسائل سجدۂ سہو	مولانا حبیب الرحمٰن خیرآبادی	مدظلہ
(۳۳۳)	رسالہ رکن دین اردو	مولوی رکن الدین الوری	--
(۳۳۴)	سیرت حلبیہ اردو	مولانا اسلم قاسمی	۱۴۴۰ھ
(۳۳۵	رعاية البيئة في شريعة الإسلام	شیخ یوسف القرضاوی	مدظلہ

نوٹ : ''فتاویٰ علماء ہند، جلد-۱۸'' کے متن وحاشیہ میں ان کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمٰن قاسمی/محمد اسامہ ندوی)